

3 1761 00120238 1



PURCHASED FOR THE
UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY
FROM THE
CANADA COUNCIL SPECIAL GRANT
FOR
ISLAMIC STUDIES

بفضل خدا

انسٹیٹیوٹ پریس میں (جو سر سید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہڑا پر پتھر دو ٹولہ قسم کے چھاپوں میں اردو و انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور رقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے ملے ہو سکتا ہے۔

مطبوعہ کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں ان کی نقل عند الطلب روانہ کیجا سکتی ہے۔

علیگڈ انسٹیٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سر سید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بناسے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ چار روپے ششماہی دو روپے آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے ملے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ :-

میتھ صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈ

تاریخ ہندوستان کا یہ مختصر قیصریہ مکتبہ خانبخشاں بہادر علی گڑھ کے مولوی ذکا اللہ صاحب
 مراد آبادی پانچ سو سال پہلے لکھی ہے جس کا اول باب اور تیسرا سہ ماہ تک لکھا ہے۔ لیکن یہ کتاب
 کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اور انگریزوں کے قزاقیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور اپنی فرمانبرداری
 مسئلہ کس طرح بنایا۔

(دوسرے حصے) میں سترہ سہ ماہ تک کے حالات لکھے ہیں جس میں اسیانہ سے
 ایک دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ رشتہ کو قائم کرنے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(تیسرے حصے) میں سترہ سہ ماہ تک کے جس میں حضرت علیہ السلام کی وفات پائی،
 حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ سترہ سہ ماہ کے غرور و بغاوت کو تفصیلی بیان کیا ہے اور دینی کامیابیوں
 کے لیے پیش قدمی لکھا ہے۔

(چوتھے حصے) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ
 ایشیا افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ افغانستان، جنگ سوڈان
 اور روس میں۔

اپنا پچیسواں باب کانام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین درج ہیں۔
 ساری دنیا میں قیصریہ کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور بنگلہ دیش میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی۔
 ان کے قوانین کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لیے قوانین کیونکر مدون ہوئے۔ عدالتیں
 کیونکر متعین ہوئیں۔ بری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں۔ سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ۔ سر
 سادات (۱۲۱۳) قیمت ہر پینچ حصص بلا جلد پچیس روپے۔

ملنے کا پتہ آنرییری منیجر کتب خانہ مدرسہ العلوم علی گڑھ
 دکنہ قریب کراچی کے لیے جس کو دست ب فرمائے جو بالکل غیب و آنکھ کی ہے

سلطان علاء الدین کے عہد میں یہ ارزانی ہوئی ہو مگر اس ارزانی میں سلطنت کی مداخلت و ظلم اور صدمہ باطرح کے وباؤ اور بھڑکے تھے مگر اس سلطنت میں ارزانی زمین کی پیداوار کی افراط کے سبب تھی۔ سلطان سکندر کے عہد میں بھی ارزانی تھی مگر وہ سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی کی برابر نہ تھی۔ ایک بھلولی کا دس من انانج آتا تھا۔ پانچ سیر گھی کی۔ اور دس گز کیشے کی بھی یہی قیمت ایک بھلول تھی۔ ہر چیز کی ارزانی کا یہی حال تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بارہا حرب ضرورت ہوتی تھی جس سے معمولی پیداوار سے دس گنا پیداوار ہو جاتا تھا۔ سوائے اسکے سلطان نے یہ حکم دیدیا تھا کہ لگان میں رعایا سے انانج لیا جائے اور کسان سے نقدی کسی بابت نہ لی جائے جن امیروں کی جاگیروں میں لاکھوں من انانج پڑا ہوتا تھا وہ اسکو بہت مست اسلئے بیچ ڈالتے تھے کہ نقد روپیہ آئے تو انکا خرچ چلے۔ سونا چاندی منسلک۔ سے ملتا تھا۔ یہ خدا کی بڑی رحمت تھی کہ ایک بھلولی کو دس من انانج بکتا تھا۔ ایک مغز آدمی جسکے اہل و عیال بھی ساتھ ہوں پانچ تنگہ ماہوار کی آمدنی میں اپنی اوقات اچھی طرح بسر کر سکتا تھا۔ ایک سوار کی تنخواہ بیس سے تیس تنگہ تک تھی۔ اگر کوئی مسافر دہلی سے آگرہ تک جانا چاہتا تو ایک بھلولی اس کو اور اس کے گھوڑے اور سائیس کو کافی تھی فقط

بابر شاہ نے علاء الدین (عالم خاں) کے ساتھ مل کر اپنے امر ساتھ کر دیے۔ وہ ایک ہندوئی سپہ سالار تھا۔ علاء الدین اس لشکر کے ساتھ بیاں کوٹ تک آئے۔ اور بعد ازاں ریشیوں کو تابع بناتا ہوا لاہور میں آیا۔ یہاں علاء الدین اور دولت خاں نے مغل سرداروں سے کہا کہ بابر کے آنے سے پہلے ہم ہماری امانت و ملک سے دہلی کو تسخیر کرو مگر انہوں نے یہ کہتے نہ مانا تو علاء الدین ان سے علیحدہ ہو گیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسماعیل جلوانی اور امرا جو ابراہیم بادشاہ سے مایوس ہو گئے تھے اور پرتگیزیوں میں رہتے تھے اس سے مل گئے اور اس پاس چالیس ہزار لشکر ایک دل و یک جہت جمع ہو گیا اور اس نے بابر دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم بادشاہ نے جب یہ انبار وحشت اثر سے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ دہلی سے چھ کوس کے فاصلہ پر ابراہیم سے ملے لشکر پر علاء الدین نے شیخوں مارا اور صبح کے ہونے تک تمام لشکر ابراہیم کو دیکھ کر ہٹ گیا اور علاء الدین سے بادشاہ ابراہیم کے امر آن ملے۔ سلطان ابراہیم چند خواصوں کے ساتھ اپنے شہر میں نہایت سہولت سے کھڑا رہا اور صلاکام کارزار میں ہاتھ نہ دھرایا۔ جب صبح صادق ہوئی تو علاء الدین کا لشکر لوٹ پریل پڑا اور اس پاس تھوڑے آدمی رہ گئے تو بادشاہ ابراہیم نے پیش دستی کر کے سلطان مارا۔ علاء الدین پر حملہ کیا اور اول ہی جدمہ میں اس کو اپنے آگے سے ہٹا دیا۔ اس کا لشکر بکھرا اور اس نے دہلی سے بھاگ گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ علاء الدین اور امرا شکست پا کر نہایت گئے اور سلطان ابراہیم نے دہلی میں قیام کیا۔ ۱۵۵۷ء میں ظہیر الدین محمد بابر شاہ نے خود سلطان ابراہیم پر لشکر کشی کی اور موضع پانی پت میں ان دونوں بادشاہوں میں جنگ عظیم ہوئی اور بابر شاہ کو تسخیر نصیب ہوئی اور اس معرکہ جانتاں میں اس کی جان گئی اور خاندان لودھی کی سلطنت ختم ہوئی اور سلطنت خاندان چغتائیہ کی ابتدا ہوئی۔ سلطان ابراہیم نے بیس سال سلطنت کی ان واقعات کا بیان مفصل بابر شاہ کی سلطنت میں ہم لکھیں گے۔

سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ازرائی و پیداوار کی فراط

سلطان ابراہیم کے عہد سلطنت کے واقعات عجیبہ میں سے یہ ایک ہے کہ تاج پٹرا اور ہر قسم کی تجارت کی اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اس لیے سلطان علاء الدین کے عہد میں یہ ازرائی ہوئی ہو مگر اس ازرائی میں سلطنت کی اخلت و ظلم اور جبر و

سو پاک گوئی کہ باموں کو نا احسانندی کا الزام مجھ پر لگے گا اور اگر بغاوت نہیں کرتا
تو کسی طرح بادشاہ کو غصہ نہ پہنچا سکتا۔ ناچار عظمیٰ لغت بند کیا اور طہار الدین محمد شاہ
سے کہ کابل میں تشریف رکھتا تھا التجا کی کہ ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ فرمائیے۔ یہ التجا
کیونکر کی مختلف طور سے مورخ بیان کرتے ہیں کہ عالم خاں جب کو ملا الدین بھی کہتے ہیں اور
وہ سلطان ابراہیم کا چچا زاد بھائی تھا وہ قید سے بھاگ کر بابر کی خدمت میں چلا گیا تھا اس کی
معرفت ہندوستان کی فتح کی بابت گفتگو ہوئی۔ احمد یادگار اپنی تاریخ سلاطین افغانی میں
یہ دلچسپ کہانی لکھتا ہے کہ اُسے اپنے بیٹے دلاور خاں کو بابر شاہ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ
سلطان ابراہیم کی بد مزاجی سے اور امر کی آپس کی نا اتفاقی سے اور سپاہ کی خواری سے
مطلع کرے اور ہندوستان پر حملہ کرنے کی درخواست کرے۔ دلاور خاں دوڑ کر دس روز
میں کابل پہنچا اور بابر کی خدمت میں تمام یہاں کا حال عرض کیا کہ سلطان ابراہیم اپنے
باپ کے زمانہ کے امیر و ملک بہت ستا تا ہی نہیں اس کی سلطنت کو بلا قصور و جہد مار چکا ہے اور اُس کے
خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے وہ امیر و ملک و پواروں کو لٹکا تا ہے اور زندہ جلانا ہی جیسا امرانے چاہا کیا ہے
تو مجھے حضور پاس بھیجا ہے وہ سب حضور کی تشریف آوری کے منظر بیٹھے ہیں حبوت حضور نے ہندوستان میں
قدم رکھا اس وقت وہ کمربستہ طاعت خدمت کیلئے حاضر ہو گئے مرزا کامراں کی شادی میں اُس وقت
بابر شاہ مصروف تھا جب اُس سے فارغ ہوا تو وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں و گانہ شکر بجالایا اور یہ عاتلی کی کہ
میں نے خدا اگر ہندوستان کی سلطنت میری قسمت لکھی ہے تو ہندوستان کے آدم اور پان میرے لئے تحفہ
میں بھیجے اسکو اپنے لئے نیک فال سمجھو گا اتفاق ایسا ہوا کہ آموں کا موسم تھا کہ دولت خاں نے شہر کی
بانڈیوں میں کچے آم رکھ کر اور احمد خاں کے ہاتھ بابر پاس تحفہ بھیجوائے۔ دلاور خاں نے یہ تحفہ نذر میں
دئے تو وہ تحفہ سے اتار کر شکر الہی بجالایا۔ اور اسے دلاور خاں اور احمد خاں کو خلعت اور گھوڑے دئے
اور اُس کے ساتھ دولت خاں پاس دس گھوڑے عراقی اور بعض نفیس کتانی کپڑے بھیجوائے اس وقت سے
اسے ہندوستان کی فتح کی تیاری کی اور جہانگیر قلی خاں کو دو ہزار غلوں کے ساتھ آگے روانہ کیا
کہ وہ راولپنڈی کی درستی کرے اور کشتیوں کے بنانے کے لئے لکڑی بھیج دے۔ بابر
کی جہاز ہندوستان پر پہنچے اس کو ہم بابر کی سلطنت کے ذکر میں لکھینگے یہاں یہ قلم بھیجیں گے

و خاں جہاں لودھی و میاں حسن خاں فرہی وغیرہ نے اطاعت سے سرتابی کی۔ بادشاہ نے میاں حسن خاں فرہی حاکم چنیدیری کو یہاں کے او باش شیخ زاد و نکو اشارہ کر کے آدمی رات کو قتل کرادیا۔ اس سب سے اور بھی بادشاہ سے امر کو نفرت زیادہ ہو گئی اور سب کو اس سے ناامیدی ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد دریا خاں لودھانی حاکم بہار کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا بہادر خاں سلطان سے برگشتہ ہو کر بہار میں باپ کا جانشین ہوا۔ اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ اور سلطان محمد اپنا خطاب کھا اس نے ایک لاکھ سوار کا لشکر جمع کر لیا اور اور امر اور سلطان ناراض تھو اس سے آکر ٹکرائے۔ فتح خاں سپہ اعظم مہایوں دس ہزار سوار و نکو لیکر آگیا۔ اور اور امر اسے ہی بہار کی سرحد پر اپنے لشکروں کو جمع کیا اسی زمانہ میں نصیر خاں لودھانی حاکم غازیپور جو سپہ سالار بادشاہی فوج کا تھا شکست پانچا بہار جنگ سے ان ملا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا کہ میں مصطفیٰ نے غازیپور پر تاخت کی اور نصیر خاں کو نکال دیا وہ محمد شاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ کے ساتھ کئی دفعہ محمد شاہ کی سپاہ کی لڑائی ہوئی جس میں وہی غالب ہوا۔ یوں صوبہ بہار بادشاہ کے قبضہ سے نکل گیا۔

دولت خاں لودھی حاکم پنجاب کی بغاوت

اسی زمانہ میں دولت خاں لودھی پسترتار خاں کو جو بدست پنجاب میں حکومت کرتا تھا بادشاہ نے بلایا مگر اس نے آنے میں تاخیر کی اور اپنے چھوٹے بیٹے دلاور خاں کو بجائے اپنے ہیجا۔ بادشاہ نے اس بیٹے سے پوچھا کہ تیرا باپ کیوں نہیں آیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ بیچھے خزانہ لیکر آئے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تیرا باپ نہ آیا تو اس کا حال وہی ہو گا جو اور امر کا ہوا۔ پھر بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو قید خانہ میں جا کر دیکھ لے کہ امیر کس طرح دیواروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ دلاور خاں قید خانہ میں جا کر ان امیر و نکو خود دیواروں سے لٹکے ہوئے دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ جبے بادشاہ پاس آیا تو بادشاہ نے کہا کہ تو نے دیکھا کہ جنہوں نے مجھ سے بغاوت کی ان کا کیا حال ہوا وہ بادشاہ کے آگے ناک رگڑنے لگا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ انہی آنکھوں میں سلاخی پہرہ لے اور دیوار میں لٹکا دے۔ مگر دلاور خاں دیکھا کہ میں کس طرح بادشاہ کے بچہ ظلم سے نہیں بچ سکتا تو وہ دہلی سے بہاگ کر چھ دن میں باپ پاس پہنچا اور باپ سے اس نے کہا کہ اگر تم اپنی حفاظت نہ کر گے تو بادشاہ تم کو بری طرح مار دے گا۔ دولت خاں لودھی نے

راجہ بہار نے سات سو مائیں لایا۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں ساری باتیں الٹ پلٹ ہو گئی
 تھیں میں خیر خواہ بھی بد خواہ سرکش باغی سمجھا جاتا ہوں۔ میں اب بھی بادشاہ کی خدمت کرنے کو جو
 مجھے سپرد کی جائے تیار ہوں۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رانا لشکر لیکرمیاں لکھی سے لڑنے کو آموجود ہوا مگر میاں حسین خاں
 بادشاہ کے نژاد کا اتنا پاس کیا کہ رانا کے ساتھ لڑائی میں نہ آیا۔ ہندو لکھی بہادرانہ لشکر شاہی پر حملہ کیا
 اور اسکو شکست دیدی۔ شام کو میاں حسین خاں میاں لکھی کو لکھا کہ اس معرکہ سے وہ یہ سبق پڑھے
 کہ ایک بل آونی کیسے قوی ہوتے ہیں کہ تھوڑے ہندوؤں نے جو یکدل تھے تیرے تیس ہزار سوار کو
 شکست دیدی اور جو امر اپنے بادشاہ کے ساتھ یک جہت ہوتے ہیں وہ کیسی کیسی خدمت عظیم
 بجالاتے ہیں اب تم یہاں میاں معروف کو تیار کر کے میرے پاس آؤ ہی رات کو ہی چھو۔

میاں معروف چھ ہزار سوار لیکرمیاں حسین خاں کے لشکر سے جا ملے۔ رانا کا لشکر خوشی خوشی ٹوٹ گیا
 مصروف اور موت کے فرشتے کو نہ جانتا تھا کہ اس کے سر پر کھڑا نہیں رہا ہے۔ جہاں دونوں کے
 لشکروں نے دھونسے بجایا تو رانا کے کان سے پنبہ غفلت باہر نکلا۔ افغان ہاتھوں میں آکر لیکر چلو
 پر ایسے گرتے کہ انکو پریشان پر لگندہ کر دیا۔ خود رانا سگاز زخمی ہوا مگر بھاگ کر جیتا نکل گیا۔ جب
 میاں لکھی پاس یہ خبر آئی تو وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ اور بادشاہ پاس میاں بایزید اسپر عطا لودھی بخشی
 سپاہ نے جو حسین خاں کا رشتہ دار تھا۔ اس فتح کی خبر پہنچی اور میاں حسین خاں نے چند رہ باھتی
 اور تین سو گھوڑے رانا کے دہلی بھیجے۔ سلطان اس فتح سے بہت خوش ہوا اور بادشاہ نے بچائے
 اور دو پیش قیمت باھتی اور چار گھوڑے اور خلعت اور ٹپکے و خنجر میاں حسین خاں اور میاں
 معروف کو عنایت کئے اور ایک فرمان لکھا جس میں ان دونوں سرداروں کی تعریف کا ایک طومار
 باندھا اور اس کمال رضامندی ظاہر کی۔

بہار میں بہادر خان کی بغاوت

جب کہ تھانہ کی مخالفت ظاہری و باطنی امر اسکندری سے جس سے زیادہ بڑی اور اسے بہتے امر کو
 قیام میں بڑھاتا کر مارا تو مرا۔ کے دلوں میں خوف و ہراس زیادہ ہونے لگا۔ دریا خاں لوہانی حاکم بہار

سپاہی ساتھ لائے جنہوں نے اپنے ہتھیار سفید گپڑوں میں چھپائے اور ان کو حکم دیدیا کہ جب میں خیمہ کے اندر جاؤں تو تم باہر کی خوب خبرداری ہو شکاری سے کرنا۔ میاں لکھی نے بھی دوسرے خیمہ میں ہزار سپاہیوں کو چھپا کر گھات میں بٹھا رکھا تھا اور ان کو حکم دے رکھا تھا کہ جب میاں معروف و حسین خاں خیمہ کے قریب آئیں تو میاں حسین خاں کو گرفتار کر لینا۔ میاں حسین خاں جب خیمہ کے قریب آیا تو اس کو لوگوں نے خبر کوئی تھی کہ دوسرے خیمہ میں سپاہی اس کی اور میاں معروف کی گرفتاری کے لئے بیٹھے ہیں تو اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیکر اُس خیمے کی طرف بھاگے اور وہاں جس کے سبب سے میاں لکھی کے سپاہی کچھ دب گئے اور کچھ ظاہر دکھائی دینے لگے اور پھر میاں حسین خاں دوسرے خیمہ میں داخل ہوا اور میاں لکھی سے کہا کہ فرمان پڑھئے میاں لکھی نے کہا کہ فرمان شاہی کا اس طرح پڑھنا دستور کے خلاف ہے۔ اس پر میاں حسین خاں نے کہا کہ میں خوب واقف ہوں کہ اس خیمہ اور سپاہیوں کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اور میاں معروف کو گرفتار کرے مگر میں تیرے ایسے دموں میں کب آتا ہوں یہ کہہ کر میاں معروف کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر خیمہ سے وہ باہر نکل آیا۔

جب میاں حسین خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کے ظلم سے نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی تو اُس نے رانا سنگا پاس اپنا وکیل بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ رانا اُسکے آئینے متروک ہوا۔ اسکی بہادری کی شہرت اسکے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اُسکو یہ گمان ہوا کہ اس میں کوئی مکر و فریب ہوگا۔ مگر بہرہ و نو میں عہد و پیمان ایسے ہونے لگے کہ میاں حسین خاں اُس پاس چلا گیا۔ رانا نے ہی اپنے بیٹے کو اُسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ پھر ان میاں اور رانا میں ملاقات ہوئی۔ باوجودیکہ میاں لکھی پاس تیس ہزار سوار اور تین سو قوی ہیکل باھتھی تھے۔ مگر حسین خاں کے چلنے جانے سے اس کی کمزوری گئی میاں لکھی نے معروف خاں کو کہا کہ تم میاں حسین خاں کے بڑے دوست ہو۔ اور وہ سرکش باغی ہو کر سلطان کے دشمنوں سے جاملے۔ بے پیر تم سارے ساتھ کیوں ہو اُس پاس کیوں نہیں جاتے میاں معروف نے جواب دیا کہ میرا سلطان بے ہول اور اُسکی اولاد کا تیس سال سے نیک خوار ہوں اور سلطان سکندر کے عہد میں میں ہی بڑا سپہ سالار تھا۔ قلعہ جو مذکور ہے نے فتح کیا۔ راجہ نگر کوٹ کو نے مارا۔ اور اُس بت کو جی پرستش تین ہزار سال سے بند دیا ہوا کرتے تھے میں نے اُسکو پامال خلق کر دیا

شاید ہی کبھی ہوئی ہو کہ میدان جنگ میں بہائی کا گلا بہائی کاٹے اور باپ کا بیٹا اور بیٹے کو باپ مابے۔ تیر و کمان سبے الگ رکھ دئے تھے۔ تیرہ و تلوار اور چہری کٹار کی لڑائی تھی جس نے خون کے نامے بہا دئے۔ اور دس ہزار افغانوں کے خون سے زمین کو سرخ کیا۔ بادشاہ کے ایک کاہلی سپاہی نے اسلام خاں کی پیشانی پر ایسی گولی ماری کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا اقبال خاں بھی مارا گیا۔ اور سید خاں لوحانی اسیر ہوا۔ غرض سارا لشکر تتر بتر ہوا اور باغیوں کا سارا ملک مال بادشاہ کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر خوشی خوشی لشکر کی طرف گیا اور کسی خیر خواہی کے سبب سے بہت کچھ نوازش کی مگر امر اسکندر می کے کینہ سے سینہ صاف نہ ہوا۔ اور زیادہ مغتور ہو گیا۔

رانا سنگا سے سلطان ابراہیم کی لڑائی

اس وقت رانا سنگا سے لڑنے کے لشکر کی تیاری ہوئی میاں لکھتی اس مہم کے سپہ سالار مقرر ہوئے میاں حسین خاں زرنخش میاں خاں خاناں فرملی میاں معروف جو سلطان سکندر کے عہد میں بڑے دلاور شجاع سپہ سالار تھے اور جنکی وہ قدر و منزلت حد سے زیادہ کرتا تھا اور جنہوں نے اس کے عہد میں فتوحات عظیم حاصل کیں تھیں اور قلعے تخریب کئے تھے۔ یہ سب سپہ سالار میاں لکھتی کے ماتحت مقرر کئے گئے۔ جب یہ رانا سنگا کے ملک میں پہنچا تو بادشاہ نے میاں لکھی کو حکم لکھ کر بھیجا کہ میاں حسن خاں اور میاں معروف کو کسی عمدہ حکمت سے گرفتار کر کے سید و میاں معروف کے خیمے میں میاں لکھتی گئے اور بہانہ بنایا کہ اس کے بیٹے کی جو دو بیٹیاں پہلے مراہتا تعزیت کے لئے آیا ہوں۔ میاں معروف کو پہلے ہی حقیقت حال پر اطلاع تھی اس نے میاں لکھی سے کہا کہ بادشاہ تو دیوانہ ہو گیا ہے آپ صحیح سلامت اپنے خیمہ کو تشریف لیجائے اور میاں معروف کے قید کرنے کی فکر نہ کیجئے وہ آپ کے بس کا نہیں ہے۔ میاں لکھی اپنا سامنہ لیکر چلے گئے اور بادشاہ کو اصل حال لکھا سلطان نے جواب دیا کہ تم خود کیوں لوگوں کے خیموں میں گئے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ خود بڑا خیمہ لگاؤ اور تمہیں امر کو بلاؤ کہ بادشاہ کا فرمان سنا نہ ہو۔ تم انول حسین خاں کو پکڑ لو۔ میاں لکھی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور خیمہ لگانے کے امر کو بلا لیا تو میاں حسین خاں خیمہ بگاہ پر آئے اور ایک ہزار

آیا ہتھکستی اور علم بغاوت بلند کیا۔ انہیں نوں میں بادشاہ پاس فتح گوالیار کی خبر آئی تھی جو سوہن سے ہندوؤں کے قبضہ میں تھا اسلئے دو خاطر جمع سے کرڑے فتنہ کے تدارک میں مصروف ہوا دفعۃً اعظم ہمایوں لودھی وسعد خاں لودھی سپر میانی مبارک خاں لودھی کہ امرا کبار میں سے تھے لشکر گوالیار سے فرار کر کے لکھنؤ کو جو ان کی جاگیر میں تھا چلے گئے اور اسلام خاں کے ساتھ مراسلت کر کے فتنہ و فساد کو انہوں نے خوب بڑا دیا۔ سلطان ابراہیم نے یہ دیکھ کر چاروں طرف سے لشکر جمع کیا۔ اور احمد خاں برادر اعظم ہمایوں لودھی کی حمایت کر کے اور چند امرا کے ساتھ بہاری منتخب لشکر کے مفسدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر قنوج کے قریب قصبہ بانگر میں پہنچا تو اقبال خاں نے جو اعظم ہمایوں کا غلام اور بڑا سردار تھا پانچہزار سواروں سے کمین سے نکل کر اس لشکر پر حملہ کیا اور بہت آدمیوں کو زخمی اور کشتہ کین اور پراگندہ کر کے بھاگوا دیا۔ جب یہ خیر سلطان ابراہیم کو پہنچی تو اس نے امرا کو لکھا اور پیغام بھیجا کہ جب تک تم اس ملک کو باغیوں کے ہاتھ سے نہیں نکالو گے تو مردودوں اور تمردوں میں سمجھے جاؤ گے اور میں تمہارا منہ کبھی نہیں دیکھوں گا اور احتیاطاً اسکی کمک کے لئے لشکر بھی بھیج دیا۔ باغیوں کے لشکر کا شمار چالیس ہزار اور پانچ سو ہاتھیوں کا تھا۔ سلطان کا لشکر پچاس ہزار تھا۔ جب دونوں لشکر نزدیک آئے اور قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو کہ اسوقت مقتدا احمد شیخ راجو بخاری نے پند اور نصائح اور جہد بیان کر کے باغیوں کو سمجھایا۔ باغیوں کی جماعت نے اسے کہا کہ اگر اعظم ہمایوں شروانی کو بادشاہ ہا کر دے تو ہم اسے ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں دوسرے بادشاہ پاس چلے جائیں گے۔ اسوقت دونوں لشکر اپنے خیموں کو چلے گئے اور شیخ راجو بخاری نے احمد خاں سپہ سالار شاہی سے مشورہ کر کے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی۔ جبکہ پڑکر بادشاہ نہایت آشفتنہ خاطر ہوا اور شرط صلح سے ایسا جملہ کہ اسنے فوراً دریا خاں لوحانی حاکم بہار و نصیر خاں لوحانی و شیخ زادہ فرملی کو حکم بھیجا کہ وہ اس طرف سے باغیوں کے استیصال کے لئے روانہ ہوں جب یہ دونوں لشکر جمع ہوئے تو باغیوں کو اپنے لشکر کی تعداد پر گنہند تھا۔ بادشاہ کے قوت ملاح کی خبر نہ تھی۔ دونوں لشکر مرتب ہو کر لڑنے لگے۔ کشتوں کے پستوں پر پستے لگ گئے معلوم نہیں کتنے سر نہ لے کر زمین پر گرے۔ پہلے ایسی لڑائی

چالیس برس سے بادشاہ کانک کھار یاہوں مجھے بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں ہو سکتی۔ امرار اعظم
محمد خاں لودھی اور داؤد خاں شردانی نے اس سے کہا کہ بادشاہیں ایسے حواس ہی باقی نہیں رہے
کہ وہ بڑی پہلی خدمات میں تمیز کر سکے تیرے پاس تیس ہزار سواریں بیٹوں پاس چلا جا اور
اپنی حفاظت کی تدبیر کر۔ ہکولتین ہے کہ تجھ کو اسلے بلایا ہے کہ میان ہوا اور حاجی خاں سے
جو سودا کیا ہے وہی تیرے ساتھ کرے۔ اسے پہنچا جو اب یا کہ بادشاہ سے سرتابی کر لیں
اپنا منہ کالا نہیں کرونگا اور نمک حرام اپنے تئیں نہیں کھلاؤنگا۔

اس مباحثہ کے بعد وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں خیرائی کہ سلطان نے محمد سربانی
اور حین خاں ساہوخیل کو قتل کر دیا اسلے داؤد خاں اور الہ داؤد خاں نے پہرے سمجھایا کہ ابھی
تک تجھ کوئی آفت نہیں آئی خیرا ہی میں ہے کہ یہاں سے اپنے بیٹے پاس جو پور چلا جا کر اب بھی
اسے کہنا نہ مانا۔ جب وہ دہلی کے قریب پہنچا تو سلطان کا حکم آیا کہ اپنے سب گھوڑے اور ہاتھی حوالے
اس حکم کے آتے ہی اسکا سارا لشکر پرانڈہ ہو گیا۔ جب وہ دہلی سے دو کوس پر تھا تو بادشاہ کا اہل
نامی خزانہ اور سب لوازم سپہ سالاری لینے آیا اور مخلص کو یہ بھی حکم تھا کہ اعظم ہایوں کو ایک ٹوپر سوار
کرے کہ شہر کے اندر لے آئے اور قید خانہ میں ڈال دے اسے بادشاہ کے حکم کی پوری تعمیل کی اعظم ہایوں
نے سلطان کو لکھا کہ جو تیرے دل میں آئے وہ تو میرے ساتھ کر مگر میری دو باتیں سن لے اول یہ کہ میرا
بیٹا (اسلام خاں سے مراد ہے) فتنہ انگیزی پر بہت آمادہ ہے اسکا تذکرہ کر۔ دوم میرے ضداد آج سے
کے لئے پانی کو بند نہ کر۔ بعد اسکے اسنے کوئی اور درخواست بادشاہ سے نہیں کی۔ اس جو امر کو بادشاہ
نے قید خانہ میں قتل کر دیا۔ اس کا قتل ہونا تھا کہ بادشاہ کے ہاتھ سے سلطنت کا جانا تھا۔

بادشاہ اور باغی امر کی لڑائی

اعظم ہایوں کو کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اگر وہیں قید کیا کوئی لکھتا ہے کہ دہلی میں اسکا ایک بیٹا کہ
مانک پور میں تھا اور اسلام خاں خطاب لکھتا تھا اسکو بادشاہ نے کہیں اور بدل دیا اور اسکی
جگہ احمد خاں کو مقرر کر کے بھیجا۔ جب اسلام خاں کو اپنے باپ کے قید ہونے کی خبر پہنچی تو اسے
اپنے باپ کے سارے مال پر قبضہ کیا اور لشکر جمع کر کے احمد خاں کو جو اسکی جگہ مقرر ہو کر

مجھے خوف نہ ہو کر اسے کبلی بغاوت اختیار کی ہے۔ آپ سب صاحبِ نیت کر کے اس سے لڑنا جس
اہلِ مینے تعمیر کرایا ہو جمع ہو جائے اور صلاح مشورہ کر کے بتائے کہ میں کیا کروں اور مجھے تم پر ایسا اعتماد
ہے کہ تم جو صلاح دو گے وہ میرے لئے فائدہ مند ہی ہوگی۔ حسبِ الحکم یہ سب بے تامل ہمسکان میں جا کر
صلاح مشورہ کرنے لگے کہ دفعتاً سارا مکان اڑ گیا اور یہ سب جیسے کہ وقت کے پتے ہوئے اڑ گئے۔ اُس اڑ گئے
اس مکان کے اڑنے کی داستان فقط احمدیادگار نے تاریخِ سلطینِ افغانیہ میں لکھی ہے کسی اور مورخ نے
نہیں لکھی۔ بلکہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ میاں بہو اقبال خانہ میں اپنی سوتے مر گیا کسی نے کہا کہ باؤ شاہ نے
اسے قتل کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ وہ بیماری سے مر گیا۔

مہم گوالیار

احمدیادگار نے تاریخِ سلطینِ افغانیہ میں اس مہم کا حال جبکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں سطحِ کہاوت پر لکھا ہے کہ
نہایتِ لاسرِ اعظم ہمایوں کو جو منصبِ بارہ ہزاری رکھتا تھا مع اس کے بیٹوں کے قلعہ گوالیار کی تسخیر کے لئے بھیجا
جب وہ قلعہ گوالیار میں آیا تو اسے اپنی جستی و چالاکی و ہنرمندی سے کئی پرگٹے فتح کر لئے اور قلعہ گوالیار کا
محاصرہ کیا اور سیہ اور خندقیں کھود کر اپنے سپاہیوں کو قلعہ کے قریب پہنچا یا اور نور چہر بندی کر کے
اُن پر اپنے افسر مقرر کئے اور اُس نے قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی۔ اور ہندوؤں نے
تہیائیں تیل کی بیگی ہوئی روٹی بھر بھر کے اور روشن کر کے مسلمانوں پر ماری شروع کیں بطریق
کے آدنی ہلاک ہوتے۔ لشکرِ بادشاہی نے تو پچانہ لگا کر دشمنوں کو ایسا مجبور کیا کہ وہ قلعہ کے
اندر بھی ادھر سے ادھر نہیں جاسکتے تھے اور ایسے حیران ہوئے کہ عنقریب اپنے تئیں ہلاک کرنے
پر آمادہ ہوئے۔ راجہ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ سات من سونا اور کئی زوجِ فیل اور اپنی بیٹی سلطان
پاس بھیجے کہ یکایک خلافِ موت شاہی حکم صادر ہوا کہ اعظم ہمایوں اس فرمان کے
پہنچتے ہی حضور میں حاضر ہو۔

جب اعظم ہمایوں نے یہ فرمان پڑھا تو اسے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور چلنے کی تیاری کی کہ
اس کے بیٹوں اور دوستوں نے بھیجا کہ ہیکو شہ بے کہ سلطان کا ارادہ اُسی طرح تیری جان لینے کا
جس طرح کہ امرالی جان سے رہا ہے اس لئے نامناسب نہیں ہے اس پر اعظم ہمایوں نے کہا کہ

مین بگاڑ اور ان کے فساد

جب بشارت سلطانی گویا رمین پہنچا تو ڈر کے مارے سلطان جلال الدین سلطان محمود خلجی پاس
 لاوہ گیا اُس نے اُسکی آؤ بہکت اچھی طرح نہ کی تو وہ کڑھ کنٹنکھ کو چلا گیا یہاں گونڈوں کی ایک جماعت
 نے اُسے گرفتار کیا اور اپنے رسوخ کے لئے مقید کر کے سلطان ابراہیم پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے
 خوش ہو کر مجلس مراجعہ کی اور بہائی کو جس کے ہاتھ بنخیر و نین بندھے ہوئے تھو بلایا اور قلعہ
 ہانسی کو قید میں رہنے کے لئے روانہ کیا مگر راہ ہی میں احمد خان کو بھیجا اُسکے ہاتھ سے قتل کرایا۔
 بعد ان مہات کے سلطان ابراہیم کو کسی رقیب حریف کا خوف و خطر باقی نہیں رہا اور وہ دہلی میں
 آیا اور ایسا مغرور ہو گیا کہ اپنے باپ دادا کا طریقہ جو مروت اور سلوک کا اپنے عزیزوں کے ساتھ تھا
 چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگا کہ بادشاہوں کی نہ کوئی قوم ہوتی ہے نہ کوئی انکا خویش و رشتہ مند ہوتا ہے
 بس اُس کے خدمتگار ہوتے ہیں انکو نوکروں کی طرح خدمت کرنی چاہئے اب وہ افغان امیر کہ بادشاہ
 کے بہائی بندی کا دم بہرتے تھے سلطان بہلول و سکندر کی مجلس میں برابر بیٹھتے تھے اسل بادشاہ
 کے آگے دست بستہ کھڑے ہوتے تھے اور دل ہی دل میں گالیاں دیتے تھے اور کچھ اور ہی تدبیریں سوچتے
 تو غرض اس بادشاہ کے عہد میں افغانوں میں جو اتفاق تباہہ تفاق سے بدل گیا اور اس نے
 سلطنت افغانہ کا خاتمہ کر دیا۔ اُسکی تفصیل آگے آتی ہے بغیر کسی ظاہری سبب کے میان ہوا سکھ و عظیم مراد
 و مراد سکندری میں تباہ بادشاہ ناراض ہو گیا اور اُس نے بھی حقوق سابقہ کے اعتما و پر بادشاہ
 کی اتر رضا سے غفلت کی آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُس کو پانچویں قید کر کے ملک
 آدم کے خوالہ کیا اور اُس کے بیٹے پر نوازش کر کے باپ کی جگہ بقر کیا۔ بعض امراء نے
 جو میان ہوا سے عداوت رکھتے تھے بادشاہ کو صلاح دیکر ایک مکان بنوایا اور اُسکے نیچے
 ایک تہ خانہ کا محراب یہ مکان بن بنا کر دو حینے میں بالکل ٹنک ہو گیا تو تہ خانہ میں باروت کے برے ہوئے
 تیلے رکھے اور میان ہوا کو قید سے رہا کیا اور اسکو اور بعض اُمر اکو چکے خلاف سازش کی گئی تھی غفلت
 و رنامہ نہ تھی۔ اور ایسی اپنے نوازش کی گئی کہ اُسکے دل سے بادشاہ کا خوف جاتا رہا۔ ایک دن
 بادشاہ نے ان امراء سے کہا کہ اسلام خان کو میرے باپ سلطان سکندر نے فقیر سے امیر بنایا مگر

مذکور کو بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا اور حقیقت حال کو عرض کیا بادشاہ کا پسلی کو فتح کر کے اٹادہ میں آگیا تھا اُس نے اس صلح کو نہ قبول کیا اور شہزادہ کے سہتصال کے درپے ہوا جب شہزادہ کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ راجہ گوالیار پاس پناہ لینے گیا۔ اور اُس کے تمام پرنے سپاہی پرانگڑہ پر نینان ہو گئے۔ سلطان ابراہیم نے آگرہ میں آنکر قیام کیا۔ یہاں بہت سے امیرون نے جو اُس کے مخالف تھے اطماعت اختیار کی۔ کریم داد خان توغ دار کو اور اورام کو دہلی کی محافظت کیلئے بھیجا۔ شیخ زادہ محمود کو قلعہ چندیری کی حراست کے لئے اور شہزادہ محمد خان نواسہ سلطان صراٹہ مالوی کی وکالت کے لئے روانہ کیا۔

محم گوالیار

اب حصار گوالیار کی فتح کے لئے بادشاہ نے غم شامہ کیا۔ امیر الامرا اعظم ہمایون شروانی حاکم گرہ کو تیس ہزار سوار و تین سو زنجیریل دئے اور قلعہ مذکور کی فتح کے لئے روانہ کیا اور بعد اس کے آٹھ اور امیر کبیر شاہ عظیم کے ساتھ اور چند ہاتھی اُس کی کمک کے لئے بھیجے۔ لشکر بادشاہی نے گوالیار کا محاصرہ کر لیا اتفاقات حسنہ سے یہ تھا کہ اس وقت راجہ مان سنگھ والی گوالیار فوت ہو گیا تھا وہ شجاعت و تدبیر میں اپنی امثال اور اقربان میں ممتاز تھا۔ اور اُس کا بیٹا بکرا جیتا قایم مقام ہوا اور اُس نے قلعہ کے استحکام میں خوب اہتمام کیا اور سلطان ابراہیم کے حملے کے ایک دو لٹخانہ سلطان بنایا۔ اُس میں ہر روز وہ جمع ہوتے اور جماعت و معاملات قلعہ گیری میں مشغول ہوتے راجہ مان سنگھ نے قلعہ کے نیچے ایک عمارت عالیشان بنائی تھی اور اُس کے گرد ایک مضبوط حصار بنایا تھا اور اس کا نام بادل گڑھ رکھا تھا اُس کے نیچے اہل اسلام نے نقبین لگائیں اور اُن میں باروت بھر کر انکو اڑایا جس سے قلعہ کی دیوار گر پڑی اور وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور بادل گڑھ فتح کر لیا اور وہاں ایک گھائے روئین یا مسی تھی کہ جبکی ہندو بڑی پوجا کرتے تھے اور تین سلطین افغانہ میں لکھا ہے کہ اُس کے منہ سے آواز بھی نکلتی تھی اُسکو اکثر واکر آگرہ بھیجا اور یہاں سلطان نے دہلی میں بھیج کر دروازہ بغداد پر اس کے نصب کرایا شہنشاہ اکبر کے عہد تک یہاں وہ گھائے موجود تھی۔

سلطان جلال الدین کا مارا جانا اور سلطان ابراہیم کے امراء

حاصل ہوئی جب وہ پاس آیا تو قیام کر کے اُس کے استقبال کے لئے امر اکو بھیجا اور اسکو نوازشات
 خردانہ سے سرفراز فرمایا۔ اور پھر جلد روانہ ہوا اسی زمانہ میں جے چندر میندار جڑتولی پرگنہ کول
 نے عمر خان پیر سکندر خان سور کو لڑ کر شہید کیا اسلئے ملک قاسم حاکم سنبھل اُس پر چڑھ کر گیا اور
 اس قلعہ ناگمانی کو فرو کر کے اور مسند کو قتل کر کے قنوج میں بادشاہ سے چاملا جو پور کے اکثر
 امرا و جاگیردار مثل سعید خان و شیخ زادہ فرملی وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت
 خواہوں میں داخل ہوئے اسوقت سلطان نے اعظم ہالیوں شروائی و اعظم خان لودھی و
 نصیر خان لومانی وغیرہ کو بہاری لشکر اور نامی ہاتھیوں کے ساتھ شانہزادہ جلال سے لڑنے کو
 لئے بھیجا۔ ان امرا کے چوہنچنے سے پہلے شانہزادہ نے اپنے بعض طرفداروں اور اہل و عیال کو قلعہ
 کا پنی میں چھوڑ کر تیس ہزار سوار اور منتخب ہاتھی لیکر اگرہ کی جانب کوچ کیا امرا بادشاہی نے قلعہ کا پنی
 کا محاصرہ کیا چند روز توپ و تفنگ کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی آخر کو اہل قلعہ عاجز ہوئے اور قلعہ کو
 لشکر سلطانی نے فتح کر لیا اور اسکو خوب لوٹا اور لوٹ کے مال سے مالا مال ہو گیا جب سلطان ابراہیم
 نے سنا کہ بہائی دارالسلطنت اگرہ کو فتح کرنے کے لئے گیا ہے تو اُسے ملک آدم گمکر کو اسکی حفاظت
 کے لئے بھیجا وہ جلد بیان آئینچا سلطان جلال الدین یہ چاہتا تھا کہ جطرح اُس کے بہائی کے لشکر نے
 قلعہ کا پنی کو لوٹا مارا ہے اسی طرح میری سپاہ اگرہ کو لوٹے مارے مگر ملک آدم نے جلال الدین سے
 میٹھی باتیں بنا کر دم دلا سے یمن رکھا اور بادشاہ سے امداد طلب کی اور سارے حال سے مطلع کیا
 سلطان ابراہیم نے اٹھارہ ہزار سوار اور وہ ہاتھی ملک آدم کی مدد کو بھیجے اس ملک سے اسکو ایسی
 تقویت ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی کہ شانہزادہ کو پیغام بھیجا کہ اپنی ہوا و ہوس باطل سے بازار
 و پتھر و آفتاب گیر و نوبت و نقارہ اور امارات شاہی کو برطرف کو دار اور امیرون کی طرح زندگی بسر کر
 تو میں تمہاری تقصیر بادشاہ سے درخواست کر کے معاف کر ادیتا ہوں یقین ہے کہ سرکار کا پنی
 بدستور سابق تمہاری جاگیر میں مقرر ہو جائیگی سلطان جلالی الدین نے باوجودیکہ اُس کے پاس
 تیس ہزار سوار اور ہزار جنگی ہاتھی تھے ایسا بودا پن کیا کہ ان لشکریہ کو مان لیا ہر چند امرالے اُسے
 بھیجا کہ جب تک ہم زندہ ہیں کوئی آفت تم پر نہیں آنے دینگے آپ کے لئے جانب لڑائیں گے
 مگر اُس نے انکا کہنا نہ مانا۔ اہل اہل بادشاہی کو ملک آدم پاس بھیج دیا بلکہ آدم نے ابھاب

و مسکین کو خیرات دی گوشہ نشینوں کو متکلموں کو نذرین بھیجیں اس طرح امور جہان داری کو رونق
 تازہ دی اور کار ملک کو استقامت شہزادہ جلال خان نے بادشاہ کی اس داری کی عظمت کو
 اور اس طرف کے امر کی مخالفت کو دیکھ کر جانا کہ اب سلطان ابراہیم سے مدار کی کوئی صورت نہیں
 رہی۔ وہ کاپلی میں گیا اور غلامیہ مخالفت اختیار کی اور جو جماعت اُس کے ساتھ متحد تھی اُس کے اتفاق
 سے کاپلی میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرایا اس نواح کے راجاؤں اور زمینداروں کی تسلی کی
 اور لشکر کو بڑا یا غرض بادشاہ بنے میں بہائی کی نقل اتاری اس وقت اعظم ہمایوں بڑے لشکر سے قلعہ
 کا لہجہ کا محاصرہ کر رہا تھا اُس کے پاس جلال خان نے پیغام بھیجا کہ آپ میرے باپ و چچا کی حکمت میں
 اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے کوئی تقصیر نہیں کی کہ سلطان ابراہیم نے اپنے عہد و بھیمان کو
 توڑا ہے اور باپ کے ملک و مال سے جو کچھ بطریق اژدہ میرے لیے میرے گئے بہائی نے تجویز کیا تھا اب سچہ
 ہی ابرکادانت ہے اُس نے پیوند موافقت اور صلہ رحم کو منقطع کیا آپ کو چاہئے کہ حق کی جانب کو نہ
 چھوڑیں اور مجھے مظلوم کی رعایت و اعانت کو اپنے اوپر واجب جانیں سلطان ابراہیم سے پہلے
 ہی سے اعظم ہمایوں ناراض بیٹھا تھا۔ اب شہزادہ کی زار نالی اور شکستہ حالی نے اُس پر اثر کیا قلعہ
 کا لہجہ کے محاصرہ کو چھوڑ کر شہزادہ سے عہد و بھیمان کر لئے اور یہ قرار پایا کہ اول ولایت جو بنو راہو
 او سکی حد و پر تصرف کرنا چاہئے۔ بعد ازاں کسی اور فکر کے درپے ہونا چاہئے کوچ پر کوچ کر کے
 سعید خان سپہ سالار خان لودھی ضابطہ اودہ کے سرپردہ جا چڑھے۔ اس سے مقابلہ نہ ہو گا وہ
 لکھنؤ چلا گیا اور حقیقت حال سلطان ابراہیم کو لکھی سچی سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ ایک انتخابی
 لشکر لیکر اس فتنہ کے رفع و رفع کرنے پر متوجہ ہو کہ اس حال میں بعض دولت خواہوں کی صلاح سے
 اُسے اپنے بھائیوں اسماعیل خان و حسین خان و محمود خان و دولت خان کو محمد خان کے حوالہ کر کے حکم دیا
 کہ قلعہ ہانسی میں اُنکو محافطت سے رکھے اور ہر ایک کی خدمت کیلئے دو حرم مقرر کیں اور ساری
 خوراک و پوشاک و ما محتاج کو معین کر دیا۔

اتوار کے دن ۲۴ ذی الحجہ ۱۰۲۸ کو وہ جو بنو کی طرف راہی ہوا اور کوچ پر کوچ کیا جب
 وہ بہو گاؤں میں پہنچا تو خبر آئی کہ سلطان جلال الدین سے گشتہ ہو کر اعظم ہمایوں روانہ
 بیٹھے فتح خان نے سلطان ابراہیم پاس چلا آتا ہے اس غیبت سے بادشاہ کو تقویت دل

چار مہینے بعد خاجمان لوحانی زبیری سے سلطان ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے
وزرا و کلا پر لعن طعن کی کہ بادشاہی کو مشترک رکھنا انکی بڑی خطا ہے
دو جان بیک پیکر گنجیدہ دو فرماندہ بیک کشور گنجیدہ

یوں سمجھانے سے سلطان ابراہیم اُن عمد و پیمان کو بھول گیا جو اُس نے اپنے بہائی سے کئے تھے
اُس نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ لیکر یہ صحت دیکھی کہ ابھی شہزادہ اپنی دار الحکومت کو پہنچا
نہیں ہے اور اپنی حکومت پر متقل نہیں ہوا۔ اسکو لکھنا چاہئے کہ ایک ہر اہم میں اُسکی اصلاح یعنی ضرور
ہے اسلئے وہ تہا دہلی میں چلا آئے مشورہ لینے کے بعد وہ واپس مسجد یا جائیگا ہیبت خان
گرگ انداز جو رہا باہ بازی میں استاد تھا اس کام کے سر انجام دینے کی واسطے متعین ہوا کہ شہزادہ
کو واپس لائے مشورہ ہے کہ دیوار اہم گوش دارد شہزادہ کے کا نوں تک یہ سارا حال پہنچ گیا تھا
ہیبت خان نے ہر چیز اُسکی چاہی سہی اور ملائمت کی باتیں بنائیں مگر شہزادہ اُسکی باتوں میں نہ آیا۔
اُسے ہی ملائم باتیں بنا کر عذر کئے اور لطائف لیل میں اُسکو بلایا اور اُن آئے پر راضی نہ ہوا ہیبت خان
نے حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے اور اپنے امر شہزادہ کی طلب کے لئے بھیجے مگر
انکا بھی افون اُسپر کچھ نہ چلا پھر بادشاہ نے دانشمندان اور فیلسوفوں سے مشورہ لیکر صوبہ پنجو
کے امراء اور حکام کے نام فرمان جاری کئے۔ ہر امیر کے رتبے اور حالت کے موافق الگ الگ
مضمون لکھا گیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ شہزادہ کی اطاعت ہو احتراز کرے اور اُسکے پاس نہ جائے اور اُسکی
خدمت نہ اختیار کرے اور اس طرف کے بعض امراء جو صاحب شکوہ تھے اور تین چالیس ہزار سوار نوکر
رکھتے تھے مثل دریا خان لوحانی حاکم ولایت بہار اور نصیر خان حاکم غازی پور و شیخ زادہ مخدومی
ضابطا وہ و لکنو وغیرہ کو خلعت خاص و اسب و خیر وغیرہ ان مقبر آدمیوں کے ہاتھ جو اس کام
میں محرم راز تھے بھیجے اور انکی دلجوئی کی جب ان ہر پاس یہ فرمان پہنچے تو سب شہزادہ کی
اطاعت سر تابی اور اُس سے مخالفت اختیار کی۔ اسوقت میں بادشاہ ابراہیم نے تخت مرصع
و کلل بجا ہر یونچا بدین نصب کرایا اور در جمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۰۰۳ کو اُسپر خلوس کیا اور دربار عام
کھلا اور بلان زمان در گاہ اور احیان دولت کو بظہر مرتبہ و منہر ملت ہر ایک کو خلعت و منصب خطاب
دیا جو جاگیر و محنت کی اور از سر نو جب کو منہن احسان و عروہ منبت کر کے اپنے سے خوش کیا فقرا

پہر دیش سے یہی کہا تو انہوں نے کہا کہ ہم تجارت پیشہ ہیں اپنے پیشہ کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ کیونکر اختیار کر سکتے ہیں پہر شودرون میں سے کایتوں سے جو پہلے سے سنسکرت کی لکھائی کی اجرت سے اوقات بسر کرتے تھے یہ کہا تو انہوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ اپنے حاکمون کو زباندانی کے سبب مسلمانوں کے عہد سلطنت میں اُنکا پہلے سے زیادہ عروج ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے علوم سے ایسی آگاہی ہو گئی کہ وہ ان علوم کا درس دینے لگے۔ پُندت ڈونگرل تو شاہی ہو گئے جن کا یہ مطلع ہے ۵

دل خون نشد حی چشم تو خنجر نشدی گر رہ گم نہ شد سے زلف تو ابر نشدی گر
بادشاہ کو تصنیفات کا ایسا شوق تھا کہ وہ ہر علم میں کتابیں علماء سے تصنیف کراتا اُس نے امر گھما ویاک کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں کرایا۔ اُس نے خراسان اور ہندوستان کے طبیبوں کو جمع کیا دونوں طرح کی طب کی کتابوں سے مضامین کو اُس نے انتخاب کرایا اور اُس کا نام طب سکندر بنی رکھا جو ایک معتبر کتاب علم طب میں سمجھی گئی۔

ذکر سلطنت سلطان ابراہیم لودھی بن سلطان سکندر لودھی

جب کہ گروہ میں سلطان سکندر کا انتقال ہوا تو امرا و عمائد افغان نے یہ قرار دیا کہ اُس کا پڑا بیٹا سلطان ابراہیم تختِ دہلی پر بیٹھ کر ولایت جو پور کی سرحد تک سلطنت کرے اور اُس کا سکا بہائی شہزادہ جلال خان ہند شاہی جو پور پر بیٹھ کر اُس طرف کے ممالک پر فرمانروائی کرے تقسیم سلطنت کے سبب جدا جدا مورخ بتاتے ہیں کوئی لکھتا ہے کہ اہل سپاہ اور خاص کر منافق واقعہ طلب الہی کو شش دسمی کرتے ہیں کہ ملک میں کوئی فرمانروا اور تخت پر کوئی حکم آرا ایسا مستقل نہ ہو کہ اُس کو نہایت تسلط اور غایت اختیار ہو جس کے سبب اُنکو نظام مہم کا اور سپاہ گری اور یونگری کی رونق درواج کا موقع نہ ملے اس سبب انہوں نے ان دو بہائیوں میں سلطنت کو تقسیم کیا۔ بعض یہ کہتے ہیں سلطان ابراہیم سے امرانا راض تھے اسلئے انہوں نے یہ کیا غرض، دیوچھہ ۱۲۳۱ء کو اگرہ میں بڑی دہوم دھام اور بزرگ و اہتمام سے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت پر اُٹھائے بٹھایا اور اُس کے برابر حقیقی کو سلطان جلال الدین کا خطاب کیا بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مملکت جو پور کو روانہ کیا

تو اُس نے مسلمانوں کے روبرو ایک دن کہا کہ اسلام ہی حق ہے اور میرا مذہب بنی حق ہے خلقت میں اسکا چرچا پھیلا۔ علمائے کانون تک وہ پہنچا۔ لکھنوی تین قاضی پیارے شیخ بدر نے اس باب میں فتوے تناقص دئے۔ یہاں کے حاکم اعظم ہایون نے اُس برہمن اور قاضی و شیخ کو سنبھل میں بادشاہ پاس بھیج دیا۔ بادشاہ کو تو تذکرہ علمی کا شوق تھا اُس نے حسب طرف سربارہ علماء و مامی کو بلایا اور مجلس مباحثہ کو مرتب کیا اور امین امر اکو بھی بلایا مباحثہ کے بعد علماء کا اتفاق اس پر ہوا کہ برہمن مجبور ہو اور اُس سے کہا جائے کہ مسلمان ہو۔ اگر مسلمان ہونے سے انکار کرے تو اسکی جان لیجی برہمن نے اسلام نہیں قبول کیا قتل ہو گیا علماء کو بادشاہ نے انعام دیکر رخصت کیا۔ اس بیان کو ایک ہندو نے ہندی زبان میں قصہ کے طور پر لکھا ہے کہ یہ برہمن نوجوان نہایت حسین تھا اُسے حاکم کو ایسا رحم آیا کہ اُس نے برہمن سے کہا کہ تو مسلمان ہو جائے تو میں اپنی بیٹی بیاہ دوں مگر اُس نے یہاں کے آگے اپنی جان کی پروا نہ کی۔ ایک نقل سلطان سکندر کی یہ بھی مشہور ہے کہ جن دن وہ دہلی سے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے لئے بلایا گیا ہے تو وہ شیخ سماء الدین (بہاء الدین) کہ اس زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے فاتحہ پڑھنے کے لئے گیا۔ اور اُس سے عرض کی کہ میں آپ سے میزان لہرے بہت سنی چاہتا ہوں جبکہ آغاز بدان احمدک الدینی الدارین سے پہلے یہ پڑھنا شروع کیا تھا دے کہا کہ بدان احمدک الدینی الدارین بادشاہ نے کہا کہ پھر اس کو فرمائے غرض تین فہاس کو کبوتر کہوایا بادشاہ نے اس بزرگ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اُس کے ارشاد کو اپنے حق میں خال نیک سمجھا۔

سلطان سکندر کے عہد میں ہندوؤں کا فارسی پڑھنا اور شکر سے کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہونا

سلطان سکندر کے عہد سے پیشتر مسلمان بادشاہ ہونے کے زمانہ میں ہندوؤں میں فارسی زبان پڑھنا اور لکھنا نہ تھا جب سلطان کو نوکری کے لئے فارسی خوان ہندوؤں کی ضرورت ہوئی تو اُسے فرمایا کہ کدام ہندو بچہ ایست کہ فارسی می داند۔ جواب ملا کہ کوئی نہیں تو اول اُس نے برہمن کو بلا کر فارسی پڑھنے کی درخواست کی۔ برہمن نے یہ عرض کیا کہ ہمارا جہنگلو اپنے دہرم گرم دیا سے کہاں حضرت ہے جو فارسی پڑھیں پھر چہتر بوجی کو بھی کہا گیا تو انہوں نے کہا ہم اہل پیسفاہن اہل قلم بنائیں چاہتے

کہ کارزار کے وقت ایک قلندر نے اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہے اُسپر بادشاہ نے جھجکا کر ہاتھ اپنا چٹا لیا اور ویش نے کہا کہ میں تیرے لئے نیک قال منہ سے نکالتا ہوں اور تو مجھے ہاتھ اپنا اس طرح چٹاتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ جب لڑائی میں دونوں طرف مسلمان ہوں تو ایک طرف حکم لگانا نہیں چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جس چیز میں اسلام میں خیر ہو وہ ہو۔ سلطان کو اپنی ابتداء عمر سے تعصب مذہبی دامنگیر تھا۔ ابھی تخت سلطنت پر بیٹھا ہی نہ تھا کہ اُس نے یہ سکر کہہ کر وچھیر میں بیتار ہندو جمع ہوئے ہیں یہ ارادہ کیا کہ میں تہا نیر جا کر ان سب ہندوؤں کو ٹھکانے لگاؤں۔ اُسپر اس کے ایک صاحب نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ پہلے اس امر کو علماء سے پوچھ لیجئے سکندر نے علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پوچھا۔ اُن میں میان عبد اللہ ارجو دہنی ملک العلماء تھے انہوں نے پوچھا کہ تہا نیر میں کیا ہوتا ہے تو سکندر نے کہا کہ وہاں ایک تالاب ہے اُس میں ہندو نہاتی ہیں میان عبد اللہ نے کہا کہ آپ سے پہلے جو مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں انہوں نے اس تالاب میں کیا کیا ہے سکندر نے جواب دیا کہ ان بادشاہوں نے اس نہان کا ترص کچھ نہیں کیا تو ملک العلماء نے کہا کہ نہایت غیر مناسب ہے کہ ہندوؤں کے کسی قدیمی معبد کو آپ غارت کیجئے آپ کو چاہئے کہ ہندوؤں کی جو قدیمی رسم نہانے کی چلی آتی ہے اُسکو منع نہ کیجئے۔ سلطان اس کلام کو سن کر ایسا غصہ ہوا کہ خنجر پر ہاتھ رکھ کر چلایا کہ تو کا فروں کی مدد کرتا ہے۔ اول میں تجکو قتل کروں گا۔ پھر سارے ہندوؤں کو۔ میان عبد اللہ نے کہا کہ جان تو سب کی خدا کے ہاتھ میں ہے کوئی بغیر حکم الہی کے مرنا نہیں۔ جو ظالم کے پاس رہتے ہیں وہ پہلے ہی اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ہیں جب آپ نے مجھ سے مسئلہ پوچھا میں نے احکام شرع کے موافق جواب دیا۔ اگر ان احکام کا پاس آپ کو نہیں تھا تو پھر پوچھا عبت تھا اس کہنے سے سکندر کا غصہ دہکا ہوا اُس نے یہ کہا کہ اگر آپ مجھے اسی کام کے کرنے کی اجازت دیتے تو اس میں ہزاروں مسلمانوں کا بھلا ہوتا میان عبد اللہ نے جواب دیا کہ مجھ کو کہنا تھا۔ وہ میں نے کہا اب آپ کو اختیار ہے کہ میری پسند سے سرور ہوں یا رنجور ہوں جو چاہو سو کرو۔ سکندر مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور علماء بھی اُسکے ساتھ گئے مگر میان عبد اللہ مجلس میں بیٹھا رہے اُنکو حکم ہوا کہ کبھی کہتی ہے ملنے آیا کرو۔

نقل ہے کہ ایک برہمن یودھن (یدھن۔ یودھن) نامی موضع کٹیہ میں رہتا تھا اُسی جو کجی کی

بعد وہ ملاقات میں آئیں یا ہر روز۔ ہمیشہ بادشاہ کی گفتگو مریوط و مضبوط ہوتی تھی بے ربط نہ ہوتی۔ ہر امیر کو اسطے ایک جگہ مقرر کر دی تھی کہ ہمیشہ وہ وہیں کھڑا رہتا۔ اُس کا حافظہ وہ بلا کا تھا کہ مدتوں کی باتیں یاد رکھتا تھا۔ ہر روز اُس کے سامنے کل ہشیار کا رخنہ نامہ اور سلطنت کے مختلف اصناف کے واقعات اور حالات کا بیان پیش ہوتا۔ اگر ذرا بھی اُمین کو کوئی بات غلط و نامالیم دیکھتا تو اُس کی تحقیقات کا حکم دیتا۔ وہ اکثر اگر کلام میں رہتا تھا۔

سلطان سکندر کے عہد میں جو امرا امور سلطنت میں با اختیار ہوئے انہوں نے علماء و مشائخ و صلحا کو ایسی بڑی بڑی جاگیریں دیں جو پہلے کسی اُس سے بڑی دولت مند سلطنتوں میں بھی نہیں دی گئی تھیں اس کے عہد میں صلاحیت و دیانت و صداقت کے ساتھ کام ہوتے تھے۔ اُن نے اعلیٰ ترین اخلاق خود داری۔ دیانت مندی۔ مذہب کی پابندی ایسی پیدا ہوئی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کا طریقہ نیا پیدا ہو گیا ہے خدا پرستی اور جنت کی بڑی عزت ہوتی تھی۔ تحصیل علم میں بھی غفلت نہ ہوتی تھی۔ صنعت کے کارخانے بھی قائم ہو گئے تھے۔ اور لو جوان امرا اور سپاہی فائدہ مند کسب ہنر میں مشغول ہوتے تھے۔ بادشاہ خود شاعر بنتا اور گل و گل نبتش

سروے کہ سمن پیر ہن و گل نبتش
روح است مجسم کہ در پیر ہنبتش

مشک ختنی چہریت کہ صد مملکت چین
در حلقہ آن زلف شکن در شکنتش

در سوزن مہرگان بکشم رشتہ جان را
تا چاک بدوزم کہ دران پیر ہنبتش

گل رخ چو کند جوہر دندان ترا وصف
ایچون در سیراب منجن در دہنتش

شاخون کے ساتھ وہ صحبت رکھتا۔ شیخ جمال کنبوہ اُس کے عہد کے بڑے باکمال شاعر تھے وہ اپنی قوم کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتا تھا جب وہ اپنی امرا میں سے کسی کا وظیفہ مقرر کر دیتا تو اُس پر وہ پورا اعتماد کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں نے نیکی کا بیج بویا جو اس سے مجھے کچھ نقصان نہ ہوگا اس کا بڑا مطلب یہ تھا کہ خلق اللہ اُسے عزیز رکھے اُس نے اپنے ہمراہ و سپاہ کی خاطر سے اُسی ملک پر گفتا کی جو اس کو باپ سے میراث میں ملا تھا اور اُسی کے لئے لڑتا بڑھتا تھا اور غیر بادشاہوں سے اُس نے لڑنا بالکل موقوف کر دیا تھا اُس نے اعلیٰ ان کے دلوں کو تسخیر کیا تھا۔

وہ اپنے نفس سے نفس سلطہ کو زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے بیہوشی نادر یک شاہ خور لڑ رہا تھا

حکم دے رکھا تھا کہ قید خانہ کے سارے قیدیوں کی فہرست اُس کے سامنے پیش ہو بلقائے مالگزارسی کے سب سے پہلے جو لوگ قید ہوتے انکو رہائی کا حکم تحریری دیا جاتا۔ اگر وہ گھوڑے پر سوار جاتا ہوتا اور کوئی داد خواہ آتا تو اُس سے وہ پوچھتا کہ تو کون ہے۔ امرا کے وکیل اس کے دربار میں رہتے تھے وہ اس داد خواہ کا ہاتھ پکڑ کر اُس کے علاقہ کے وکیل کے سپرد کرتا اور ایسی کوشش کرتا کہ مستغنیث راہی ہو جاتا جب کسی شخص کو جاگیر دیتا تو اُس میں تغیر جنگ کچھ نہ ہوتا کہ جاگیر دار کے ذمہ کوئی قصور و جرم نہ ثابت ہوتا۔ اگر کسی ملازم پر کوئی جسم نہایت ہو جاتا تو پھر اُس کو کوئی کام نہ دیتا مگر اس کی توقیر و عزت کرنے میں کسی نہ کرتا۔ اگر گویے اور علم موسیقی کے ماہر اُس کے دربار میں آتے تو اُن کو یہ اجازت نہ دیتا کہ وہ اپنا کمال و ہنر اُس کے سامنے ظاہر کریں۔ بلکہ اپنے دو بڑے دستوں میران سید روح اللہ و سید رسول کو حکم دیتا کہ بارگاہ سلطانی کے قریب وہ قیام کریں اور یہ اہل موسیقی اپنا کمال وہاں ظاہر کریں۔ اس طرح وہ اُن کا گانا سنتا۔ اُس کو سنا کے سنے کا بڑا شوق تھا۔ رات کو بادشاہی دربار میں اُس کو اور شہ نائی کو ۹ بجے سے شام تک بجاتے تھے اور صبح ان چار راگوں کے گانے بجانے کا حکم تھا۔ مالی کو رکھیاں کا نڑا حسینی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ چار غلام اُس کے تھے اُن میں سے ان راگوں میں سے ایک راگ کو ایک ایک غلام خوب گاتا تھا۔

ہر کام کے واسطے ایک وقت معین تھا۔ اور ہر وقت کی واسطے ایک کام۔ اس میں کبھی فرق نہ پڑتا تھا جو ایک بات وہ مقرر کرتا پھر اُس میں تغیر نہیں کرتا ایک دفعہ کیلی جو خور و نوش مقرر کی پھر اُس میں اُسے آخر وقت تک تغیر نہیں کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے شیخ عبدالغنی جو نیوری آئے تو اُن کی واسطے جو خوراک مقرر ہوئی اس میں گرمی کے موسم کے سبب شربت کے چہرے شیشے ہی تھے دوبارہ ان شیخ صاحب کے آنیکا اتفاق جاڑے میں ہوا تو ہی کہانے کیساتھ شربت کے چہرے شیشے آئے امیر انہوں نے کہا کہ یہ جاڑا اور یہ شربت تو لوگوں نے کہا کہ بادشاہ نے ایک دفعہ جو حکم دیدیا اُس میں تغیر نہیں ہوتا خواہ جاڑا ہو خواہ گرمی۔ اپنے عہد کے امرا و بزرگوں سے جس طرح وہ پہلی ملاقات میں ملتا اسی طرح ہمیشہ ملتا خواہ برسوں کے

کو کسی مهم پر بیت تو ہر روز اس کو دو فرمان بھیجتا۔ ایک صبح کی نماز کے وقت فرمان پہنچتا اس میں یہ حکم
 ہوتا کہ لشکر سفر کر کے کمان قیام کرے اور دوسرا حکم ظہر کی نماز کی وقت پہنچتا کہ لشکر قیام کر کے کیا کیا
 کام کرے۔ سہرا یونین گھوڑوں کی ڈاک تیار رہتی اگر لشکر پاسو کوں پہنچ جاتا تو اس قاعدہ میں فرق نہ آتا
 سلطان سکندر کو اپنے مذہب کا تعصب بڑا تھا۔ اُس نے مختلف مقامات پر ہندوؤں کے معابد کو ڈھاک
 جاک کی بار کر دیا تھا۔ مہتر کے بڑے بڑے مندر جو ہندوؤں کے مرجع تھے بالکل غارت کر دئے اور
 مندر وین کے کاروان سہارے اور مدرسے بنادئے۔ بتوں کو توڑ کر اُنکے پتھروں کو قسائیوں کے حوالہ
 کیا کہ وہ اُنکے بٹ بنا کر گوشت تولیں۔ یہاں کے تمام ہندوؤں کو منع کر دیا کہ وہ دائرہ اور برہ
 نہ منڈائیں اور اسٹھان نہ کریں۔ تمام مراسم بت پرستی کو بند کر دیا۔ یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر مہتر این ہندو
 دائرہ یا سر منڈانا چاہتا تو اس کو نانی میسر نہ ہوتا۔ ہر شہر میں مراسم اسلام کے موافق کام ہوتا۔ ہر گلی
 نمازین بڑھی جائیں اذانیں بچا کر دی جائیں۔ ادا لے اعلیٰ سب کو علم کا شوق ہو گیا۔ اس غمخیز
 بعض تاجر بہت دولت مند ہو گئے تھے۔ اور اُن کو یہ شوق پیدا ہو گیا کہ ایک دوسرے سے خرچ زیادہ کر
 اُس نے حکم دیدیا تھا کہ ہر جاگیر دار املاک اور وظائف سے کسی طرح کا محصول نہ لے۔ حکم تھا
 کہ گلوں سے مویشی بیکار میں نہ پکڑے جائیں۔

یہ دستور تھا کہ جب کوئی امیر و افسر سنتا کہ بادشاہ کا فرمان میرے پاس آیا ہے تو وہ اُسکے
 استقبال کے لئے دو تین کوس جاتا اور ایک صفہ (چبوترہ) بنایا جاتا جب فرمان برہٹتا اور وہ امیر
 اس چبوترہ کے نیچے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے فرمان لیتا اور سر دچشم پر کرتا۔ اگر وہ فرمان
 اُنکی ذات خاص کا ہوتا تو وہ خود ہی اس کو اپنے آپ پڑھتا اور اگر وہ فرمان تمام رعایا کے لئے
 ہوتا تو وہ مسجدوں میں منبروں پر پڑھا جاتا۔ سالانہ سالار مسجد کی چٹریان جو جاتی تھیں
 اُس کو بالکل اپنی مملکت میں متوقف کر دیا۔ فرارات پر زیارت کے لئے عورتوں کے جانے
 کی سخت ممانعت کر دی۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ تغلیوں کے نکلنے کو اور ہسپتلا کی پوجا کو بھی بند کر دیا
 اس کے غمخیزاناج اور اشیاء اور ارباب کی ارزانی ایسی تھی کہ توڑ پھنی آمدنی کا
 آدمی اپنی فراغت سے بہرہ کرتا تھا جس کے جشن میں اور بارہ وفات کے دن اُس نے

برایچکائی جاتی اور اسپر اس کے روبرو اور ان کسترہ عالموں کے سامنے کھانا چسباتا بادشاہ کھانا کھاتا۔ مگر یہ عالم اس کے روبرو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ جب بادشاہ کھانا کھا چکتا تو یہ عالم کھانا اٹھوا کے اپنے گھر لے جاتے اور وہاں کھاتے بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ بادشاہ اپنی حفظ صحت کے لئے چپا کر کچھہ شراب بھی پیتا تھا۔

اس نے اپنی تمام سلطنت میں مساجد بنوائیں اور ان میں واعظ قاری۔ جارب کشت مقرر کئے جبکہ وہ باہر ماہہ ملتا تھا۔ ہر جاڑے میں وہ کپڑے اور شالین محتاجوں کو تقسیم کرتا تھا۔ اور جمعہ کے روز روپیہ کی ایک مقدار معین تھی کہ وہ خیرات کرتا تھا۔ اس کے حکم سے شہر میں ہر روز کئی جگہ کچی بچی خوراک محتاجوں کو تقسیم ہوتی تھی۔ رمضان مبارک اور بارہ دفات میں وہ مساکین اور مستحقوں کو شاہیہ خیرات دیتا تھا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ ششماہی میں اس کی سلطنت میں جو مساکین دستخط ہوں ان کی معضل حالت کی کیفیت اس کے روبرو پیش ہو جب یہ کیفیت پیش ہوتی تو مستحقوں کو انکی احتیاج کے موافق انارو پیہ دیدیتا کہ وہ چہہ میلے تک سہین اپنا گذارہ کرتے مختلف شہروں میں خدائزس مستحق مقرر ہوتے کہ وہ خزانہ شاہی سے محتاجوں کی احتیاجوں سے وقف ہو کر روپیہ دلا دیں۔ بادشاہ کی دیکھا دیکھی ادراہل جاہ و امرا و علما و مشائخ بھی محتاجوں اور مساکین کا وظیفہ اور مدد و مائش حسب شریعت مقرر کرتے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے نزدیک مغزز و معتبر ہوتے اور وہ اتنے کمٹا کہ متنے مہایوں خیر کا بیج بویا اس میں تم کو نقصان نہ ہو گا اس بادشاہ کے مبارک عہد میں زراعت خوب ہوئی اشیاء کی ارزانی بہت سی ہو اگر کسان۔ اور مخلوق خدا اپنے اپنے پیشے و کام کو نہایت آسائش اور آرام سے کرتے جو کوئی اُسکے پاس نوکری کیلئے آتا تو اُسکے حسب نسب کا حال پوچھتا اور اس کے باپ دادا کے حسب حال اُسکو نوکری ورجاگیہ دیتا اور امیدوار کے گھوڑے اور ہتھیار و کمونہ دیکھتا اور اس کو حکم دیتا کہ جاگیر کی آمدنی سے اپنا ساز و سامان کرے۔ اس کے عہد میں اور سب پیشوں میں سپاہی کا پیشہ زیادہ ممتاز و مغزز تھا اس کی ساری سلطنت میں راہ زنون اور چروان کو کمین پتہ نہ تھا۔ سب سرکین امن و امان میں رہتی تھیں۔ ان ہندوؤں کو بھی جاگیریں اپنے ملک میں دیدیں تھیں جنہوں نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ مگر جو شخص سرکشی اور بغاوت کرتا وہ قتل ہوتا یا جلا وطن۔ اس کا یہ دستور تھا کہ جب لشکر

سلطان سکندر کے خصائل و عادات اور انتظامات اور اور حالات

بعض تاریخوں میں سلطان سکندر کے مناقب و مفاخر اس قدر بیان کئے ہیں کہ انہیں بڑا مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر ہم طبقات اکبری و تاریخ فرشتہ و تاریخ داؤدی سے وہ باتیں اسکی لکھتے ہیں کہ جو صحت سے قریب ہیں سلطان سکندر شہور بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ وہ حسن اخلاق اور سخاوت میں بہت مشہور تھا اسکی طبیعت سادگی پسندی تھی۔ وہ مرہم و لباس شامہ میں تکلف کو پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ اخلاق و زند او باش آدمی اسکے پاس پہنکنے نہ پالتے تھے۔ اسکو علما و فقہاء و صلحا کی صحبت مرغوب تھی۔ جہاں ظاہری سے آراستہ اور حسن باطنی سے پر استہ تھا وہ اپنی ہولے نفائی کا پابند نہ تھا اور نہایت خدا ترس اور بندگان خدا پر مہربان تھا وہ عادل و شجاع تھا قوی و ضعیف کو وہ ایک نظر سے دیکھتا تھا وہ شہادت لینے میں مقدمات کے فیصلہ کرنے میں اور امور سلطنت کے انتظام میں اور رعایا کے خوش کرنے میں ہمیشہ مشغول رہتا تھا اور مصیبت زدوں کی خود مدد کرتا تھا وہ جس محفل کی جاگیر کسی شخص کو دیتا جاگیر دار کو اس محفل مقررہ سے خود کتنا ہی زیادہ روپیہ وصول ہوتا تو وہ خود نہ لیتا جاگیر داری کو دیتا۔ جاگیر دار ہی ایسے ایماں دار ہوتے کہ وہ محفل کی افزایش کو کسی نہ چھپاتے اور سچ سچ بتاتے۔ اگر کہیں گروا یا خزانہ دینہ کیسا ہی بڑا کسی شخص کو ملتا تو وہ نکالنے والے کو دیتا اور اس کی طمع نہ کرتا۔ دریا خان وکیل کو حکم ہوتا کہ عدالت کو اندر پہر رات گئے تک بیٹھے۔ ایک قاضی سے بارہ علماء کے مقدمات کا فیصلہ کرتا اور خاص جو ان غلام ان مقدمات کی خبر سانی کے لئے مقرر تھے کہ بادشاہ کو خبر کریں نظر کی نماز پڑھ کے وہ مجلس علمایں جاتا اور قرآن شریف پڑھتا جماعت کے ساتھ منرب کی نماز پڑھ کر وہ اپنی حرم سرا میں جاتا اور ایک گمنٹ بیٹھتا اور سپر خلوت خاص میں رہتا۔ رات کو جاگتا دن کو دو پہر میں سوتا رات میں ان کاموں کے کرنے کو پسند کرتا کہ مستغنیوں کی فریاد نہ رہی۔ امورات سلطنت کی اصلاح خزانہ میں کی تحریر۔ سلاطین وقت کے نام خط لکھ لٹوسی بڑے جید اور مستعد ترہ عالم اس کی خلوت خاص میں رہتے تھے۔ آدمی ارات کے بعد وہ کتنا شگفتا تو یہ ترہ عالم ہوتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ بیٹھتے اور وہ خود ایک کوچ پر بیٹھتا اور کوچ کے آگے ایک بڑی مینہ

رکتے ہو یہ ہر سب کے لئے شرع اسلام کے خلاف ہے اور خا صکر بادشاہ کے لئے تو اور بھی یاد
 براہے سلطان سکندر نے اُسے جواب میں کہا کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ ڈاڑھی رکھوں گا۔ پھر شیخ
 عبد الوہاب نے کہا کہ ہم درکار خیر حاجت پہنچ استخارہ نصرت و نیک کام کے کرنے میں تاخیر
 نہیں چاہتے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری ڈاڑھی چلی ہو اگر وہ بڑھے گی تو چہرہ پر کھلے گی نہیں بڑھی
 معلوم ہوگی اور لوگ اس کو برا کہیں گے تو گنہگار ہونگے میں یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان میرے سبب گنہگار
 ہوں حاجی صاحب نے کہا کہ میں اپنا ہاتھ آپ کے چہرہ پر پھیرتا ہوں اگر خدا نے چاہا تو ڈاڑھی بہر ہی نکلیں گی
 اور بڑھی ڈاڑھی دلے آپ کو سلام کرنے لگیں گے اور کسی کی مجال نہو گی کہ اس پر ہنسے۔ سلطان سکندر
 نے سر جھکا لیا اور جواب کچھ نہ دیا۔ پھر حاجی صاحب نے کہا کہ اے شاہ عالم میں آپ کے سامنے ایک حق
 بات کہتا ہوں اور آپ مجھے جواب نہیں دیتے۔ سلطان نے کہا کہ میں ڈاڑھی جب کہوں گا کہ میرے
 پیروم نہ مجھے ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیں گے حاجی صاحب نے پوچھا کہ حضور کے پیرو کون ہیں سلطان نے
 کہا کہ میرے پیرو کبھی کبھی میرے پاس تشریف لاتے ہیں منگاسو علاقہ حلیر میں وہ رہتے ہیں حاجی
 صاحب نے پوچھا کہ وہ خود ہی ڈاڑھی رکھتے ہیں یا صفا چٹ کر لاتے ہیں سلطان نے کہا کہ ڈاڑھی
 نہیں رکھتے تو حاجی صاحب نے کہا اگر اُسے میری ملاقات ہوگی تو میں اُسے یقیناً لادوں گا کہ وہ
 غلطی کرتا ہے سلطان یہ سن کر جھپکا ہو گیا۔ اور حاجی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حاجی صاحب سلام علیا کے
 مجلس سے رخصت ہوئے تو سلطان نے حاجی صاحب کے چلے جانے کے بعد کہا کہ حاجی اپنی پسند و وعظ
 سننے میں بڑی غلطی کرتا ہے اور میری مہربانیوں کے سبب بڑا گستاخ ہو گیا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری
 ذات ہی میں کچھ فخر ہے کہ جو لوگ میرے سامنے آتے ہیں وہ میرے قدموں پر اپنا سر رکھتے ہیں وہ نہیں
 سمجھتا کہ اگر آج میں اپنے غلاموں میں سے کسی ایک کو یہ اعزاز دوں کہ وہ میرے پاس پانچویں میں جھک کر آیا جا
 کرے اور سارے امرا اس کو کندھا دیا کریں تو لوگ اس کی تعظیم ایسی ہی کیا کریں کہ جیسی حاجی کی کرتے ہیں
 عبد الجلیل نے بادشاہ کا کہنا حاجی صاحب سے کہدیا حاجی صاحب نے عبد الجلیل کے کندھوں پر
 ہاتھ رکھ کر کہا کہ تو یقیناً جان کہ بادشاہ نے مجھ سپہ سالار بنی کو غلام سے تشبیہ دہی خدا نے چاہا تو
 ایک ان اسکا خلق بن نہ ہو جائیگا حاجی صاحب اگر کو چھوڑ کر بغیر بادشاہ سے رخصت ہوئے
 پہلی آگئے اس سے کچھ دنوں بعد بادشاہ کے خلق میں مرض ہوا اور روز بروز بڑھتا گیا۔

وفات سلطان سکندر

بادشاہ اب مرض میں مبتلا ہوا۔ مگر وہ مرض کو کچھ خاطر میں نہ لایا اور اسی عالی میں دربار کرتا اور سوار ہوتا مگر رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ سانس کی آمد و رفت بند ہوئی حلق کے نیچے نوالہ نہ اترتا۔ روز یکشنبہ ساتویں ماہ ذیقعدہ ۱۱۲۴ھ کو دارالسرور کو تشریف فرما ہوا۔ حیات الغرورس تاریخ وفات ہے اور مدت سلطنت ۸ سال ۵ ماہ ہے۔ جب سلطان سکندر نے دیکھا کہ مرض سے میری حالت غیر ہوئی جاتی ہے تو اس نے اپنا امام شیخ لادون دانشمند سے پوچھا کہ ان گناہوں کا کفارہ کس قدر ہوتا ہے قضا نماز روزہ۔ دڑھی منڈانا۔ شراب پینا۔ آدمی کے ناک کان کاٹنے۔ ان گناہوں کے باب میں اپنی رے لکھ کر میرے پاس بھیج دے۔ شیخ لادون نے ان گناہوں کے کفارہ کی تفصیل لکھ کر سلطان پاس بھیج دی۔ سلطان نے اپنے وقایع بخار کو حکم دیا کہ اُسکے عہد سلطنت کے روز نامے کو دیکھ کر تحقیق کرے کہ ایسے گناہ جو ادب پر بیان ہوئے کتنے ہوئے شیخ لادون سے پوچھ کر ان گناہوں کے کفارہ کا تخمینہ لکھ بھیجے جس سے مجھے معلوم ہو کہ کتنے سونا مجھے دینا چاہیے غرض جب سلطان کے روبرو یہ تخمینہ پیش ہوا تو اس نے خزانچی کو حکم دیا کہ علماء کو اس قدر سونا دید و مگر خزانہ عامرہ میں سے ایک بیوی کوڑی نہ لی جائے علماء کو اس پر حیرت ہوئی اور انہوں نے خزانچی سے پوچھا کہ یہ ضرطوبہ خزانہ کے سوا کہاں دہرا ہوا ہے تو خزانچی نے کہا کہ سلطان کے پاس جو سلاطین تحفے تحائف بھیجتے تھے اور بعض ہزا ہیلے دیدیتے تھے ان سب کا حساب سالانہ طیار ہوتا تھا تو بادشاہ حکم دیتا تھا یہ سب وہ خزانہ سے علیحدہ رکھا جائے کہ میں جب چاہوں اُسکو اپنی مرضی کے موافق خرچ کر دوں یہ بات سنا کر سب علماء اُسکی نیکیوں کی تلواریں اور مدح و ثنا کرنے لگے۔

حکایات وفات

اگرچہ یہ حکایات پایہ تاریخ سے ساقط ہیں مگر عجیب ٹری ہیں اسلئے ہم تاریخ و ادبی نقل کرتے ہیں بادشاہ کو جو یہ بیماری ہوئی کہ حلق سے دانیہ یا فی نہ اترتا تھا اور سانس نہ کرتا تھا اُسکی وجہ یہ ممکن لگتی تھی کہ آپکدن حاجی عبد الوہاب سلطان سکندر سے کہا کہ تم سلمان بادشاہ ہو اور دارالسرور میں

اور اپنی عادت محمود کے موافق اطراف سلطنت میں اس نے ہجرت خان کی اطاعت کا اور ولایت چندیری میں خطبہ پڑھے جانے کا اور فتوحات تازہ کے حاصل ہونے کا اشتہار دیدیا اور مصلحت ملکی کے سبب بعض امرا کو تغیر و تبدل کیا۔ سعید خان اعیانی مبارک خان لودھی و شیخ جمال فرہی و رائے اگر میں کچھ ہوا وہ دھنر خان و احمد خان کو چندیری بھیجا اور انہوں نے اس منہ پر قبضہ کر کے اپنے تین مستقل کر لیا اور حرب الحکم شہزادہ محمد خان بنیہ سلطان ناصر الدین کو شہر بند کر کے ملک کی سلطنت جیسی تھی بظاہر برقرار رکھی ہجرت خان حاکم چندیری بنے جب تک کہ بادشاہ ہنگاروں نے سارا کاروبار حکومت لے لیا تو یہاں اپنا رہنا مناسب نہ جانا بادشاہ پاس چلا گیا ان دنوں بادشاہ کی طبیعت حسین خان حاکم سارن سے متخرف تھی حاجی سازنگ کو اس طرف بھیجا اس نے اپنی حسن تدبیر سے اس کے لشکر کو اپنی طرف کر لیا اور اس کی قید کی فکر میں ہوا جب اس کو خیر ہوئی تو زہ علاء الدین شاہ والی بنگالہ پاس چلا گیا۔

۱۲۲۶ء میں علی خان ناگوری کو وسیع سرکاری پور میں متعین کیا اس نے دولت خان حاکم رنہنبور جو محکوم سلطان محمود مانوسی کا تہا موافقت پیدا کر کے بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دی اور یہ بھیہر ایا کہ بادشاہ پاس جا کر قلعہ مذکور کو پیشکش میں دیدے۔ اس باب میں علی خان ناگوری کا عہدہ بادشاہ پاس آیا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس طرف جانیکا قصد کیا اور نواح بیانہ میں چار مہینے لشکر کیا تارما اور مشائخ کبار کی زیارت کرتا رہا اور اس عرصہ میں شہزادہ دولت خان اور اس کی ماں سے کہ قلعہ رنہنبور کے مالک تھے بہت سے وعدے اس نے کئے کہ بہت جلد بادشاہ کی ملازمت کے لئے دولت خان روانہ ہوا اس کے استقبال کے لئے بادشاہ نے اپنے امرا کو بھیجا۔ یہ امرا اس کو بڑی عزت کے ساتھ لشکر میں لائے بادشاہ نے اس سے ایسی ملاقات کی جیسے کوئی فرزندوں سے کرتا ہے خلعت اور چند زنجیریں اس کو عنایت کئے اور قلعہ رنہنبور کے سپرد کرنے کی فرمائش کی۔ مگر اتفاقاً وہی علی خان ناگوری مخالف ہو گیا اور دولت خان کو صلاح دی کہ قلعہ مذکور کو نہ دے۔ بادشاہ کو جب اسکا حال معلوم ہوا تو اس کو کٹر شیو پور سے بلادیا اور اس کی جگہ پر اس کے بھائی ابو بکر خان کو مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ اس کے سب سے افسر عتاب زیادہ زمینیں کیا ہر وہ اپنی دار الخلافہ میں چلا آیا۔

چندیری دبی وہ دہان رہے گا تم اس کے ایسے مدد و معاون نہ ہو کہ مالوہ کی سپاہ سے اسکو کوئی سبب نہ پہونچے پھر سلطان سکندر ریر و شکار کے لئے دہو لیور گیا اور اگر وہ سے دہو لیور تک اس لئے ہرنرل پر قصر و مکانات بنوائے۔ ۱۱۹۱ء میں جب سلطان سکندر کی سلطنت کو اختتام ہو گیا اور وہ ریر شکار میں مصروف تھا تو ایک دریا ست اسکو اس طرح ہاتھ لگ گئی کہ ناگور کے حاکم محمد خان کے دورشتہ دار علی خان اور ابو بکر تے انہوں نے سازش کر کے یہ ارادہ کیا کہ محمد خان کو مار ڈالے اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیجئے مگر محمد خان کو اس سازش کی خبر ہو گئی اس نے انکی کوئی تدبیر چلنے نہ دی اور ارادہ کیا کہ انکو گرفتار کر کے سخت سزا دیں خوف سے وہ نہ ہاگ کہ سلطان سکندر ریر لے محمد خان نے جب یہ کیا کہ یہ دونوں اس سلطان عالی شان کے پاس پناہ لے گئے ہیں تو عاقبت اندیشی اس نے یہ کی کہ بادشاہ کے پاس ہر کسی تحفونکے ساتھ عریض اخلاص آمیز بھیجیں اور اسنے ملک گور میں پناہ کے نام کا خطبہ دیکر جاری کر دیا بادشاہ اس کی اس اطاعت سے ایسا خوش ہوا کہ اسکو خلعت اور گھوڑا بھیجا۔ اب دہول پور سے بادشاہ آگرہ میں آیا اور کچھ دنوں بزم آرا رہا اور پھر دہو لیور چلا گیا۔ اس زمانہ سے یہ جہنا چلے گئے کہ بیانہ کے علاقہ سے آگرہ نکل کر دار السلطنت ہو گیا۔

بادشاہ نے بلیہاں سپہر کو چاک خان خانان فخری کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے لشکر و حشم کے ساتھ آدھ گڈ (دھنوت گڈ) اور حد و دشیو پور میں جا کر حسین خان نو مسلم کی کمک کرے اسے اس حکم کی بجا آوری میں یہ عذر کیا کہ میں حضور کی خدمت سے دور ہونا نہیں چاہتا اس سبب بادشاہ اس سے آشفہ خاطر ہو گیا اور اسکو اپنی خدمت سے دور کر دیا اور کہہ دیا کہ صبح تک ایسا قہنہ بال لشکر گاہ سے لیجانا چاہئے لیجائے ورنہ جو مال باقی رہے گا صبح کو لٹوا دیا جائیگا۔ اور پرگنہ رابری و محاش کے لئے اُنکی کو دیدیا کہ دہان جا کر رہے۔

انہیں دنوں میں بھبت خان حاکم چندیری نے جو باپ دادا کے وقت سے سلطان مالوہ کا مطیع تھا سلطان محمود و سلطان مالوہ کی مملکت میں فتور دیکر بادشاہ سکندر ریر بہت تجھے مخالف بھیجے اور اس وسیلہ سے انکو کھاتو مل ہوا۔ بادشاہ نے عدا الملک پرہ کو کہ جبکہ نام احمد خان تھا چندیری بھیجا کہ بھبت خان کے ساتھ ہو کر وہ چندیری میں بادشاہ کے نام کا خطبہ مصلح چندیری میں پڑا ہوا ہے۔ بادشاہ آگرہ میں آیا

خیال ہی آیا کہ قلعہ زور یا مستحکم ہے کہ اگر کسی دشمن کے ہاتھ میں آ گیا تو پھر اس کا دوبارہ لینا
شکل ہو گا اسلئے اس کے گرد ایک اور حصار بنوا کر اس کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔

ہٹ کانٹ لکھنؤ چندییری ناگور سیوس پور کے واقعات

زور سے سلطان چلکر قصبہ تیرین پنجا بیان ایک مہینے توقف کیا یہاں قطب خان لودھی کی
زور و نصرت خان مرصہ شاہزادہ جلال خان تھی شاہزادہ کے ساتھ آئی سلطان اس سے ملنے گیا
اور ان کی کمال دلجوئی کی اور شاہزادہ کی جاگیر میں سرکار کا پٹی عطا کی۔ اور ایک سو بیس گھوڑے
اور ہندو زرخیز نسل اور نقد مسیح عطا فرمائے اور کاپی کو رخصت کیا۔

۹۱۵ھ میں سلطان ہٹ کانٹ کی طرف متوجہ ہوا اور دار الملک سے مقام گوالیار کو چلا
۱۵۰۹ء جب بلگرام میں پہنچا تو ان حدود کے سرکشوں کے سر پر لشکر بھیجا اور باغیوں کے خن خاشاک
سے اس ملک کو پاک کیا اور جا بجا تہانے مقرر کئے اور خود بادشاہ آگرہ چلا آیا۔

اسی وقت خیر آئی کہ احمد خان پٹنہ مبارک خان حاکم لکھنؤ نے کافر و نجی صحبت میں ٹھیکہ ارتداد
اور اتحاد کا طریقہ اختیار کیا ہے اور دین اسلام سے ہر گیا ہے۔ بادشاہ نے احمد خان کے
بھولے بھائی محمد خان کو بھیجا کہ اس کے گلے میں طوق ڈال کر حضور میں بھیجے اور اس کے منجملے بھائی
کو لکھنؤ میں حاکم مقرر کیا۔

۹۱۶ھ میں شاہزادہ شہاب الدین بن سلطان ناصر الدین سلطان مالوہ نے باپ سے رنجیدہ
ہو کر سلطان سکندر پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اور چندییری سے چلکر جب وہ سیپری علاقہ مالوہ میں آیا
تو بادشاہ نے اس کے پاس خلعت اور گھوڑا بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم چندییری کو ہمارے حوالہ کر دو
تو پھر اپنی امداد تمہاری کر دی جائے گی کہ سلطان ناصر الدین سے تمہاری صلح ہو جائے گی اور
وہ تمہارا کچھ نہ کر سکے گا۔ مگر شہاب الدین نے یہ خیال کیا کہ چندییری حوالہ کر دینے پر میرا چٹکارا نہ
ہو گا اسلئے وہ اٹھ چندییری چلا گیا۔ سلطان نے قلعہ چندییری کے پاس ایک ڈھلے تعمیر کرایا۔

۹۱۷ھ میں سلطان ناصر الدین مالوی کا پوتا محمد خان راہے دادا کے قہر و غضب سے ڈر کر سلطان سکندر
کی پناہ میں آیا۔ بادشاہ نے شاہزادہ جلال خان کو حکم دیا کہ ہمہ محمد خان کی جاگیر میں سرکار

مجموعہ ۹۱۳ میں بادشاہ نے آگرہ کی طرف مراجعت کی راہ ایسی ناہمواراہی تھی تھی کہ بادشاہ نے ایک دن قیام کیا کہ لوگ آرام کریں مگر بیان اس دن پانی کی کمیابی سبب شکر کو سخت تکلیف ہوئی بار بار درسی کے جانوروں میں وہ پھل پڑی کہ جنکے پاؤں کے نیچے آدمی پھلے گئے پانی کا ایک کوزہ پینڈہ لٹکے سکندری کو بکتا تھا بعض آدمیوں کو پانی ملا تو وہ اتنا پی گئے کہ مر گئے بعض پیاسے ہی مر گئے جب بادشاہ کے حکم سے ان مردوں کا شمار ہوا تو وہ آٹھ سو تھے۔ ۲۶ محرم کو بادشاہ ہولیور میں پہنچا اور چند روز توقف کر کے دارالسلطنت آگرہ میں تشریف لایا یہاں برسات کا موسم کا ٹاسیل کے طلوع ہونے پر زور کی مہم میں مصروف ہوا۔

زور کی مہم

سنہ ۹۱۳ میں قلعہ زور کی تیج کی غنیمت کی جو مالوہ کے تواج میں تھا اور ہندوؤں کے پاس تھا کالچی کے حاکم جلال خان کو حکم ہوا کہ بیشتر جاگیر زور کا محاصرہ کرے اور لشکر اکٹھا کرے جلال خان نے سلطان کے حکم کے موافق زور کا محاصرہ کیا۔ یہاں سلطان ہی جلد انکر محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ دوسرے روز بادشاہ سوار ہوا کہ وہ قلعہ محصور کی طاقت دیکھ کر محاصرین کے کاموں کو آزمائے جلال خان نے اپنی سپاہ کے تین حصے کئے کہ ایک حصے میں پیدل اور دوسرے حصے میں سوار تھیں۔ حصے میں ہاتھی تھے۔ سلطان سکندر کو اس لشکر کے دیکھنے سے حیرت ہوئی اس نے یہ ارادہ کیا کہ جلال خان کی طاقت کو تہہ تیغ کرنا اور حکومت سے محروم کرنا چاہیے۔ محاصرہ آٹھ کوس کا تھا ہر روز لڑائی ہوتی اور طرفین کے آدمی ہلاک ہوتے آٹھ مہینے کے بعد معلوم ہوا کہ بعض مضبوطی اس کے لشکر کے اہل قلعہ سے ساز باز کرتے ہیں ایک دن بادشاہ محل پر کھڑا رہتا تھا کہ قلعہ کے ایک جانب شگافہ ہوئی اس کو اسی راحت اہل قلعہ نے مسدود کر لیا۔ بادشاہ نے جانا کہ اہل قلعہ سے میرے بعض امر اسرار رکھتے ہیں اس لئے اس نے جلال خان کو مقید کر کے قلعہ ہنونت گڑھ میں بھیجا اور پیر اہل قلعہ کو بے آبی اور کمی غلہ سے ایسا تنگ کیا کہ انہوں نے انان بچا ہی اور باہر آئے قلعہ ختم ہو گیا سلطان قلعہ بکنے نیچے چہ مہینے مقیم رہا۔ اور ۲۸ شعبان ۹۱۳ کو وہ ہریان سے روانہ ہوا اس غرض میں تھا کہ ان کو اگر اودھ کی جگہ مسجد بنی بڑا تھیں اور بستی اور خطیب مقرر کرنے اور عسکری و طلباء رکھنے و خطیفے مقرر کر کے ہمیں کاموطن ان کو بنا دیا سلطان کو بہ

موضع جتاؤر (جنور) میں پہنچا۔ اور میان سے طلایہ پاسبانی لشکر کے لئے دس کوس آگے
غینم کی جانب پہنچا تو رائے گویا رکی فوج مراجعت کے وقت کمین سے نکل کر لڑی اور
سخت لڑائی ہوئی۔ داؤد خان اور احمد خان کی دلیری سے دشمنوں کو شکست ہوئی اور
راجپوت بہت قتل اور اسیر ہوئے۔ ان سرداروں پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی۔ داؤد خان کو
خطاب ملک داؤد کا دیا۔ اور خود آگرہ میں آکر برسات عیش و عشرت کے ساتھ بسر کی۔

آونت گڑھ کی فتح

۹۱۲ء میں قلعہ آونت گڑھ (اودیت نگر۔ تنکر) کی طرف متوجہ ہوا۔ جب دہول پور میں
پہنچا تو یہاں توقف کیا اور محمد خان فرملی اور مجاہد خان کو دس ہزار سوار اور سو ہتھیاروں کیساتھ
قلعہ نہ گور کی جانب آگے روانہ کیا اور ۲۳۔ ذی الحجہ کو خود آکر قلعہ کا محاصرہ کیا اس کو وہ قلعہ گویا
کی فتوح کا مقدمہ جانتا تھا اس لئے تمام سپاہ کو حکم دیا کہ جنگ و پیکار کے لئے مستعد ہو اور
قلعہ کی تسخیر میں بہت صبر کرے خود اس ساعت سعیدین کہ آخر ششائوں نے مقرر کی میدان
جنگ میں گیا اور چاروں طرف سے لڑنا شروع کیا۔ مور و بلخ کی طرح قلعہ کی دیواروں پر سارے
لشکر جھپٹ گئے اور مردانگی اور مردی کی داد دی۔ ملک علاء الدین کی جانب قلعہ کی دیوار
شقی ہوئی اور اس میں سے قلعہ کے اندر مردانہ وارجوان گس گئے ہر چند قلعہ کے آدمیوں نے
فریاد الا مان مچائی مگر کسی نے نہ سنا قلعہ کو تسخیر کر لیا۔ راجپوت اپنے گہروں اور مکانات میں
جالتے اور اپنے اہل و عیال کو جلاتے اور مارتے اور پہر لڑتے اس طرح راجپوت بہت قتل
ہوئے۔ اس اثنا میں ملک علاء الدین کی آنکھ میں تیر لگا۔ دیدہ و درین اسکا بے نور ہوا۔ بعد
فتح سلطان نے نواز شکر الہی بجا لاکر قلعہ کو بسکین خان پسر مجاہد خان کو سپرد کیا اور ہدایت کی
کہ بت خانوں کو ڈھاکر مسجدین بنائے۔ مگر حیب بادشاہ نے یہ بات سنی کہ مجاہد خان نے یہاں
راجہ سے رشوت لی ہے کہ وہ سلطان کو سمجھا کر اس ملک سے باہر لی جائے تو اس نے ملک
تاج الدین کو یہاں کا قلعہ سپرد کیا اور دہول پور میں جو خزانہ تھے انکو لکھنچا کہ مجاہد خان کو گرفتار کر لین۔

آگرہ کا سفر مصیبت ناک

خفا ہوتا اُس کو اگرہ کے قلعہ میں قید کرتا۔ آخر وہ شاہی قیدیوں کا قید خانہ ہو گیا۔ سلطان محمود نے اُسکو غارت کر کے ہر ایک کور دھبنا دیا۔ پھر سلطان سکندر نے اُسکو شہر بنایا موضع پاشی اور موضع پو یا پرگنہ ڈولی سرکار بیانہ اس شہر کی آبادی میں داخل ہوئے اور سرکار بیانہ کے باوین پرگنوں میں ایک اور پرگنہ اگرہ داخل ہوا پس اس زمانہ سے اس شہر کی آبادی کی ترقی ہوئی گئی اور پھر وہ سلطان ہند کا پای تخت ہو گیا۔ یہاں سلطان قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر دھول پور گیا اور اسے بنایا۔ پو کو یہاں سے بدل دیا اور اُس کی جگہ ملک معز الدین مقرر کیا اور پھر خود اگرہ آیا اور جاگیر داروں کو اپنے اپنے علاقہ پر بھیج دیا۔ بعض اگرہ کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ اگرہ سے مشتق ہے جس کے معنی نمک ان کے ہیں یہاں کی زمین میں نمک بہت نکلتا تھا۔

آگرہ میں زلزلہ

سوم ماہ صفر ۱۱۱۱ھ کو اگرہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ پہاڑ بھی ہل گئے اور عمارات عالیشان اگر گھٹن زدندون لے لے یہ جانا کہ قیامت آئی اور مردوں نے سیکھا کہ حشر برپا ہوا حضرت آدم کے زمانے سے اس دم تک ایسا زلزلہ کبھی ہندوستان میں نہیں آیا ایک فاضل نے اس زلزلہ کی تاریخ لفظ فارسی میں نکالی ہے یہ زلزلہ خالص اگرہ ہی میں نہیں آیا بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں نہ

در ہند واحدی عشر از زلزلہا گردید سواد اگرہ چو مرہسا

با آنکہ بنا ایش عالی بود از زلزلہ شد عالیہا رفلما

چنبیل کے کنارہ کے واقعات

جب برسات ختم ہوئی اور سہیل طلوع ہوا تو بادشاہ نے گوالیار کی جانب سفر کیا دھول پور میں ڈیڑھ میلے توقف کیا اور چنبیل ندی کے کنارہ پر گور کے قریب نزول کیا یہاں چند میلے رہا شہزادہ ابراہیم اور جلال خان کو اور خواہن کے ساتھ یہاں چورنگر جہاد اور غارت بلاد کے ارادے سے سوار ہوا جگگون اور پہاڑوں میں جو کھانا چھپے ہوئے تھے اُنکو تہ تیغ کیا جسے لشکر منصور غنیمت مانے مال ہوا۔ بجاہارون کے نہ آٹھنے سے لشکر میں غلہ کی کمی ہوئی۔ اعظم مہا یون کو رسد غلہ کے لئے روانہ کیا۔ کپڑے گوالیار پہنچے رند کی راہوں کو روکا مگر وہ ناکام ہو کر واپس گیا اور لشکر شاہی کو رسد پہنچ گئی۔ جب بادشاہ سیر کرتا ہوا

ماہ رمضان ۸۹۰ھ میں طلوع میل کے بعد قلعہ مندراہیل کی تیغ کے ارادہ سے علم بلند کیا اور دہلیو
کی حوالی میں توقف کیا اور فوج کو بوجھا کہ گوالیار اور مندراہیل کی نواح کو تاخت و تاراج کریں اور
خود قلعہ مندراہیل کو جا کر محاصرہ کیا اہل قلعہ نے امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا سلطان نے پنجانوں کو ڈھاکہ
وہان صاحب دینا میں اور میان خان اور حجابہ خان کو قلعہ دیکر خود گرد و نواح میں تاخت و تاراج کے
لئے بیار خلق کثیر کو امیر و دستگیر کیا اور عمارات و باغات کو غارت کیا اپنے نزدیک یہ سب مقدس
کام کر کے بیانہ میں آیا۔

شہر آگرہ کی بنیاد

اس سال میں نوین ہی چلیں اور گرمی شدت سے بڑی کہ سارے آدمیوں کو بخار آنے لگا
سلطان سکندر کو مدتوں سے یہ خیال تھا کہ جہان کے کنارہ پر کوئی شہر ایسا بساؤ کہ جس میں بادشاہ رہ کر
اور وہیں لشکر کا صدر مقام ہو تاکہ اس ملک کے سرکشوں کی سرکشی کا جلد علاج ہو جایا کرے اور انکو
اور زیادہ سر اٹھانے کا موقع نہ ملے سوائے اسکے سرکار بیانہ کے جاگیر دار اور ملازم شاہی اور کسان اکثر
شکایت کیا کرتے تھے کہ اُن پر ظلم بہت ہوتا ہے اس لئے سلطان نے بلا بیانہ میں حکم دیا کہ بعض عالی
و مانع عاقل خزانہ جہان کے کنارہ پر ایسے شہر کے آباد کرنے کا مقام تجویز کر کے بتلائیں کہ جس سے یہ ساری
خرابیاں دور ہو جائیں بغرض یہ عاقل خزانہ دہلی سے کشتیوں میں سوار ہو کر جہان کے دونوں کناروں
کو خوب دیکھتے بہاتے گئے وہ مقام انہوں نے انتخاب کیا جہاں اب آگرہ بسا ہوا ہے جب یہ مقام
تجویز انہوں نے کیا تو سلطان دہلی سے شہر آگیا اور یہاں بحیرہ میں بیٹھا اور راہ میں سیڑھ نکار
کرتا ہوا اُس مقام کے نزدیک پہونچا جو شہر کے آباد کرنے کے لئے تجویز ہوا تھا تو اُس کو دو بلند
ٹیلے نظر آئے جو عمارات کی تعمیر کے لئے موزون معلوم ہوتے تھے۔ مہر ملا خان سے جس کو نانگ
کہتے تھے اور بادشاہ کے مجبرہ کا مہتمم تھا اُس نے بوجھا کہ ان دونوں بلند ٹیلوں میں سڑ
کو نہ ٹیلہ تم کو شہر کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اُس نے کہا کہ اگر داگلا، یعنی جو آگے
ہے تو سلطان نے سکر کر کہا کہ اس شہر کا نام آگرا رکھا جائے گا۔ بادشاہ نے ناختم بڑھری
اور نیک ساعت میں اس شہر کی بنیاد رکھی ہوئے بکھتے ہیں کہ آگرہ پہلے ایک قدیمی گانوہ تھا
ہندو کہتے ہیں تہہ برا کے راجہ گنیش کے عہد میں آگرہ ایک محکم مقام تھا۔ راجہ جس شخص سے

اسی اثنا میں خاٹھانان فرملی حاکم بیانہ کے فوت ہونے کی خبر آئی۔ بادشاہ نے باپ کی جگہ دو بیٹوں عماد اور سلیمان کو مقرر کر دیا قلعہ کے مستحکم اور سرحدوں کے محکم ہونے کے سبب بیانہ اکثر محل بغاوت اور فساد رہتا تھا یہ دونوں حاکم بادشاہ پاس سنبھل میں کسی بابا میں مشورہ لینے آئے تو بادشاہ نے انہیں آگے کو تانا سب جگر خواص خان کو حاکم بیانہ مقرر کر دیا اور کچھ دلوں کے بعد صفدر خان کو اگر میں جو بیانہ سے تعلق تھا حاکم مقرر کیا اور عماد اور سنبھل کو شمس آباد۔ جالیمہ منگلور۔ شاہ آباد اور بعض اور ضلع دیدئے ان کے بعد بادشاہ نے عالم خان میواتی اور خاٹھانان لوہانی جاگیر دار رابری کو حکم دیا کہ وہ خواص خان کے شریک ہو کر رائے مانک دیو سے قلعہ دھولپور کو چھین لیں

حرب الحکم قلعہ دھولپور پر ان سرداروں نے لشکر کشی کی تو قلعہ سے راجہ باہر نکل کر لشکر کو لشکر سے ہٹانے کیلئے آیا۔ خوب محاربہ و مجادلہ ہوا۔ خواجہ بہن کہ دلاوران صف شکن ہیں سے تھما مارا گیا اور نہر روز آدمیوں کی ایک جماعت کا خون ہونے لگا۔ تو سلطان سکندر نے اس حال کی خبر سن کر ۶ رمضان ۱۰۹۹ھ کو جمعہ کے دن دھولپور کی طرف سفر کیا۔ جب بادشاہ نزدیک آیا تو رائے مانک دیو نے قلعہ اپنے متعلقین کے سپرد کیا اور خود رات کو بہاگ کر گوالیار چلا گیا مگر قلعہ کو اہل قلعہ نہ بچا سکے۔ وہ لشکر اسلام کے ہاتھ لگا۔ سکندر نے خدا کی درگاہ میں دو گانہ شکر ادا کیا لشکر نے خوب دل کمول کر دھولپور کے قلعہ کو لوٹا۔ اور اس کے باغات کو جن کا سایہ سات سات کوں تک پڑتا تھا جڑ پیڑ سے اکھیر ڈالا۔ دھولپور میں بادشاہ ایک مہینہ ٹھہرا۔ اور یہاں آدم خان لودھی اور کل امر کو چھوڑ کر گوالیار کی طرف کوچ کیا اور ندی اسی عرف میڈ کی پراترا اور دو مہینے یہاں توقف کیا۔ پانی کے خراب ہونے کی وجہ سے اس کے آدمیوں میں بیماری و باکی طبع پھیل گئی راجہ گوالیار نے بھی طاقت کے ساتھ صلح چاہی سعید خان و بالو خان درائے گنیش جنہوں نے بادشاہ سے بہاگ کر یہاں پناہ لی تھی انکو اپنے پاس سے اس نے نکال دیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے بکر حاجت کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ بادشاہ نے اسے خلعت اور اسب و کیر و خیمت کیا اور بادشاہ نے دھولپور آن کر اس کو بھی راجہ بنایا اور کوٹن گیا اور خود بیانہ میں جو دار بشکو مست تھی گیا اور برسات

ایک عزیز شمس خان نے خضر خان برادر سلیمان کے سر پر چوگان مارا بادشاہ نے شمس خان کو بہت تائین لگائیں اور اپنے قصر کو مراجعت فرمائی اور بعد اس کے امراء افغان سو بدگمان ہو اجن امراء کو وہ شخص اور دولت خواہ اپنا جانتا تھا اپنی پاس بانی کے لئے اشارہ کیا یہی امر ملح ہو کر سلطان کی حفاظت کیلئے رات کو پہرہ دیتے تھے۔ اس ضمن میں ہیبت خان شروانی نے بانیس سرداروں کو اپنے ساتھ متفق کر کے شہزادہ فتح خان بن بادشاہ بہلول سے کہا کہ سرداران سپاہ سکندر کی بادشاہی سے ناراض ہیں اور آپ کو سردار مقرر کرنا چاہتے ہیں اگر فرمائیے تو سکندر کو مار کر آپ کو تخت سلطنت پر بٹھائیں فتح خان نے شیخ طاہر کا بی اور اپنی ما سے اس راز کو افشا کیا۔ شیخ اور والدہ نے فتح خان کو صلاح دی کہ ان سارے کرنے والوں کے نام سلطان سکندر کو بتلا دے چنانچہ فتح خان نے یہی کیا۔ اس جماعت کی بداندیشی سے جب سلطان خبردار ہوا تو اس نے اسکو اور ہر آدمی بیک پرانگندہ کر دیا اور درجہ گرہ دیا۔

حاکم دہلی کو سلطان سکندر کا سر اودینا

سید حسین سلطان سنبھل میں گیا اور سیر و شکار و جوگان بازی میں چار سال گزارے یہاں خبر آئی کہ صغر حاکم دہلی نے بد عملی و بد کرداری کی ہے۔ بادشاہ نے خواص خان حاکم چوڑہ کو حکم دیا کہ دہلی میں جا کر صغر کو مقید کر کے ہمارے پاس بھیج دے یہنوز وہ دہلی پہنچا ہی نہ تھا کہ یکم صفر ۹۸۵ کو دہلی سے صغر بہاگ کر سنبھل میں بادشاہ پاس خود آگیا۔ وہ قید خانہ میں بھیج دیا گیا خواص خان دہلی میں آیا اور پھر بادشاہی حکم سے سنبھل میں چلا گیا اور دہلی کے انتظام کے لئے اپنے بیٹے اسماعیل خان کو چھوڑ گیا۔ سید خان شروانی نے لاہور سے انکر ملازمت کی وہ غدارانہ شیون میں سے ایک تھا اسکو اور اس کے ساتھ تانار خان۔ محمد خان اور اور بدخواہوں کو اپنی سلطنت سے نکال دیا۔ وہ گوالیار کی راہ سے مالوہ اور گجرات چلے گئے۔

گوالیار و بیانہ و دہول پور اور مندریل کے معاملات

سنہ ۹۸۵ میں راجہ مان سنگھ رائے گوالیار نے نہال خواجہ سر اکو برہم رسالت بہت سے تحفے دہرائے دیکر بھیجے یہ خواجہ سرادشت گودینجن تھا۔ بادشاہ کے سوالوں کے جواب ایسی ہی طرح سے دئے کہ بادشاہ نے غصہ میں انکر یہ ہندی کی کہ میں خود انکر قلعہ کو فتح کر دوں گا اور سفیر کو خدمت کیا

غلہ کا قحط پڑا۔ رفاہیت خلائق کے لئے سلطان نے فراہم کی بجگہ غلہ کی معمولی زکاة کے دینے کو منع کر دیا۔ سلطان جہانگیر کے عہد میں یہ زکاة دوبارہ جاری ہوئی۔ سلطان پر قصبہ سارن میں آیا اور اُس کے گرد و نواح کے پرگنے زمینداروں سے چھین کر اپنے آدمیوں کی جاگیر میں دے دیے۔ مچھلی گڑھ کی راہ سے جو پور میں آیا اور چھ مہینے ٹھہرا رہا پھر وہ پنا کی طرف گیا۔ یہاں کے راجہ سال باہن سے لڑکی بیاہنے کے لئے مانگی تھی راجہ نے انکار کر دیا۔ اس گستاخی کا اشتقام لینے کے لئے ۱۵۹۷ء میں وہ پنا گیا اور اسکی تمام زراعت کو برباد کر دیا۔ باندھو گڑھ میں پہونچا کہ یہاں کے قلعوں میں سے زیادہ مستحکم تھا جو انوں نے اُس کے فتح کرنے میں بڑی مدد انگی دکھائی۔ لیکن اسکو فتح کرنا دشوار تھا اس نے بادشاہ حصار کو چھوڑ کر جو پور میں آیا اور یہاں ٹھہر کر اسور علی میں مشغول رہا۔

امراء افغانی کی رنجش سلطان سکندر سے

باریک شاہ کی قید کے بعد مبارک خان کو صوبہ جو پور سپرد ہوا تھا۔ اسکا محاسبہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس نے بہت روپے کا غلب کیا تھا۔ ہر چند اُس نے لطائف لیل کے اندر بہت خوانین اُس کے شفع ہوئے مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ بندہ شاہی کے موافق اس سے چھ سالہ بازیافت کیا جائے۔ اس بات پر امراء افغانی بادشاہ سے خفا ہو گئے قاعدہ ہے کہ جب کسی شہرت کے کام کو آدمی شریک ہو کر کرتے ہیں تو پچاس ایک دوسرے کے ساتھ عجب غمخواری اور ہمدردی و دلوسازی ہوتی ہے۔ افغان امیر یہ چاہتے تھے کہ خواہ ہم خزانہ ہی کیوں نہ گل جائیں مگر ہم سے اس قسم کا محاسبہ ہوا کرے نہیں ورنہ میں بادشاہ چوگان بازی کے لئے سوار ہوا عین چوگان میں ہییت خان شروانی کا چوگان سلیمان خان پیر و یا خان کے ایسا لگا کر اسے اسکا سر ہٹ گیا اس بات میں آپس میں جھگڑا ہوا خضر خان برادر سلیمان خان نے قصداً چوگان ہییت خان شروانی کے سر پر مارا اس پر خور و غوغا ہوا۔ ہییت خان کو محضو خان لودھی اور خانخانان نے تسلی دی اور اسکو گھر لے گئے بادشاہ اپنے محل میں چلا گیا۔ چار روز بعد بادشاہ چوگان بازی کیلئے اثناء راہ میں ہییت خان شروانی کے

اور سوماتی لیکر سلطان سکندر سے لڑنے کو بہار سے چل پڑا سلطان نے اپنے لشکر کو یہ فرمان دیکر نکلنا جان کو سالباہن پاس بھیجا کہ اُس کو دلاسا دیکر لائے اور خود گدڑ کنیت سے گنگا کے پار ہوا اور بنارس سے سترہ کوس پر دشمن کے لشکر کے پاس جا پہنچا۔ سالباہن بھی لشکر لیکر اُس پاس آگیا طریق میں لڑائی ہوئی سلطان جین کو شکست ہوئی اور بیٹہ کو وہ بہاگا کہتے ہیں کہ لشکر کو چھوڑ کر سلطان سکندر نے ایک لاکھ سوار سے اُس کا تعاقب کیا مگر جیہ معلوم ہوا کہ سلطان جین بہار کو گیا تو وہ نور زمین اٹا اٹکر اپنے لشکر سے جا ملا اور پھر بہار گیا یہاں سلطان ملک کنڈ کو حصار بہار میں چھوڑ کر خود کسل گانومین کہ کنسوتی کے توالج میں تہا چلا گیا۔ علاء الدین بادشاہ بنگالہ نے اُسکو تخت کے ساتھ رکھا اور اسباب عیش و فراغت اُسکے لئے بھیجا اُس نے بادشاہی کے فکر و تردد سے باز آکر بہین باقی عمر بسر کی اُس کے ساتھ ہی بادشاہان جو پور کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا سلطان سکندر نے منرل دیو بارہ سے ملک کنڈ کے سر پر سپاہ کو چڑھایا وہ بہاگ گیا اور ولایت بہار گماشتگان سکندری کے ہاتھ آئی سلطان نے بہار میں محبت خان کو ایک عہدہ امرا کے ساتھ چھوڑا اور خود درویش پور میں گیا اور خان جہان فرہی کو لشکر کا افسر بنا کے خود تربت کو گیا۔ راجہ ترہت نے کئی لاکھ ٹنکہ کا خرچ دینا قبول کیا سلطان نے تحصیل زر کے لئے یہاں مبارک خان لوحانی کو مقرر کیا اور خود دوبارہ درویش پور میں آیا۔ دہلی میں خاجمان پسر خاخانان نے نفات پانی اس کے بڑے بیٹے احمد خان کو سلطان نے عظم ہالیوں کا خطاب دیا اور پھر شیخ شرف میری کے مزار کی زیارت کو بہار میں آیا اور فقیر اور مساکین کو انعام دیا اور پھر درویش پور میں آکر علاء الدین بادشاہ بنگالہ سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جب قلعہ پور میں پہنچا تو علاء الدین شاہ نے اپنے بیٹے دانیال کو لڑنے کے لئے بھیجا اور سلطان سکندر نے بھی محمد خان لودھی اور مبارک خان لوحانی کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ جب موضع بارہ میں یہ مخالفت لشکر لے تو ان شہر پہر صلح ہو گئی کہ سلطان علاء الدین تو بہار کے ملک پر حملہ نہ کرے اور سلطان سکندر نے کئی زمین کو سناہ نہ دے سلطان سکندر علاء الدین کے ملک کو خالی کر دے سلطان نے درویش پور میں آنکر حیدر مینے توقف کیا۔ یہاں مبارک خان لوحانی کے مرنے کے بعد عظم ہالیوں کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ اور ولایت بہار دریا خان پسر مبارک خان لوحانی کو عین کی قوت

اسلئے بادشاہ اس کے محاصرہ کے لئے نہ ٹھہرا اور کنٹوٹ (کٹینہ) کو کہ پٹنے کے مضافات میں سے
 نتا چلا گیا۔ یہاں کے راجہ بلجھ دہر نے استقبال کیا اور اطاعت کی۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے
 ملک میں بجالایا اور اریل کو روانہ ہوا اس اثناء میں رے بلجھ دہر کو ایسا دھم پیدا ہوا کہ تمام ایسا
 وحتم چھوڑ کر پٹنے کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ نے اسکا تمام مال ایسا اُس پاس بھیجا مگر اریل میں اسے
 لوٹ لیا۔ اور اُسکے تمام باغوں اور مکانون کا نام و نشان باقی نہ رکھا پھر بادشاہ کڑھ کی راہ سے
 دلموین آیا اور یہاں شیر خان لوجانی براہ مبارک خان کی بیوہ سے نکاح کیا اس زمانہ میں
 یہ عورت حسن و عقل میں یگانہ تھی پھر اس آباد میں آیا یہاں جبہ میں قیام کر کے سنبھل میں
 گیا اور وہاں نے پھر اس آباد میں آیا۔ اثناء راہ میں دیوتاری کو (پریونا کل) کو کہ متروڈ کا
 ماویٰ و ملجا بن رہتا تھا اور قتل کیا۔ سرکش جو یہاں سے جان بچا کر بھاگے وزیر آباد میں
 جا کر چھپے اُنکو یہاں مع وزیر آباد کے باشندوں کے قتل و اسیر کیا۔ پھر بادشاہ شمس آباد
 میں آیا اور یہیں برسات کا موسم گذرا۔ ^{۱۱۱۱} ۱۱۱۱ میں رے بلجھ دہر راجہ پٹنے کی گوشمالی کیلئے
 پٹنے کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں سرکشوں کے دھات کو دیران کرتا اور ان کو قتل و اسیر کرتا
 کھان گھائی میں پہونچا یہاں اسے راجہ کا بیٹا بیر سنگہ دیولڑا اور ہریت اٹھا کر پٹنے کو بھاگا
 لشکر اسلام اُس کے پیچھے گیا اس شکست کھانے سے وہ باپ سے ڈرتا تھا اُس کے خوف
 سے وہ ہر گجہ گیا۔ مگر راہ میں ایسا ہمار ہو گیا کہ مر گیا دنیا خ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جب سلطان پٹنے
 گیا تو راجہ بلجھ دہر سرگجہ کی طرف بھاگا اور راہ میں فوت ہو گیا۔ سرگجہ کی جانب سے سلطان
 سہدیو کی طرف کہ عمال پٹنے سے تھا گیا۔ یہاں افیون اور کوکنا رو نمک دروغن وغلہ ایسا
 گر ان تہا کہ یہاں سے بھاگ کر وہ جو پور گیا پٹنے کے اس سفر میں گھوڑ و ہیرا ہی محنت پڑی
 کہ جس کے مضطل میں دس گھوڑے تھے نو مگرے سلطان سے اپنے لشکر کی درستی
 کے لئے جو پور میں چند مہینے قیام کیا۔

جو پور میں سلطان کی فوج پریشان ہو گئی تھی کہ کبھی چند پھر رے بلجھ دہر نے سلطان
 بھرتی کو بلکھا کہ سلطان سکندر کے لشکر میں کوئی گھوڑا باقی نہیں رہا اور سارا جہان جنگ تلف
 ہو گیا ہے جلد آؤ یا یہ فرصت کا وقت پھر نہیں مانہہ ایک سلطان جنہیں یہ سنتے ہی بڑا لادشک

میں نے بہتر ہو گا دوسرے روز ادھر سے سلطان سکندر کا لشکر لڑنے کو تیار ہوا
 ادھر قلعہ سے سلطان حسین کا لشکر آیا۔ دونوں میں کچھ لڑائی ہوئی کہ سلطان بہاگ
 گیا اور میران سید خان جو لڑی بن کر آیا تاسع اور امر کے گرفتار ہو کر سلطان کے
 روبرو آیا تو وہ ہر ننگے پاؤں پیدل تھا تو سلطان نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا
 اور کہا کہ میں اس حال میں اسے نہیں دیکھ سکتا اسے پکڑی اور گھوڑا دو جب حکم کی
 تعمیل ہوئی تو اس نے ان سرداروں سے کہا تم نے اپنے آقا کے ساتھ بڑی خیر خواہی
 کی مگر وہ عقل سے بے بہرہ تہا تم مجبور تھے۔ اب تم ان خیموں میں جاؤ جو میں نے تمہارے
 لئے کھڑے کر رکھے ہیں وہاں سب طرح آرام سے رہو۔

سلطان حسین شرفی شکست پا کر جو ند کو بہاگا۔ مبارک خان نے بادشاہ سے اس کے
 تعاقب کی اجازت چاہی سلطان نے کہا کہ تحمل کرو۔ مبارک خان نے کہا اس میں تحمل
 مناسب نہیں ہے تو سلطان نے کہا کہ سلطان شرفی کو تم نے نہیں بہاگیا ہو خدا کے غضب نے
 اسے بہاگیا ہو تم تو وہی ہو جنہوں نے اس سے کنبہ کے میدان میں شکست پائی تھی جس خدا نے
 اسے بچا دیا ہے اور تم کو ادبچا کیا ہے وہ اس کے کاموں کو اب بھی دیکھتا ہو غور نہ کرو صبر
 کرو سلطان حسین کو اس کے غور نے ہی ڈبا یا ہے بادشاہ یہ تحمل کی باتیں اپنے اٹھارہ ہین نہیں
 برس کی عمر میں کرتا تھا سلطان حسین شرفی تو بہار کو بہاگا اور بادشاہ جو پنور میں آیا اور یہاں
 کا انتظام دوبارہ بار بک شاہ کے سپرد کیا اور خود نواحی اودھ میں چلا گیا اور ایک مہینہ کے
 قریب سیر و شکار میں مشغول رہا۔ اس اثنا میں یہ تازی خبر آئی کہ زمینداروں نے ایسا
 سراٹھایا ہے کہ جو پنور کو بار بک شاہ اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکے گا یہ خبر سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ
 اودھ کی راہ سے کالا پھاڑ اور اعظم ہمایوں شروانی اور خانخانان لودھانی جو پنور جائیں اور
 کرہ کی راہ سے مبارک خان اس مطلب کے لئے جائے کہ بار بک شاہ کو گرفتار کر کے میر
 پاس بھیجے جب حکم وہ گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ کے روبرو آیا اس نے ہیبت خان شروانی
 اور عمر خان کے حوالہ اس کو دیا جو نواحی جو پنور سے قلعہ تھار کی طرف گیا۔ یہاں حسین شاہ
 شرفی کے بعض ہراسہ وجود تھے وہ اس سے لڑے اور شکست پا کر قلعہ میں جا گئے قلعہ نہایت مستحکم تھا

دشمنوں کے اس طرح فرار ہونے سے لشکر اسلام کو بہت غنیمت ہاتھ آئی سلطان نے ان کشتوں کا مقابلہ قلعہ جوہد (جوہد) تک کیا اس قلعہ میں سلطان حسین شرتی تھا اس پاس جو گانے بٹاہ لی۔ سلطان سکندر نے قلعہ سے تھوڑے فاصلہ چنید ڈالا اور سلطان حسین شرتی کو یہ خط لکھا کہ میں آپ کو بجائے چنچا کے بزرگ جانتا ہوں آپ کے اور سلطان بہلول کے درمیان اچھے گزشت گزشت مجھے آپ سے کچھ بدادوت نہیں ہے۔ بلکہ میں آپ کا ادب کرتا ہوں اور قلعہ اور زمین جو آپ پاس ہے وہ ہمیشہ آپ پاس رہیں گے۔ میں یہاں سرکش جو گا کو سزا دینے آیا ہوں۔ اگر آپ اُسکی گونہالی خود کر دیجئے تو بہتر ہے ورنہ اُسکو نکال دیجئے کہ میں اُسکو وہ سزا دوں جس کا وہ مستحق ہے وہ کافر ہے یقین ہے کہ آپ اس کی طرف داری نہیں کریں گے جب سلطان حسین شرتی پاس یہ خط پہنچا تو اس نے اپنے امراء کبار میں سے میر سید خان کو لالچی بنا کر بھیجا کہ وہ سلطان سکندر کو یہ جواب دے کہ جو گا میرا نوکر ہے اور تیرا باپ بہلول سچا ہی تھا میں اُس سے تلوار ہاتھ میں لے کر لڑا تو ایک سفلیہ لوند ہے۔ اگر تو کوئی حماقت کرے گا تو میں تجھے جوتی سے بجائے تلوار کے سنبھا دوں گا۔ جب سلطان سکندر نے یہ جواب سنا تو کہا کہ میں نے اُسکو چچا کہا ہے اس لئے میں اُس کا اب بھی ادب کروں گا۔ میں نے ایک کافر کی سزا کا ارادہ کیا ہے اگر وہ اُسکی مدد کرنے کا تو مجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے گا۔ سارے مسلمان گواہ ہیں کہ میں سچائی کی باتیں نہیں بھارتا خدا کی عنایت سے جس منہ سے جوتی کا لفظ نکلا ہے اُسی پر جوتی پڑے گی۔

سلطان سکندر نے میراں سید خان سے کہا کہ آپ نبی کی اولاد ہیں۔ سلطان حسین کو عقل نہ ملی باتیں آپ کیوں نہیں کہتا ہے کہ وہ اپنی احمقانہ حرکتوں کا خمیازہ نہ اٹھائے۔ سید نے جواب دیا کہ میں اُسکا تابع ہوں جس بات کو وہ پسند کرتا ہے میں بھی اُسے پسند کرتا ہوں سلطان سکندر نے کہا کہ اقبال اور عقل آپس میں لازم ملزوم ہیں جبکہ او بار آتا ہے اُسکی عقل جاتی رہتی ہے اگر خدا نے چاہا تو کل وہ بہا گیگا اور تم قید ہو کر میرے سامنے آؤ گے تو اُس وقت تم کو یاد آئیگا کہ میں نے کیا کہا تھا اس لئے بہتر ہے کہ تم خود ہی اُسکو سمجھاؤ جو میں نے کہا ہے یہ لکھریز کو حضرت بیکنا اور افرار کو بلا کر کہا کہ تم نے سلطان بہلول کے ساتھ وہ کام کئے جو یہاں ہونا اور خیر خواہ نہیں کر سکتے چاہئیں اب اس میں سے نفع نہ لینا میں بھی مجھے یقین ہے کہ تم وہی کام کرو گے

تو سو قوتی سے اپنے عہد و بھیان سے پہر گیا اور قلعہ کے دروازہ نہ کھول دیا اور اسی پیر دی سہیت خان
 حلوانی حاکم اگرہ نے جو سلطان اشرف کا تابع تھا یہ کی کہ قلعہ اگرہ میں منحصر ہوا اس وقت سلطان جینا
 کے کنارہ پر نیمہ زن تھا چیلپون کا شکار کھیل رہا تھا کہ یہ خبریں اس پاس پہنچیں اس نے ایک جماعت
 امر کو قلعہ اگرہ کے محاصرہ کے لئے چوڑا اور خود بیانہ میں گیا اور قلعہ بیانہ کا سخت محاصرہ کیا سلطان
 اشرف نے نہایت عاجز و تنگ ہو کر اپنے بیٹے بادشاہ کے حوالہ کیا اور قلعہ کی کھجیاں بادشاہ کے
 آدمیوں کو دیدیں ۹۹۷ یا ۹۹۸ء میں قلعہ بیانہ فتح ہو گیا۔ شاہخان فرملی بیانہ کا حاکم مقرر ہوا
 اور اور سلطان اشرف کو گوالیار کی طرف نکال دیا۔ بادشاہ نے دہلی میں مراجعت کی۔

جونپور اور پٹنہ کی طرف کی لڑائیاں

دہلی میں بادشاہ کو آئے ہوئے تیسرا روز ہوا تھا اور وہ جوگان کھیل رہا تھا کہ اس میں یہ خبر
 آئی کہ جونپور کے زمیندار دن اور باج گوتی رجپوتوں نے جوگا کو اپنا سردار بنایا ہے اور ایک کھ
 سوار اور پیادے جمع کئے ہیں مبارک خان موہانی پر حملہ کر کے اس کو شکست دی ہے اور اس کے
 بہائی شیر خان کو مار ڈالا ہے۔ مبارک خان پر یاگ (الہ آباد) میں پرستی پائی کے گھاٹ سے گنگا پار
 جاتا تھا کہ اس کو رے سہید پور راجہ پٹنہ نے گرفتار کر لیا ہے۔ اور باریک شاہ اس طائفہ کا یہ غلبہ دیکھ کر
 بڑا بچہ میں دیا باد میں کالا پھاڑ پاس چلا گیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی سلطان نے جوگان کو پہلکا
 اور خان جہان لودھی کے گھر جا کر یہ ساری داستان سنائی اس نے کہا کہ کہنا تیار ہے اب پہلے
 وہ کہائے اور پھر جونپور کی تیاری کیجئے۔ سلطان نے کہا کہ میں اول منزل طے کر کے کہنا نکال دوں گا
 غرض سفر کی تیاری کی اور دسویں روز جوگا کے قریب جا پہنچا۔ سلطان سے دلموین باریک شاہ ملا
 اور بدیعہ سلطانی سے رے سہید پور راجہ پٹنہ ایسا دبا کہ مبارک خان کو جو اس پاس قید تھا سلطان
 کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ بیانہ سے کاٹھ گڈہ میں گیا بیانہ کے زمیندار اس سے لڑے اور
 ہباگ گئے تیاری داؤدی میں لکھا ہے کہ جوگا کو جب خبر ہوئی کہ سلطان سکندر کا لشکر آ رہا ہے تو وہ
 سارا اپنا مال ہباب چوڑا کھباگ گیا جب سلطان نے کہا کہ اگر وہ ہباگتا نہیں تو پھر دیکھتے کہ وہ کیا
 دیکھتا جوگا کے خیمہ میں جب سلطان گیا تو اس میں اس کے کپڑے گیسے پڑے ہوئے دیکھے غرض

اور اُس کو بگے لگایا اور بہت ہی نوازش کر کے فرمایا کہ آپ تو میرے باپ کی جگہ یہی مجھے فرزند
میں متبول فرمائیے کالابھاڑ نہایت محل ہوا اور اُس نے کہا کہ اس احسان کے عوض میں
میں سواے جان دینے کے کچھ اور اپنے پاس نہیں رکھتا

انچہ دارم سہریت بر کھ دست

اب مجھے گھوڑا عنایت ہوتا کہ لوازم جان نزاری بجالاؤں۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑے پر
اُس کو سوار کیا اور وہ سواروں کو لیکر اُس لشکر سے لڑنے لگا جس کا پہلے وہ خود سپہ سالار
تھا اُس سے بادشاہ کو فتح کے لئے بڑی مدد ملی۔ جب باریک کے لشکر نے دیکھا کہ کالابھاڑ ہی
اُن چھل کر رہا ہے اور اُس کی سپاہ دشمن سے جا ملی ہے تو وہ بہاگ نکلا۔ شاہ زادہ باریک نے
بھی بڑی بہادری دکھائی مگر جب اُس کا لشکر ہی بہاگ گیا تو ناچار وہ بد آؤں کو بہاگا اور اُس کا بیٹا
مبارک خان گرفتار ہوا۔ سکندر نے براؤر کا تعاقب کیا اور بد آؤں میں اُسے جا گھیرا۔ باریک شاہ
نے ناچار ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی۔ بادشاہ نے اُس کا اعزاز و احترام کر کے خوش کر دیا اور
اپنے ساتھ جو چہور لے گیا۔ اور وہ ان کے تخت پر بٹھایا اور اُس کی خدمت میں اپنے معتمد مقرر کئے
اور اکثر مواضع میں اپنے حکام متین کئے اور بعض پر گئے اپنے امر میں تقسیم کر دئے اس نظام
کے دو سبب تھے اول اگر باریک شاہ کے دل میں کوئی فساد آئے تو اُس کا علاج جلد ہو جائے
دوسرا سبب یہ کہ حوالی بہار میں سلطان حسین شاہ شرفی صاحب لشکر اتنا موجود ہوتا کہ سر
نہ اٹھائے۔ یہاں سے وہ کالچی میں آیا۔ اعظم ہمایوں کو یہاں کی حکومت سے بدل دیا اور جو خان
لودھی کو یہاں حاکم مقرر کیا اور یہاں سے وہ بکھر چہرہ آگیا یہاں کے حاکم تانا رخاں نے اطاعت
کی وہ بدستور مستقل مقرر کیا گیا۔ یہاں سے قلعہ گوالیار کی طرف توجہ ہوئی۔ یہاں کے راجہ مان
پاس خلعت خاص اور گھوڑا خواجہ محمد فرملی کے ہاتھ بھیجا راجہ نے سلطان سکندر کی حکومت کو مان لیا
اور نہرا۔ وار اپنے بیٹے کے ساتھ بادشاہ کی خدمت گزار رہی کے بھیجے۔ اب بادشاہ بیانہ میں
گیا سلطان اشرف خان حاکم بیانہ نے بھی اخلاص کا طریقہ اختیار کیا اور بادشاہ کی ملازمت میں
حاضر ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ تم بیانہ کو چھوڑو اور اُس کے جو غنیمتیں جلیلہ و چندہ دار و ماہرہ و سکیٹ
لیلہ و عمر خان شروانی کو سلطان اشرف نے ہمراہ لیا کہ قلعہ بیانہ کی کچیاں اُس کے حوالہ کرے مگر جب وہ

کہتے ہیں سریر بادشاہی پر جلوہ فرما ہوا۔ اور سلطان سکندر غازی خطاب ہوا بادشاہ نے باپ کا جنازہ دہلی بھیجا اور خود عیسیٰ خان کے سر پر چڑھا اور مغلوب کر کے اُسکا گناہ معاف کر دیا اور دہلی میں مراجعت کی۔ باپ کی طرح افغانوں کے ساتھ برابر اور انہ پیش آیا اور کبھی اکابر قوم کے آگے تخت پر نہ بیٹھا۔ اس وقت اُس کے چہ بیٹے تھے۔ ابراہیم خان۔ جلال خان اسماعیل خان۔ حسین خان۔ محمود خان۔ عظیم ہمایون خان اور امراء نامی تریپن تھے جیسے خانجہاں لودھی۔ احمد خان پسر خانجہاں بن خان خانان فرلی۔ شیخ زادہ فرلی۔ خان خانان لوجانی اعظم خان شروانی وغیرہ۔

سلطان سکندر کا دورہ۔ مہمات گوالیار و میانہ

جب بادشاہ کو یہاں سب طرح سے اطمینان ہوا تو اُس نے اپنی سلطنت میں انتظام کیونکہ دورہ شروع کیا۔ اول وہ پرگنہ راپری میں گیا عالم خان عرف بادشاہ علاء الدین برادر سلطان سکندر چند وار میں چند روز متخصن ہوا اور آخر کو بہاگ کر عیسیٰ خان کے پاس پٹیالی میں گیا۔ بادشاہ سکندر نے خانخانان فرلی کو راپری میں حاکم مقرر کیا اور خود اٹاواہ میں گیا اور سات مہینے یہاں مقیم رہا اور عالم خان کو اعظم ہمایون سے توڑ کر اپنی طرف کیا اور ولایت اٹاواہ اسکو دی اور وطن سے پٹیالی میں یہاں کے حاکم عیسیٰ خان سے لڑنے کے لئے دوڑا گیا۔ عیسیٰ خان اُس سے لڑا اور زخمی ہو کر شکست پائی اور عاجز ہو کر اطاعت کی مگر زخموں سے وہ زندہ نہ بچا۔ بادشاہ نے اپنے عقد اسماعیل خان کو اپنے بھائی باربک شاہ بادشاہ جو پور پاس بھیجا تھا کہ میں آپ کی اطاعت کرتا ہوں اور خطبہ میں آپ کا نام اول پڑھواتا ہوں۔ انہیں دونوں میں باربک شاہ کے ہمراہین سے رائے کشنے سلطان سکندر کی اطاعت اختیار کی بادشاہ نے پٹیالی میں اُسکو حاکم مقرر کیا۔ اسماعیل خان نے باربک پاس سے انکر کہا کہ حضور کی بات وہ نہیں مانتا بلکہ لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان سکندر نے اس پر شکر کشی کی باربک شاہ بھی قنوج کو روانہ ہوا کا لا پھار اُسکے ساتھ تہا جب شکر ایک دو مہرے پاس آئے ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو کا لا پھار اپنے لشکر کو ساتھ لیکر سکندر کی قنوج کے قلب میں حملہ آور ہوا اور قنوج کے اندر گرفتار ہوا جب اُسکو بادشاہ کے روبرو لائے تو بادشاہ گہوڑے سے اُترا

بہت کچھ کچھ چلے ہم سب بندگانِ خدا ہیں۔

ذکر بادشاہی نظام خاں مخاطب سلطان سکندر بن سلطان بہلول کی تخت نشینی

جب بہلول لودھی اس دنیا سے چل بسا تو اسکی بی بی زینا نے اپنے بیٹے نظام خاں پہ
آدمی کے ہاتھ یہ پیغام دہلی پہنچا کہ اگر عہد آجاؤ گے تو بارکے تخت پر بیٹھ جاؤ گے اور اگر دیر کر دو گے
تو رہ جاؤ گے۔ یہاں اکثر امرا کی یہ مرضی ہے کہ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے بارک شاہ کو
تخت پر بٹھائیں اس طرف داری کا سبب یہ ہے۔ کہ اس کی ماں بھانی ہے۔ بعض امیر و مکی یہ مرضی
تھی کہ بادشاہ کے پوتے اعظم ہمایوں کو تخت پر بٹھائیں۔ اس وقت امرا میں تخت نشینی کے
باب میں جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ نظام خاں کی مانی بی بی زینا جو سنار کی لڑکی تھی اور سناروں
بادشاہ کے ساتھ تھی پر وہ کے اندر سے امرا سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا بادشاہی کی ساری
لیاقتیں رکھتا ہے۔ تم سب کے ساتھ وہ نیک سلوک کر بیگا۔ یہ سن کر عیسے خاں لودھی کہ سلطان
بہلول کا چچا زاد بھائی تھا کالی دیکر اس بی بی سے کہنے لگا کہ سنار کی بیٹی کا لڑکا بادشاہی
کے لوگ نہیں ہو سکتا۔ مثل مشہور ہے کہ کار و در و درگراز بوزینہ راست مئی آید۔ یہ کیوں بکر
ہو سکتا ہے کہ پسر زرگر زادہ کو سلطنت دیجائے اور بارک شاہ کے اعبالت بجا بہت رکھتا
ہے چھوڑ دیا جائے۔ غاخانان فرمے کہ سب امرا میں زیادہ با اختیار بھائی عیسے خاں
سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے کہ بادشاہ کل مرا ہے تو آج اس کی بی بی کو گالیاں دیتا ہے
اسکا جواب عیسے خاں نے یہ دیا کہ تو ایک نوکر ہے تجھے بادشاہوں کے غر ف ا قار کے باب میں
دخل دینے سے کیا تعلق ہے۔ اس پر غاخانان نے غصہ میں آنکر کہا کہ بادشاہ سکندر کا میں نوکر
ہوں کسی اور کا نوکر نہیں اور مجلس سے اٹھ کر باہر جاؤ اور امرا جو اس کے ساتھ متفق تھے ان کو
اور بادشاہ کی نفس کو لیکر قصبہ جلالی میں چلا آیا۔ فرستے میں بادشاہ سکندر بھی مامی
طلب کے موافق تنہا کی طرح چلکر یہاں آئے منہجیا۔ اور جمعہ کے دن ۷ شعبان ۷۸۸ھ کو
اٹھارہ برس کی عمر میں کابلی ہنڈی کے کنارہ پر کسی بلند مقام میں کہ اسکو کو شک سلطان فیروز

مگر جو کوئی اور سلطان جاتا اس کے ساتھ اور کھانے کھاتا۔ دوستانہ صحبتوں میں وہ کبھی تخت پر نہیں بیٹھتا اور نہ اس نے رُوسا کو اپنے سامنے کھڑا رہنے دیا۔ سب کو برابر بٹھاتا اور بار میں بھی وہ تخت پر نہ بیٹھتا تھا بلکہ فرش پر نشست رکھتا تھا۔ اپنے امرا میں سے جب کسی کو فرمان لکھتا تو اس کو مسند عالی لکھتا۔ اگر اُس سے امرانا راہن ہو جاتے تو ان کے راہنہ کرنے میں ایسی کوشش کرتا کہ ان کے گہروں میں جاتا اور اپنی کمر سے تلوار کھینچ کر اُن کے سامنے رکھ دیتا بلکہ بعض دفعہ اپنے سر سے بگڑی اوتار کر اُن کے قدموں میں رکھ دیتا اور قصور معاف کرانا اور کہتا کہ اگر تم مجھے بادشاہی کے قابل نہیں سمجھتے ہو تو کسی اور کو بادشاہ بنا لو اور مجھے کوئی اور عہدہ دیدو۔ وہ اپنے سپاہیوں اور سرداروں کے ساتھ برا درانہ ملاپ غلاپ رکھتا۔ اس کی تخت نشینی سے پہلے وہلی میں پٹھانوں میں یہ رسم تھی کہ مردہ کے سوم کوشربت۔ پان بشکر مٹھائی تقسیم ہوتی۔ مگر اس نے اس رسم کو موقوف کر دیا اور کہا کہ جب ایک غریب پٹھان مرتا ہے تو اس کے گہ قوم کے لاکھ پٹھان آتے ہیں کس طرح وہ غریب اس رسم کو ادا کر سکتا ہے وہ بڑا شجاع تھا لڑائی کے دن جب وہ دشمن کی صورت دیکھتا تو فوراً گھوڑے پر سے اتر کر خدا کی درگاہ میں سجدہ کرتا اور اسلام کی فتح کی اور مسلمانوں کی سلامتی کی دعا مانگتا اور اپنا عجز و انکسار ظاہر کرتا جس دن سے بادشاہ ہوا اس پر کسی دشمن نے فتح نہیں پائی۔ ابتدا میں وہ لڑائی سے بچنا چاہتا تھا مگر جب میدان جنگ میں جاتا تو بغیر فتح حاصل کئے اُسے نہیں چھوڑتا۔ یا زخمی ہو کر چلا آتا تھا۔

یہ مشہور بات ہے کہ تخت نشینی کے اول ہفتہ میں وہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو ملا فاذن نے جو شہر کے بڑے ملائوں میں سے تھا منبر پر خطبہ پڑھ کے نیچے اترتا تو اس نے پکار کر کہا کہ سبحان اللہ ہمارے حکام کی کبہ عجیب قوم ہے میں ان کو نہیں جانتا کہ وہ بڑے شیطان کی فریبات میں یا بڑے شیطان کے نوکر ہیں یا خود شیطان ہیں۔ انکی زبان عجیب وحشیانہ ہے کہ ما کو مور اور بہائی کو رور اور دایہ کو شور اور سپاہی کو تیر اور آدمی کو نور کہتے ہیں جب وہ یہ کہہ چکا تو سلطان نے اپنے منہ پر رومال رکھ لیا اور سکرار کہا کہ ملا فاذن بس

ارادہ کیا مگر دہلی کے امرا و معارف میں سے کسی نے جانے کی تجویز نہ کی سلطان سکندر نے قلعہ خاں میر سلطان حسین شرتقی سے جو دہلی میں مقید تھا اور اصابت رائے میں مشہور تھا مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ آپ باہر اپنے سر پر دے لگوادیجئے اور اپنے جانے کی شہرت کر دیجئے اور سفر کی تیاری کے بہانوں میں دنوں کو گزار دیجئے سلطان سکندر نے اسکی تعلیم پر عمل کیا۔ بادشاہ کے مرض نے غلبہ کیا۔ اور بھدالی کے قریب ضلع سیکٹ میں ۹۹۹ میں بادشاہ نے دنیا سے سیر ہو کر عقبہ کی راہ لی۔ اسکے مرنے کی تاریخ کسی نے یہ کہی ہے ۔

ہشترہ صد و نو دو چار رفت از عالم
خدیو ملک ستان جہاں کشا بہلول
اگرچہ ملک بستان بود لیک دفع اجل
بود محال لبشیر و خنجر مصقول
سلطان بہلول ۸۳ برس ۸ مہینے سات دن سلطنت کر گیا اور مرتے دم تک اتنا ملک چھوڑ گیا کہ جتنا سے کوہ ہمالیہ تک اور جتنا کے مشرق میں بنارس تک اور اس کے مغرب میں بنوہل کھنڈ تک ۔

سلطان بہلول کے خصال

تاریخ داؤدی مؤلفہ عبداللہ میں سلطان بہلول کے خصال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بے شک سلطان بہلول ایک بادشاہ سخی و شجاع اور مذہب کا حامی تھا۔ رحم و رافت اس کی عادت میں داخل تھے وہ احکام شرع کا پابند تھا۔ اور دیانت کے قاعدوں کے خلاف کام نہیں کرتا تھا۔ اکثر علماء و مشائخ کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور غریب اور محتاجوں کا حال ان سے تحقیق کرتا رہتا تھا۔ اس نے مسائل کو کبھی محروم نہیں کیا۔ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھتا تھا وہ عدل و انصاف میں ہمہ تن ساعی رہتا تھا۔ مستغنیوں کی غرضیوں کو وہ خود پڑھتا تھا اور وزراء کے فیصلہ پر ان کو نہ چھوڑتا تھا۔ وہ دانا تجربہ کار غور کرنے والا مہربان دوست متعل عادل تھا۔ روپیہ اسباب یا نئے پر گئے عرض جو کچھ اس کے ہاتھ لگتا تھا اس کو وہ اپنی سپاہ میں تقسیم کر دیتا تھا اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کبھی خزانہ جمع نہیں کیا اس نے اپنی بادشاہانہ خدمات یعنی کسی نمائش کے کیں ۔ وہ توجہ و خشک رویہ بیان کہاتا

اتر کر سلطانی اوتاری اور خوشی کے تقارے بجائے۔ لشکر سلطانی یہ دیکھ کر متحیر تھا کہ اس حالت میں احمد خاں کے لشکر نے اسپر ایسا بہادرانہ حملہ کیا کہ سارا لشکر شاہی بھاگ گیا۔ جب احمد خاں نے دیکھا کہ اس عورت کی مروانہ بہت سے اسکے لشکر کو فتح نمایاں حاصل ہوئی ہے تو وہ خوشی کے مارے جامیہ میں پہولانہ سمایا اور جب اسے سپاہیانہ لباس میں اس عورت کو دیکھا تو اسی کمال تعریف کی اور دس ہزار روپیہ کے جو اہر عنایت کئے۔

اب شہزادہ یلدرید نے بھگورے لشکر کو سزا دی اور دوسرا اور لشکر بھیجا۔ اور دو تین سرداروں کو اسکی کمک کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر آپس میں مل گئے تو انہوں نے احمد خاں کے ملک پر تاخت و تاراج شروع کی۔ احمد خاں اس سے بہت لڑائیاں لڑا۔ مگر آخر کار گرفتار ہوا اور قید ہستی سے رہا ہوا۔ شہزادہ یلدرید یہ فتح نمایاں حاصل کر کے باپ کے پاس آیا باپ نے اسپر شاہانہ شفقت کی۔

بادشاہ کا بیمار ہونا

ان دو واقعات کا ذکر جملہ معرضہ کی طرح آگیا تھا۔ اب اٹا وہ سے آئے حال پڑ ہو بادشاہ اٹا وہ سے دہلی چلا آتا تھا کہ راہ میں بیمار ہوا۔ اکثر امراء لودھی یہ چاہتے تھے کہ اعظم ہمایوں کو بادشاہ اپنا ولیعہد بنائے۔ یہ امرا ایسے قوی اور ذی اختیار ہو گئے تھے کہ بادشاہ کو انکی مرضی کے ماننے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ اس نے دہلی آدمی بھیج کر سلطان سکندر کو طلب کیا۔ امرا کے اس مشورہ پر بادشاہ کا وزیر عمر خاں مطلع ہوا۔ وہ بادشاہ کی بے وقوفی کے سبب نال و ملک کا مالک تھا تو اسنے سلطان سکندر کی ماسے جو بادشاہ کے ساتھ اس سفر میں تھے ہتھیوا کر کے ایک معتمد مخفی کو سلطان سکندر پاس بھیجا اور صورت حال پر مطلع کیا کہ تم جو طلب کئے گئے ہو اسکا اصل مطلب یہ ہے کہ تم مفید کئے جاؤ۔ تم اپنے آنے کو لیت ولس میں ڈال دو۔ سو ایک مدت تک سلطان سکندر آنے میں آجکل کرتا رہا۔ امرا مخالفانہ نے بادشاہ کی جھٹی کھائی کہ حضور کے حکم سے وہ آتا نہیں یہی اس کی مخالفت کی دلیل ہے۔ پھر گو اس پر ایسا غصہ آیا کہ پسر کو اسنے لکھا کہ اگر تو نہیں آتا تو میں آتا ہوں۔ اس پیغام سے سکندر ایسا سراسیمہ ہو کر چلے گا

بنے چراغ کیا اور لشکر کو غنیمت سے مالا مال کیا۔ پھر وہ سرزمین میں آیا۔ دو تین ہفتے کے بعد وہ لاہور گیا اور یہاں پیش و غثر تین مشغول ہوا۔

اس زمانہ میں ملک سندھ کے اندر احمد خاں بھی بڑا صاحب اقتدار ہو گیا تھا۔ بیس ہزار سوار پاس رکھتا تھا وہ حاکم ملتان سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ ملتان کے حاکم نے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ ملتان کے وعات کو احمد خاں بھیٹی لوٹ رہا ہے اگر حضور خود تشریف لاکر اس بلا کو نہ مٹائیں گے تو مجھ سے ملتان نہیں سنبھل سکے گا اور پھر سارا پنجاب لٹ جائیگا بادشاہ یہ خبر سنکر پریشان خاطر ہوا۔ اور احمد خاں سے لڑنے کے لئے امرار کبار میں سے عمر خاں اور بشہزادہ بایزید کو تیس ہزار بہادر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ لاہور سے یہ لشکر کوچ پر کوچ کر کے ملتان پہنچا اور یہاں کے حاکم سے ملا جو ان کا ہادی بنکر دشمن کے ملک میں لے گیا۔ احمد خاں کو اپنے اور اپنی سپاہ پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ اس بادشاہی فوج کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے اس نے اپنے بھتیجے نورنگ خاں کو پسندہ ہزار سوار و یکڑ بھیجا۔ نورنگ ایک عورت پر جو کمال حسینہ تھی عاشق زار تھا وہ اس کے بقیہ سیر و شکار کو نہ جانتا تھا۔ لڑائی کے دن بھی یہ معشوقہ اس کے ساتھ ہاتھی پر عمارنی میں سوار ہوتی۔ نورنگ خاں نے داؤد خاں کو دس ہزار سوار و یکڑ لڑنے کو بھیجا۔ دونوں فریق آپس میں ایسے لڑے کہ خون کے دریا بہا دئے۔ آخر کو داؤد خاں مارا گیا اور لشکر اس کا فرار ہوا۔ جیب ان بھگورڈوں نے نورنگ خاں کو اس حال سے مطلع کیا تو ناچار اپنی معشوقہ سے بصد حسرت و افسوس رخصت ہو کر لڑنے کے لئے روانہ ہوا اور بید ان جنگ میں ایسی شجاعت دکھائی کہ تلوار سے سواروں کو دو پیکل کر کے زمین سے زمین پر گواہ کیا۔ مگر آخر کو زنبورک کی گولی نے اسے بھی وینا سے اڑا دیا۔ جیب نورنگ خاں کی سادونی اسکی معشوقہ کو پہنچی تو وہ اپنے غم مردانہ سے آمادہ جنگ ہوئی اور اپنے تیل مسلح کیا سر پر خود لگا یا کمر میں ترکش کبیا۔ اور نورنگ خاں کے لشکر میں جا پہنچی۔ اسنے اپنے بھائی کو صلاح بتائی کہ سارے لشکر کو میری سلامی کے لئے پیچھے اور شہر و برکے کے احمد خاں کا بیٹا آیا جس سے یہ دشمن جانے کہ بہنے لشکر کا سردار جو اصل تھا اسکو کشتہ نہیں کیا۔ چنانچہ لشکر نے گونہ پرست سے

شہزادہ عالم خاں کو اور بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فری مشہور کالا پہاڑ کو اور لکھنؤ و کالپی اپنے پوتے اعظم ہالیوں بن خواجہ بایزید کو۔ بدائوں خاں جہاں کو کہ امیروں میں معتبر تھا اور بہت خوشی بھی رکھتا تھا۔ دہلی اور میان و آب کا بہت سا ملک شہزادہ نظام خان (سلطان سکندر) کو عنایت کیا اور دلی عہد اپنا بنایا۔

جونپور کی فتح کے بعد بادشاہ دس برس تک زندہ رہا۔ گو اس عرصہ میں گوالیار گیا اور وٹاں کے راجہ مان نے اسی لاکھ ٹنکہ شیش میں دے۔ بادشاہ نے گوالیار اسی کو دیدیا۔ پسراناوہ میں آیا یہاں رائے شکست پسر راجہ رائے دیدو (رائے داوند) کو بدل دیا۔

اودھ پور کے رانا سے اور احمد خاں بھٹی سے سلطان بہلول کی لڑائی

یہ دو واقعات تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار سے نقل ہوتے ہیں اُن کا ذکر اور تاریخوں میں نہیں دیکھا گیا ہے تو ڈراجستان کی تاریخ میں رانا کی لڑائی کا اتنا پتا چلتا ہے کہ میواڑ کو اپنی شمالی سرحد کے لئے لودھیوں کے خاندان سے لڑنا پڑا۔

جونپور کی فتح سے کچھ مدت بعد سلطان بہلول رائے پور کے رانا سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ جمیسر میں جا کر ڈیرے خیمے جمائے اور لشکر جہاز جمع کیا۔ رائے پور میں رانا کا بھانجا چتر سال دس ہزار سوار لئے ہوئے موجود تھا۔ اُسکی طرف قطب خاں نے لڑنے کے لئے پیش قدمی کی۔ اول لڑائی میں لشکر شاہی کو ہندوؤں نے پیچھے ہٹا دیا اور بہت سے افغانوں کو مار ڈالا۔ مگر آخر کو قطب خاں اور خانبہاں فرہی نے لڑائی میں ایسی جان لڑائی کہ تلوار اور کٹار سے لڑنے کی نوبت آئی اور ہندوؤں نے شکست فاحش پائی چتر سال مارا گیا۔ اسقدر ہندو اس لڑائی میں مارے گئے کہ انکے سروں کے چٹے سے ایک مینار بن گیا۔ اور اُن کا خون بہنے لگا پانچ یا چھ ہاتھی اور چالیس گھوڑے اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ اور رانا کی فوج سب بھاگ گئی۔ پھر رانا نے صلح کر لی۔ اودھ پور میں نمازیں پڑھی گئیں اور سلطان کے نام کا سکہ جاری ہوا۔

بعد ازاں سلطان اپنی سپاہ منصور کو مون کھار میں لے گیا اور یہاں تک بالکل لوٹ مار کرنے

اور اس خبر کو کہ مدتوں سے بادشاہان دہلی کے تصرف سے نکل گیا تھا تسخیر کر کے مبارک خاں
 لوحانی کے حوالہ کیا اور قطب خاں لودھی اور اور سرداروں کو قصبہ منجھولی میں چھوڑا اور خود
 بدلاؤں میں آیا۔ سلطان حسین شاہ یہ فرصت پا کر جمعیت تمام کے ساتھ جونپور میں آیا سلطان
 بہلول کے امرا جونپور کو چھوڑ کر منجھولی میں قطب خاں کے پاس چلے گئے سلطان
 حسین شاہ سے قطب خاں جب تک اسکی دولت خواہی کی باتیں بناتا رہا اور انکو
 دموں میں رکھا کہ بمک آن پہونچی۔ جب سلطان بہلول کو یہ خبر ہوئی تو وہ موضع ہدی میں
 آیا۔ یہاں قطب خاں لودھی نے اپنے چچا زاد بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو وہ کچھ مراسم ماتم
 کے ادا کرنے کے لئے تھیرا اور پہرہ جونپور گیا اور سلطان حسین شہرتی کو دور تک بھگایا
 اور پھر از سر نو جونپور کو تسخیر کیا اور اپنے بیٹے باریک کو شاہان شرقیہ کے تخت پر بٹھایا
 خود کاپلی جا کر اس پر متصرف ہوا۔ اور یہاں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں بن خواجہ
 بایزید کو یہ ملک حوالہ کیا اور خود چند وارہ کی راہ سے دہول پور گیا۔ یہاں کے راجہ
 نے چند من طلبا پیش کش میں دیا۔ اور تابعین کے سلسلے میں تنظیم ہوا۔ یہاں سے بادشاہ
 الہ پور میں کہ تختہ نور کے توابع میں سے بے گیا اور اس کو تاخت و تاراج کر کے دہلی
 میں منتظر و منصور آیا۔

سلطان بہلول کی ۱۶۵۲ء سے شاہ جونپور سے لڑائی شروع ہوئی اور چھبیس برس
 دونوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے اس درمیان میں کبھی کبھی تھوڑے دنوں کے لئے صلح
 بھی جو قابل اعتبار نہ تھی ہوتی رہی۔ اور دونوں بادشاہوں کے سردار کبھی ادھر آگئے کبھی اُدھر
 چلے گئے۔ دسکی سلطنت کا سارا عہد اس لڑائی میں مصروف ہوا اور اس طول طویل لڑائی کا
 انجام یہ ہوا کہ ۱۶۵۲ء میں جونپور فتح ہو کر ہمیشہ کے لئے دہلی کی سلطنت کا تابع ہو گیا۔

ملک کی تقسیم

بادشاہ معمر ہو گیا تھا۔ جو اس اور تو اس ضعت باگیا تھا اگلے اپنے ملک کو اپنے فرزندوں
 خوشنوں میں اسطرح تقسیم کیا کہ جونپور تو شہزادہ باریک کو دیا جسکا اوپر بیان ہوا اور کٹہ مانک پور

خان جہاں کے مرنے کی خبر آئی سلطان نے اسکے بیٹے کو خان جہاں کا خطاب بیکر باپ کی جگہ مقرر کر دیا اور پھر خود راپری میں آیا۔ سلطان حسین کے سر پر پہنچا۔ اب ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں پھر حسین شاہ کو شکست ہوئی اور جہنا پار قرار ہوا اس سے اس کو ہنایت غم ہوا کہ اس کے سارے اہل و عیال دریا میں غرق ہو کر مر گئے۔ وہ اس خستہ حالی میں گوالیار اس نظر سے آیا کہ جو پور جانے۔ راہ میں قوم بھدوریوں نے اُس کا سارا لشکر لوٹ لیا جب وہ گوالیار میں آیا تو یہاں کارا بھر رانے کرن اس کے ساتھ خادمانہ پیش کیا کئی لاکھ ٹنکہ نقد و تحیے و سراپردے و فیل و اسب پیش کش میں بیکر دولت خواہوں کے نہرہ میں داخل ہوا اور کالی تک مشالیت کی۔ اسی حال میں سلطان بہلول اٹا وہ میں داخل ہوا ابراہیم خان سلطان حسین شاہ و ہسبت خان عرف گرگ انداز اٹا وہ میں متحصن ہوئے تین روز لڑائی ہوئی آخر انہوں نے امان مانگی اور اٹا وہ حوالہ کیا سلطان بہلول نے ابراہیم خان کو حانی کو اٹا وہ کی حکومت سپرد کی اور اٹا وہ کے کچھ پر گئے رائے داؤد کو دے اور خود ایک لشکر گراں کے ساتھ حسین شاہ کے تعاقب میں چلا اور کاپس کے علاقہ میں موضع ران نو میں پہنچا تو جہنا کے کنارہ پر سے سلطان حسین لڑنے آیا اور چند بیٹے تک لڑائیاں ہوئی یہاں دریا جہنا دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھا کہ اس آئنا میں رائے تلوک چند حاکم ولایت کالی سلطان بہلول پاس آیا اور دریا گنگا کے پایاب مقام سے لشکر اُتار کر سلطان حسین شاہ سے لڑنے کے لئے گیا۔ سلطان حسین شاہ کا حال تباہ تھا۔ اس میں تاب مقابلہ کہاں تھی وہ پٹنہ کو بھاگ گیا۔ پٹنہ کے راہ کے اس کے ساتھ سلوک نہایت اچھے سے کیا۔ کئی لاکھ ٹنکہ نقد اور گھوڑے ہاتھی پیشکش میں دئے اور فوج بھی ہمراہ کی اور جو پور تک مشالیت کی سلطان بہلول نے تعاقب کیا اور جو پور کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان حسین شاہ جو پور چھوڑ کر بہرائچ کی راہ سے قنوج میں آیا۔ بادشاہ بہلول بھی قنوج کی طرف گیا۔ آب بہب (کالی ندی) پر دونوں فریق میں آتش حرب افروختہ ہوئی اور سلطان حسین کو ہزیمت ہوئی ہزیمت پانا اسکا ایک امر بیگی ہو گیا تھا۔ حشم و اسباب امارت شاہی بودیو کے ہاتھ آئے بعد اس فتح کے سلطان نے لشکر کو ترتیب و بیکر ولایت جو پور کی تسخیر کے لئے غزیمت کی

لیکھ دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سترہ برس دریا کے کنارے گزر کر کچھ کے قریب انڈیا سلطان بہلول
اس وقت سرہند میں تھا وہاں یہ خبر اس نے سنی۔ حسین خاں پسر خاں جہاں کو میرٹھ روانہ کیا
اور خود دہلی میں آیا۔ طرفین میں ایک مدت تک روزگار کارزار میں گزارا۔ لشکر شریفیہ کثرت
کے سبب بے کمال غلبہ رکھتا تھا۔ قطب خاں لودھی نے سلطان حسین شاہ شرقی کی خدمت
میں آدنی بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں جب جو پوز میں مقید تھا تو بی بی راجی نے مجھ پر طرح طرح
کی ہراساںیاں کیں تھیں میں ان کا نہایت ممنوں ہوں آپ کو یہ صلاح دیتا ہوں کہ صلح
کر کے مراجعت فرمائیے۔ اور فرصت میں خوشیاں منائیے۔ اور دریا کے کنارے گنگا کا اس طرف
کا ملک اپنے تصرف میں رکھئے اور دریا کے کنارے گنگا کے اس طرف کا ملک سلطان بہلول کو
چھوڑ دیکئے۔ الغرض اس وساطت سے طرفین راضی ہو گئے۔ نزاع برطرف ہوا۔ صلح کے
اعتقاد پر سلطان شرقی نے اپنی بہرہ نگاہ و پرتال چھوڑ کر کوچ کیا۔ سلطان بہلول کو یہ
خوب موقع ملا اس نے تعاقب کیا اور شاہ شرقی کے لشکر کو خوب لوٹا۔ اور کچھ خزانہ و ہباب
نفیسہ جو گھوڑے ہاتھیوں پر لدا ہوا تھا ان میں سے ایک حصہ اس کے ہاتھ لگا اور
تیس چالیس امرا، مشرقیہ کو اسیر کیا۔ جن میں قاضی سما، الدین۔ قلع خاں وزیر اعظم کہ اعلم العلماء وقت
تھا۔ اور ملک نائب عرض اودھو اور بہت سے امیر تھے۔ اور ملک جہاں جو حسین شاہ کی زوجہ اول تھی
گرفتار ہو گئی۔ سلطان بہلول نے قلع خاں کو توقید کر کے قطب خاں کے حوالہ کیا اور ملک جہاں
کو اپنے مقیم خواجہ سراؤں کے ساتھ اس کے خاندان کے پاس بھجوا دیا۔ پہرہ خود آگے بڑھا
اور بعض پرگنات مثل کنپل و پٹالی و شمس آباد و سکیٹ و مارہرہ و جالیسر و کول پر جلدی متصرف
ہوا اور بہرہ نگہ میں ایک اپنا شہر اقرار کیا۔ جب تعاقب اپنی حد سے گزر گیا تو سلطان حسین شرقی
موضع رام پنجمہ (پنج وارن) پر پہنچا۔ یہاں اُسے مقابلہ و مقابلہ کا ارادہ کیا اور آخر صلح یوں
قرار پائی کہ دونوں بادشاہ اپنی سلطنت کو قیدی سرحدوں میں قائم رکھیں۔ سلطان حسین شرقی
راپری میں گیا اور سلطان بہلول دہلی میں آیا۔ پہر ایک مدت کے بعد سلطان حسین شرقی کو
شکست ہوئی اور اس کا مال و اسباب بہت کچھ لودھیوں کے ہاتھ لگا جس سے انکی قوت کثرت
زیادہ ہو گئی۔ جب سلطان حسین راپری میں گیا تو سلطان بہلول موضع دھوپا میں پہنچا کہ

خانہاں نے جو بادشاہ کے امرا کبار میں سے تھے احمد خاں کو سمجھا کہ سلطان کا مطیع کرو یا تین سال گزرنے کے بعد اٹاؤہ پر حسین شاہ شرتی نے دیا واکیا اور وہاں کے حاکم کو جو سلطان بہلول کی طرف سے تہادوم دلاسا دیکر اس سے اٹاؤہ لے لیا۔ احمد خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول کو بھی اس نے اپنی طرف کر لیا۔ اور احمد خاں علوانی حاکم بیانہ کو اپنے وعدوں پر ایسا فریفتہ کیا کہ اس نے بیانہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور پھر خود حسین شاہ ایک لاکھ سوار اور ایک ہزار فیل لیکر اٹاؤہ سے دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہلول باوجود ان حالات کے کچھ نہیں گھبرایا اور لڑنے کے لئے استقبال کیا اور ہٹھوارہ یا مٹی وارہ میں لشکروں میں قرب بعد سے مہل ہو گیا ایک مدت تک دونوں لشکر برابر پڑے رہے۔ خان جہاں نے درمیان میں پڑ کر طرفین میں صلح کرادی۔ اور دونوں اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ تھوڑی مدت کے بعد سلطان بہلول پر حسین شاہ نے نقض عہد کر کے لشکر کشی کی۔ سلطان بہلول نے دہلی سے بھلکر سنگھ (سمرائے لشکر) پر چند مرتبے چھیڑ چھاڑ کی پھر دونوں بادشاہوں میں صلح ہو گئی۔ سلطان حسین اٹاؤہ میں اور سلطان بہلول دہلی چلے گئے۔ انہیں دنوں اٹاؤہ میں اور سلطان حسین شاہ شرتی کی والدہ بی بی راجی نے وفات پائی اور راجہ گوالیار اور قطب خاں لودھی چند وار سے تغزیت کو حسین شاہ شرتی پاس گئے جب قطب خاں نے دیکھا کہ حسین شاہ کو سخت محاصرت شاہ بہلول کے ساتھ ہے تو اس نے خوشامد کی باتیں بنانی شروع کیں کہ بہلول تو آپ کے نوکروں کی مانند ہے بھلا وہ آپ کی برابر ہی کیا کر سکتا ہے اور میں جب تک دہلی تک ملک کو آپ کے لئے فتح نہ کر لوں گا قرار اور آرام نہ لوں گا۔ ایسے لطائف لہلے سے حسین شاہ شرتی سے قطب خاں رخصت ہو کر سلطان بہلول کی خدمت میں آیا اور اس سے کہا کہ جیلہ اور تندر سے میں حسین شاہ شرتی کے پنجے سے بچکر آیا ہوں وہ آپ کا سخت دشمن جانی ہے آپ کو اپنا فکر کرنا چاہیے۔ انہیں دنوں میں بداول میں سلطان علاء الدین نیمہ خضر خاں کا انتقال ہوا اٹاؤہ سے سلطان حسین شاہ تغزیت کے لئے بداول میں آیا۔ ہر اسم تغزیت کے ادا کرنے کے بعد یہ سخت بے مروتی ان سے کی کہ سلطان علاء الدین کے بیٹے سے بداول چھین لیا اور سنبھل میں جا کر مبارک خاں پسترتا خاں حاکم سنبھل کو مقید کر لیا اور بہت سا لشکر و ہزار ہا بختی

ان واقعات کا حال مفصل ہم تاریخ سلاطین جو پوریں تحریر کریں گے۔ سلطان حسین شاہ جب تخت سلطنت پر مستقل ہو گیا تو اسے سلطان بہلول سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر بادشاہ اپنے اپنے ملک میں فرمانروائی کرے اور چار سال تک کوئی ایک دوسرے کا مزاحم نہ ہو۔ سلطان حسین شاہ نے بعد صلح کے قطب خاں کو خلعت اور اسپ اور شمشیر دیکر باغ از سلطان بہلول پاس بھیج دیا۔ اور اسی طرح سلطان بہلول نے بھی شاہزادہ جلال خان کو سلطان حسین خاں پاس بھیج دیا۔

جب صلح کی مدت ہوئی مقضی ہوئی اسکے کچھ دنوں بعد سلطان بہلول دہلی سے شمس آباد میں گیا اور اسکو جو ناخاں سے لیکر دوبارہ رائے کرن کو دیدیا۔ اور رائے پرتاب جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ بادشاہ نے بلوکر سلطان حسین شرفی پاس چلا گیا تھا وہ قطب خاں کی تحریک سے بادشاہ کا طرفدار ہو گیا۔ اس کے بیٹے نرسنگھ کو وہ علم اور نقارہ جو بادشاہ نے دریا خاں سے چھینا تھا دیدیا۔ یہ علم اور نقارہ اس زمانہ میں سرداری و سرداری کا نشان بادشاہ کی طرف سے سمجھا جاتا تھا۔ اس عداوت سے دریا خاں نے ایک موقع پا کر نرسنگھ دیو کو قتل کر ڈالا۔ اس سبب سے حسین خاں و مبارز خاں آپس میں سازش کر کے شاہ شرفی سے جا ملے۔ سلطان بہلول نے دیکھا کہ مجھ میں تاب مقاومت نہیں ہے دہلی چلا آیا چند روز بعد حاکم ملتان کی بغاوت اور مملکت پنجاب کی بد نظمی کے سبب سے سلطان بہلول دہلی سے اس جانب کو روانہ ہوا اور قطب خاں لوہی اور خان جہاں کو اپنا نائب ملی میں مقرر کیا۔ اثناء راہ ہی میں اسنے سنا کہ حسین شاہ شرفی جنگی پانچویں اور ایک آراستہ لشکر لیکر دہلی کے قصد سے چلا آتا ہے۔ ناچار بہت جلد اٹھ پھا اور پنجاب کے انتظام کو قطب خاں لوہی اور خان جہاں کے حوالہ کیا اور دشمن سے لڑنے کے لئے استقبال کیا موضع چند وار میں دو تو لشکر و مکی ٹٹ پھیر ہوئی اور سات روز تک ہنگامہ گیر و وار خوب گرم رہا۔ اس اثناء میں سلطان حسین شاہ سے احمد خاں میواتی و رستم خاں حاکم کول جا ملے اور تار خاں لوہی نے سلطان بہلول سے موافقت کی۔ جب معرکہ جہاں و قتالی کو طول ہوا تو اعیان دولت کی سعی سے یہ امر قرار پایا کہ دونوں بادشاہ تین سال تک اپنے آپس میں پر قانع رہیں اور محاصرت نہ کریں۔ چپ یہ انتظام ہو گیا تو سلطان بہلول دہلی میں ملکی اور جنگی انتظاموں میں تین برس تک مصروف رہا۔ اور احمد خاں میواتی سے جو حسین شاہ سے مل گیا تھا لڑنے گیا مگر جب میواتی میں پہنچا تو

سلطان بہلول کا جانبِ ارتقا مگر اب محمد شاہ کو غالب دیکھ کر اس کا طرفِ اربو گیا۔ محمد شاہ منزل پر منزل کرتا ہوا پہنچا اور اُس کے قریب سلطان بہلول پرگنہ راپری میں مقیم ہوا۔ دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں کچھ دنوں لڑائی ہوتی رہی۔ محمد شاہ نے اپنے بھائی حسن شاہ کو قتل کر دیا اسکا بیان سلاطینِ جونپور کی تاریخ میں ہو گا۔ اس قتل کے معاملات محمد شاہ کے روبرو پیش ہی تھے کہ اُسکے چھوٹے بھائی حسین خان نے سلطان شاہ اور جلال خاں اجمودہنی کو بھیجا کہ وہ محمد شاہ کو اطلاع کریں کہ سلطان بہلول کا ارادہ اس کے لشکر پر شبِ خون مارنے کا ہے تیس ہزار سوار اور بیس ہاتھی اس مقصد کے لئے جھرنہ کے کنارہ پر آن پہنچے ہیں۔

محمد شاہ نے یہ خبر سن کر اپنی سپاہ کا ایک دستہ اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ شاہزادہ حسین خاں یہ چاہتا تھا کہ میں اپنے بھائی شاہزادہ جلال خاں کو ہمراہ لے لوں اس لئے اس کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ لیکن سلطان شاہ نے کہا جلال خاں پیچھے آجائے گا اس کے لئے توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ پس دونوں دشمن کی طرف چلے۔ یہاں پہنچا کہ سلطان بہلول کا لشکر بھی دشمن کی لشکر کے ان نقل و حرکت کے لئے آمادہ ہوا تھا۔ جب شاہزادہ جلال خاں بھائی کے بلانے سے محمد شاہ کے لشکر سے جدا ہو کر جھرنہ کی طرف چلا تو وہ سلطان بہلول کے سامنے آگیا اور اس نے یہ غلطی سے جانا کہ بھائی کا لشکر ہے۔ سلطان بہلول کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنے سلطان کے روبرو لائے تو وہ اس کو ایک لطیفہ غیبی قطب خاں کی سلامتی کے لئے سمجھا اور اس نے اس کو بطورِ اول کے قطب خاں کے زندہ رہنے کیلئے قید میں رکھا۔ حسین خاں نے جب اپنے بھائی جلال خاں کے قید ہونے کا حال سنا تو وہ محمد شاہ کے خوف کے مارے جونپور بھاگ گیا۔ محمد شاہ یہ دیکھ کر کہ ایک بھائی قید ہوا اور دوسرا بھاگ گیا تو اس کو یہ خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ بھائی جونپور میں جا کر سارے ملک میں کیا فساد برپا کرے اس خوف کے مارے وہ سلطان کا مقابلہ نہ کر سکا اور قنوج کو چلا گیا۔ سلطان بہلول نے اس کا تعاقب لگاتار کیا مگر وہ اس کے لشکر کی پیہنیک گاہ کو کچھ لوٹ کر اور اُس کے کچھ ہاتھی گھوڑے چھین کر اتنا دہلی چلا آیا۔

حسین خاں شاہ نے میں جونپور میں پہنچا۔ وہاں جا کر مستقل بادشاہ ہو گیا اور محمد شاہ مارا گیا

امرا کبارین سے تھا مگر اُس سے ریخیدہ ہو کر سلطان محمود شاہ شرقی پناہ لگیا تھا جس نے شمس آباد میں اُسے حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس صلح کے بعد سلطان محمود شاہ تو جنپور کو روانہ ہوا اور سلطان بہلول نے وقتِ مصلحت پر جو ناخاں کو فرمان لکھا کہ رائے کرن کو وہ شمس آباد حوالہ کرے اور خود باہر چلا جائے۔ جو ناخاں نے اس فرمان کی اطاعت نہ کی سلطان بہلول نے جا شمس آباد کا قلعہ اور شہر دونوں جو ناخاں سے لیکر رائے کرن کے حوالہ کئے کہ وہ اس نواح کا انتظام کرے۔ جب سلطان محمود شاہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے عہد و پیمان سے پشیمان و محزون ہو کر پھر سلطان بہلول سے لڑنے کو چلا آیا۔ شمس آباد میں دونوں لشکر رو برو آئے۔ قطب خاں لودھی اور دریا خاں لودھی نے لشکر شرقی پر شیخون مارا مگر اتفاق یہ ہوا کہ قطب خاں کے گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ زمین سے زمین پر آیا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ محمود شاہ نے اسے جو جنپور روانہ کیا اور وہاں قید میں رکھا رائے کرن قلعہ شمس آباد گرا ہوا تھا اسکی کمک کے لئے سلطان بہلول نے شاہزادہ جلال خاں اور شاہزادہ سکندر و عماد الملک کو متعین کیا اور خود محمود شاہ سے لڑنے گیا۔ اس اثنا میں محمود شاہ کو بیماری نے ستر مرگ پر سلا لیا۔ اُسکا بیٹا بھیکن خاں باپ کا جانشین ہوا۔ اور محمود شاہ اس کا لقب ہوا۔ اسکی مانی بی بی راجی بڑی دانشمند عاقلہ تھی اسکی تدبیر سے یا امر کی فراہمی سے ان دونوں بادشاہوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سلطان محمود شاہ کے ملک پر محمد شاہ مصلحت کرے اور سلطان بہلول اپنے ملک پر۔ بعد اس صلح کے محمد شاہ جنپور گیا سلطان بہلول دہلی کی طرف روانہ ہوا کہ ابھی وہ دار السلطنت میں پہنچنے نہیں پایا تھا کہ اسکی مکہ شمس خاں کا یہ پیغام آیا کہ تم جب تک میرے سگے بھائی قطب خاں کو شاہ شرقی کے زنداں سے نہ چھٹاؤ تم پر خوابِ آرام حرام ہے اگر اسے نہ چھٹاؤ گے تو مجھے بھی زندہ نہ پاؤ گے۔ بھلا اس چھستی ملک کا پیغام کب خالی جاسکتا تھا یا شاہ کا دل اُس سے ایسا متاثر ہوا کہ وہ دہلی جاتا تھا یا الٹا محمد شاہ سے لڑنے کے لئے پھر از محمد شاہ کو بھی اسکی خبر لگی تو وہ بھی سلطان بہلول سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو کر جنپور سے روانہ ہوا شمس آباد میں پہنچا۔ یہاں سے رائا کرن کو جو سلطان بہلول کی طرف سے ناظم و حاکم تھا کال باہر کیا اور اپنی طرف سے پھر جو ناخاں کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ رائے پر تاب پہلو

جب سلطان بہلول کو یہ فتح نصیب ہوئی تو اس نے دہلی کے تخت پر اپنے تئیں مستقل کیا اور اپنی حکمرانی کے استحکام کے لئے دورہ کیا اور کل ملک پر تسلط ہونیکے لئے یہ تدبیریں کیں کہ اول میوات میں گیا احمد خاں میواتی حاکم میوات کے اطاعت قبول کی سلطان نے احمد خاں کی بہت سی ہوسات پر گئے نکال کر باقی اسکی ریاست اسی کو دیدی۔ احمد خاں نے اپنے چچا مبارک خاں کو مقرر کیا کہ وہ ہمیشہ پادشاہ کے دربار میں حاضر رہا کرے۔ میوات کے برن میں سلطان آیا۔ یہاں دریا خاں نو دہی حاکم سنبھل حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی اور اپنے سات پر گئے پادشاہ کی نذر گئے۔ یہاں سے سلطان کول میں آیا یہاں تک حاکم عیسائی خاں کو بشرط سابق بحال رکھا۔ یہاں سے برہان آیا تو سیکٹ کا حاکم مبارک خاں لوہانی فرمانبرداری کے لئے وہاں حاضر ہوا وہ بھی اپنی جاگیر پر بدستور سابق مستقل مقرر ہوا۔ رٹے پر تاب سنگہ کو بھوئیں گانوا (بھوگوانو) عنایت ہوا وہ اس نواح میں زمینداروں کا سردار تھا۔ یہاں سے پھر دقلہ راپری اور چند واریں آیا۔ قطب خاں پسرین خاں جو راپری میں حکمران تھا وہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر قلعہ راپری جلد فتح ہو گیا۔ خانجہاں نے قطب خاں سے فوج قرار گئے اور اسکو پادشاہ کے روبرو لایا۔ پادشاہ اسکو اپنے افتخار پر بحال کر دیا۔ پھر سلطان اٹا وہ میں آیا یہاں کے حاکم نے اطاعت قبول کی سلطان نے اسکی جاگیر میں بھی کچھ تغیر نہیں کیا۔

سلطان بہلول کی لڑائی سلاطین شرقی سے

ان دنوں میں پھر سلطان محمود شرقی اپنی بیوی ملکہ جہاں کے اغوا سے لشکر جمع کر کے اٹا وہ کے نواح میں سلطان بہلول سے لڑنے کو آموجود ہوا۔ اول روز دونوں لشکر نہیں لڑائی شروع ہوئی مگر دوسرے روز قطب خاں اور رٹے پڑنا بکے دھڑ سے ان پسندیدہ شہر لٹا پر طرفین میں صلح ہو گئی کہ جو ملک سید مبارک شاہ سابق سلطان دہلی کے قبضہ میں تھا۔ اس پر بہلول شاہ حکمران ہے اور جو ملک سلطان ابراہیم سابق پادشاہ جو پور پاس تھا وہ سلطان محمود کے قبضہ میں ہے۔

سات ماہ تک جو فتح خاں سے لڑنے میں سلطان بہلول کے ہاتھ آئے تھے وہ اُسے واپس کر دئے جائیں۔ شمس آباد بھی سلطان بہلول کے ملک سے سمجھا جائے اور جو ناخاں جو محمود شاہ شرقی کی طرف سے وہاں حاکم ہے وہ اسکو سلطان بہلول کو حوالہ کر دے۔ یہ جو ناخاں پہلے سلطان بہلول کے

جسے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے درخواست کی کہ مجھے غلوت میں کچھ عرصہ کرنا ہے یہاں خاں نے اپنے نوکروں کو باہر کر دیا تو غلوت میں سید صاحب نے خاں صاحب سے یہ پوچھا کہ محمود شاہ سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ کہا کہ کچھ نہیں میں اُس کا نوکر ہوں۔ پھر اُس نے پوچھا کہ سلطان بہلول سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ بھی لودھی ہے اور میں بھی لودھی ہوں۔ سید نے اُس کے آگے گنجیاں رکھ دیں اور کہا کہ اپنی ماہنوں کے ناموں کا رکھنا آپ کا کام ہے۔ اس پر دریا خاں نے کہا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس دورانہ محبت ہی کا پاس مجھے تھا کہ تاک قلعہ کے لینے میں تین دنوں کی دیر کی تھی۔ سلطان بہلول نے آئے میں بڑی تاخیر کی ہے بالفصل تو گنجیاں آپ لیجائیے اور منتظر رہئے کہ میں آپ کے حق میں کیا کرتا ہوں۔

سلطان محمود پاس دریا خاں گیا اور گنجیوں کے لینے دینے کا حال بیان کیا اور اس کے ساتھ کہا کہ خوف ہے سلطان بہلول دہلی کو لشکر عظیم لئے چلا آتا ہے اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرف توجہ کیجئے اگر آپ کو مغلوب کر لیا تو دہلی خود بخود ہاتھ آجائیگی حضور مجھے اور فتح خاں ہروی کو بہلول سے لڑنے کے لئے بھیجتے ہیں کہ ہم اسکو پانی پت میں جا کر روک لیں محمود شاہ کو یہ شورہ پسند آیا اور تیس ہزار سپاہ اور چالیس جنگی ہاتھی دیکر انکو بہلول سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ بہلول اس وقت پانی پت سے آگے بڑھ کر زیلہ میں آگیا تھا۔ رات کو محمود کے لشکر نے دو کوس دے اپنے چیمے ڈیرے ڈالے جس رات میں یہ لشکر پہنچا تو دو دفعہ لشکر میں سے بیل۔ اونٹ۔ گھوڑے دشمن لینگے۔ دوسرے دن دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ سلطان بہلول کے لشکر چودہ ہزار سوار تھے۔ قطب خاں لودھی پسر اسلام خاں ایسا قادر انداز تیر انداز تھا کہ جس ہاتھی کے تیر مار تا وہ لڑائی سے اُلٹا بھاگتا۔ دریا خاں جو بہتم جنگ تھا جب ملنے آیا تو سلیم خاں نے ہتکار کر کہا کہ تیری ماہنیں تو دہلی کے قلعہ میں گھری چھیں ہیں تجھے یہ کیا لائق ہے کہ بگاڑوں کی طرف سے یگانوں کے ساتھ جنگ میں سعی کرتا ہو اور اپنے ناموں کی حفاظت نہیں کرتا یہ سکر دریا خاں نے کہا کہ میں اُلٹ جاتا ہوں تم میرا تعاقب نہ کرنا۔ پس دریا خاں نے لڑائی سے منہ پھیر کر فتح خاں ہروی نے شکست پائی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ رائے کرن نے اُس کا سر کاٹ لیا کہ اس کے بہائی اچھوڑ کر فتح خاں نے قتل کیا تھا یہ سہ سلطان پاس آیا۔ اس شکست کے بعد محمود شاہ شرقی میں لڑنے کی تاب نہیں رہی وہ جونپور چلا گیا۔

سلطان بہلول کا دورہ انتظام کے لئے

دیں پتو میں تھا اور دہلی میں خواجہ بایزید اور شاہ سکندر شروانی اور اسلام خاں کی بیوی متو نے
 تمام اہل و عیال افغانوں کو لیکر قلعہ دہلی میں پناہ لی۔ ان کے پاس آدمی تھوڑے تھے اس لئے
 بیوی متو نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر مردوں کی شکل بنوائی اور یوں مردوں کی تعداد کو
 زیادہ دکھایا۔ سلطان بہلول کو جب اس دہلی کے محاصرہ کی خبر دی بال پور میں پہنچی تو اس نے
 اپنے ارکان دولت سے صلاح و مشورہ کر کے ملک وہ میں ہر قبیلہ کے سردار کے نام فرمان
 اس مضمون کا روانہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے ملک دہلی کی سلطنت افغانوں کو عنایت کی ہے مگر
 سلاطین ہند یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے افغانوں کو نکال باہر کریں مسنورات کی تشرم
 آپ کی اور ہماری ایک ہے۔ ہند ایک وسیع ملک و زوردار ہے۔ اس میں تمام عزیز و غنی گنجائش
 ہے۔ اگر آپ میرے عزیز اس دیار میں آئیں تو سلطنت میرے نام پر ہوگی مگر جو ملک اور
 ولایت بالفعل میرے ہاتھ میں ہیں اور آئندہ آئیں گے وہ آپ میں تقسیم کر دئے جائیں گے۔ ان
 دنوں میں سلطان محمود بادشاہ جونپور نے ایک لشکر کثیر سے شہر دہلی کا محاصرہ کر رکھا ہوا اور افغانوں کے
 اہل و عیال اس شہر میں گھرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ عزیز بطریق مکمل ایک جماعت کثیر کے ساتھ اس
 دیار میں تشریف لائیں تو یہ وقت امداد ہے۔ شرف ناموس کا اقتضایہ ہے کہ اس فرمان کے دیکھتے ہی
 ایک باجمیعت بسیار کے ساتھ یہاں آؤ اور محمود شاہ شرتی کو ہٹکانے لگاؤ۔ جب یہاں آؤ گے تو ایسی
 دولت پاؤ گے کہ اپنے وطن کو بھول کر بھی یاد نہ کرو گے۔ سارے ملک کے تم مالک ہو جاؤ گے غرض
 ان فرامین کے پہنچتے ہی افغانوں کے قبائل ملک روہ سے مور و پنج کی طرح سلطان بہلول کچھ مدت
 میں آگئے۔ سلطان بہلول پاس بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ سلطان بہلول کو یہ خوب سوچھی کہ اسے اپنے
 ملک میں سے اپنے عزیزوں کو جو دواں معاش کے ہاتھ سے تنگ تھے بلالیا جس سے ان کا اپنا
 کام بھی چلا اور اس کا کام بھی نکلا۔

جب دہلی کے آنے میں سلطان بہلول کو عرصہ لگا تو محصورین دہلی گھبرا گئے اور دشمنوں کے مورچے قریب
 آگئے اور گولے آئیے آنے لگے کہ گھر سے باہر نکلتا دشوار ہو گیا اس لئے عاجز و تنگ ہو کر انہوں نے ان شرلو
 پر قلعہ کو حوالہ کرنے کا ارادہ کیا کہ قلعہ کی کچیاں محمود شاہ کے کسی افسر کے حوالہ کریں اور وہ ان کو بغیر کسی
 تعرض کے قلعہ سے باہر جانے دے۔ ان شرلو کے موافق شمس الدین کچیاں لیکر دہلی خاں دہلی پاس

سلطان بہلول کے سکھانے پڑانے سے افغان جب دروازہ پر پہنچے تو سب کے سب اندر گھسنے لگے۔ جب دربانوں نے حسب دستور روکا تو ملک بہلول کو پکار پکار کر گالیاں دیکر کہنے لگے کہ اگر حمید خاں کا نوکر بہلول ہے تو ہم بھی ملازم ہیں پھر کس واسطے وہ حمید خاں کو سلام کرے اور ہم نہ کریں۔ حمید خاں نے یہ شکر دربانوں کو آواز دی کہ سب کو آنے دو کسی کو روکو نہیں غرض افغان سب کے سب داخل ہوئے اور حمید خاں کے ہر ایک آدمی کے پاس دو دو کھڑے ہوئے۔ بیت

ذکر زندگانی توقع مدار کہ درجیت دامن ہی جائے مار

جب بہلول نے دیکھا کہ افغان بہت آگئے ہیں کام بخوبی تمام ہو جائیگا تو اشارہ کیا تو اس کے چچا زاد بھائی قطب خاں نے بغل سے زنجیر نکالی اور حمید خاں سے کہا کہ اس سے ہنر کوئی چیز لے واسطے نہیں ہے کہ آپ اسے ہنر گوشہ عزت میں بیٹھئے اور اللہ اللہ کیجئے۔ آپ کی جان کا قصد اسلئے نہیں کیا کہ پاس تک ہی غرض حمید خاں کو یوں قید کر کے محافظوں کے سپرد کیا اور ۱۵ ربیع الاول ۱۰۳۸ء میں بے خوف و خطر بہلول تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ چلا یا اور خطبہ میں اُسے پڑھوایا اور سلطان بہلول اپنا لقب رکھا۔

سلطان بہلول کا دیپال پور میں لشکر جمع کرنا اور دہلی کو محمود شاہ شرقی کا محاصرہ کرنا

۱۰۳۸ء اول سنہ جلوس میں سلطان بہلول اپنے بیٹے بایزید اور امرا متعمد کو دہلی سپرد کر کے خود لشکر جمع کرنے اور ممالک تبتان و پنجاب کا انتظام کرنے کے لئے دیپال پور گیا۔ لوہیوں کی بادشاہی سے سلطان علاء الدین کے بعض امرا ناراض تھے۔ انہوں نے محمود شاہ شرقی جو پور کو دہلی آنے کی تحریک کی اور سلطان علاء الدین کی بیٹی نے جو محمود شاہ کی بیوی تھی خاوند کو یہ کہکھنوز غیب دی کہ دہلی کی سلطنت میرے باپ دادا کی ہے بہلول کس باغ کا بھٹو ہے کہ اس سلطنت کو غصب کرے۔ اگر آپ دہلی نہیں جاتے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں تیر و ترکش لیکر سلطنت کے چوٹے بچیوں سے لڑنے جاؤں۔ بیوی کی یہ طعن آمیز گفتار محمود شاہ شرقی کے دل پر اثر کر گئی اور وہ ۱۰۳۸ء میں لشکر عظیم اور نہر قوی ہیکل ہاتھی لیکر دہلی پر چڑھ آیا۔ اسوقت سلطان بہلول تو

اپنے ملک کا انتظام تو مجھ سے ہو نہیں سکتا شاہی سلطنت کا انتظام کیسے ہو گا۔ آپ تختہ پر بیٹھے مجھے فوجدار اور سپہ سالار بنائیے۔ کچھ دنوں یہ منافقانہ برتاؤ ان میں رہا۔ حمید خاں قوت و مکت بہت رکھتا تھا۔

ملک بہلول اپنی صلاح اس کے ساتھ صلح رکھنے میں دیکھتا تھا۔ مدتوں تک کی ملازمت کرتا رہا اور اکثر اوقات اس کے گھر جاتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حمید خاں کے ہاں وہ ہمان ہوا اور اس نے ایک افغانوں کی جماعت کو جو روہ سے تازہ وارد تھی شکھا اترم حمید خاں کے ہاں جا کر ایسی حرکتیں کرنا کہ عقل سے بعید اور حق کے قریب ہوں جن سے حمید خاں کو یقین ہو جائے کہ افغان پر لے درجے کے احمق اور بے وقوف ہوتے ہیں ان سے کچھ ڈر نہیں چاہئے۔ چنانچہ یہ افغان جب دعوت میں گئے تو عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگے کہ کسی نے کمر سے جوتیاں باندھیں کسی نے طاق پر جو حمید خاں کے سر پر تھا کھینچیں کہیں جب حمید خاں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے تو انہوں نے کہا کہ چوروں کا خوف ہے اس لئے جوتیوں کو احتیاط سے رکھا ہے۔ پھر حمید خاں کی طرف مخاطب ہو کر کوئی کہنے لگا کہ تمہارے فرش کے رنگ عجیب ہیں اگر اس میں سے کتر کر کچھ ٹکڑے ہم کو عنایت ہونگے تو ہم اپنے بچوں کی ٹوپیاں گرنے بنا کر اپنے اہل و عیال پاس بھیجیں گے جس سے ان کو معلوم ہو گا کہ حمید خاں ہم پر ایسی عنایت کرتا ہے جیسا کہ تمہاری بچوں کے لیے میں تم کو زلفت و نعل تحفہ میں دوں گا۔ جب عطر و پھولوں کے خوان آئے تو کوئی افغان عطر کی شیشیوں کو چاٹنے لگا۔ کوئی پھولوں کو کھانے لگا۔ پانوں کے پیرے جو آئے تو کسی نے اس کو بغیر کھولے اوپر کے پتے سمیت منہ میں رکھ لیا کسی نے کھول کر چونے کو ہونٹوں سے ملا اور جب منہ پھٹا تو بیڑہ کو ماتھ سے پھیکا اور اچھلنے کو دے لگا۔ حمید خاں نے ہنس کر کہا کہ یہ عجیب مرد ہیں۔ اسپر بہلول نے کہا کہ یہ آدمی روستائی صحرائین ہیں آدمیوں میں کم ہے ہیں اس لئے آدمیت سے دور ہیں اور سوا کھانے و سونے و مرنے کے کچھ اور نہیں جانتے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بدستور قدم ایک روز وہ حمید خاں کے ہاں ہمان ہوا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب ملک بہلول آتا تو حمید خاں کے دربان اس کے ساتھ کم آ میوں کو اندر جانے دیتے اور اکثر افغان باہر رہتے۔ مگر اب کی دفعہ

عرض کیا کہ اس سے زیادہ تنگ میرے پاس نہیں ہیں۔ مجذوب صاحب نے سلطنت کا عودا اتنے ہی ٹکوں پر قبول کر لیا اور فرمایا کہ بادشاہی خجہ کو مبارک ہو۔ ہمراہیوں نے ملک بہلول کے اسی بغول پن پر ٹھٹھ لگایا۔ اس پر ملک بہلول نے کہا کہ یارو سنو یہ بات دو حال سے خالی نہیں کہ میں بادشاہ ہونگا یا نہیں اگر ہونگا تو کیا مفت سودا میں نے خریدا ہے۔ اور اگر نہ ہونگا تو درویشوں کی خدمت اجر سے خالی نہیں ہوتی۔ عرض مجذوب کی اس بشارت سے بہلول کو دہلی کی سلطنت کی دہن صفر سنی سے لگی تھی۔ اور دل سے یقین تھا کہ مجھے ایک نہ ایک دن تخت شاہی نصیب ہوگا۔ ملک بہلول نے ملک فیروز اور کل اپنے اقربا اور شاہیر کو متفق کر کے پانی پتہ تک اپنی حدود حکومت کو بڑھالیا اور حسام خاں وزیر الممالک کے شکست دینے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں اپنی حسن عقیدت کا عریضہ لکھا۔ اور اس میں عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت سے اس سبب سے دور ہوں کہ حسام خاں وزیر الممالک مجھ سے ناخوش ہے۔ اگر آپ اسے قتل کیجئے اور اس کی جگہ حمید خاں کو مقرر کیجئے تو بندہ مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ ان سب باتوں کا ذکر سید محمد شاہ کی سلطنت کے بیان میں لکھ چکے ہیں حسام خاں قتل ہوا حمید خاں وزیر ہوا۔ بہلول نو دہی بادشاہ کا بیٹا بنا۔ ملک بہلول جسوقت بادشاہ ہوا اسے نوبیٹے تھے۔ خواجہ بایزید نظام خاں جو آخر بادشاہ سکندر نو دہی کے نام سے مخاطب ہوا باربارک شاہ۔ مبارک خاں۔ عالم خاں مشہور بہ سلطان علاء الدین جمال خاں۔ میاں یعقوب فتح خاں۔ میاں موسے۔ جلال خاں۔ اور امرانامی چونتیس تھے جنہیں سے اکثر اسکے قریب کے رشتہ دار خویش و یگانے تھے۔ جیسے قطب خاں پسر اسلام خاں لودی۔ خانجہاں لودی۔ دیا خاں لودی۔ تاتار خاں پسر دیا خاں لودی وغیرہ۔

حمید خاں کا قید ہونا اور بہلول لودی کا بے خوف و خطر بادشاہ ہونا

اب دہلی میں دو حلیف سلطنت تھے ایک ملک بہلول اور دوسرا حمید خاں وزیر الممالک تھوڑے دنوں میں ان دونوں میں ظاہری تواضع و تعظیم خوب تھی۔ ملک بہلول سے حمید خاں نے کہا کہ میری خوشی ہے کہ آپ تاج شاہی سر پر رکھئے مجھے وزارت دیکھئے۔ ملک بہلول نے عرض کیا کہ میں بھی

اور ملک فیروز لودھی کو قید کیا اور باقی افغانوں کو مار ڈالا اور افغانوں کے اہل و عیال کے سر پرشکر کو چڑھا دیا۔ ملک بہلول اہل و عیال کو قلب جکھوں میں لے گیا۔ اور شاہین خاں اور افغانوں کو ساتھ لیکر لڑا۔ ان میں سے کچھ گرفتار ہو گئے اور باقی مع شاہین خاں کے قتل ہو گئے۔ سرہند میں ان کے سر کٹ کر آئے جسرت گھگر ایک ایک سر کو اٹھاتا جاتا تھا اور ان کا نام ملک فیروز سے پوچھتا جاتا تھا اور وہ تبتلا جاتا تھا۔ جب اس کے بیٹے کا سر اس کے سلسلے میں آیا تو ملک فیروز نے کہا کہ میں اسے نہیں پہچانتا۔ جسرت گھگر کے آدمیوں نے کہا کہ یہ جو انور دہڑا شجاع تھا اور اسے ایسے مردانہ کام کئے ہیں کہ کسی اور نے نہیں کئے ملک فیروز رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ روتے کیوں ہونو؟ اس نے کہا کہ یہ میرے بے سر کا سر ہے۔ اس شرم سے کہ مبادا کہیں اسنے جنگ میں سستی و نامردی نہ کی ہو میں نے اسکا نام چھپایا تھا۔ اب میری خاطر جمع ہو گئی اسلئے میں نے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں ملک بہلول نہ تھا وہ باہر سلامت چلا گیا جب وہ آئیگا تو تم سے انتقام لیگا۔ ملک تحفہ کو سرہند سپرد کر کے جسرت گھگر پنجاب کو گیا اور قیدیوں کو دہلی پہنچا۔ ملک بہلول لودھی نے دوست آشناؤں سے روپیہ قرض لیکر افغانوں کو قسمت کیا اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ متفق کر کے لیراپن اختیار کیا اور اضلاع کی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔ جو کچھ ہاتھ آتا ہمارے بیٹے تقسیم کر دیتا۔ تھوڑے دنوں میں بہت سے افغان اور تھوڑے سے منزل اس پاس جمع ہو گئے۔ ایک مدت کے بعد ملک فیروز بھی قید سے بھاگ کر اور قطب خاں بھی اپنے کئے سے پشیمان ہو کر اس سے آن ملے۔ ملک بہلول نے سرہند پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد شاہ نے حسام خاں وزیر الممالک کو اس سے لڑنے پہنچا۔ اسنے ملک بہلول سے موضع لدہ پر گرنہ خضر آباد میں شکست پائی جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس سے بہلول کی قوت و شوکت زیادہ ہو گئی۔

یہ ایک حکایت ہے کہ ابتدائے حال میں ملک بہلول اپنے چچا اسلام خاں کی خدمت میں رہتا تھا۔ تو ایک روز سامان میں اپنے دو یاروں کو ساتھ لیکر درویش سیدانام کی خدمت سے مشرف ہوا اور اسکے آگے دوزانو بٹھایا۔ ان مجذوب صاحب نے اپنی بڑ میں کہا کہ وہ کون ہے کہ دہلی کی بادشاہی کو دوزار ملکہ کو مول لیتا ہے۔ ملک بہلول نے سولہ سو ملکہ اسکے سامنے رکھ دیئے اور

دن قریب تھے کہ اتفاقاً ایک مکان کی چھت اس حاملہ پر گر پڑی اور وہ اس صدمہ سے مر گئی مگر اس کے پیٹ میں بچہ زندہ رہا جس کو پیٹ چاک کر کے زندہ نکالا جس کا نام حفارت سے پہلے یلواؤ پھر بہلول ہوا وہ ایک ہینہ کا تھا کہ اس کے چچا اسلام خاں پاس سرہند میں لوگ اُس کو لے آئے۔ چچا نے اس کو پالا پوسنا تربیت کیا۔ ایک لڑائی میں ملک بہلول نے ایسی شجاعت و جلاوت دکھائی کہ اسلام خاں نے اُس سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اسلام خاں ایسا ذی اختیار اور صاحبِ مقصد و رہو گیا تھا کہ بارہ ہزار افغانوں کو اپنے گھر سے تنخواہ دیتا تھا۔ یہ افغان اکثر اس کی برادری میں تھے۔ جب اسلام خاں کی رحلت کا وقت آیا تو اس نے اپنے رشید بیٹوں کو محرم کر کے اس داماد بہلول کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور اپنی پگڑی اُس کے سر پر بندھوئی اس کے مرنے کے بعد وارثوں میں جوتی چلی۔ اس کے نوکروں کی تین فریق ہو گئے۔ ایک فرقہ تو بہ سبب اسلام خاں کی وصیت کے بہلول کو وہی کا مددگار ہو گیا۔ دوسرا فرقہ اسلام خاں کے بہائی ملک فیروز کے ساتھ موافق ہو گیا وہ بھی بادشاہ کی طرف سے صاحبِ منصب تھا۔ تیسرا فرقہ اسلام خاں کے بیٹے قطب خاں کا طرفدار ہو گیا۔ ان سب میں ملک بہلول فائق تھا وہی بہ ندیج غالب ہوا اور ملک فیروز اور ملک قطب خاں کو اُس نے بیٹھا دیا۔ اس نزاع کے سبب سے سرہند سے دہلی میں سلطان محمد شاہ پاس قطب خاں آیا اور ارکانِ دولت کی وساطت سے بادشاہ سے عرض کیا کہ سرہند میں افغانوں نے ہجوم کیا ہے آخر کو ملک میں انس کوئی غفل پیدا ہو گا اس کا تدارک چاہئے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک لشکر قوی کے ساتھ قطب خاں کے ہمراہ تعین کیا کہ سرہند میں جا کر افغانوں کو ہارے پاس بیجے اور اگر وہ سرکشی کریں تو سرہند سے اُن کو نکال دے اور ایسا ہی حکم جسرت گھل کو بھیجا۔ جب اس واقعہ کی افغانوں کو خبر ہوئی تو وہ کوہستان میں پناہ کے لئے چلے گئے جسرت گھل اور ملک سکندر تحفہ نے ان پاس پیغام بھیجا کہ کوئی نقصیر ہم نے نہیں کی پھر کس سبب سے فزا رہے ہو تو افغانوں نے اسے عہد و پیمان طلب کیا۔ جب ایمان کے ساتھ وہ موک ہو گیا تو ملک فیروز و وہی نے اپنی بیٹے شاہ خاں اور اپنے بیٹے ملک بہلول کو اہل و عیال پاس چھوڑا اور خود معتبر افغانوں کے ساتھ ملک سکندر تحفہ و جسرت گھل کے پاس آیا۔ انہوں نے قطب خاں کی تحریک سے خلاف عہد کیا

سیدوں کے خاندان کی سلطنت چھتیس برس ^{۱۱۸۵} ۱۱۸۵ء سے ^{۱۲۰۵} ۱۲۰۵ء تک رہی خضر خاں نے تو اپنا نام ہی بادشاہ نہیں رکھا۔ مبارک شاہ بیچارہ فسادوں کے مٹانے میں خود مٹ گیا۔ محمد شاہ اور علاء الدین نام کے بادشاہ رہے۔ انکی سلطنت دہلی کے گروچند میلوں میں رہی۔ اس کل زمانہ میں امرا کا ایسا زور رہا کہ کبھی کبھی یہاں کی سلطنت میں حکومت نوعی کی جھلک نظر آنے لگتی تھی۔ ہندوستان کے بڑے حصے میں مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ آزادانہ خود مختاری کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔

ذکر سلطنت سلطان بہلول دی

سلطان بہلول کی تخت نشینی اور اس کا ابتدائی حال

لوہی افغانوں کی ایک جماعت تھی جو تھیں ہو کر ہندوستان میں تجارت کے لئے آیا جایا کرتی تھی اور تجارت کی بدولت دولت مند ہوتی تھی اسی سبب سے بہلول کو بھی کہتے ہیں کہ اس نے تجارت کی نگرانی بالکل غلط ہے ہاں اس کو ایک دفعہ بادشاہ نے وہ روپیہ گھوڑوں کی قیمت کا دیا تھا جو اس کے باپ کا دینا تھا۔ اس جماعت میں سے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں سلطان بہلول کا دادا ملک بہرام اپنے بڑے بھائی سے خفا ہو کر ملتان میں چلا آیا اور ملتان کے حاکم ملک مردان دولت کا نوکر ہو گیا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے ملک سلطان شہ۔ ملک کالا۔ ملک فیروز ملک محمد۔ ملک خواجہ۔ باپ کے مرنے کے بعد یہ پانچوں بیٹے ملتان میں آئے رہے۔ جب فیروز شاہ کے عہد میں ملتان کا حاکم خضر خاں ہوا تو ملک سلطان شہ اس کا ملازم ہوا۔ اور ایک جماعت افغان کا سردار بنا۔ خضر خاں اور ملو اقبال خاں کی جو لڑائی ہوئی تو اس میں ملک سلطان شہ نے ملو کو قتل کیا۔ اس سے خضر خاں کی نظر میں اس کا اعتبار بڑھا اور اس نے اس خدمت کے بدلہ میں اسلام خاں کا خطاب دیا۔ اور سرحد کی حکومت سپرد کی۔ اس کے اور بھائی بھی اس کے ہمراہ تھے اور فوج کے افسر تھے ان میں سے ملک کالا اپنے چھوٹے بھائی اسلام خاں کی طرف سے دورالہ میں حاکم تھا۔ کسی سبب سے اسکی افغانیوں نیازی سے لڑائی ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ اس کی نشادی بچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اسوقت بہلول ما کے پیٹ میں تھا ان گناہینہ ختم ہو چکا تھا وضع حمل کے

سفیر مرگ ہوا۔ حمید خاں نے حرم شاہی میں گھس کر بادشاہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کو باہر کھینچ کر
اور سب کو برہنہ سر کر کے نہایت امانت دے عزتی سے حصار سے باہر نکال دیا اور خزانہ اسباب
بادشاہی پر تصرف ہو بیٹھا۔ اس پر بھی بادشاہ کو غیرت نہ آئی اور برسات کا بہانہ کیا اور دھسلی
نہ گیا انتقام کے لئے آجکل کرتا رہا۔ حمید خاں کو فرصت ملی اور اس کو یہ فکر ہوئی کہ کسی اور کو
بادشاہ بناؤں۔ سلطان محمود مشرقی حاکم جونپور کو بلانا تو اس سبب سے مصلحت نہ جانتا کہ وہ
علاء الدین سے قرابت رکھتا تھا اور سلطان محمود غلی ماٹو میں بہت دور تھا۔ لودھی سب سے زیادہ
نزدیک تھے اس لئے ملک بہلول لودھی کو کہ یہاں بادشاہ نہ تھا بلایا کہ بادشاہ ہر لئے نام وہ ہوا
حقیقت میں وہ خود بادشاہ بنے۔ اندھے کو کیا چاہئے وہ انکھیں۔ ملک بہلول تو اس تمنائیں مدتوں
سے بیٹھا تھا اُسے ادھر تو بادشاہ علاء الدین کو لکھا کہ میں حمید خاں کے دفع کرنے کے لئے دہلی جاتا
ہوں۔ ادھر کوچ پر کوچ کر کے بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی میں آن کر تصرف ہوا۔ اسکا آگے وکر کرینگے
کہ وہ حمید خاں کو الگ کر کے کس طرح خود بادشاہ ہو گیا۔ اس نے بادشاہ علاء الدین کا نام
خطبہ میں داخل کیا اور اسی سال ۷۵۸ھ میں دہلی کو اپنے بڑے بیٹے بایزید اور اورام کو سپر
کر کے بموجب اقتضا وقت وہ دیبا پر میں گیا اور افغانوں کو جمع کیا اور ملک کا انتظام کیا
اور بادشاہ علاء الدین کو کچھ بھیجا کہ میں نے حمید خاں کو دفع کیا اور سلطنت کا کام جو ہاتھ سے نکل
گیا تھا اس کو سنبھالا۔ اور شہر کی آپ کے نام سے حفاظت کی اور خطبہ میں سے حضور کا نام نہیں نکولایا
بادشاہ نے اُسکے جواب میں یہ لکھا کہ تم کو میرے باپ نے بیٹا بنا یا تھا۔ اس رشتہ سے تم میرے
بڑے بھائی ہو۔ سلطنت تم کو میں دیتا ہوں اور آپ بدلوں پر قیامت کرتا ہوں۔ سلطان بہلول
کا میاں ہوا۔ اور ۱۔ ربیع الاول ۷۵۸ھ کو بالکل بادشاہی انتظام میں مشغول ہوا خطیب سے
علاء الدین کا نام نکال ڈالا اور اپنے سر پر تاج رکھا۔ بادشاہ علاء الدین بدلوں کے کوئی نہیں
مدتوں تک جیتا رہا۔ آخر ۷۶۸ھ میں دنیا سے گزر گیا۔ اس نے دہلی میں بادشاہی سات سال
اور چند ماہ کی اور بدلوں میں حکومت اٹھائیس سال۔

سید فون کی سلطنت

دہلی کی تسخیر کے قصد سے آیا مگر مقصد نہ حاصل ہوا اور ناکام پھر گیا۔ بادشاہ علاء الدین نے تقویت سلطنت کے لئے متاع ہوا کر مشورہ قطب خاں و عیسے خاں و رائے پرتاب سے کیا۔ یہ امر بادشاہ کو اور زیادہ ضعیف کرنا چاہتے تھے انھوں نے کہا کہ حمید خاں سے امر نہایت دل تنگ ہو رہے ہیں اگر حضور اُس کو منصب وزارت سے معزول کر کے مقید فرمائیں تو سب مطیع ہو جائیں اور سلطنت کو از سر نو رونق ہو جائے اور ہم چند پرگنوں سے لیکر خالصہ شاہی میں داخل کر دینگے بادشاہ کو تو عقل سے بہرہ نہ تھا فی الفور اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ اور حمید خاں کو زنجیروں میں بند کر دیا۔۔۔۔۔ اب پھر بادشاہ نے بدادوں جانے کا عزم کیا اور کہا کہ میں وہاں ہمیشہ رہنا چاہتا ہوں۔ حسام خاں نے پھر از روئے اخلاص عرض کیا کہ دہلی کو چھوڑنا اور بدادوں کو پایہ تخت بنانا اصلاح دولت نہیں ہے بادشاہ نے اُس کا کہنا نہ سنا بلکہ پیشتر سے بیشتر زنجیدہ ہو کر اُس سے بگڑ گیا اور اپنے سے علیحدہ کر کے دہلی میں چھوڑ گیا اور اپنی بیوی کے دو بھائیوں میں سے ایک کو شکنجہ دہلی اور دوسرے کو عہدہ دیوان امیر کو ہی دیا اور آخر ۷۵۵ھ میں بدادوں روانہ ہوا۔ چند دنوں میں بادشاہ کے دونوں سالوں میں آپس میں نزاع ہوئی ایک مارا گیا اور دوسرے کو حسام خاں کے بھکانے سے شہر کے آدمیوں نے قصاص میں قتل کیا۔ اور بادشاہ اپنے عیش عشرت میں مشغول تھا وہ اس واقعہ پر ملتفت نہ ہوا۔ جب بدادوں میں آیا تو قطب خاں و رائے پرتاب اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حمید خاں کے زندہ رہنے سے امر ابڑے پریشان خاطر ہیں اگر سلطان اُسے مار ڈالے تو چالیس پرگنوں سے خالصہ بادشاہی کے ابھی ہم کئے دیتے ہیں اس باب میں حد سے زیادہ سعی رائے پرتاب اس لئے کرتا تھا کہ حمید خاں کا باپ فتح خاں اُس کے ملک کو تاراج کر کے اس کی بیوی پر متصرف ہوا تھا۔ اس پر کا بدلا اس وقت لینا چاہتا تھا۔ بادشاہ عاجز ہو رہا تھا اور عقل کے پھچھو لائی لے پھرتا تھا۔ اسلئے حمید خاں کے قتل کا حکم دیدیا۔ لیکن حمید خاں کے بھائیوں و بیواؤں کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ غیظ اور تدبیر سے جو اُنسے بن پڑی حمید خاں کو قید سے چھڑا کر دہلی میں بھگا کر لے گئے ملک محمد جمال کہ اُس کا نگہبان تھا جب آگاہ ہوا تو اسکے پیچھے دہلی میں آیا اور حمید خاں کے گھر بار پر چڑھ گیا۔ لڑائی ہوئی محمد جمل کے ایسا پیر لگا کہ

سران سپاہ کو خلعتہا، فاختہ کا فخر حاصل ہوا۔ سلطان محمد شاہ نے ملتان میں جا کر مشائخ کی زیارت کی اور خاں جہاں کو انتظام ملکی حوالہ کر کے دہلی مراجعت کی۔

سیہم میں سلطان خود سامان میں گیا اور وہاں سے ایک فوج جسرت گھڑ کے فساد مٹانے کے لئے بھیجی۔ وہ ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس آئی اور یہ دہلی میں آیا۔ بادشاہ نے اول اول سلطنت کے کاموں میں اپنی کچھ لیاقت دکھائی۔ مگر آخر کو اس نے سلطنت کا تمام کلام امیروں و وزیروں کے حوالہ کیا خود عیش و عشرت میں مصروف ہوا پھر اسے خبر نہ ملی کہ کہاں ملک ہے اور کہہ دولت ہے۔ یہ وقت ایسا نہ تھا کہ ایسا خفیف العقل بادشاہ عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ سے سنبھال سکتا۔

ملک بھلول اپنے چچا اسلام خاں کے مرید کے بعد سرمنہد کا حاکم ہوا اور بادشاہ کے حکم بغیر دیہال پورا، لاہور، قریضہ و تصرف کیا۔ اور پنجاب میں مشرق کی جانب میں پانی پت تک ملک لے لیا گویا دلی کے دروازہ پر اس کا پانوں جم گیا۔ بادشاہ نے اسے رفع کرنے کے واسطے لشکر بھیجا اس نے ملک بھلول کو پہاڑوں میں بھگا دیا اور بہت معتبر افغانوں کو قتل کیا۔ ملک بھلول پھر جمعیت بجم پنجاہ سرمنہد و پنجاب میں آیا اور دوبارہ پانی پت پر تصرف ہوا۔ بادشاہ نے اس وضع حسام خاں کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا وہ شکست فاحش پاکر الٹا دہلی میں آیا۔ تو بھلول نے بادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ اگر حسام خاں کو آپ مار ڈالے اور حمید خاں کو وزیر بنائے تو میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ بادشاہ نے مدعی کی بات سن لی اور حسام کو مار ڈالا اور حمید خاں کو وزیر مقرر کیا۔ اور ایک اور شخص کو نائب وزیر مقرر کر کے حسام خاں کا خطاب دیا۔ اطراف کے حکام نے جیب بادشاہ کی یہ حالت زبون دیکھی تو اس کے ملکوں پر طمع کی جیب با جگر از زمینداروں کے باج ستاں کا حال یہ ہوا تو انہوں نے اوائل مال سے ہاتھ کھینچا۔ سلطان محمد شاہ نے کسی کی تاویب کی فکر نہ کی اور بے پروائی کی تو سر میں ایک سودا اور ہرول میں ایک تمنا پیدا ہوئی۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بعض پرگنات جابلے بعض امر نے سلطان محمود خلجی بادشاہ مالوہ کو بلا وہ دیا۔ یہ سیہم میں ملی سود کو جس وہ آگیا اور ملک کا انتظام کرنا شروع کیا۔ محمد شاہ نہایت مضطرب ہوا اور سوار اسکے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا کہ ملک بھلول کو منت مراجعت کر کے بلایا۔ وہ نہیں ہزار سوار مسلح لیکر بادشاہ کا مدد کو آیا۔ سلطان محمد شاہ

وزیر خاں جہان کے قتل کے لئے اشارہ کیا سرور الملک وزیر اس جماعت کے مقابلہ میں نہ
 ٹھیر سکا اور بھاگا قریب تھا کہ سراپردہ سے نکل جائے اور اپنے آدمیوں سے جا ملے مگر بادشاہ
 کے سپاہیوں نے پہنچ کر اس کو تلواریں مار مار کر پارہ پارہ کر دیا اور میراں صدر کے بیٹوں کی جو
 حرام خوروں میں بھی کترین حرام خور تھے قصر کے آگے گردن اڑائی۔ مگر سرور الملک کے اور بھتیجا
 نے اپنے گھروں کو محکم کر کے لڑنا شروع کیا۔ محمد شاہ نے کمال الملک کے پاس اپنا آدمی بھیج کر
 اس واقع سے مطلع کیا۔ کمال الملک اور جمیع امرا متحد ہو کر دروازہ بدایوں سے شہر کے
 اندر آئے۔ سدہ پال نے اپنی زندگی سے ہاتھ دبو کر رسم قوم کے موافق اپنے گھر میں آگ
 لگائی اور اپنے زن و فرزند کو جلایا اور خود آن کر اتنا لڑا کہ مارا گیا اور سدہ مارن مع تمام
 کھتریوں کے گرفتار ہوا اور سلطان کے حکم سے اس کو سلطان شہید کے مقبرہ کے قریب طرح
 طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا اور ملک ہشیار اور ملک مبارک کو جو سرور الملک سے منسوب تھے
 دروازہ لعل پر پھانسی دی گئی۔ کھتری اور سرور الملک کے اور متعلقین اپنے اپنے گھروں کو محکم
 بنائے لڑتے تھے۔ سلطان محمد شاہ نے فرمایا کہ دروازہ بنداد کو کھول کر کمال الملک اور
 دولت خواہوں کو بلا لو۔ وہ حسب الحکم شہر میں آئے اور باغیوں کو گرفتار کر کے قتل کیا
 دوسرے روز کمال الملک اور تمام امرائے دوبارہ بادشاہ سے بیعت کی اور بادشاہ انکی منظوری سے
 دوبارہ تخت پر بیٹھا۔ کمال الملک کو کمال خاں کا خطاب اور منصب وزارت ملا۔ اور ملک جے من کو
 غازی الملک کا خطاب ملا اور اقطاع امر و بہ بدایوں میں وہ مستقل مقرر کیا گیا۔ ملک الداد دودی
 نے خود کو کوئی خطاب نہیں لیا۔ مگر اپنے بھائی کے لئے وریا خاں کا خطاب لیا اور ملک کہون راج
 مبارک خانی کو اقبال خاں کا خطاب ملا اور اقطاع حصار فیروزہ میں وہ مستقل کیا گیا اور خاں اعظم
 سید خاں لقب مجلس مالی کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور حاجی شدائی عرف حسام خاں شحمہ دہلی مقرر
 ہوا۔ غرض جن پاس جو اقطاعات پر گنات و عہدے تھے وہ ان پر مستقل مقرر ہوئے۔ جب
 محمد شاہ کو جہات دہلی سے ان فراغ ہوا تو ارکان دولت کے استصواب سے اس کے طریقہ ملتان جانیکا
 ارادہ کیا۔ اور بیچ الآخر کو مبارک پور کے چوتھرہ۔ کہ نزدیک خیمہ زن ہوا۔ حصار لشکر کو تیاری کا
 حکم دیا تو لشکر امیروں نے آئینہ میں تامل کیا۔ مگر عاود الملک بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ بسبب امر اور

میں کوس نہ تھے سرتابی کی اور زمینداران بیادہ تھوڑے مگر مجموعی سے مل گئے۔ اسی زمانہ میں محمد شاہ بیمار ہوا۔ اور قیامت میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور بارہ برس چند مہینے سلطنت کر گیا۔ اس کا بیٹا علاؤ الدین بادشاہ ہوا۔

ذکر بادشاہی سلطان علاؤ الدین بن سلطان محمد شاہ

جب بادشاہ علاؤ الدین نے تخت پر قدم رکھا تو سب امیروں نے سوار ایک پہلوں کے بعض مورخ کہتے ہیں مع پہلوں کے تخت گاہ میں آکر اس سے بیعت کی۔ بیعت میں علاؤ الدین بیادہ کی طرف روانہ ہوا کہ اثنائے راہ میں یہ شہرت سنی کہ دہلی کے قصد سے جو پور کا بادشاہ چلا آتا ہی باوجودیکہ یہ خبر غلط تھی مگر یہ ڈر لو کہ بادشاہ آگیا دہلی میں چلا آیا۔ حسام خاں وزیر ممالک نائب غیبت نے عرض کی کہ جھوٹی خبر کے سنتے ہی بادشاہوں کو مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہے۔ وزیر کا یہ کہنا بادشاہ کو ناگوار خاطر گذر اور اس پر اپنی تحریش کا اظہار اس سے کیا۔ اس سے خلق پر ظاہر ہو گیا کہ بادشاہ اپنے باپ سے زیادہ ہست اور امور سلطنت میں زیادہ موقوف ہے۔ بیعت میں بادشاہ ید اوں گیا۔ وہاں کی ہوا ایسی اسکو خوش معلوم ہوئی کہ مدتوں تک وہاں توقف کیا۔ پھر دہلی میں آیا تو کہنے لگا کہ مجھے دہلی سے زیادہ بدناؤں کی آب و ہوا خوش معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سارے ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی تھی۔ وکن۔ گجرات۔ مالوہ۔ جو پور۔ بنگالہ میں حاکم خود بادشاہ صاحب سکھ و خطبہ ہو گئے۔ پنجاب میں پانی پت سے لاہور تک۔ ہالسی۔ جھار۔ ناگور میں بلتان تک ملک پہلوں فرما رہے کرتا تھا۔ پھر دہلی سے سرے لاؤ تو تک کہ شہر دہلی کے قریب ہی احمد خاں میواتی متصرف تھا۔ سنبھل سے لیکر خواجہ خضر تک کہ نارنول تک دہلی سے ملا ہوا ہے۔ دریا خاں لودھی۔ اور کول جلالی مع مضافات عیسے خاں ترک بچہ دراہری میں قصبہ ہوگا تو تک قطیف خاں افغان کنپل و پٹیالی میں رہے پرتاب اور بیانہ میں داؤد خاں امدادی تصرف رکھتے تھے۔ گوالیار۔ دہلی پور۔ بجد ورا میں جدا جدا راجہ راج کرتے تھے۔ غرض سلطنت دہلی کی یہ حدود و رنگوں تھیں کہ شہر پنامہ کے ایک جانب میں ایک اور باقی اور اطراف میں بارہ میل سے زیادہ نہیں تھی۔ یہ نیکل ابی پر صادق آتی تھی کہ بادشاہی شاہ عالم تاجو بیلی پالم۔ انہیں دونوں میں ملک پہلوں لودھی سلطان محمد شاہ کے زمانہ کی طرح دوبارہ

نے باوجود شوکت و لشکر کی کثرت کے خود راوہ جنگ نہ کیا اور امر اسے کہہ دیا کہ میری سواری کی حجت نہیں ہے۔ تم فوج کو آراستہ کر کے لڑو۔ سلطان کے حکم کے موافق امر نے سلطان محمود غلی کے مقابل لشکر آراستہ کیا۔ ملک بہلول کے لشکر میں اکثر افغان و متل تیر انداز تھے وہ سپاہ دہلی کا مقدمہ بنا۔ جب سلطان محمود غلی نے دیکھا کہ بادشاہ خود لڑنے کو اس سے نہیں آیا تو اُس نے بھی اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدر خاں کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ دونوں لشکروں میں شام تک لڑائی ہوئی۔ ملک بہلول نے جنگ رستمانہ کر کے اپنی مساعی جمیلہ سے دہلی کے لشکر کو برابر سلطان محمود کے لشکر رکھا۔ سلطان محمود غلی نے رات کو پریشان خواب دیکھے۔ تھے کہ صبح کو اُس نے یہ سنا کہ سلطان احمد گجراتی منڈ میں آتا ہے اُس سے وہ و لگیر ہو کر صلح کی فکر میں تھا لیکن غیرت کے سبب سے زبان پر حرف صلح نہ لایا اُس اثنا میں محمد شاہ نے یہ حرکت کی جو کسی بادشاہ دہلی نے نہیں کی تھی کہ بے سبب و بے تقریب دوسرے روز بے جنگ ایسے وہم میں گرفتار ہوا کہ بے مشورت امر اور کان و دولت کے ایک جماعت صلح کو محمود غلی پاس بھیج کر مصالحت کا طالب ہوا۔ وہ تو اس کی دعا خدا سے مانگ رہا تھا اس نے صلح کو قبول کر لیا۔ اور اسی وقت کوچ کیا۔ ملک بہلول کو بادشاہ کی یہ ادا نہ پہنائی وہ چرچ و تاب کھا کر مالویوں کے تعاقب میں سواری لیکر گیا۔ بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا اور بہت سا مال لوٹ لیا اور اس طرح دہلی کے لشکر کی آبرو کو قائم رکھا۔ بہلول کے اس کام سے بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اسکو اپنا بیٹا بنایا۔ اور خان خانان کا خطاب دیا۔ لیکن بادشاہ نے جو صلح کا پیغام خود دیا تھا اس سے وہ امر کی نظروں سے گر گیا۔

۱۱۸۱ھ میں بادشاہ سامانہ میں آیا اور لاہور اور دیپال پور کی حکومت ملک بہلول کو اس نظر سے دی کہ وہ جسرت گھکر کو ٹھیک بنائے اور خود دہلی چلا گیا۔ ملک بہلول لاہور میں بڑا قوی ہو گیا بہت سے افغان اس پاس جمع ہو گئے اور جسرت گھکر نے بھی اُس سے صلح کر لی اور دہلی کی سلطنت سے لینے کی سوچائی۔ اس سے بہلول کے دل میں بھی بادشاہی کی کھول اٹھی اور بغیر کسی ظاہری سبب کے سلطان محمد شاہ سے مخالفت کی اور بڑی شان و شوکت سے اسکے استیصال کے لئے لشکر کشی کی مگر بے نیل۔ مزارہ پرنسپل۔ محمد شاہ نے روز بروز سستی ایسی بڑھائی کہ پاس کے ایر و سنجی جو دہلی

اور تبر مندہ کے انتظام کے واسطے دوڑا گیا۔ بعد ازاں پھر اپنے شہر مبارک آباد کو واپس آیا یہاں
 سنا کہ سلطان ابراہیم مشرقی اور سلطان ہوننگ ماوی میں کاپی پر لڑائی ہو رہی ہے۔ سلطان
 مبارک کو ممالک مشرقی کی فتح کا شوق تھا وہ یہ سمجھا کہ یہ خوب فرصت کا وقت ہے لشکر کے
 جمع ہونے کا حکم دیا اور سر اپر وہ شاہی دہلی سے باہر چوتراہ سبزہ نگاہ پر لگایا گیا اور اجتماع لشکر
 کے لئے چند روز توقف کیا وہ اس تدبیر میں تھا مگر تقدیر میں کچھ اور ہی تھا اس نے ہدیشہ
 سب کے ساتھ نیکنی کی تھی اور کافر نعمتوں کے ساتھ کوئی بدی نہیں کی تھی فقط ان کی جاگیریں
 بدلی نہیں اسلئے وہ ملک سرور الملک وزیر کے اندیشہ عذر سے بالکل غافل تھا اور بے تکلف
 مبارک آباد کی عمارتوں کے دیکھنے کے لئے جاتا تھا۔ چنانچہ ۹ ماہ جب شہر روز جمعہ کو وہ
 اپنی عادت مہمود کے موافق تھوٹے آدمیوں کے ساتھ مبارک آباد میں گیا اور عمارت خاص میں
 اور تہرا اور نماز جمعہ کی تیاری کی اسوقت میراں صدر نے اور امرا کو جو بادشاہ کے محافظ تھے کئی بہانے
 علیحدہ کر دیا اور ایک جماعت بے مروت و کافر نعمت کو جو کتے سے بھی بدلتی ہتھیار بند مع سواروں
 کے کوٹھی اور خونی گیدڑوں کی طرح اندر آنے دیا اور یہ بہانہ بنایا کہ وہ خصت لینے آئی ہے
 سلطان نے باوجودیکہ یہ سلاح داروں کی جماعت دیکھی مگر اسکو عذر کا گمان بھی نہ ہوا اور اپنے
 حالی میں رہا یہاں تک کہ سندہ پال نے سلطان کے فرق مبارک پر ایک تلوار کا ماتھ مارا اور اور
 کافر نعمت بھی تلواریں ہاتھ میں لیکر اس بادشاہ پر پل پڑے اور اس کو شہید کیا مبارک شاہ
 کی سلطنت کی مدت تیرہ سال تین مہینے سولہ روز تھی۔ یہ بادشاہ عاقل اور اخلاق ستودہ
 رکھتا تھا تمام ایام بادشاہی میں کبھی محض کلمے اور دشنام اس کی زبان پر نہیں آئے اور کبھی
 وہ مکروہات پاس نہیں گیا اکثر امور ملکی کی تحقیقات وہ اپنے نفس نفس سے کرتا تھا اسکی نظر انصاف
 پر رہتی تھی۔ انتظام ملکی میں حتی الوسع کوشش کی مگر وقت ایسا سخت اور زمانہ ایسا بازگ تھا
 کہ اس کا نتیجہ ظہور میں نہ آیا۔ تاریخ مبارک شاہی اسی بادشاہ کے نام پر لکھی گئی جس سے ہنر
 اخذ کر کے بہت سا حال اوپر لکھا ہے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن طغبر خاں

۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

بادشاہ کی وفات اور اس کے خصال

سلطان کا ارادہ ہوا کہ جہان کے کنارہ پر ایک شہر آباد کروں۔ ۱۴۔ بیع الاول شنبہ کو
 اسکی بنیاد رکھی۔ اور اسکا نام مبارک آباد رکھا۔ مگر وہ ایسا نامبارک اسکے حق میں ہوا کہ خراب آباد
 ہو گیا۔ وہ اس شہر میں اپنے قصر کی بنیاد رکھتا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے قصر تن کی بنیاد
 متزلزل ہو رہی ہے اور جان نکلنے کو ہے وہ اس شہر کے آباد کرنے میں نہایت سرگرم
 تھا اور اہتمام تمام کرتا تھا۔ اس زمانہ میں خبر آئی کہ قلعہ تبرہ بندہ فتح ہو گیا اور غولہ غلام کا سر
 بھی میراں صدر کے ہاتھ بادشاہ پاس آ گیا۔ بادشاہ اس خوشی کے مارے چھو لانا سمایا

کی و غباری کی اور کیسینہ کافروں کے ساتھ سازش کی شہرت پھیل گئی۔ اب وہ امرچو خضر خاں کے احسانوں کے بندے تھے مثل ملک آباریاں حاکم بدایوں و ملک اشرداوا کا لود ہی حاکم سنہل و امیر علی گجراتی اور امیر کپڑاں ترک بچہ انہوں نے علانیہ علم مخالفت بلند کیا۔ ملک سرور الملک وزیر خان جہاں نے اعظم سید خاں اور سدہارن اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو کہا کہ اب الملک کے ہمراہ کیا کہ وہ ان امیروں کی مخالفت کی بلا کو دفع کریں جب یہ قصبہ برن میں پہنچے۔ کمال الملک نے ارادہ کیا کہ جب فرصت ملے تو اپنے ولی نعمت کے خون کا انتقام یوسف پر ملک سرور الملک اور سدہاؤں سے لوں ملک اشرداوا نے پہلے گنگا پار بھاگنے کا ارادہ کیا مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ کمال الملک کس فکر میں ہے تو وہ خاطر جمع سے انار میں مقیم رہا۔ جب ملک سرور الملک کو خبر ہوئی کہ کمال الملک اس فکر میں ہے تو اس نے کمال الملک کی کمک کا بہانہ بنایا اور ملک ہشیار اپنے غلام کو کہتے سے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ یوسف اور سدہارن کی مخالفت کرے اسی اثنا میں ملک اشرداوا کے پاس ملک جے من آگیا اس سے سدہارن اور ملک ہشیار جو پہلے سے کمال الملک سے بدگمان ہو رہے تھے اب اور زیادہ ڈر گئے اور وہی کو بھاگ گئے۔ جب کمال الملک کو اس بھاگنے کی خبر ہوئی تو اس نے آدمی بھیج کر ملک اشرداوا اور ملک جے من اور امراموافق کو طلب کیا یہ بے توقف و بے تامل اس سے آکر مل گئے اور اطراف سے بھی آدمی آگئے اب کمال الملک لشکر گراں کے ساتھ سلخ ماہ رمضان کو متوجہ وہی ہوا ملک سرور الملک ناچار حصار سیری میں حصار ہوا اور تین مہینہ تک لڑتا رہا۔ روز بروز اطراف سے کمال الملک کے پاس امر آگئے وہ مصورین کو کمال تنگ کرتے تھے۔ سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کی بیوفائی اور غدر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اس کا دل باہر کے امیر وئی طرف تھا اور فرصت کی تلاش میں تھا کہ کیونکر کمال الملک سے جاملے یا سرور الملک کا سر تلوار سے اوڑھے۔ سرور الملک کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے بادشاہ ہی کے قتل میں پیشہ سستی کرنی چاہی۔ اور یہ محرم شہنہ کو وہ اپنے آدمیوں اور بیہ ان صدر کے بیٹوں کو لیکر غدر کے قصد سے بمبئی میں پہنچے ہوئے سرور شاہی میں گھس گیا۔ بادشاہ ہوشیار رہتا تھا اور ایک جماعت کو اپنے پاس مستعد رکھتا تھا۔ اسے سرور الملک

رسم جہان ہے کہ جہان بے جہاندار کے نہیں رہتا۔ اور سلطان مبارک شاہ کو کافر نعمتوں نے شربت شہادت چکھایا۔ اور اسی روز جمعہ ۹۔ ربیع الثانی کو محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ جسوقت بادشاہ کو مارا تھا۔ سرور الملک کو میراں صدر یہ خبر ملنے گیا جس سے خوشی کے ماتے دل اس کا باغ باغ ہو گیا اور امرا و ملوک و اماموں و سیدوں و ملکی حبشی گئی افسروں کی منظوری سے محمد شاہ تخت پر بیٹھا۔ وہ خضر خاں کا پوتا اور فرید خاں کا بیٹا اور مبارک شاہ کا بیٹے تھا۔ گو سرور الملک نے بادشاہ بنایا مگر اس کی نیت میں تو کچھ اور ہی تھا اس لئے اس نے خزانہ و فیصل خانہ و قورخانہ بادشاہی پر اپنا تصرف رکھا۔ اس کا فر نعمت وزیر کو خاں جہان کا خطاب ملا جس نے ساری مہمت اپنے اس کام میں صرف کی کہ امرا۔ بے قدیم کی جبر اکھیرے اور امرا و جدید کو انکی جگہ قائم کیجئے اور بوقت فرصت محمد شاہ کو بھی مبارک شاہ کی بغل میں سامنے اور خود خداوند تاج و تخت ہو جائے۔ اسے محمد شاہ کو صرف اس خیال سے بنایا تھا کہ اہل میں خود بادشاہ ہو اور نظام میں برائے نام وہ بادشاہ ہو۔ کمال الملک اور امرا سلطان مبارک شاہ سراپردہ کے قریب شہر سے باہر تھے اسی روز شہر میں آئے۔ اور محمد شاہ سے بیعت کی گروں میں انکے اپنے ولی نعمت کے انتقام کی فکر تھی۔ ملک سرور الملک وزیر نے اپنے مقاصد کا آغاز کیا۔ اول سدہ پال و سدارن کھتری اور اس کے قراہتیو کو مبارک شاہ کے قتل کے صلہ میں ملکیت بیانہ و امر وہ و مارنول و کہرام اور انکے ساتھ میان دو آب کے چند پر گئے دیدئے اور میراں صدر کو خطاب معین الملک کا دیا اور اچھی جاگیر دی اور سیدالساواتکے بیٹے کو خاں اعظم سید خاں کا خطاب اور اقطاع لائق و یکر خوش دل کیا اور امرا و بندگان مبارک شاہی کو بیعت کے بہانہ سے دیوانخانہ میں بلا کر بعض کو قتل کیا اور بعض مثل ملک مخدوم و ملک مقبل و ملک قنوج و ملک پیرا کو قید کیا اور ان کی اقطاع بے یزگ کو اپنے قبضہ میں لایا۔ رانوسہ کو جو سدہ پال کا غلام تھا مع اہل و عیال اور بہتے مفسدوں کے بیانہ پر قبضہ کر نیکے لئے بھجا۔ وہ ۱۶ شعبان کو ضلع بیانہ میں داخل ہوا۔ دو سکر روز قلعہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ تھا کہ یوسف خاں احمدی خبردار ہو کر مندوں سے بیانہ میں آیا اور رانوسہ سے لڑ کر اس کے عیال و فرزندوں کو اسیر کیا۔ رانوسہ کا سپہ کاٹا گیا اور روزہ پڑھایا گیا۔ اب تمام ملک میں سرور الملک

کرنے میں کوئی بات اٹھانہیں رکھی۔ یہاں ٹھہر کر اسے حصار لاہور کی جس جگہ سے شکستہ
 ہو گیا تھا مرت کرانی اور اس کو دو مارجنگی آدمیوں کے سپرد کیا اور خود دیپال پور کے اس
 طرف راہی ہوا۔ ملک یوسف اور ملک اسماعیل کا ارادہ تھا کہ یہاں کے قلعہ کو بھی لاہور کے
 قلعہ کی طرح چھوڑ کر بھاگ جائیں مگر عمار الملک کو تبرہ منہ میں جب اس ارادہ کی
 خبر ہوئی تو اس نے اپنے بھائی ملک الامرا ملک احمد کو منع سپاہ کے ان کی کمک
 کے لئے بھیجا کہ قلعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ امیر شیخ علی ایک مرتبہ عمار الملک کو شکست
 فاحش پانچکا تھا اس کا خوف ایسا غالب ہوا کہ دیپال پور کی طرف قدم نہ اٹھا سکا۔ چھاوی
 میں جب سلطان کو ان واقعات پر علم ہوا تو وہ اپنا لشکر اس وقت جس قدر تیار
 کر سکا اس کو ساتھ لیکر سامانہ کوروانہ ہوا۔ یہاں کچھ دنوں ملک الشرق کمال الملک
 کے انتظار میں اس نے توقف کیا جب وہ لشکر سمیت بادشاہ سے آن ملا تو وہ سامانہ
 سے چلا۔ اور راسے فیروز کے علاقہ میں آیا۔ یہاں اس نے ملک الشرق عمار الملک اور
 اور اسلام خاں لودھی کو جو تبرہ منہ بھیجے گئے تھے حکم بھیج کر بلا لیا۔ باقی امرا جو منصب دار و کو
 احکام بھیج دیئے کہ وہ بدستور قلعہ گیری میں مصروف رہیں۔ اور بادشاہ پوہی کے گھاٹ
 سے جو پایاب تھاراوی کے پار آگیا۔ تو امیر شیخ علی جہلم پار اتر گیا۔ ملک سکندر تحفہ نے حیرت
 شیخا کو بہت کچھ روپیہ دیکر اپنے تئیں خلاص کیا اس کو شمس الملک کا خطاب اور اقطاع دیپال پور
 اور جالندھر عنایت ہوا۔ شور کی طرف سلطان راہی ہوا۔ یہ مقام دشمن کے قبضہ میں تھا۔ اور طلنبہ
 کے قریب راوی سے اوترا اور ملک الشرق کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا جس سے دشمن
 ایسے بے سرو سامان ہو کر بھاگے کہ پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ دشمنوں کے بہت سے گھوڑے
 اور اسباب جو کشتیوں میں لادے گئے تھے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے۔ قلعہ شور میں شیخ امیر علی کا
 ہتھیجا امیر مظفر قلعہ دار تھا۔ ایک ہفتہ تک محاصرہ کے دفعہ کرنے میں مصروف رہا مگر وہ آخر ایسا
 مجبور کیا گیا کہ رمضان کے مہینہ میں اسے اپنے تئیں حوالہ کیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح بادشاہ کے
 بیٹے سے کیا اور بہت روپیہ خراج میں دیا اور لاہور میں جو غنولہ کے گروہ کا محاصرہ شمس الملک نے
 کیا تھا اسے ہی شوال کے مہینہ میں اپنے تئیں حوالہ کیا اور گھر و قلعہ پر شمس الملک کا قبضہ ہو گیا

فتح پانی اور ملک الہ داد مجبور ہو کر کوہستان کو تھی میں بھاگا۔ بیچ الماول میں سلطان کوہستان میوات کو راہی ہوا اور قصبہ تاوری میں پہنچا۔ ہلال خاں میواتی نے بادشاہ کی آمد سنی تو وہ بہت سی سپاہ کو لیکر قلعہ اندارویں چلا گیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام پر حملہ کی تیاری کی مگر اس کی فوج دباں ابھی نہیں پہنچی تھی کہ ہلال خاں نے قلعہ میں آگ لگائی اور خود ٹھکر کو ٹلہ چلا گیا تمام سپاہ و غلہ کے ذخیرے جو اس نے جمع کئے تھے وہ لشکر شاہی کے ہاتھ آئے سلطان تجارہ میں خیمہ زن ہوا اور میوات کے ملک کو لٹا جب ہلال خاں عاجز و تنگ ہوا تو اس نے بدستور قدیم خراج ادا کیا اور اپنا قصور معاف کرایا۔ ملک عماد الملک بھی بادشاہ سے تجارہ میں بیانیہ سے آن کر آلا اس کے ساتھ سوار اور پیادوں کا بہت لشکر تھا۔ بادشاہ نے کمال الدین اور تمام امراء اور ملک کو تجارہ سے گوالیار اور اٹا وہ میں سرکشوں سے لڑنے کے لئے بھیجا اور جمادی الاول میں خود وہی میں آگیا۔

چند روز بعد یہاں وہی میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ قلعہ تبرہندہ کے محاصرہ میں جو امر صرف ہیں پھر حملہ کرنے کے لئے شیخ علی بڑی سپاہ لیکر چلا آتا ہے۔ بادشاہ کو اس سے یہ تر و پند ہوا کہ مبادا امراء اس خبر کو سنکر محاصرہ چھوڑ دیں مگر اس تر و سے پہلے وہ محاصرہ چھوڑ چکے تھے اسلئے اس نے ملک عماد الملک کو ان امرائی ملک کے لئے روانہ کیا۔ ان امرائی کو ملک پہنچ جانے سے بڑی تقویت ہوئی بہت جلد شور یا سورت شیخ علی کوچ کر کے دریا ربیاس کے کنارے ملک میں داخل ہوا اور سامنی دہل اور مواضع کے باشندوں کو قید کیا اور لاہور پہنچا۔ قلعہ کے محافظ ملک یوسف سرور الملک و ملک اسماعیل تھے انہوں نے قلعہ کے دروازہ بند کئے اور محاصرین کا مقابلہ کیا۔ مگر اہل شہر اپنی حفاظت میں غافل تھے۔ اور ان سے مخالف تھے اسلئے وہ دونوں کو شہر سے نکل کر دیہال پور کو بھاگے۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے ان کے تعاقب میں فوج بھیجی جسے جا کر ایک جماعت کو قتل کیا اور ایک جماعت کو امیر کیا جس میں ملک راجا بھی تھا۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے شہر کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔ مسلمانوں کے قید کرنے میں اور ان کے ملک برباد کرنے میں اسکو بڑا خرچہ آیا تھا۔ غرض اس نے حصار اور شہر دونوں پر قبضہ کیا اور قتل و غارت قید

انہیں ایام میں فولاد ترک بچھ مع اپنے تابعین کے تبرہ مندہ سے باہر آیا اور اسے فیروز کے
 ملک پر حملہ کیا۔ رائے نے اپنے پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر اس سے مقابلہ کیا
 مگر رائے ہار گیا اور فولاد اس کا لشکر کا تہ تبرہ مندہ لے گیا۔ اس کو بہت گھوڑے اور غلہ
 کے ذخیرہ سے ہاتھ لگے۔ جب سلطان کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے خود لاہور اور
 ملتان کی طرف کوچ کیا اور ملک سرور کو اپنے آگے بھیجا کہ فولاد کی سرکشی کو دبا دے۔ جب یہ سپاہ
 سامانہ کے قریب آئی تو حصار کا محاصرہ جسرت سے چھوڑ دیا اور کوہ تھکر پر چلا گیا۔ اور ملک
 سکندر کو اپنے ساتھ لے گیا۔ امیر شیخ علی بھی بادشاہی لشکر سے ڈر کر یارتوت یا بارتوت کو
 بکٹ بٹ بھاگا اور فولاد غلام بھی قلعہ تبرہ مندہ میں آ گیا۔ بادشاہ نے ملک الشرق شمس الملک
 سے اقطاع لاہور لیکر خان عظم نصرت خاں گڑگ انداز کو دی اور وہ قلعہ لاہور اور جاگیر جالندھر
 کا مالک ہوا۔ ذی الحجہ کے مہینہ میں جسرت گھکر مع اپنے تابعین کے پہاڑ سے اترا اور لاہور
 میں نصرت خاں پر حملہ کیا۔ مگر آخر کار ناکام ہو کر پہاڑ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے اپنا خیمہ جینا
 کے کنارہ پر خطہ پانی پت میں لگایا اور کچھ دنوں یہاں رہا۔ رجب کے مہینہ میں ملک الشرق
 عماد الملک کو لشکر جبار کے ساتھ بیانہ و گوالیار بھیجا کہ وہ یہاں کے مخروں کو سترائے
 اور خود دہلی چلا آیا۔

محرم ثانی میں وہ دہلی سے سامانہ کی طرف چلا کہ یہاں کے سرکشوں کو سترائے۔ وہ پانی پت
 میں پہنچا تھا کہ اپنی والدہ محمد و صہ جہاں کی علالت کی خبر سن کر پانی پت سے دہلی آیا۔ بھینس و بھینس و مراحم
 ماتم و مزا کے بعد پھر اپنے لشکر سے جا ملا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نے حکم دیا کہ ملک سرور لشکر لیکر قلعہ
 تبرہ مندہ کو جائے۔ یہاں فولاد ترک بچھ بہ نسبت سابق کے زیادہ قوی ہو گیا ہے اس نے رائے
 فیروز کے ملک سے بہتے ہتھیار اور آلات جنگ اور غلہ کے ذخیرے اکٹھے کر کے قلعہ میں کھائے تھے
 قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ ملک سرور الملک کے زیرک خاں و اسلام خاں اور
 کہون راج کو محاصرہ کا اہتمام سپرد کیا اور خود بادشاہ سے پانی پت میں جا ملا۔ بادشاہ نے تبرہ مندہ
 کی غمیت کو فسخ کیا۔ اور نصرت خاں سے لاہور اور جالندھر کی حکومت لیکر ملک الہ داد و دی کو تفویض
 کی۔ جب جالندھر میں ملک الہ پہنچا تو امیر جسرت شیخا نے وریار میں اس سے ہتھیار و کھجور حاصل کیا اور

شیخ علی اور امیر مظفر چند سواروں کے ساتھ قلعہ سیور میں (شور) میں پہنچے۔ امیر شیخ علی نے جو کچھ ہندوستان سے لیا تھا وہ سب یہیں چھن گیا وہ صرف جانی سلامت لے گیا۔ عمار الملک اور امر نے اسکا تعاقب قلعہ سیور تک کیا۔ شیخ علی نے اپنے بیٹے ملک مظفر کو قلعہ سیور میں قلعہ دار مقرر کیا خود کابل چلا گیا۔ اس زمانہ میں سلطان کے احکام آئے کہ تمام امرا جو ملک کو گئے تھے وہ قلعہ سیور کو چھوڑ کر وہاں آئیں۔ اب بادشاہ کو اس فتح نمایاں سے عمار الملک کی جانب سے وہم پیدا ہوا اور اس سے اقطاع ملتان لیکر خیر الدین کو ویدی اور اس کو مع امرا کے دہلی طلب کیا مگر یہ کام بادشاہ نے جلدی بے غور و تامل ناواہی کا کیا اس سے خطہ ملتان میں بُرے فساد کھڑے ہوئے جو نیچے صفحوں میں بیان ہوتے ہیں۔

جسرت شیخا گھکر

اس زمانہ میں جسرت شیخا گھکر نے فرصت پا کر اپنی قوت بڑھائی اور فتنہ و آشوب برپا کرنا شروع کیا اور ملک سکندر تختہ نے اس فساد کے مٹانے کے لئے جالندہر کی طرف حرکت کی جسرت نے جمیعت ہم پنچا کر کوہ تھکر سے نکل کر دربار جہلم و راوی و بیاس کو عبور کر کے جالندہر کے قریب آیا۔ ملک سکندر غافل تھا اس نے جسرت کا مقابلہ تھوٹے لشکر سے کیا۔ لڑائی میں اسکا گھوڑا دل میں پھنس گیا اور وہ زندہ جسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ جسرت اس کے گھوڑوں اور اموال پر تصرف ہو کر بڑی بیماری سے لاہور میں آیا اور اسباب قلعہ گیری کی ترتیب میں مصروف ہوا اور محاصرہ کر لیا۔ ملک سکندر کا نائب سید نجم الدین اور اس کا غلام ملک خوشخبر قلعہ دار تھے اور محاصرین سے روز ٹرتے تھے جسرت کی تحریک سے امیر شیخ علی کو انتقام کی فکر ہوئی کابل سے چاکر ملتان کی حد دو چر حملہ آور ہوا۔ دربار جہلم کے کناروں پر خطیب پور کے اور اور موضع کے آدمیوں کو دریا سے اتر کر قید کیا۔ اسی طرح الاول کو طلبنہ میں آیا۔ یہاں کے آدمیوں کو اپنے تئیں اس کے حوالہ کیا۔ اسنے رئیسوں کو قید کیا۔ پھر اسنے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ پر قبضہ کریں۔ دوسرے دن میں سارے ملتان قید ہو گئے۔ انہیں کچھ کھا دیا سید امام تباہی کا نہیں کیا گیا۔ سب عورتوں بچوں کو اپنے گھر کچھ املا گیا۔ کچھ آدمیوں کو مارا کچھ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ قلعہ طلبہ بند کو بار کر کے ہموار کر دیا

نہ تھا اس لئے وہ فساد برپا کرنے میں کوئی تقصیر نہ کرتا۔ امیر شیخ علی کے دفع کرنے کے لئے طلبہ (تلبا) میں عمار الملک آیا۔ امیر شیخ علی جنگ سے پہلو ہتی کر کے خطیب پور میں گیا اس اشتا میں سلطان کا فرمان آیا کہ عمار الملک طلبہ کو چھوڑ کر ملتان کوچ کرے۔ ۲۴ شعبان کو وہ ملتان گیا تو اس سے امیر شیخ علی دیر ہو گیا اور دریا راوی سے انکر کے دریا جہلم کے آبادیہ گروں کو جن کو جناب کہتے تھے ویران کیا اور ملتان سے دس کوس پر پہنچا۔ عمار الملک نے سلطان شاہ لودھی کو جو ملک بھلول کا چچا تھا اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اشتا راہ میں امیر شیخ علی سے محاربعوب ہو جس میں سلطان شاہ نے شکست پائی اور کشتہ ہوا کچھ اس کا لشکر بھاگا کچھ مارا گیا۔ دوسرے روز تیسری ماہ رمضان کو امیر شیخ علی خیر آباد میں کہ ملتان کے قریب ہے پہنچا۔

۲۵۔ ماہ رمضان کو شیخ علی اپنے تمام لشکر کو ہمراہ لیکر ملتان کے دروازوں کی طرف حملہ کرنے کے لئے بڑا۔ لیکن عمار الملک اوائل شہر اس سے لڑنے کو نکلے اور باغوں میں لڑائی ہوئی جہاں اور نوکرواپس جانا پڑا اور جو اسباب وہ اپنے ساتھ لائے تھے اُسے چھوڑنا پڑا۔ ۲۶۔ رمضان کو پھر بڑے لشکر سے انہوں نے حملہ کیا وہ گھوڑوں پر سے اتر پڑے کہ شہر کے دروازوں کے اندر داخل ہوئے۔ مگر عمار الملک نے پیادہ و سواروں سے ایسا حملہ کیا کہ وہ اٹے ہٹے کچھ مارے گئے کچھ اپنے لشکر سے جا ملے۔ اس دوبارہ شکست پانے سے پھر حملہ کرنے کا اون کو حوصلہ نہ رہا جب سلطان مبارک شاہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو فتح خاں بن مظفر خاں جسرانی کو مع امرا نے بزرگ مثل زیرک خاں و ملک کالو سمیت پیل و ملک یوسف و کمال خاں و رائے مہنو کے عمار الملک کی مدد کے لئے بھیجا۔ ۲۷۔ ماہ شوال کو یہ امرا ملتان کے قریب آئے۔ جب دشمنوں نے شاہی لشکروں کو دور سے دیکھا تو ان کا ہول کے مارے دل و ہلنے لگا اور جب ان بہادروں نے اپنے حملہ کیا تو وہ شکست پا کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس بھاگنے میں انکے لشکر کے کئی سردار مارے گئے۔ باقی فوج اس حصار میں گئی جو انہوں نے اپنے لشکر کے گرد بنایا تھا فتح مند لشکر نے اس حصار میں بھی امن کو نہ سمجھا نہ دیکھا ناچار قرار پر قرار ہوا مگر بہت سے ان میں اور باہر جہلم میں غرق ہوئے اور جو ڈوبنے سے پہنچے وہ قتل ہوئے۔

اپنے ارادہ سے پشیمان ہوا۔ خزانہ اور اسباب اس پاس کافی تھا۔ اس نے جنگ و قلعہ و اہم
اصرار کیا۔ عہد الملک بنے نیل مقصود سلطان پاس آیا۔ یہ قلعہ جلد تسخیر نہیں ہو سکتا تھا اس لئے صرف
میں عہد الملک کو بادشاہ نے ملتان رخصت کیا اور خود نوابی تبریز سے رایت مراجعت بلند کیا
اور اسلام خاں بوہی اور کمال خاں اور رائے فیروز اور اورانیہ ان صدد کو قلعہ کے محاصرہ اور
تسخیر کے لئے متعین کیا۔ عہد الملک اول تبریز بندہ گیا اور قلعہ کے محاصرہ کے لئے امر اکبر براہ کیا
اور ہر ملتان کو چڑا گیا۔ حصار کے فتح کرنے کیلئے بہت ہی اور کوشش کی گئی اور چھ مہینے محاصرہ
پر گزر گئے۔ اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کہ ایک اور گل یہ کھلا۔

امیر کابل سے لائی

فولاد خاں وریاے صہر اب میں ڈوبا پڑا تھا کہ اس کو یہ سوجھی کہ امیر شیخ علی حاکم کابل کی
دستگیری سے میری نجات ہو سکتی ہے اس لئے اس نے اپنے معتدوں کی جماعت بھیجی اور مبلغ خطیر اس
کے ہاتھ کیجے سلطان مبارک شاہ نے اپنے باپ کا طریقہ ملائمت و مدارات کا مرزا شاہ رخ
کے ہاتھ نہیں رکھا تھا۔ امیر شیخ علی کابل سے آیا راہ میں اس سے گھٹکتے مل گئے۔ امیر شیخ علی نے
دیر یاریاس سے اتر کر ان ہیروں کی اطلاع کو جو قلعہ گیری میں مشغول تھے تاخت و تاراج کر کے
بالکل ویران کر دیا۔ ماہ جمادی الاول میں جب تبریز بندہ سے دس کوس کے فاصلہ پر پہنچا تو امرا
نے دیکھا کہ اس نے لڑنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے اس لئے وہ محاصرہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے اقطاع کو
چلے گئے۔ فولاد غلام نے قلعہ سے نکل کر امیر شیخ علی سے ملاقات کی اور اپنے وعدہ کے موافق
دولاکہ ٹکا نقرہ اسکو دئے۔ اور اپنے اہل خیال اس کے سپرد کئے اور خود قلعہ میں گیا اور استحکام
قلعہ زیادہ کیا۔ امیر شیخ علی نے وریاے تلج سے اتر کر قتل و غارت کرنے میں خوب کوشش کی اور جو
کچھ فولاد غلام نے دیا تھا اس سے سو گنی نقد و جنس اسکو ہاتھ آئی۔ اس کے آدمی کئی سال سے
گرسن تھے اب وہ سیر ہو گئے۔ وہ لاہور میں آیا۔ یہاں ملک سکندرخان نے اس ہلاکوں ٹالا کو جو روپہ
پہلے ہر سال جاتا تھا وہ اسکو دیدیا۔ اب وہ دیہال پور کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں آبادی دیکھتا
اسکو برباد کرتا تین چالیس ہزار لکھ نہ کو مار ڈالا اور بہت سے مہدی قید کئے۔ اس کا کوئی روکنے والا

تہیں اور میان دو آب میں جاگیریں رکھتا تھا۔ مال کے جمع کرنے میں بڑا حریص تھا۔ بادشاہ نے
 اُسکا خزانہ کہ بادشاہ کے خزانہ سے ہم سہری کا دعویٰ کرتا تھا بالکل مع اقطاع کے اُس کے
 فرزندوں کو دیدیا۔ مگر ان بیٹوں نے حقوق بادشاہی کو منظور نہ رکھا اور فولا دترک بچہ کو جو
 سید سالم کا غلام تھا قلعہ تبرہ میں پہنچ کر مخالفت کی ترغیب اس امید پر دی کہ اس فتنے
 کے دفع کے لئے اُن کی طرف رجوع ہوگی اور اس تقریب سے وہ خود علم بغاوت بلند کریں گے
 بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہو تو سید سالم کے بیٹوں کو مقید کیا اور ملک یوسف ورائے ہسبھٹی کو
 سرہند کو بھیجا کہ وہ فولا د کو سمجھا سمجھو کر راضی کر لیں اور سید کا سارا خزانہ لے آئیں۔ جب یہ سرہند
 میں پہنچے تو اول روز فولا د دوستانہ ملا اور انکو غافل کرنے کے لئے صلح کی باتیں خوب
 بنائیں مگر دوسرے روز وقت سحر ناگاہ قلعہ سے نکل کر ان کے لشکر پر شب خون مارا مگر ملک یوسف
 ورائے ہسبھٹی پرانے سپاہی تھے فولا د کا یہ وار خالی گیا۔ اُٹا پھر گیا۔ مگر دوسری رات کو پھر
 شب خون مارا اور قلعہ کے برج و بارے بھی توپ و تفنگ چلائے جس سے بادشاہی آدمی متفرق
 ہو گئے اور ب بھاگ کر سرہنی کی طرف چلے گئے اور ان کے اموال اور اسباب پر فولا د غلام
 متصرف ہوا اور اُس سے اُسکو قوت و غلبہ حاصل ہوا جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ خود تبرہ
 کی طرف متوجہ ہوا۔ امیر و سردار و سپاہ و زمیندار اس کے حکم سے جمع ہوئے اور عوام و الملک
 حاکم ملتان بھی فرمان کے بموجب حاضر ہوا۔ بادشاہ نے سرہنی پر چند روز قیام کیا اور
 بعض امرا کو آگے روانہ کیا۔ انہوں نے جا کر قلعہ تبرہ کا محاصرہ کیا۔ فولا د غلام نے
 پیغام دیا کہ مجھے عمار الملک کی بات پر پورا اعتماد ہے اگر وہ آئے اور مجھے امان دے
 تو میں قلعہ سے نکل کر سلطان کی ملازمت میں حاضر ہوں۔ یہ اتماس اس کی منظور ہوئی سلطان
 نے عمار الملک کو تبرہ میں بھیجا۔ قلعہ کے دروازوں کے نزدیک عمار الملک سے
 فولا د غلام نے ملاقات کی اور عہد واثق کیا کہ کل بادشاہ کی پابوسی سے مشرف ہو گا
 اسی اثنا میں سلطان کے اہل لشکر اس سے اس کے ایک آشنا نے اس پاس یہ پیغام
 بھیجا کہ عمار الملک تو صادق القول ہے لیکن بادشاہ صلح و دست پر نظر کر کے اس کی
 بات نہیں مانے گا اور اور دہلی کی خبر کے لئے تیری سیاست فرما بیگا۔ فولا د غلام خلیفہ ہو کر

قلعہ جالندہر کی تحریک کے درپے ہوا لیکن اس کو نہ ملے سکا تو اس نواح کے مواضع کو لوٹا اور آرمیوں کو قید کر کے اپنے ساتھ کلاں وریں لے آیا۔ سلطان مبارک شاہ نے فرمان بھیجا کہ ملک اسکندرتھنے کی ملک کے لئے زیرک خاں حاکم سامانہ اور اسلام خاں واکم سرہند روانہ ہوں۔ ملک سکندر تھنے پہلے اس سے کہ یکے کیس اس کے پاس آئیں کلاں فورگیا اور یہاں کے راجہ غالب کو اپنے ساتھ متفق کر کے جہت کے پیچھے پڑا اور بیاس کے کنارہ پر کانڈہیں اسکو جالیا اور اسکو شکست دی اور جو قدر کہ غنیمت جہت نے جالندہر میں لی تھی سب اس سے واپس لیکر لاہور چلا آیا۔

ماہ محرم ۸۳۵ میں ملک محمود حسن بیانہ کے سارے فسادوں کو جو محمد خاں اودھی نے برپا کئے تھے مٹا کر دہلی میں اور سلطان مبارک شاہ میوات میں مہم داری یا مہندواری میں آیا اور یہاں چند روز توقف کیا۔ جلال خاں میواتی اور امیر میواتیوں کا مجرہ ہو کر مال گزاری بدستور سابق قبول کی اور بعض نے حاضر ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی۔ سلطان دہلی میں آیا۔ ملک حبیب نادری حاکم ملتان کے قوت ہونے کی خبر آئی تو اقطاع ملتان ملک اشرفی محمود حسن کو عنایت ہوئی اور عماد الملک کا خطاب ملا اور ملتان کو ایک بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا۔

۸۳۵ میں بادشاہ گوالیار گیا اور یہاں کے قتلوں کو مٹا کر بھیل گھاٹ (ما تھہ کانت) میں آیا۔ یہاں کے راجہ کوشکت دیکر کوہ پایہ میں آیا اور اسکے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور کثیر غلام اسیر کئے اور یہاں سے راہری میں آیا اور اس ضلع کو پسرین خاں سے لیکر ملک حمزہ کے حوالہ کیا اور مراجعت کا عزم کیا کہ اثناء راہ میں سید السادات سید سالم فوت ہوا بادشاہ نے اسکے بڑے بیٹے کو سید خاں کا اور چھوٹے بیٹے شجاع الملک کا خطاب دیا اور اور تمام اقطاع اور پرگنوں کو بدستور انکو حوالہ کیا۔

فولاد غلام کا فساد

کہتے ہیں کہ سید السادات سید سالم تین سال تک خضر خاں کے حضور میں عہدہ امرا کے نمبر میں رہا تھا اور بڑے بڑے اقطاع کا مالک تھا اور پیرہندہ (سرہند) میں خاندانہ و ذخیرہ و اسباب قلعہ داری جمع کیا تھا اور سوا اقطاع تبرہندہ (سرہند) کے اسکے پاس اور اقطاع مروہ و سرستی

پڑے بہت اور مبارک شاہ کے لشکر ہی ہر روز لشکر شرقی کی اطراف پڑا سخت کر کے اسکے گھوڑے اور میوٹی پکڑ کے اور آدمی قید کر کے اپنے لشکر میں لاتے۔ ۷ جمادی الآخر کو شاہ شرقی لڑنے کے ارادہ سے سوار ہوا۔ سلطان مبارک شاہ نے محمود جن خان اعظم فتح خاں بن سلطان مظفر گجراتی وزیر ک خاں کو اسلام خان ملک جے من نیرہ فیروز خاں و ملک کالو شختہ پیل و ملک احمد متبل خاں کو سرور الملک وزیر و سید السادات سید سالم خاں کے ہمراہ کر کے مقابلہ کے لئے پہنچا۔ دوپہر سے شام تک جنگ کاہ کارزار گرم رہا۔ جب ات ہوئی و دونوں لشکر اپنے اپنے مقام و جگہ پر چلے گئے۔ ۸ ماہ جمادی الآخر کو شاہ شرقی نے جو پور کی راہ لی مبارک شاہ نے تعاقب میں زیادہ اتہام اسلئے نہیں کیا کہ مسلمانوں کا کشت خون ہوتا۔ وہ خود ہاتھ کانٹ کی آہ سے گوا لیا رگیا اور یہاں کے راجہ سے اور بیسوں سے و تور قدیم کے موافق خراج لیا اور پیر مانیہ میں گیا۔ محمد خاں اوحدی قلعہ میں چلا گیا۔ اگرچہ قلعہ نہایت مستحکم تھا مگر قلعہ نشینوں نے نہ ہاتھ ایسے کھینچ کر بادشاہ سے مقابلہ کر سکتے تھے پانوں ایسے تھے کہ بھاگ سکتے۔ محمد خاں کو شاہ شرقی کی مدد سے بالکل نامیری تھی اسلئے امان مانگی اور مبارک شاہ کی خدمت میں آیا بادشاہ نے اسکے جرائم کو معاف کر دیا اور جان و مال کے ساتھ رخصت کیا کہ جہاں چاہے چلے۔ وہ میوات چلا گیا۔ مبارک شاہ نے محمود جن کو بیانہ کے قلعہ و ملک کے لئے منتظم مقرر کیا اور خود مظفر و منصور شعبان اسلئے کو دہلی میں آگیا۔ ملک و میواتی کو اس سے یہ کہ شاہ ابراہیم شرقی کے ہمراہ ہوا تھا قتل کر آیا اور ملک سمر الملک کو میوات کے ملک کا منتظم مقرر کیا۔ میواتیوں نے خود اپنے ملک کو بے چراغ کیا اور دہات کو اجاڑا اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ جلال خاں براہ و ملک قدوہ احمد خاں و ملک فخر الدین اور انکے اقربا نے اپنے سواروں اور پیادوں کو قلعہ لور میں جمع کیا۔ جب ملک سرور نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو محصورین نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اسلئے انہوں نے خراج اور اول دئے اور ملک سرور انکو لیکر دہلی چلا آیا۔

جسرت گھکر کا فساد

سب سے مذکور کے ماہ ذیقعد میں خبر آئی کہ حیرت گھکر نے بکرا نور کا محاصرہ کیا ہے اور ملک سکندر تحفہ لاسو سے اسلئے لڑنے گیا اور شکست پا کر لاہور چلا آیا اور جسرت نے نہ دریا، نیاس سے آہر کر

ملک ناصر الدین قنوجی نے نہ کر سکا امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا اور خود وہی چلا آیا۔ مبارک شاہ نے بیان میں ملک مبارز کو حکم مقرر کیا اور محمد خاں کے وقع کرنے کے لئے بھیجا۔ محمد خاں میں جنگ کی طاقت نہیں تھی قلعہ میں آنکر قلعہ بند ہوا۔ ملک مبارز یہاں کی ولایت پر نہ صرف ہوا۔ چند روز بعد محمد خاں نے اپنے چند معتمدوں کو قلعہ سپرد کیا اور خود جدیدہ الیغار کر کے سلطان ابراہیم شرقی سے جا ملا جو اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ کالپی کی تحریک کے قصد سے آتا تھا سلطان مبارک شاہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ملک مبارز کو اپنی خدمت میں بلا لیا اور خود میانہ کی فتح کے لئے چلا اتر آیا۔ میں قادریاں حاکم کالپی کی عرضداشت پہنچی کہ سلطان ابراہیم شرقی آراستہ لشکروں کے ساتھ کالپی کی فتح کے قصد سے چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے ہم بیانہ کو موقوف کیا اور سلطان ابراہیم کے مقابلہ کے لئے رواں ہوا۔ اس اثنا میں جو افواج شرقیہ نے بہوگانو کو لوٹ کر بدایوں کا قصد کیا تھا سلطان مبارک شاہ جنناؤنکر موضع اترولی یا (ہرنولی) میں کہ جواس کے مشہور مقابلوں میں سے تھا دوڑا اور وہاں سے وہ اترولی میں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ محض خاں برادر شاہ شرقی آتا وہیں آن پہنچا ہے تو اس نے ملک محمود حسن کو دس ہزار حیدہ سواروں کے ساتھ محض خاں (محض خاں کے) مقابلہ کے لئے بھیجا۔ محض خاں نے اس لشکر سے لڑنے کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی اس لئے اپنے بھائی پاس بازگشت کی۔ محمود حسن نے چند روز توقف کیا کہ دشمن کو غافل پائے تو اس پر حملہ کر کے مکر دشمن ہوشیار تھا اس کو موقع حملہ کرنے کا نہ ملا تو وہ اپنے بادشاہ کی فوج سے جا ملا۔ ابراہیم شاہ شرقی کالی ندی کے کنارہ کنارہ چلکر برہان آباد ضلع آتا وہیں آیا۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کیا اور قصبہ پائیں کوٹہ (بالی کونہ یا مالی کوٹہ) میں آیا۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان کچھ تھوڑا ہی فاصلہ تھا کہ لشکر مبارک شاہی کی شان و عظمت کو شاہ شرقی نے دیکھ کر مقابلہ کا ارادہ ترک کیا اور ماہ جمادی الاول میں قصبہ رابری کی طرف چلا اور جننا سے پار اتر کر بیانہ گیا اور کٹھیر یا کٹھیر ندی کے کنارہ پر مقام کیا۔ مبارک شاہ بھی چند وار کے نزدیک جننا اتر کر بیانہ پہنچا۔ اور دشمن کے لشکر سے پانچ کوہوں پر فروکش ہوا۔ طرفین نے اپنے لشکروں کے آگے خندق کھودی اور بیس روز تک یہ لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں

اس لئے سپاہ بنے آگے کوچ نہیں کیا۔ میواتیوں کی سکردی کی خبر آئی بادشاہ اس طرف روانہ ہوا اور غارت و تاراج پر دست دراز کیا۔ میواتیوں نے اپنا ملک و خراب اور کوہ چمرہ میں چلے گئے بادشاہ نے بسبب عمرت غلہ و صفت و محکمگی جائے کے دہلی کو مراجعت کی اور ملوک و امرا کو اپنی جاگیروں پر رخصت کیا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

۲۹ھ میں پھر میوات کی طرف بادشاہ گیا۔ بہادر نادر کے پوتوں جلو و قدر کے ساتھ میواتیوں نے ملکر اپنے ملک کو ویران کیا۔ اور کوہستان اندور کو اپنا مقام بنایا۔ لشکر شاہی نے کئی روز تک اُن پر حملہ کیا اور اندور سے نکال دیا تو وہ کوہستان الوریں چلے گئے۔ لشکر شاہی نے اندور کے مستحکم مقامات کو ہمار کیا اور الوریں پر چڑھ گئے اور جلو و قدر کے پیچھے پڑے۔ انہوں نے آخر کو باختر موکران چابی اور ملاوت کے چند روز بعد پھر بھاگنے کا ارادہ کیا تو مجبوس ہوئے اور بادشاہ نے میواتیوں کے ملک کو تاراج کیا جب قحط پڑا تو مراجعت کی۔ پھر چوہہ مہینے بعد محرم ۸۰ھ میں میوات گیا اور یہاں کے تہذیب و تمدن کو سزا دیکر بیانہ گیا۔ حاکم بیانہ محمد خاں سپر اوحد خاں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور سولہ روز تک لڑتا رہا اکثر آدمی اُسکے بادشاہ سے جا ملے تو وہ از روئے عجز و انکسار رستی گردن میں ڈالے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ میں جو گھوڑے اور تھیلیاں اور نفیس اشیاء تھیں وہ بادشاہ کی پیشکش میں پیش کیں۔ بادشاہ نے اُسکے اہل و عیال کو قلعہ سے اُتار کر دہلی بھیج دیا اور قلعہ بیانہ کو مقبل خاں کے سپرد کیا اور سیکری کو کہ اب فتحپور مشہور ہے ملک خیر الدین تحفہ کو حوالہ کی اور آپ خود یہاں سے گوالیار آیا یہاں کے راجہ اور کھنڈر چند واڑہ کے رئیسوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ اور دستور قدیم کے موافق خراج ادا کیا۔ جمادی الاول میں بادشاہ دہلی میں آگیا۔ اور ملتان اور اسکی نواح کے ملک سے ملک حسن کو بدل کر خضار فیروزہ میں بھیجا۔ اور اسکی جگہ ملک جب نادری کو مقرر کیا۔ اور کوشک جہاں نمایہ و زشاہی کو اوحد خاں بیٹے محمد خاں کے لئے تجویز کیا اسکی تربیت کی فکر میں تھا لیکن محمد خاں جلدی کر کے مع زبن و فرزند اور تمام متعلقین کے کوشک جہاں نما سے بہاگ کر میوات میں چلا گیا۔ اور وہاں مردمان و اقبیہ طلب کو جمع کیا۔ جو قوت اُسے خبر پائی کہ قلعہ بیانہ میں ملک ناصر الدین کو مقبل خاں چھوڑ کر خود مہابن دجاہان لاکھی طرف گیا ہے تو ابلیغار کر کے زمینداروں کو اپنے ساتھ ملا کر شہر بیانہ پر تھپڑ پھونکیا

تاختِ نارنج کرنے کی صلاح بتائی۔ تاکہ بادشاہِ دہلی پر سب طرف سے ایسا زور پڑے کہ اسکا مقصود حاصل ہو۔ اسی زمانہ میں ملک علاء الدین حاکم ملتان نے وفات پائی اور امیر شیخ علی کے آنے کی خبر فشر ہوئی۔ مبارک شاہ نے اقطاع ملتان بھجھکر سیوستان میں بے تامل ملک محمود کو آراستہ لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے حصار ملتان کو جو صاحبِ قرآن کے صدر سے دیرین پڑا تھا محنت کرائی اور اطراف و نواحی سے لشکر کو جمع کیا اور یہاں کے آدمیوں کو انعام و تحفے بخش دیے دے کے خوش کر دیا اور غلوں سے جنگ کیلئے مستعد ہوا۔

گوالیار اور میوات کی مہم و بیانیہ کی مہمات

اسی سال میں خبر آئی کہ الپ خاں یا الف خاں عرف ہوشنگ الی وھار (مالوہ) نے گوالیار کے قلعہ کا محاصرہ تسخیر کے ارادہ سے کر رکھا ہے۔ اہل حصار کی حمایت کیلئے بادشاہ مبارک شاہ روانہ ہوا جب بیانیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر خاں بن داؤد خاں حاکم بیانیہ نے اپنے چچا مبارک خاں کو مار کر بیانیہ میں تہلکہ ڈال رکھا ہے اور مخالفت کے قہمد سے بالائے کوہ چلا گیا ہے۔ دین گو میں مبارک شاہ فرکوش ہوا۔ اور رسل در رسائل کے بعد امیر خاں نے سالانہ خراج دینے کا عہد کیا اور لو ازم عطا بجالایا۔ بادشاہ مبارک شاہ گوالیار گیا۔ سلطان ہوشنگ نے چنبل کے گھاٹ کو روک رکھا تھا۔ مبارک شاہ دوسرا گھاٹ تلاش کر کے چنبل سے جلد پارا تر گیا اور دہلی کے مقدمہ لشکر نے سلطان مالوہ کی اطراف لشکر کو غارت کیا اور جماعت کثیر کو اسیر کیا۔ چونکہ یہ امیر سلطان تھے اسلئے مبارک شاہ نے انکو چھوڑ دیا۔ سلطان ہوشنگ نے لائق پیشکش بھیجے اور وہاں کو چلا گیا مبارک شاہ نے چنبل کے کنارہ پر توقف کیا اور قانونِ قدیم کے موافق خراج اس دیار کے زمینداروں سے وصول کیا اور جب مئی ۲۷ میں دہلی میں آیا اور مئی ۲۸ میں کٹھیر کے ملک میں گیا۔ یہاں کے راجہ ہرنگ نے گنگا کے کنارہ پر آن کر ملازمت کی اور تین سال کی بقایا مالگذاری کی بابت چند روز مقید رہا۔ ادا سے مال کے بعد رہائی پائی۔ بادشاہ نے گنگا کے پار اتر کر متمدنوں اور مفسدوں کو پاؤں مال کیا اور کیا بولوں کی طرف چلا۔ یہاں کچھ دنوں تھیرا لیکن جب موسم گرم ہو گیا تو رہنے کے کنارہ کنارہ گھر کا راستہ لیا اور گنگا پار ہو کر قنوج کا ارادہ کیا کہ ہندوستان کے سارے شہروں میں توحط کی سخت بلاناظر ہوئی تھی

سب سے پہلے مبارک شاہ نے لشکر مرتب کیا اور محرم کے مہینے میں ملک ٹھیکر کی طرف حرکت کی اور بالخصوص وصول کیا اور بعض تہذیبوں کو سزا دی۔ بہایت خاں حاکم بدایوں جو حصاری ہو کر خضر خاں سے لڑا تھا اور اب اس کے بیٹے سے خوف زدہ ہو رہا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اس کا قصہ معاف ہوا۔ بادشاہ یہاں سے گنگا پار اترے اور راٹھور راجپوتوں کے ملک پر تاخت کی اور انہیں سے بہت سے راجپوت قتل و اسیر کئے۔ گنگا کے کنارہ پر چند روز اس نے توقف کیا اور قلعہ کبلیہ میں ملک مبارک وزیر ک خاں و کمال خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ راٹھوروں کو سزا دے اٹھانے دیں۔ راجہ اٹاؤہ نے بادشاہ کی بمراسی کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تھا وہ لشکر سے بھاگ گیا بادشاہ نے ملک بشرق مبارک خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ اس کے پیچھے روانہ کیا۔ وہ اس کو پکڑ تو نہ سکا مگر ولایت اٹاؤہ میں داخل ہو کر مرگم تاخت تاراج میں سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ ملک مبارک شاہ خود بھی جلد سفر کر کے اٹاؤہ میں داخل ہوا۔ یہاں راجہ نے بہت سے راجپوت اپنے پاس جمع کر کے قلعہ میں پناہ لی۔ بادشاہ نے اس کا محاصرہ کیا۔ جب راجہ تنگ عاجز ہوا تو دوسری دفعہ اپنے بیٹے کو بادشاہ پاس بھیجا اور جو مال و محصول واجب الادا تھا اس کو ادا کیا۔ مبارک شاہ دہلی چلا آیا اور اس اثنائ میں ملک محمود حسن اپنے لشکر سمیت دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منصب بخشی گری پر جب کو ان دنوں میں عارض ممالک کہتے تھے سرفراز ہوا۔

جسرت شیخا اور رائے بھیم

ایسی سال میں جسرت شیخا اور رائے بھیم میں لڑائی ہوئی اور رائے بھیم مارا گیا اور اس کا بہت سا مال و اسباب جسرت شیخا کے ہاتھ آیا۔ دس بارہ ہزار گھوڑے جمع کر کے پھر لاہور و دہلی کی بادشاہی کا اس نے قصد کیا اور دیپالی پور اور لاہور کی نواح کو تاخت تاراج کر کے اموال فراوان لوٹا۔ ملک سنگندر تحفہ نے اس کے دفع کرنے کا قصد کیا اور دیپال پور کے پار اترے مگر کچھ کام نہ ہو سکا ناچار واپس آیا جسرت گھوڑوں کی ولایت میں جا کر خیل و چشم کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ کابل میں میر شیخ علی پسر غمیش اقامت رکھتا تھا اور مرزا اتا سرخ کے امرا میں سے تھا اور یہاں اس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس سے آشنائی اور خصوصیت جسرت نے پیدا کی اور یوستان و بھکر و ٹٹہ کی

ایک مہینہ وہ مقیم رہا اور قلعہ اور شہر کے دروازوں کی مرمت میں مصروف رہا اور جب یہ کام سب ہو چکا تو اسنے اقطاع لاہور ملک الشرق ملک محمود حسن کو دی اور اس کے ساتھ دو ہزار سوار بھی رہیں چھوٹے۔ اور خود دہلی مراجعت کی۔ جب ہاؤ شاہ دہلی میں آگیا تو جسرت شیخا چناب اور راوی سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اتر آ اور حصار لاہور کے پاس آیا۔ اور اسنے اپنے جیسے شیخ المشائخ حسین زنجانی کے مزار کے پاس لگائے۔ حصار خام لاہور پر ۱۱۔ جمادی الآخر کو لڑائی ہوئی جس میں جسرت کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ قلعہ سے باہر لشکر شاہی نے ان کو اسکا تعاقب کیا مگر دو رات تک نہیں دونوں لشکر اپنے مقامات میں مقیم رہے۔ غرض جسرت نے ایک مہینے پانچ روز تک قلعہ کا محاصرہ رکھا اور کئی دفعہ قلعہ پر لڑا مگر جب کچھ کام نہ بنا تو کلا نو چپ لگا گیا اور یہاں قلعہ کلا نو میں لشکر شاہی کی امداد کے لئے رائے بھیج آیا تھا۔ اس سے جسرت اپنا انتقام لینا چاہتا تھا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی مگر ماہ رمضان میں انہوں نے آپس میں صلح کر لی اور جسرت شیخا دیرپاس کے کنارہ پر پہونچ کر گھکروں کا لشکر جمع کرنے لگا اس اثنا میں ملک تحفہ اسکندر جو ملک محمود حسن کی امداد کے لئے متعین ہوا تھا گذرپوہی میں بڑے لشکر کے ساتھ آگیا۔ جسرت اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ راوی اور چناب کے پار اپنے ہمراہیوں سمیت بھاگ گیا اور تکھ میں چلا گیا ملک الشرق گذرپوہی سے بیاس کے پار اتر آ اور ۱۲۔ شوال کو لاہور پہونچا۔ ملک محمود اس کے استقبال کے لئے قلعہ سے تین کوس پر آیا۔ اس سے پہلے ملک سکندر تحفہ سے ملک رجب امیر دیال پور ملک سلطان شاہ نو دی اور اسے فیروز لگئے تھے۔ اب سکندر تحفہ کا یہ لشکر چلکر سرحد جموں میں پہونچا۔ یہاں راجہ بھیج اس سے آن ملا اور جہاں یہ گمان تھا کہ گھک پر نہاں ہونگے ان کو قتل کیا اور ملک تحفہ سکندر لاہور میں آگیا۔ اب یہاں مبارک شاہ کا مبارک فرمان پہونچا کہ ملک محمود جن جالندہر میں جا کر سب اسباب درست کر کے دہلی آئے اور ملک سکندر تحفہ لاہور کا بندہ دست کر۔ ے اور بادشاہ نے اس سے وزارت لیکر ملک الشرق سرور شہر کو دیدی اور اس کے بیٹے کو شہر مقرر کیا۔

کھنڈر آواؤا وہ کی بہات

ملک سلطان شاہ متخص ہوا۔ جس نے ہر چند قلعہ کی فتح میں کوشش کی مگر ناکام رہا جب سلطان شاہ اسلام خاں نے بادشاہ سے ملک طلب کی تو باوجود برسات کے بادشاہ خود ماہر جب میں شہر سے سرہند کی طرف روانہ ہوا۔ اور آب وہ حوالی سرہند میں سامانہ پہنچا تو جسرت اُس کے نزدیک آنے کی خبر سنا۔ ۲۔ جب کو محاصرہ چھوڑ کر لدھیانہ چلا گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ جسرت نے خود زیرک خاں کو چھوڑ دیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ زیرک خاں بھاگ کر سامانہ میں مبارک شاہ سے آن ملا پھر لشکر شاہی لدھیانہ کی طرف بڑھا۔ جسرت گھکر دریا کے دوسرے کنارہ پر چلا گیا اور وہاں لشکر شاہی کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ کل کشتیوں پر اس کا قبضہ تھا اسلئے لشکر شاہی دریا کے پار نہ اتر سکا اور چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑ رہے۔ جب ہمیں نے طلوع کیا اور دریا کا پانی اُترتا تو بادشاہ دریا کے کنارہ کنارہ قبول ہو گیا اور جسرت شیخا دو کے کنارہ پر بادشاہ کے لشکر کے سامنے ہر روز لشکر اُتارتا ہوا چلا۔ ۱۱۔ سوال کو بادشاہ نے سکندر تحفہ وزیرک خاں و ملک اشرف محمود جن و ملک کمال و بعض امرا کو لشکر اور ہتھیاروں کے ساتھ دریا کے پار رو بہر میں بھیجا۔ صحیح کو پایاب دیو سے یہ اتر گئے اور ہمیں۔ سے مبارک شاہ بھی ان کے پیچھے دریا سے اُترا۔ جسرت کا لشکر بادشاہی لشکر کے متوازی دریا کے کنارہ پر چل رہا تھا مگر جب لشکر شاہی دریا سے اُتر کر اس کے سامنے آیا تو بغیر لڑنے وہ بھاگ گیا۔ لشکر سلطانی نے اس کا تعاقب کر کے بہت پیدل اور ہوا اس کے قتل کئے اور بہت مال اسباب لوٹ لیا۔ جسرت مغل کا نہ چند سواروں کے ساتھ جالندھر گیا۔ دوسرے روز بیاس پار اُترا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو وہ دریا راوی کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ بیاس اُتر کر راوی پر قصبہ بھوا کے قریب جسرت کے تعاقب میں پہنچا۔ تو جسرت نکھر کے پہاڑوں میں جا چھا راجہ جتو بادشاہ کی ملاقات سے سرفراز ہوا اور وہ رہبری کر کے بادشاہی کو نکھر پرے گیا جو جسرت کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ لشکر نے اس مقام کو ویران کیا اور شیخا کے آدمیوں کو جو اس پہاڑ میں پرگٹ رہے تھے اسیر کیا اور شاہی لشکر سالم و غانم لاہور پہنچا۔

محرم ۱۱۰۰ھ میں بادشاہ شہر لاہور میں پہنچا۔ یہاں شہر میں ابوبول رہا تھا۔ بادشاہ نے اس شہر کے آباد کرنے پر توجہ کی اور اس منجبت یہاں عمارت بتی شروع ہوئی۔ یہاں راوی کے کنارہ پر

بٹھا دیا اور اُسے اپنے تئیں معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ لقب کیا۔ امرا و لوگ اکابر و شایخ و مساوات کی جاگیر و وظائف اور ادب و ستور سابق جاری رکھے۔ اور بعض کا اضافہ کیا اور حصار فیروزہ و ہالسی کی اقطاع ملک جب نادور سے لیکر ملک الشرفی ملک مدو (بدایا) اپنے برادر زاوہ کو دیں اور ملک جب کو دیپال پور اور پنجاب کی اقطاع عطا کیں خبر آئی کہ شیخا گھکھر (کھوکھر) کا بھائی جسرت اور طغنا رئیس نے سرکشی کی۔

گھکروں کی لڑائی

شیخا گھکھر کا پہلے کام تمام ہو چکا تھا اُسکی جگہ اُسکا بھائی جسرت گھکھر اپنی قوم کا سردار مقرر ہوا۔ جمادی الاول ۷۳۸ء کو سلطان علی پادشاہ کشمیر طلبہ گیا تھا جب اس نے مراجعت کی تو اسکی سپاہ متفرق تھی جسرت گھکھر نے سمراہ اُسے روکا اور لڑکر اس کو زندہ گرفتار کر لیا اور اس کا تمام مال اسباب لوٹ لیا۔ اس برد کے ہاتھ لگنے سے وہ بہت مغرور ہو گیا اور ایسا دماغ چلا کہ دہلی کی تیج کی فکر کرنے لگا اور ملک طغناے ترک کو جو سپاہ دہلی کے صدر مہمے پہاڑیں بہا گا تھا بلاکر امیر الامرا مقرر کیا۔ جب اسے خضر خاں کامرنا سنا تو پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر دیر یا ایماس اور ذریار تلج سے پار اتر اور تلونڈی میں رائے کمال الدین پر حملہ کیا۔ رائے فیروز کو اپنے آگے سے جنگل میں پہنچا دیا۔ شہر لودھیانہ سے لیکر دوپہر کے ہمراہ تک ملک کو دوبارہ جسرت نے خوب لوٹا۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر تلج سے پار اتر اور جالندھر کی طرف چلا۔ زیرک خاں حاکم جالندھر تھیں ہوا۔ جسرت شہر سے تین کوس پر خمیر زن ہوا۔ آپس میں عہد و پیمان کی باتیں ہوئیں لگیں اور طرفین سے صلح پر راضی ہوئے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ زیرک خاں لڑا۔ اور جسرت تلج فریب کر کے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ زیرک خاں بیٹے کو اول میں لے اور قلعہ جالندھر کو خالی کر کے طغنا کو سپرد کرے پس طغنا کو مع لایق پیش کش کے مبارک شاہ کی خدمت میں جسرت بھیجے۔

۲۰ جمادی الآخر ۷۳۸ء کو زیرک خاں حصار جالندھر سے باہر آیا اور جسرت کے لشکر میں جو تین کوس پر دیر یا سرستی کے کنارہ پر فرود کش تھا آیا۔ دوسرے روز جسرت عہد شکنی کر کے زیرک خاں کے سردار چڑھ گیا اور اُسکو قید کر کے لودھیانہ لے گیا یہاں ۲۰ جمادی الآخر کو عین برسات میں سرد ہند پہنچا

۳۳۳ھ میں خضر خان نے میوات پر غرمت کی میواتیوں میں سے بعض نے حاضر ہو کر اطاعت کی باقی نے بہادر زناہر کے کوٹہ میں پناہ لی۔ انکا محاصرہ اسے کیا۔ میواتی حملہ اول ہی میں جلد شکست کھا کر کوہستان میں ہباگ گئے۔ لہذا فتح ہو گیا خضر خان نے اس قلعہ کو بالکل برباد کیا اور گولیا کی جانب روانہ ہوا۔ بحر مہم کو ملک تلج الملک فوت ہوا۔ اسکا بڑا بیٹا ملک بشرق ملک سکندر وزیر مقرر ہوا۔ جب خضر خان گوالیار میں پہنچا تو اسکی سپاہ نے اسکا محاصرہ کیا اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ یہاں سے خراج لیکر اٹا وہ میں آیا۔ اسے علم بیز تو مر گیا تھا اسکا بیٹا مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ اس نے مال و خراج دیدیا۔ اب خضر خان علیل ہوا اور دہلی کو مراجعت کی۔ شہر میں پہنچکر بسترہ جمادی الاول ۷۷۷ھ کو (۵ اگست ۱۳۷۶ء) رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔ سات سال دو ماہ دو روز سلطنت کر گیا۔ خیرات و مبرات اس سے بہت سی ظہور میں آئیں۔ جو جماعت کہ صاحب قرآن کے حملوں سے بڑا خائفانہ ویسے سرور سامان ہوتی تھی اسکے ایام سلطنت میں صرفہ بحال و مصباحیت ہو گئی تھی۔ اس سلطنت کا ذکر پچھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام سلطنت میں وزیر بادشاہ و دونوں کا حال یہ رہا کہ کبھی کٹھیر کبھی گوالیار کبھی بدایوں کبھی سنبھل۔ بیان محصول کیا وہاں کسی سرکشی کو دبایا۔ کسی سرکش کو مطیع کیا۔ نوادہ دہلی کوئی ضلع اور صوبہ بادشاہ کے قبضہ و تصرف میں نہ تھا۔ اگر ایک طرف کچھ ملک ہاتھ لگا تو دوسری طرف سے کل گیا یہی حال رہا۔ نہ وزیر سے کچھ ہوا نہ بادشاہ سے بلکہ خود صوبہ ملتان اور پنجاب میں جو میراث میں خضر خان کو پہنچا تھا غلط پڑنے لگے خلاصہ یہ ہے کہ اسکے عہد سلطنت میں نہ سلطنت کی نمائش ہوئی اور نہ ملک کی افزائش ہوئی جو ملک اس بادشاہ کے قبضہ میں آیا وہ اس کی سلطنت سے سر نہ و شاداب ہوا مگر کوئی نیا صوبہ اس کے ہاتھ نہ آیا۔ اکثر ہماری تاریخ میں ملک کٹھیر کا ذکر آیا ہے جس ملک کو اب ریلوینڈ کتے ہیں ہندو اس کو کٹھیر کہتے تھے۔ مسلمان پہلے اس ملک کو چوگنگا کے مشرق میں ہے کٹھیر کہتے تھے لیکن جب سنبھل اور بدایوں جدا جدا صوبے مقرر ہوئے تو صرف اس ملک کو جو رام گنگا کے پرے ہے کٹھیر کہنے لگے۔

ذکر سلطنت بادشاہ معز الدین ابوالفتح مبارک شاہ بن خضر خان

خضر خان نے اپنی وفات سے تین دن پہلے مبارک خان کو اپنا وکیل مقرر کیا تھا باجک مر نیچے بعد اسی روز یا تیسرے روز ۷۷۷ھ جمادی الاول ۷۷۷ھ کو امراء و ملوک نے اتفاق ہو کر اسکو باجک کے تخت پر بٹھایا

کے قریب آیا اور ایک جنگ ہوئی جس میں ملک شاہ کو فتح ہوئی اور سارنگ خان پہاڑوں میں ہالگا۔ اور قصبہ ترسری علاقہ سرہند میں وہ پہونچا خواجہ علی اندرابی امیر قصبہ جٹیمہ اپنے تابعین کے اس جلی سارنگ خان سے آن ملا۔ حسب الحکم خضر خان کے ملک طغاسے ترک امیر جالندہر وزیرک خان امیر ساہنے و ملک خیر الدین حاکم میان دو آب لشکر عظیم کے ساتھ سلطان شاہ کی کمک کو دوڑے۔ سلطان شاہ سرہند میں داخل ہوا اور جلی سارنگ خان روپڑ میں گیا خواجہ علی نے سارنگ کو چھوڑ دیا۔ اور وزیرک خان سے آن ملا۔ رمضان کے مہینہ میں روپڑ میں سب لشکر متفق ہو کر پہاڑوں میں سارنگ خان کے پیچھے پڑا۔ سارنگ خان کی جمعیت پرانگڑہ ہو گئی وہ چند متقد و آدمیوں کے ساتھ پہاڑ میں تحصن ہوا۔ اور لشکر دن نے اپنے مقام پر مراجعت کی صرف سلطان شاہ لودھی روپڑ میں مقیم رہا۔

۳۲۳ء میں جلی سارنگ خان پہاڑ سے نکلا اور بعد عہد و پیمان کے ملک طغاسے مل گیا ملک طغاسے نے ملک و مال و دولت کی طع سے اسے مار ڈالا۔ اس عرصہ میں خضر خان نے شہر میں آرام کیا تاج الملک کو سپاہ کے ساتھ اٹاواہ اور اس کی نواح کے زمینداروں کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ یہ سپاہ اول برن میں گئی اور پھر کول میں آئی۔ اس نواح کے مسعودوں کی گوشمالی کر کے اٹاواہ پر آگے بڑھی اور موضع دہلی کو جو سب سے زیادہ مستحکم جگہ ہندوؤں کے قبضہ میں تھی برباد کیا پھر اٹاواہ میں جا کر اسے سمہیر کا محاصرہ کیا۔ جس نے آخر کو صلح کر لی اور سالانہ مال و خراج ادا کیا۔ پھر لشکر جندوارہ میں گیا اور اس کو تاخت و تاراج کیا۔ پھر وہ کٹھیر میں گیا اور وہاں کے راجہ راسے سنگھ سے پہلے سے زیادہ مال و خراج وصول کیا۔ پھر تاج الملک دہلی میں آیا جب کے جیلے میں خبر آئی کہ ملک طغاسے دوبارہ سرکشی اختیار کی ہے اور سرہند کے قلعہ کو تسخیر کر لیا ہے اور منصور پور اور پابل سمک ملک کو تاخت و تاراج کیا خضر خان نے اسے مغلوب کرنے کے لئے ملک خیر الدین وزیرک خان کو نامزد کیا وہ اس باغی کے تلاش میں چلے جب ملک طغاسے نے تاکہ وہ اس کے قریب آگئے ہیں تو وہ دریا تلج سے پارا ترکدہ میانہ میں آیا اور دریا کے دوسری طرف لشکر شاہی کے سامنے پڑا۔ دریا پایاب تھا اس لئے لشکر شاہی دریا پار آئے تو طغاسے (طہر علان) ہالگ کر جہتھ گھر (دھوکہ) کی ولایت میں چلا گیا۔ اس کی اقطاع وزیرک خان کو دی گئی اور ملک خیر الدین دہلی چلا آیا۔

کی راہ سے گنگا کے کنارہ پر آیا اور بجلانہ گھاٹ سے دریا سے عبور کیا۔ مہابت خان حاکم بدایوں کو اس نے رخصت کیا۔ اور خود اٹا دہ میں آیا۔ یہاں کا راجہ سمبیر متخصن ہوا تاج الملک نے ولایت اٹا دہ کو تاخت و تاراج کیا اور راجہ نے مال و محصول دیکر صلح کر لی۔ اس طرح فتح کے ساتھ تاج الملک دہلی میں ربیع الآخر میں آگیا جو مال و مندرج لایا تھا وہ اس نے خضر خان کے حوالہ کیا اور نور دہلیت خمدانہ ہوا۔

۱۲۱۹ھ میں مسعودون کی سزا کے لئے خضر خان ملک کشمیر کو گیا ادل اس نے کول کے مسعودون کی تنبیہ گوشمالی کی۔ پھر اس نے راہب اور سبھل کے جنگوں کو صاف کیا اور سارے مسعودون کی سرکوبی کی پھر ذیقعدہ کے مہینے میں بدایوں کی طرف اس نے حرکت کی اور پٹی آبی کے قریب گنگا سے پار اترتا اور اس خبر کو سننے سے مہابت خان امیر بدایوں کے دل میں ہول اٹھا اور وہ ذالحجہ کے مہینے میں قلعہ بداون میں متخصن ہوا۔ اور چہ مہینے تک لڑتا بڑھتا رہا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ خضر خان پاس خبر آئی کہ بعض ہراثل قوام خان و اختیار خان اور اعلیٰ خانہ زادان سلطان محمود جو خدمت خان سے جدا ہو کر خضر خان سے آئے تھے انہوں نے غدر مچانے کا ارادہ کیا ہے خضر خان ان کے ارادہ کو سمجھ گیا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ چوڑ کر دہلی کی جانب مراجعت کی اٹار راہ میں گنگا کے کنارہ پر ۲۰ جمادی الاول ۱۲۲۰ھ کو قوم خان اور اختیار خان اور خانہ زادان محمود شاہ اور کل اہل غدر کو کسی بہانہ سے ایک مجلس میں جمع کر کے قتل کر ڈالا اور خود دہلی میں آگیا۔

دہلی میں آنے کے چند روز بعد اس نے سنا کہ باجوارہ یا ماجپوارہ کے پہاڑوں میں جو جاندار سے متعلق ہیں ایک شخص ملے تین سارنگ خان کہتا ہے اور اس کے گرد ایک خلق کثیر جمع ہو گئی ہے اور احمق اسکو بیچ بیچ سارنگ خان جانتے ہیں حالانکہ سارنگ خان اسی زمانہ میں کہ صاحبقران ہند میں آیا تھا فوت ہو چکا تھا۔ خضر خان نے اقطاع سرہند ملک سلطان شاہ لودھی مخاطب اسلام خان کو دیکر اسکو سارنگ خان کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ ملک سلطان شاہ سپاہ لیکر راہ رجب میں سرہند کی طرف چلا۔ سارنگ خان اپنی گنواؤں سپاہ کو لیکر آگے بڑھا اور جب تلج کے پار اترتا تو راہ پر (رد پور) کے آدمی اس کے ساتھ اور شریک ہو گئے۔ شعبان میں وہ سرہند

گجراتی نے قلعہ ناگور کا محاصرہ کر لیا ہے۔ خضر خان اس کے رفع کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ سلطان احمد گجراتی نے جب سنا کہ وہ قریب آگیا تو ملک مالوہ کو ہاگ گیا خضر خان شہر نوجہاں میں آیا۔ اس شہر کو عروس جہان کہتے تھے اور اس کو سلطان علاء الدین خلجی نے بایا تھا۔ اس شہر کا حاکم الیاس خان اس کی خدمت میں آیا اور اسپر نواز شش کی گئی۔ یہاں کے مفسدین کی گوشمالی کر کے خضر خان گوالیار کی طرف متوجہ ہوا اور راجہ کا قلعہ میں محاصرہ کیا مگر قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ فتح نہ کر سکا راجہ سے مال اور خراج مقررہ لیکر ہر خط بیانہ میں گیا اور شش خان اودھ کی حاکم بیانہ سے بھی باج لیکر دہلی مراجعت کی۔

۱۲۱۸ء میں خبر آئی کہ ملک طغائی رئیس اور اودھ باش نرک پچون نے جو ملک سدھو کے قاتل تھے بغاوت اختیار کی خضر خان نے زیرک خان حاکم سامانہ کو اس بغاوت کے دبائے کے لئے مقرر کیا۔ باغیوں نے قلعہ سرہند کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب زیرک خان ان کے قریب آیا تو باغی پہاڑوں میں بھاگ گئے اور ملک کمال الدین کہ قلعہ میں گہرا ہوا تھا نجات پا کر دہلی گیا اور زیرک خان مخالفوں کے درپے ہوا۔ جب وہ قصبہ بائل میں پہنچا تو ملک طغائی نے انقبیا قبول کیا اور شش دی اور اپنے بیٹے کو اول میں دیا اور ملک سدھو کے قاتلون کے عاید کو اپنے پاس سے جدا کر دیا۔ زیرک خان نے جالندھر اسکو دیدیا اور خود سامانہ میں چلا گیا۔ اور شش دی اور پھر طغائی کو دہلی خضر خان پاس بھیج دیا۔

۱۲۱۸ء میں خضر خان نے تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ ملک کٹھیر کو روانہ کیا کہ دہان کے راجہ ہر سنگہ کی بغاوت کو وہ فرد کرے۔ جب گنگا پارہ لشکر اترا تو ہر سنگہ تمام ملک کٹھیر کو غارت کرنا ہوا آتو لہ کے جنگل میں چوہیں کو س تک پہنچا ہوا تھا چلا گیا لشکر سلام جنگل کے قریب خیمہ ہوا اور ہر سنگہ کو گمیر لیا وہ لڑا مگر لشکر شاہی فتح مند ہوا اور دشمن کا سارا اسباب سلاح و اسلحہ اس کے ہاتھ آیا اور ہر سنگہ کمایوں کے پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ دوسرے دن اس کے تعاقب میں میں ہزاروار بھیجے گئے۔ تاج الملک لشکر سمیت اپنے جگہ مقیم رہا۔ لشکر اسلام نے آب رہے عبور کیا اور کوہ کمایوں میں دشمنوں کا تعاقب کیا ہر سنگہ پہاڑوں میں دوزخ چلا گیا اور لشکر اسلام نے پانچویں دن قرہت کی بہت سامان اسبیا غنیمت میں ہاتھ لگا۔ بعد ازاں تاج الملک نے بدایوں

سکینہ سے گذر کر یا دہم مین آیا حسن خان امیر راپری (راپری و چند وار اگرہ سے چند میل نیچے
جنا کے کنارہ پر قصبے مین) اور اُس کا بھائی ملک حمزہ دونوں اُس کی خدمت مین حاضر
ہوئے اور گویا راور ادرسی اور چبندہ دار کے راجاؤن نے مال و محصول ادا کیا اور
اطاعت قبول کی اور قصبہ جلیسر کو چند وار کے راجپوتوں سے چھین لیا۔ اور جو مسلمان پہلے
اس کے مالک تھے انکو وہ دیدیا اور اپنے شق دار مقرر کر دئے اور پھر اٹا وہ گیا اور یہاں
کے مقدموں کی نادیب کر کے وہ دہلی مین چلا آیا۔

۱۸۱۱ء مین خضر خان نے اپنے بیٹے ملک الشرق ملک مبارک کو اقطاع فیروز پور و سرہند
اور وہ اقطاع جو بیرام خان کے پاس تھے حوالہ کی۔ سارے مغربی ملک کی حکومت اُس کو دی
اور ملک سدھوناہر کو اس کا نائب مقرر کیا اور یہ شاہزادہ اس ملک کا ہمہ وجہ انتظام کر کے دہلی
مین مع ملک سدھوناہر اور اورامہ کے آگیا۔

۱۸۱۲ء مین خضر خان نے ملک تاج الملوک کو بڑی سپاہ کے ساتھ بیانہ و گویا راور بھیجا۔
جب تاج الملوک ملک بیانہ مین داخل ہوا تو ملک فخر الملک اور اُس کے بہائی شمس خان نے
بڑے دھوم دھام سے اُسکا استقبال کیا یہاں سے وہ گویا راور گیا اور ملک کوتاخت و تاراج
کیا اور اسے گویا راور زمینوں سے جو سالانہ مال و محصول مقرر تھا لیکر چند وارہ کے سامنے جنا
پار اتر کر کچیلہ اور پٹی آلی مین گیا۔ اسے ہر سنگہ کٹھیر کا راجہ تاج تھا اسے مال و محصول لیکر وہ دہلی چلا
آیا۔ اور سرہند مین شاہزادہ کے بجائے ملک سدھوناہر کو بھیجا۔ اس سہ مین حماد علی الاول کے
چھینے مین خیرائی کہ بیرام خان کی قوم مین سے ترک پچون کی ایک جماعت نے ملک سدھو کو مکرو فریب
سے پکڑ کر مار ڈالا اور قلعہ سرہند پر متصرف ہوئی۔ خضر خان نے ملک داؤد دبیر اور زیرک خان کو اس
بغادت کے دُور کرنے کے لئے بھیجا۔ ترک بچے دریا سے تیج سے عبور کر کے کوہستان مین پہاگ
گئے۔ داؤد خان اور زیرک خان نے اُسکا تعاقب کیا۔ اس ملک کے پہاڑ نگر کوٹ کے پہاڑوں
سے متصل تھے زمینداروں نے اپنی سینہ زوری سے تصرف کر رکھا تھا اور بڑی قوت رکھتے تھے۔
دو مہینے تک ہر چند ملک داؤد اور زیرک خان نے اُنکے استیصال مین کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہوا
دہلی مین وہ واپس چلے آئے۔ یہ فساد برپا ہو ہی رہا تھا کہ ماہ رجب مین خیرائی کو سلطان احمد شاہ

میں خضر خان کے نام کا خطیہ پڑھا گیا اور اُس کے دعا کی گئی۔ اکثر سالوں میں لایق پیشکش امیر شاہرخ کو بھیجا رہا۔

انجمن صاحب اپنی تیاری میں اپنی رائے یہ لکھتے ہیں کہ خضر خان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اور امر اجنکا استحقاق سلطنت اس زیادہ تھا اس پر شک۔ وحید لیجائیں اسلئے اپنے تئیں امیر تیمور کا نائب مشہور کیا اور خود بادشاہی لقب نہیں اختیار کیا۔ مگر یہ بات انگریزی دماغ کی گڑھی ہوئی ہے اصل یہ ہے کہ خضر خان شریف سید تھا وہ امیر تیمور کو اپنا محسن جانتا تھا اس لئے اس کا یہ ادب کرتا تھا کہ اپنے تئیں اس کا نائب کہتا تھا۔ آخر زمانہ میں ایسے واقعات پیش آئے تھے کہ جس سے اہل شہرتنگ حال اور غصہ ہو گئے تھے سو اُس نے اُن کے واسطے وٹیلھے واوراد مقرر کئے ملک الشرق ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا۔ سید سلیمان سادات کو اقطاع و شق بہار پور عطا کیا۔ اور ملک سلیمان کے بیٹے ملک عبدالرحیم کو لقب غلام الملک کا دیا اور ملتان و فتح پور کی اقطاع و شق مرحمت کی ملک سردار کو شخہ شہر بنایا اور اپنی غیر ضروری کی صورت میں اپنا قائم مقام ملک خیر الدین کو عارض مالک اور ملک کالو کو شخہ فیل اور ملک داؤد کو دبیر مقرر کیا۔ اختیار خان کو داؤد اب کی شق حوالہ کی سلطان محمود کے عہد میں جن یاس پر گئے وہاں واقعات تھے وہ سب بدستور اُن کو دیدئے اور اپنی جاگیر و پیرانگور و انہ کی غرض معاملات سلطنت کا مناسب طور سے انتظام کیا۔

۱۱۱۱ھ میں تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ بدایون و کٹھیر کی جانب بھیجا کہ وہ متمر دون کی گوشمالی و سرکوبی کرے۔ ملک تاج الدین جنہا سے عبور کر کے شہر ہارین آیا اور یہاں سے گنگا پارا تر کر ملک کٹھیر میں گیا اور اس دیار کے زمینداروں کی داجی گوشمالی دی۔ راستے ہر سنگہ میں کاراجہ بھاگ کر کوہستان آنولہ میں گیا۔ جب سپاہ اسلام نے اُس کا حال تنگ کیا تو اُس نے محصول و مال ادا کیا اور رعیت ہونا قبول کیا مہابت خان امیر بدایون بھی تاج الملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر تاج الملک آب راہب (کالی ندی) سے گذر کر قلعہ سرگ دوارسی میں آیا اور یہاں سے گنگا پار گیا۔ کمور دشمن آباد اور کسبل (کپلہ) کو دہم کیا اور اُن سے مال و اسباب و خراج چند سالہ وصول کیا اور شہر

علاء عباد تقادر بدایونی مین مسند عالی کا خطاب لکھا ہے کسی نے اُس کو نہ اُس نے خود اپنے
تین بادشاہ یا سلطان کا خطاب دیا ہے۔

خضر خان کو خاندان حضرت رمالیت پناہی صلعم سے منسوب کرتے ہیں وہ ملک سلیمان کا
بیٹا تھا اور ملک سلیمان کو ملک ناصر الملک مردان دولت نے ملکہین مین متبنی کر کے پرورش
کیا تھا۔ اور ملک مردان دولت سلطان فیروز شاہ کے امراء کبار مین سے تھا۔ اور ملتان
کا جاکم تھا صاحب تایخ مبارک شاہی نے لکھا ہے کہ مورخ لکھتے ہیں کہ ملک سلیمان سید
تھا اور اُس کے سید ہونے کی دلیل قومی یہ لکھی ہے کہ ایک روز ملک مردان دولت نے
اپنے گھر مین سید السادات جلال بخاری قدس سرہ کی دعوت کی جب انہوں نے قدم رنجہ فرمایا
اور کہا ناچا گیا تو ملک سلیمان جس نے پہلے کبھی دعویٰ سیادت نہیں کیا تھا طشت و آفتاب
لیکھتا ہوا دھلائے کیلئے آیا تو حضرت سید السادات نے فرمایا کہ اس سید سے یہ ایسی خدمت لینی
گستاخی مین داخل ہے پس جب اُس کے سید ہونے کی شہادت ایسے بزرگ سید نے دہی ہو تو
بھروسے اُس نے سید ہونے مین کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے سید ہونے کی
دوسری دلیل یہ ہے کہ خضر خان کے اخلاق و اوصاف سخاوت و شجاعت و حلم و تواضع و
صلاح و تقویٰ و اخلاق و رحم مین سیادت کی پڑتی تھی اور یہ اخلاق آنحضرت کے
اخلاق کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔

جب ملک مردان مرگیا تو اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ملک شیخ ہوا مگر موت نے اُس بیٹے کو جلد
باب پاس پہنچا دیا تو ملک سلیمان اُس کا جانشین ہوا مگر وہ بھی جلد فوت ہو گیا تو خضر خان کو سلطان
فیروز نے ملتان کی حکومت عطا کی۔ پھر روز بروز اُس کا درجہ بڑھتا گیا۔ دہلی پر متصرف ہونے سے
پہلے خجگ ہائے عظیم مین جو بڑی بڑی فتوح اُس نے حاصل کیں ان کا بیان اوپر ہو چکا ہے وہ اربع الاول
۸۱۶ھ مین وہ دہلی پر متصرف ہوا اور قلعہ سیری مین داخل ہوا اور اپنی سپاہ کو سلطان محمد کے قصر
مین اتارا۔ وہ استغداد سلطنت و ہندوستان کی اسی رکتا تھا مگر اسپر ہی اس کو امیر تیمور کے ادب کی رعایت
یہی مد نظر تھی کہ اپنے نام کیساتھ بادشاہ کے لقب کا اطلاق نہیں کرتا تھا اور القاب رایات اعلیٰ
مخاطب کرتا تھا۔ ابتدا مین سکھ و خطیہ بنام امیر تیمور اور بعد ازاں بنام ہمایون مقرر کیا مگر آخر

اور اوریس اس کی ملازمت کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہ قصبہ بتیالی میں پہنچا تو عبات خان
امیر بدایون اس سے آنکھ ملا۔ یہ خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے سلطان محمد کے بیٹے قاضی
کو کالپی میں گھیر رکھا ہے۔ دولت خان پاس اس قدر لنگر نہ تھا کہ وہ ابراہیم شاہ شرقی سے
مقابلہ کر سکتا۔ وہ پہلا ٹاڈی چلا آیا خضر خان ایسے وقتوں کی گہات میں لگا رہتا تھا وہ حصار
فیروزہ میں آیا۔ اس دیار کے امیر خضر خان کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت خواہوں کے ذمہ
میں داخل ہوئے۔ ملک ادریس قلعہ رہتک میں متحصن ہوا خضر خان نے اس سے کچھ تعرض نہیں
کیا۔ رہتک کے قریب گذر کر میوات میں پہنچا جلال خان برادرزادہ بہادر ناہر اس کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ یہاں سے قصبہ سنبل میں گیا یہاں ٹوٹا مارنا ماہ ذی الحجہ میں ساتھ ہزار سواروں
کی جمعیت ہم پہنچا کر دہلی گیا اور حصار سیری میں دولت خان لودی ہی کو محاصرہ کر لیا۔ دولت خان
چار مہینے تک قلعہ داری کرتا رہا۔ ملک لونا اور خضر خان کے بعض اور دولت خواہوں نے حسن
تدبیر سے دروازہ نوب خانہ پر خضر خان کا قبضہ کرادیا۔ اب دولت خان نے اپنی حالت بتا دی
تو اس نے خضر خان سے امان چاہی خضر خان نے اس سے ملاقات کی اور قوام خان
کے حوالہ کر کے حصار فیروزہ میں اسکو محبوس کیا اور یہیں وہ مر گیا ایک سال تین مہینے وہ سلطنت
کر گیا۔ ۸ ربیع الاول ۱۱۴۴ھ کو دہلی پر خضر خان کا قبضہ ہو گیا۔ دولت خان نے کبھی کوئی خطاب
بادشاہی نہیں اختیار کیا اور نہ لوازم و مراتب شاہی کو اپنے لئے لازم جانا۔ ملو خان کی طرز
پر حکومت کرتا کسی شخص کو بڑے نام بھی تخت پر نہ بٹھایا۔ سکھ میں فیروز شاہ کا یا ادس کی اولاد
میں سے کسی کا نام ہوتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان تغلق کے ساتھ موانست چلی جاتی
تھی۔ انگریزوں نے بھی اول ہی طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنے سکھ میں شاہ عالم کا نام اور سکھ
سنہ جلوس مندرج کیا تھا۔

باب سوم سیدون و لودیوں کی سلطنت

سید خضر خان کی سلطنت کا بیان

خضر خان کے نام کے ساتھ تاریخ فرشتہ میں سیدا اور طبقات اکبری میں قایات علی اور منتخب التباہ

۱۳۸۰ء میں خضر خان نے رتھک جا کر ادریس خان کو قلعہ میں گھیر لیا۔ چہ میثے تک لڑائی رہی آخر کار عاجز ہو کر ادریس خان نے اپنا بیٹا پیشکش میں بھیجا اور اس طرح خضر خان سے صلح اور عہدِ پیمان کر لئے بعد ازاں راہِ سامانہ سے خضر خان فتح پور میں آیا۔ سلطان محمود کٹھیر کو گیا اور وہاں شکار کھیل کر بہرہ لی میں چلا آیا۔ اس وقت سلطنت کے سرکار کا رواج پریشان اور ابتہر تھے اور اس حالت میں ہی سلطان رات دن اپنے عیش و عشرت میں مصروف تھا اور تختِ سلطنت کی قائم رکھنے کی پروا کچھ نہ کرتا تھا۔

۱۳۸۱ء میں خضر خان نے رتھک کی جانب غمیت کی طرف ہی خطہ ساری سلطنت میں سے بادشاہ ناصر الدین پاس تھا۔ ملک ادریس خان اور اس کے بھائی مبارز خان نے ہانسی میں جا کر اسکا استقبال کیا اور ملازمت چھل کی۔ اس نے اپنی بہت غایت کی اور پھر خضر خان نے حصہ دار نول کو جس کے حاکم اقلیم خان وہاں رہتے تھے غارت کیا پر وہ بیہوشات کو گیا اور قصبہ تجارتہ وحم سیکھ کھول اور مقامات کو لوٹتا وغارت کرتا دہلی میں آیا اور سیرجی کا مجھڑ کیا یہاں سلطان محمود تھا، ویر و ز آباد میں اختیار خان حاکم تھا۔ لڑائی جب تک ہوئی رہی کہ اختیار خان خضر خان سے مل گیا۔ خضر خان سیری سے سامنے سے کوچ کر کے کوشک فیروز آباد پر قابض ہوا اب وہ بہانہ دوآب اور حوالی دار السلطنت کا مالک ہوا۔ اس وقت بلا قحط اس پر نازل تھی اس لئے محرم ۱۳۸۱ء کو بسبب تنگیِ علف و غلہ کے ترک محاصرہ کر کے پانی پت کی راہ سے فیروز پور چلا گیا سلطان محمود جمادی الاول کو کٹھیر گیا۔ اور شکار کھیل کر دہلی چلا آیا۔ اس مہرِ اجبت میں وہ ماہِ رجب میں مر بیض ہوا اور موت نے اس دنیا کی کشمکش سے رہائی دی باوجود ان سب انقلاب و تزلزل کے میں برس دو مہینے سلطنت برائے نام کر گیا۔

دولت خان لودھی

سلطان محمود کے انتقال کے بعد احمد ملوک و ارکان شاہی نے دولت خان سے بیعت کی مبارز خان اور ملک ادریس خضر خان سے ٹوٹ کر دولت خان پاس چلے آئے اس سال خضر خان فتح پور میں رہا اور دہلی نہیں گیا۔ محرم ۱۳۸۱ء میں دولت خان کٹھیر گیا اسے ہر سبب

اُس کا قصور معاف کر دیا اور اُس پر عنایت کرنے لگا۔ بیرم خان نے پہلے خضر خان سے اُس کی خدمت گذاری کے لئے عہد و پیمان کئے تھے جب خضر خان کو سامانہ کی تسخیر کا حال معلوم ہوا تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر دولت خان سے لڑنے کو چلا گیا وہ فتح آباد میں آیا تو دولت خان جہاں کے پار ہوا گا تمام امرا جو اُس کے دوست تھے اُس سے جدا ہو کر خضر خان سے آئے اُس نے اس لئے حصار فیروزہ کی شق توام خان کو دی اور اقطاع سامانہ اور سیام بیرم خان سے لیکر زیرک خان کو دی اور اقطاع سرہند اور بعض اور پر گئے بیرم خان کو دئے خضر خان فتح پور سے واپس آیا۔ اب سلطان محمود کے فیضہ میں ...

صرف بیانہ میان دو آب اور اقطاع رہتک رکھے تھے۔

ماہ رجب ۱۱۰۰ میں سلطان حصار فیروزہ کو گیا اور قلعہ میں قیام خان کا محاصرہ کیا چند روز بعد قیام خان نے اپنے بیٹے کو پیشکش سلطان پاس بھیجا اور عذر خواہی کی۔ سلطان نے بیٹی کو مہر اجوت کی خضر خان اس خبر کو سن کر فتح آباد میں آیا اور جو آدمی بیانہ (محمود شاہ سے ملے) تھے اُن کو ایذا دی۔ ۱۱۔ رمضان کو خضر خان نے ملک الشرقی تحفہ کو لشکر جہاں کے ساتھ میانہ و آب جو بادشاہ کے پاس رہ گیا تھا۔ تاخیر و تاوانہ کرنے کے لئے بھیجا خضر خان رہتک کی راہ سے دہلی آیا اور اُس کا محاصرہ کیا۔ سلطان ناصر الدین محمد جو عقل و شجاعت سے چندان بہرہ نہیں رکھتا تھا فیروز آباد میں حصار ہی ہوا خضر خان نے چند روز فیروز آباد کا محاصرہ رکھا۔ مگر غلہ و علف کی نایابی سے مجبور ہو کر۔ بے فتح فوجیہ چلا گیا۔

۱۲۔ میں بیرم خان ترک بچہ نے خضر خان سے مخالفت اور دولت خان سے موافقت کی۔ اس عہد کی بیوفائی کو سن کر خضر خان سرہند کو روانہ ہوا۔ بیرم خان نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑ پر بھیج دیا۔ اور لشکر کو ساتھ لیکر دولت خان پاس جہاں کی ریتی میں لے گیا۔ خضر خان نے اُسکا تقاب کیا اور جہاں کے کنارہ پر قیام کیا۔ بیرم خان نے دیکھا کہ اب کوئی راہ گری نہیں ہے ناچار خضر خان سے عاجزانہ عفو و تقصیر کی التجا کی خضر خان نے اس کا قصور معاف کر کے بدستور اُس کے پرگنوں پر بحال کر دیا۔ اس سال میں سلطان کہیں یورش کو نہیں گیا دارالسلطنت ہی میں اُبڑا رہا۔

مقرر ہوا اور فیروز آباد اختیار خان کے سپرد ہوا۔ اقلیم خان بہادر ناہرنے دو ہاتھی نذر دیئے اور بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ ماہ جمادی الاول ۱۱۳۵ء کو بادشاہ قنوج کو گئے اور دولت خان کو لشکر گران کے ساتھ سامانہ روانہ کیا۔ جب محمود شاہ قنوج کے قریب پہونچا۔ سلطان ابراہیم جو پنور سے اُس کے مقابلہ کو آیا گنگا کے کناروں پر دونوں لشکر برابر اترے کئی روز تک سر کر جدال و قتال گرم رہا آخر کو امر کی سچی سے صلح ہو گئی۔ ایک کانپور کو دوسرا دہلی کو روانہ ہوا۔ جو لوگ بادشاہ کے ادھراع سے تنفر تھے۔ لشکر کشی کی کثرت سے تنگ آرہے تھے حکم شاہی سے اپنے افطار کو گئے۔ سلطان ابراہیم شرتی نے جب یہ خبر سنی تو گنگا سے اتر کر اُس نے قنوج کا محاصرہ کیا محمود شاہ نے محمود تیرہتی جو سلطان محمود شاہ کی طرف سے یہاں حاکم تھا قنوج میں متحصص ہو کر چار مہینے تک مقابلہ کیا۔ جب سلطان محمود کی طرف سے کمک آنے سے مایوس ہوا تو امان ماہک سلطان ابراہیم کو قنوج پر دکر دیا۔ اور سلطان اختیار خان بنیرہ ملک دولت یاہر کپنڈہ کو قنوج کا منتظم مقرر کیا۔

سلطان ابراہیم نے قنوج میں برسات کا فی اور جمادی الاول ۱۱۳۵ء کو وہ دہلی کی جانب کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا۔ اور جہاں کے کنارے پہونچا۔ چاہتا تھا کہ جہاں کے پار جا کے کہ ابراہیم شاہ میں یہ خبر آئی۔ کہ عظیم ظفر گجراتی نے الپ خان والی مندو کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور مملکت مالوہ پر متصرف ہوا۔ اور جو پنور کی تیخ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اب ابراہیم شاہ شرتی نے دہلی کی غنیمت فتح کر کے جو پنور کو مراحوت کی اور مر جبا خان کو کچھ سپاہ کے ساتھ برن میں جھوٹا گیا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۵ء میں دہلی سے محمود شاہ نے برن پر لشکر کشی کی۔ مر جبا خان لڑنے آیا۔ مگر شکست پا کر قلعہ میں چلا گیا۔ سلطان کی سپاہ نے اُس کا تعاقب کیا اور قلعہ کے اندر اُس کو مار ڈالا۔ یہ سلطان سنہیل کو گیا۔ مگر پہلے اس سے کہ وہ گنگا کے کنارے پر پہونچے۔ تا تا رہا خان قنوج چلا گیا۔ سلطان نے یہاں اسد خان کو حاکم مقرر کیا اور خود دہلی چلا گیا۔

دولت خان سامانہ کو لڑنے کے لئے بھیجا گیا تھا یہاں بہرام خان ترک بچہ کے مرنیکے بعد بیرم خان مالک ہو گیا تھا۔ ۱۱۳۵ء رجب ۱۱۳۵ء کو سامانہ سے دو کوہس پران دونوں میں لڑائی ہوئی دولت خان نے فتح پائی۔ بیرم خان ہباگ کر سر ہند میں آیا کچھ دنوں بعد دولت خان نے

پدرکش بادشاہی را نشاید و اگر شاید بجز شش مہ سیاید
 ششہ میں دوبارہ اقبال خان نے اٹا دہ پر لشکر کشی کی۔ یہاں راسے سمیر و گوالیار و راسے
 جھالار اور راسے اٹا دہ میں جمع ہوئے تھے۔ ملو اقبال خان یہاں چار مہینے تک لڑتا رہا اور
 آخر کو پیشکش اس نے لی اور اس اقرار پر صلح کی کہ شاہ دہلی کو راسے گوالیار جو چار مہینے قبل ہر سال
 بھیجتا تھا وہ بھیجا کرے۔ نہایت بے مروتی و نا انصافی اقبال خان نے یہ کی کہ ماہ شوال ششہ
 قنوج کو سلطان محمود سے لڑنے گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر حصار ایسا مضبوط تھا کہ اس کو وہ
 فتح نہ کر سکا مایوس ہو کر دہلی آیا۔ ماہ محرم ششہ میں اقبال خان سامانہ کی جانب گیا۔ بہرام خان ترک
 بچے کہ خانہ زادان فیروز شاہی سے تھا اور سازنگ خان سے اس نے مخالفت کی تھی اقبال خان کے
 خوف کے مارے اپنی جائے سامانہ کو چھوڑ کر کوہ دہور کو چلا گیا۔ اقبال خان نے اس کا تعاقب کیا
 اور ررہ کوہ تک پہنچا۔ شیخ عالم الدین بنیرہ شیخ جلالی بخاری نے ان دونوں کے بیچ میں چکر
 صلح کرادی۔ اقبال خان بہرام خان کو لیکر ملتان کی جانب گیا کہ خضر خان کا چچہ اٹٹا کے اپنے نام کا
 خطہ دیکھ دہلی میں جاری کرے۔ جب تلونڈی میں آیا تو راسے داؤد کمال نیانی اور راسے سمیر و
 کل جذبہ بھی کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور عہد شکنی کر کے بہرام خان کی کھالی کھوانی حبیب و ابوحن
 کے قریب پہنچا تو خضر خان پہنچا۔

دیبال پور و ملتان کا لشکر جمع کر کے اس سے لڑنے آیا۔ ۱۹ جمادی الاول ششہ کو دونوں میں
 لڑائی ہوئی ملو اقبال خان کو شکست ہوئی نقص خمد سے اس کی شامت یہ آئی کہ خضر خان نے اس کا
 تعاقب کیا تو اس کا گھوڑا اس پر گرا اور اس کو ایسا زخمی کیا کہ وہ ہباگ نہ سکا اسلام خان لودی اس کا
 سر کاٹ کر خضر خان کے پاس لایا اور اس نے اس کو مسخ پور بھیج دیا جہاں اس کا
 مسکن تھا۔

نقص عہد دلیری مکن کہ چرخ فلک
 نتیجہ عملت زود در گنار ہند
 جب یہ خبر دہلی پہنچی تو دولت خان لودی و اختیار خان و امیر ابوہیان تھے سب محمود
 کو قنوج سے بلا کر جمادی الاخرہ ششہ میں تخت سلطنت پر دہلی میں بٹھا دیا اقبال خان کو اہل
 و عیال دہلی سے کوئل بھیجے گئے کسی کو کچھ تکلیف نہیں دی گئی۔ و آیہ کا فوج ہار و دلتا

لے مار ڈالا۔

سید میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ جو طغر خان حاکم گجرات کی بدسلوکی سے مالوہ میں چلا آیا تھا۔ ملو اقبال خان کے التماس کرنے سے دہلی میں چلا آیا۔ یہاں بادشاہی چوڑ کرنا نہ جاتا پر قناعت کی۔ ملو اقبال خان نے سلطان محمود شاہ کو ہمراہ لیکر بہر قنوج پر لشکر کشی کی۔ شاہ ابراہیم اور مبارک شاہ جس نے سخت جو پور پر جلو س کیا تھا لشکر شرفی کے ساتھ نہایت شان و عظمت سے ملو اقبال خان سے لڑنے آیا اس کو یہ خیال تھا کہ لشکر دہلی سے کوئی آسیب اس کی مملکت پر نہ پہنچے محمود شاہ اس خیال خام سے کہ شاہ ابراہیم خانہ زاد ہمارا ہے اور ہم نے اس کو بادشاہ بنایا ہے وہ ہمارا ضرر و خدشہ نہ بنے گا۔ ایک رات کو خنکار کا ہمانہ کر کے شاہ ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ ابراہیم کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیوں آیا ہے اس نے اپنی کم اصلی کے سبب کو لازم ضیافت میں ہی تقدیم نہیں کی۔ سلطان ناصر الدین اپنا سامنے لیکر اٹا قنوج میں آیا اور اس شہر پر متصرف ہوا۔ اور دھان کے حاکم ملک زاخہ نہر بولی کو خوشہ ابراہیم کی طرف سے مقرر تھا خارج کیا۔ شاہ ابراہیم جو پور کو اور ملو اقبال خان دہلی کو چلے آئے قنوج کے نسب و منبع و شریف محمود شاہ پاس آئے اور اس کے غلام اور متعلقین کے متصرف و پریشان ہو گئے تھے اس پر اس جمع ہوئے اور وہ قنوج پر قابض ہو کر بیٹھ رہا۔

۱۱۔ جمادی الاول ۸۵۷ میں اقبال خان نے گوالیار کی غزیت کی۔ صاحبقران کی لشکر کشی کے زمانہ میں قلعہ گوالیار زیر سنگہ کے ماتھے گیا تھا اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بیرم دیو متصرف ہوا قلعہ نہایت مستحکم تھا اس لئے وہ فتح نہ ہوا۔ اقبال خان ملک گوالیار کو خراب کر کے دہلی آیا اور پھر دوسرے سال بھی گوالیار گیا۔ بیرم دیو قلعہ دہول پور میں اس سے لڑا مگر شکست ہار کر قلعہ میں آیا۔ پھر یہاں سے رات کو بھاگ کر گوالیار چلا گیا۔ اقبال خان نے اس کا گوالیار تک تعاقب کیا اور لوٹ مار کر کے پھر دہلی چلا آیا۔

۱۲۔ میں تاتار خان نے طغر خان امیر گجرات نے نکینہ بن یہ کیا کہ باپ کو قید کر کے اسدول (احمد آباد) میں بھیج دیا اور اپنا ناصر الدین محمد شاہ خطاب رکھا۔ اس نے دہلی کے فتح کرنے کے قصد سے بہت سی سپاہ جمع کی مگر راہ میں اس کو ہمش خان بنے فہر دیدیا جس سے وہ مر گیا اور رات کو اسدول سے طغر خان کو بلا لیا اور سارے سپاہ بنے کی اطاعت کی

میں طوائف الملوکی تھی۔ جو ملک جسے قبضہ میں نہا وہ اُسکا اپنے تئیں مطلق العنان بادشاہ
 سمجھتا تھا گجرات میں اعظم خان کا ڈنکہ بجا تھا۔ مالوہ میں دلا درخان دلاوری سے فرمانروا تھے
 قنوج وادچہ وکرہ وکلو و سندیلہ و بہرائچ دیہار و جو پور میں خواجہ جہان سلطان الشرق جہان
 کر رہے تھے۔ ملتان و دیپال پور و نواحی سندھ میں خضر خان شاہی کر رہے تھے سامانہ میں غالب خان
 و بیانہ میں شمس خان اودھ میں اپنا سکہ چلا رہے تھے۔ کالجی۔ محبوب۔ پر محمد خان پسر ملک زادہ
 فیروز کا قبضہ تھا اسطرح دہلی کی سلطنت تقیم ہو رہی تھی اُس کے حصوں کے فرمانروا اپنی اپنی دیر
 کا اعتبار نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ اقبال خان میدان رزم میں ان
 امیروں کو اپنی اطاعت میں لانے کی کوشش کرتا تھا کسی کو شکست دیتا تھا کسی سے شکست پاتا تھا
 ربیع الاول سنہ کو بیانہ کی طرف گیا شمس خان اُس سے لڑنے آیا نہر میت پا کر قلعہ میں چلا گیا دو
 ہاتھی و دمنوں کو دے گیا پھر اقبال خان کٹھیر میں گیا اور دہن راجہ رے سنگھ سے پیشکش و خراج لیکر دہلی
 چلا آیا۔ اسی سال میں جو پور میں خواجہ جہان نے وفات پائی اور اُسکا بیٹا ملک مبارک اُس کا
 جانشین ہوا۔ مبارک شاہ اپنا خطاب رکھا اور خواجہ جہان کی ساری ولایت پر متصرف ہوا حماد دہلی دل
 سنہ میں اقبال خان نے مبارک شاہ شرتی پر لشکر کشی کی اور شمس خان حاکم بیانہ اور مبارک خان
 و بہادر ناہر کو بھی ہمراہ لے گیا جب گنگا کے کنارہ پر قصبہ میتلی پر وہ پہونچا تو رائے اور اس نواح
 کے سارے زمیندار اُسکے مقابلہ میں آئے مگر شکست پا کر اٹادہ کو بہاگ گئے۔ اقبال خان قنوج
 میں آیا اور بیان سے چاہتا تھا کہ جو پور و لکنؤ جائے کہ مبارک شاہ مستعد ہو کر لشکر سمیت جنگ
 کے لئے آگیا۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان دریائے گنگا حایل تھا کسی کو عبور کرنے کی مجال
 نہ ہوئی دو مہینے تک لشکر کا آنا سامنا رہا پھر اپنے اپنے خیمے اکیٹر کر دو نون اپنے گھروں کو رخصت
 ہوئے۔ اثناء راہ میں مبارک خان و شمس خان اودھ میں سے اقبال خان بدگمان ہوا۔ دونوں
 کو بعد ایک دوسرے کے قتل کر ڈالا۔ انہیں دونوں میں طغی خان بدگمان ہوا۔ دونوں کو بعد
 ایک دوسرے کے قتل کر ڈالا۔ انہیں دونوں میں طغی خان ترک بچہ داماد غالب خان حاکم سامانہ کا
 لشکر کشیر لیکر خضر خان سے لڑنے گیا اور ۹ ماہ جب سنہ کو نواحی اجدہن میں لڑائی ہوئی
 طغی خان نے شکست پائی۔ اور قصبہ بہودر میں گیا۔ طغی خان کو غالب خان اور ہمراہ امرا و

باوجودیکہ وہ ایسا زبردست جانور ہے کہ اپنے سینک سے سوار کو گھوڑے سمیت گرا دیتا تھا اور جرم اُس کا ایسا سخت ہے کہ شمشاد و بیگان کا زخم شاخ و نادر ہی اُس پر کارگر ہوتا ہے۔

امیر تیمور بڑی کڑی منہ زبانی طے کرتا ہوا - ۲ - رجب کو دریائے سندھ پر پہنچا اُس نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے پہلے بنانے کا حکم دیدیا تھا اس پہل سے عبور کر کے بانوین پہنچا غرض یہاں کی سلطنت کو لنگڑا لولا کر کے تھرنگ ہندوستان سے باہر ہوا۔

امیر تیمور کے چلے جانے کے بعد دہلی کا حال

دہلی اور نواح دہلی کو لشکر تیموری پا مال کر چکا تو اُس کے بعد وہاں قحط نے آنکبین کیا مین بہت لوگ بیمار ہو کر ہلاک ہوئے۔ بہت سے بیوک کے مارے مہرے دو مہینے تک اس کے پھراغ شہر میں کوئی شہر یار ہی نہ تھا۔ ماہ رجب سنہ ۸۵۵ میں سلطان ناصر الدین نصرت شاہ اقبال خان کے خوف سے دو آب پہنچا گیا تھا ڈرتے ڈرتے تھوڑی فوج کے ساتھ میرٹھ میں آیا اس سے عادل خان اپنے لشکر اور چار ہاتھیوں کے ساتھ ملا نصرت شاہ اُس سے مطمئن نہ تھا اس لئے اُسکو مقید کیا اور اُس کے ہر باب پر متصرف ہوا۔ دو ہزار سواروں کو لے کر فیروز آباد میں آیا اور ویران دہلی پر قبضہ کیا۔ اُس پاس شہباز خان فوج اور دس ہاتھی لیکر سیوات سے اور ملک الیاس دو آبہ سے آیا اس سبب اُس کے پاس جمعیت زیادہ ہو گئی شہباز خان کو اقبال خان کی سرکوبی کے لئے برن کی طرف روانہ کیا۔ مگر رستہ ہی میں زمینداروں نے اقبال خان کی اغوا سے اُس پر شب خون مارا اور شہید کیا۔ جمعیت اُسکی متفرق ہوئی اور اُسکا سارا بے بسا حشم اقبال نے منگوا لیا۔ اقبال خان کی قوت و قدرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور نصرت شاہ کی طاقت گھٹتی جاتی تھی رجب الاول سنہ ۸۵۵ کو اقبال خان برن سے لشکر لے کر دہلی میں آیا۔ نصرت شاہ اُسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا فیروز آباد چھوڑ کر سیوات کو چلا گیا۔ دہلی اقبال خان کے تصرف میں آئی۔ قلعہ سیری میں قیام کیا۔ اب پھر یہاں اُسکا اقبال چمکا مغلون کے خوف سے جو دہلی آئی ادھر ادھر چلے گئے تھے اُنکو پھر اُس نے جمع کیا اور ان بے وطنوں کو وطن میں آباد کیا تھوڑے دنوں میں شہر سیری پھر سرسبز و آباد ہو گیا دو آبہ پھر واپس سلطنت کے آس پاس تو اقبال خان کا قبضہ تھا باقی ملک

مبادی امور میں اپنے حال کے جمال کو مکرو احتیال کے زلف و خال سے آراستہ کرتے ہیں مگر انجام میں وہ اپنی بد افغانی و زشت کاری سے شرمسار ہوتے ہیں بہت سے شخص بتداء مرض بندگی و خدمت گذاری کے چہرہ پر فرما نبرداری اور طاعت گذاری کا گلگونہ ملتے ہیں مگر جب آئینہ امتحان درمیان آتا ہے تو سیاہ روی اور زرد رخساری انکی عیاں ہوتی ہے شیخہ کو کہ حال یہی تھا کہ وہ اوائل پورش ہند میں سارنگ کے برخلاف بے توقف حضرت صاحبقران کی ملازمت میں آیا تھا اور نوازش بادشاہانہ سے بلند پایہ و سفر فرارز بہا تک ہوا تھا کہ ہندوستان میں جہاں ہندیوں نے اُس سے توسل ڈھونڈا اور اپنی کوئی نسبت اُس کے ساتھ بتلائی وہ غارتی اور تباہی سے محفوظ رہے۔ لنگ جٹا کے دو آبہ میں اس نے اجارت حاصل کی کہ وہ اپنے وطن لاہور کو جائے اور صاحبقران سے بیاس کے کنارہ پر ملجائے مگر جب اپنے گم ہنچا نوعیش و نشاط میں ایسا مصروف ہوا کہ اپنے وعدہ کو بھول گیا اور اس وعدہ خلافی کے سوا بے باک ایسا ہو گیا کہ ماوراء النہر سے جو بعض بڑے بڑے امیر آئے اُنکے حال پر کچھ التفات نہ کی نہ انکی دعوت کی نہ ضیافت۔ آخر کو صاحبقران نے حکم دیدیا کہ اس کی ولایت کو غارت کریں اور اس کو گرفتار کر کے لاہور رور شنبہ ۲۵ کو آب چناب سے عبور کر کے مین چند ضیف شکاری پانی میں غرق ہو کر ضائع ہو گئے تھے اس لئے امیر نے اپنے خاصہ کے گھوڑے اور اونٹ دیدے کہ جو آدمی پیچھے رہ گئے ہیں وہ اپنے سوار ہو کر چلے آئیں بیان ہندوستان خراجی کو غرق روانہ کیا کہ وہاں اس کے آلے کا فردہ سدا شمر قند جانے کے لئے صاحبقران کا یہ حال تھا

وعدہ وصل چون شود نزدیک آتش شوق نیز تر گردد و

راہ میں سارے امرا کو حکم دیدیا کہ وہ اپنے قشونات کے ساتھ اپنے مقامات پر روانہ ہوں امرا میں سے ہر ایک کو اُس کی قدر و رتبہ کے اندازہ کے موافق خلعت گرانمایہ مرحمت ہوئے اور سب کو خضعت کیا۔ خضر خان کو کہ سارنگ نے اُسے گرفتار کر کے قلعہ میں بند کیا تھا اور وہ بہاگ کر بیانہ میں ملک آہودن پاس جو مسلمان تھا چلا گیا تھا۔ جب امیر تیمور اس دیار میں آیا تو وہ انکی خدمت میں فیروز آیا۔ مین حاضر ہوا تھا اور ہمیشہ ہم رکاب رہتا تھا۔ انکے ملتان کی ریاست مرحمت کی۔ راہ میں بہادر دین نے گینڈ و نکا نکار تیغ و سنان سو کیا

یہاں تو مند قوی ہیکل و شیر دل و جاہل ہندو رہتے تھے اور ان کے پہاڑ جنگل نہایت محکم و استوار تھے وہاں پہنچنا نہایت مشکل تھا۔ انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو پہاڑوں میں پہنچا دیا۔ ان کا راجہ ایک ہندوؤں کی جماعت ایک پہاڑ پر کسی موضع حصین میں چلا گیا تھا۔ یہ بہادر ہندو جان دینے کے لئے جان لڑاتے تھے اور ملتانو پر مارتے تھے۔ صاحب قراں کی یہ رائے ہوئی کہ انکو اس طرح سے دھم تکسیر میں پھنسنا چاہئے کہ سیاہ اسلام کو ان سے کوئی آسیب نہ پہنچے۔ اسے لشکر کو حکم دیا کہ قریہ نو کو غارت کرے جب حکم اسکو غارت کر کے بازگشت میں قصبہ جموں واپس آئے اور علوفہ کے لئے غلہ بہت کچھ یہاں سے لادیا اور پھر صاحب قراں کا اشارہ ہوا کہ جلدی سے چند قوتوں (مٹسیر) جنگلوں میں چھپ کر توقف کریں اور وہ خود لشکر کو لیکر رواں ہوا۔ ۲۱۔ روز جمعہ کو اب جموں سے گذر گیا اور چار کروہ چلکر دریا، جہلم کے کنارہ پر قیام کیا۔ یہاں چاروں طرف چار چار کوس تک کھیتیاں ہری بھری کھڑی تھیں۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ لشکر تمور چلا گیا اور جنگل شیروں سے غالی ہوا تو وہ لوٹریوں اور گھڑوں کی طرح جنگل سے باہر نکلے۔ قوتوں جو ان کے پیٹھے تھے ان سے وہ غافل تھے کہ بجایک اس سپانے ان پر شیروں کی طرح حملہ کیا اور ملک نوالدیں نے رلے جو کوس اور پچاس امرا کے اسیر کیا اور صاحب قراں پاس اس کو لایا۔ اسے خدا کا شکر ادا کیا اور امر کو پہنچے کھانا بنائے کہ کل کے روز یہ بہادر ہندو ایسے مغرور و سرکش تھے کہ آدمی کو آدمی نہیں سمجھتے تھے یا آج سب گردن بستہ مسخر و مقہور میرے سامنے کھڑے ہیں۔ بفضل ذوالجلال ہے اس میں میری سی جمیل اور تدبیر صائب کا دخل نہیں ہے۔ لڑائی میں رلے جو زخمی ہوا تھا۔ اسے اسلام اختیار کیا اور گائے کا گوشت کھایا۔ صاحب قراں نے اس سب سے اس کی رعایت کی کہ سایہ حمایت میں لے لیا۔ یہاں روز یکشنبہ ۲۲۔ کو قیام ہوا۔

لاہور اور شیخہ کوکر (گھکر) کا ذکر

اسی منزل میں خبر آئی کہ صاحب قراں کے حکم سے جوشاہزائے اور امر لاہور کی طرف گئے تھے انہوں نے اس شہر کو تسخیر کر لیا اور مالِ امانی کی تحصیل کر لے یہاں اور شیخہ کوکر پر اور نصرت کو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اسکا آخر کار اول حال سے موافق نہ تھا گرفتار کر لیا۔ یہاں ہی بہت سے آدمی

موضع کے باشندے دلاور تھے اور جنگل اونکے حکم تھے جنگل کے کنارہ پر چروں کو ترتیب دیکر مقابلہ و مقابلہ کے لئے وہ تیار ہوئے لشکر اسلام بھی بے درنگ جنگ کے لئے تیار ہوا مگر صاحب قراں نے لڑائی میں ایک روز کے توقف کر نیک حکم دیا اور دوسرے روز خود لڑنے گیا کہ دشمن جنگلوں میں بھاگ کر گیدڑوں اور لوٹریوں کی طرح جاچھپا۔ اور لشکر اسلام کو غلہ اور علوفہ بہت ہاتھ لگا جس سے سفر کا محتاج ہمیا ہو گیا۔

برسم رسالت شاہ سکندر والی کشمیر پاس جو امیر کشمیر گئے تھے وہ دوسری منزل میں اس کے ایلیچوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ شاہ سکندر نے اطاعت اختیار کی اور وہ موضع جہان میں آگیا ہے۔ مولانا نور الدین نے اس سے یہ عرض کی کہ دیوان اعلیٰ کے اندر اسے یہ مقرر فرمایا ہے کہ تیس ہزار گھوڑے اور سو ہزار آہستہ زر (اشرفیاں) جن میں سے ہر ایک کا وزن ڈھائی مثقال ہو کشمیر سے اس کا انتظام کر کے حضور کو حوالہ کرے۔ وہ یہ سن کر کشمیر کو واپس گیا تاکہ حکم کی تعمیل کر کے دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس درخواست سے صاحب قراں راضی نہ ہوا۔ اور اس نے کہا کہ شاہ اسکندر کو تکلیف مالا بیطاق دی گئی ہے اور اس کی ولایت میں ایسی سکت و گنجائش نہیں ہے کہ جو کچھ اس سے طلب کیا گیا ہے وہ دے سکے عقل کی بات یہ ہے کہ ہر ملک سے اس قدر منافع کا مطالبہ کیا جائے کہ اسکے ادا کی طاقت اس میں ہو اور شرائط انصاف و عدالت مرعی ہیں۔ ایلیچوں نے شاہ اسکندر کی خدمتگاری اور طاعت گزاری و غلامی اور کمال اخلاص کا اظہار کیا۔ صاحب قراں نے بادشاہانہ عاطفت سے فرمایا کہ وہ کسی بات کا اظہار نہ کرے اور ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ اور ۱۸۔ روز شنبہ کو شاہ اسکندر کے ایلیچوں اور محمد زین الدین کو کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ اور یہ مقرر کیا کہ جب اٹھائیس روز گزر جائیں تو شاہ اسکندر ہم سے آب سند پر آنکر ملے۔ اسی روز لشکر نے الگ اگلوں کو جلا کر خاک سیاہ کیا۔ اور غلہ و علوفہ اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ ۱۹۔ روز چار شنبہ کو قصبہ جہانگیر کو پیش ہوا۔ سائے رستہ میں برابر برے بھرے کھیت لہرا رہے تھے۔ لشکر کے چار پانوں کو مفت کی حید مل جاتی تھی۔ ۲۰۔ روز پنج شنبہ کو اس درہ میں صاحب قراں آیا کہ آب جو کا منچ ہے اور اسکا لشکر اس دریا سے گزرا اور دائیں کوہ میں پہنچا جسکی بائیں طرف قصبہ جمو تھا اور دائیں طرف تفریہ منو

بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی۔ اس غنیمت کو صاحب قرآن نے لشکر میں برابر تقسیم کر دیا۔ پہلے پہاڑ پر رات کو قیام کیا۔ یہاں جنگلوں میں بندر بہت بہتے تھے وہ رات کو لشکر میں آتے تھے اور سپاہیوں کی چیزیں لے جاتے تھے۔

۱۶۔ جمادی الاول کو سوا لک کے دو پہاڑوں کے درمیان صاحب قرآن تھا اور ۱۷۔ جمادی الآخر کو نواحی جموں میں پہنچا اس ایک مہینے کے عرصہ میں وہ اہل ہند سے بیس لڑائیاں لڑا اور انہیں فہمیتا ہوا اور ان تیش دن کے اندر ہندوستان کے قلع عظیم میں سب سات قلعے فتح کئے۔ یہاں کے لوگ سلطان سبائی کو جزیرہ دیتے تھے مگر اب انہوں نے جزیرہ دینا چھوڑ دیا تھا اور اہل اسلام کے اتقیا و سنے گردن نکال لی تھی۔ ان قلعوں میں سے ایک قلعہ شیخو تھا جو ملک شیخ کو گر کے (گھگر) رشتہ داروں پاس تھا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں رہتی تھی اور ان کے وسیلہ سے اسلام کی ظاہری اطاعت اہل قلعہ کرتے تھے لیکن نفاق اور خبیثت کی علامتیں ان کے احوال سے نظر آتی نہیں جب مال امانی ان پر مقرر ہوا تو اسکے ادا میں انہوں نے عذرات پیش کئے اور ان کی اوصاف سے یہ معلوم ہوا کہ عذر و فساد مچائینگے۔ صاحب قرآن کے ایک ملازم کو ان سے ہتھیار لینے کی یہ تدبیر خوب سوچھی کہ اس نے مال امانی میں اجناس کا لینا اختیار کیا اور کم قیمت پر انے کپڑوں اور کمائوں کی بڑی قیمت مقرر کی اور ان کو لینا شروع کیا یہ حکمت اس کی ایسی چلی کہ جس قدر ہتھیار دشمنوں کے پاس تھے وہ سب باہر لائے اور ان کو بیچ ڈالا اور کوئی ہتھیار ان کے ہاتھ میں باقی نہیں رہا۔ بعد ازاں صاحب قرآن کا حکم یہ صادر ہوا کہ ہمارے خزانچی ہندو شاہ پاس چالیس ہندو خدمت کے لئے حاضر ہوں اس حکم کو انہوں نے نہ مانا اور بعض مسلمانوں کو قتل کیا جس کا انتقام لشکر اسلام پر واجب ہوا۔ صاحب قرآن کے لشکر نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور دھنر اربے دینو کو قتل کیا اور ان کے خاناں کو آگ لگائی۔ اور ان سات قلعوں میں سے ایک قلعہ دیوراج اور پانچ اور قلعے تھے جو تھوڑے دنوں میں فتح ہو گئے۔

نواحی جموں میں لڑائیاں

۱۷۔ جمادی الآخر روز یکشنبہ کو نواحی جموں میں قریہ پالہ میں صاحب قرآن کا لشکر پہنچا اس

بھی نہیں ہاتھ لگی اسلئے امیر تیمور نے حکم دیا کہ قوی اپنی لوٹ میں سے ضعیفوں کو حصہ دیں
تمام خرد و بزرگ اس طرح ان غنائم سے بہرہ ور ہوئے۔ بعد اس فتح کے اور آگے امیر کا لشکر
چلا مگر وہ غنیمت کے مال سے ایسا لدا ہوا تھا کہ تین چار کوس سے زیادہ سفر نہیں کر سکتا تھا۔

کوہ سواکے آگے کے جنگلوں میں لڑائیاں

۱۲۔ جمادی الاول روز چہار شنبہ کو موضع کندر سے صاحبقران نے دریادھن سے عبور کیا۔ کوہ
سواک کے دوسرے حصہ میں غمہ زن ہوا۔ یہاں اسنے سنا کہ ہند کے راجاؤں میں ایک راجہ رتن ہے
جن پاس بہتے ہندو جمع ہیں اور جنگلوں میں اونچے مقامات پر مقیم ہے۔ پہاڑ ایسے بلند ہیں
کہ آنکھ ان کو نیچے سے اوپر تک نہیں دیکھ سکتی اور درختوں کے جنگل ایسے گہنے ہیں کہ چاند سورج
کی کرنوں کو زمین پر نہیں پڑنے دیتے۔ صاحبقران نے ایسے محل باخطر اور جنگل پر حذر کے
جانے میں اتنا بھی توقف نہیں کیا کہ رات گزر جاتی۔ شب پنجشنبہ ۱۵۔ ماہ مذکور کو حکم دیا
کہ قوشونات شعلیں روشن کریں اور لشکر تورہ کے ساتھ یعنی لڑنے کے لئے مرتب ہو کر
چلے۔ رات ہی کو بارہ کوس کی منزل طے کی۔ اور جنگل کو کاٹ کر اپنا راستہ بنالیا۔ اور ۱۵۔ کو
کوہ سواک اور کوہ کولہ کے درمیان جا پہنچا۔ یہاں رائے رتن بھی اپنے نیمینہ و میرہ کوہ
رسم و آئین کے ساتھ ترہین دیکر جنگ کو آمادہ ہوا۔ مگر حوقت لشکر کے تقاروں اور نفیروں
اور بھوپوں کے طعنہ و تکبیر و تہلیل کے زمرے ہندو کے کانوں میں پہونچے تو ان کو ثبات و
قرار کی تاب نہیں رہی بے توقف قرار اختیار کیا۔ لشکر اسلام انکے پیچھے پڑا بہت بہ گڑبوں کو
مارا۔ بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ کئی طرف تو ہر ایک سپاہی کو سود و سواگائیں
اور دس نہیں نوڈی غلام ہاتھ آئے اور کسی طرف اسقدر غنیمت لشکر کو نہ ہاتھ لگی۔ روز جمعہ
۱۶۔ کو پھر صاحبقران کوہ سواک میں آیا۔ یہاں سے نگر کوٹ پندرہ کوس تھا اور اس درہ میں
بڑے۔ گہنے جنگل تھے اور ان میں ہندو ہیٹ تھے۔ امیر تیمور نے اس لشکر کو جس کو پہلے لڑائی میں
غنیمت کم ہاتھ لگی تھی۔ حکم دیا کہ وہ یہاں تاخت و تاراج کرے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں
ہندوؤں کی جمیعت بہت ہی نوہ خود آیا اور یہاں لڑائی ہوئی اور اس کو فتح و ظفر حاصل ہوئی

اس دور میں ہندو کے گروہوں کا انبوه تھا اور ان کے پاس مال اور پوشی اور مال منقولہ بہت کچھ تھا۔ ۵۔ جمادی الاول کو امیر تیمور اس طرف متوجہ ہوا۔ ہندو اپنے غلبہ اور کثرت پر مغرور تھے مہتابا بلہ اور جنگ پر آمادہ ہوئے۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی۔ سپاہ کے جو شش و خروش نے لڑائی کے غل نے دہلی کے خروش نے ہندو کے بول بول گڑ بولادیا اور آتش خوف کو ایسا بڑھایا کہ ہندو کھلے کھلے گریے اور زور کے باجے وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ لشکر اسلام ان کے پیچھے پڑا اور اکثر ہندو کو تیغ کیا۔ تھوڑے سے نیم جاں پر اگندہ زندہ رہے انکا اموال و اسباب سب لشکر اسلام کے ہاتھ آیا۔ بعد اس فتح کے دریا گنگا سے امیر تیمور عبور کر کے منزل پیمایا۔

مالک ہندوستان سے صاحبقران کا غم و محبت

جیب دہلی اور ان مالک کی فتح سے صاحبقران کو فراغت ہوئی تو یہاں سے مراجعت کا غم ہوا۔ ۶۔ جمادی الاول شنبہ کو گنگا کے کنارہ سے جدا ہوا۔ سائے لشکر کو سفر کا حکم ہوا۔ پہلی منزل میں خیرائی کو کوہ سوالک کے دروہی میں ہندو ستیرہ کار بہت جمع ہیں اسلئے امیر کا ارادہ خود ان سے لڑنے کا ہوا۔ امرانے دست یستہ عرض کیا کہ ہم کو حکم ہوا کہ ان ہندوؤں کو ہلاک کریں امیر صاحبقران نے فرمایا کہ میں نے فرض چہاد کے ادا کرنے میں دو فائدے سوچے ہیں ایک ثواب اخروی دوم حصول غنائم و فتوحات دنیوی جیسی کہ تہاری نظر ان دو فائدوں پر ہے ایسے ہی میری نظر بھی ہے میں چہاد پر جائے بغیر نہیں رہوں گا۔

کوہ سوالک کی تاخت و تاراج

صاحبقران ۱۰۔ جمادی الاول کو کوہ سوالک کی تاخت کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ یہاں ایک راجہ تھا جس کا نام بہ روز تھا۔ اسنے سپاہ کثیر جمع کر رکھی تھی اور اپنی جگہ کے استحکام اور کوہ کی حصانت پر مغرور تھا۔ امیر تیمور تو خود ورہ کے منہ پر بٹرا اور امر کو لشکر ذے کر لڑنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے فتح کامل حاصل کی اور غنائم بیش قیمت اور اموال و بردہ و منولشی بہت ہاتھ لگے۔ لشکر میں سے قوی مردوں نے تین تین چار چار سو گائیں گرفتار کیں۔ جعیضوں کو ایک گائے

خبر آئی کہ یہاں سے دو کروہ پر درہ کو پلہ میں دشمنوں کا ابنوہ لگ رہا ہے ان کے زن و فرزند و مال اسباب بولیشی کثرت سے جمع ہیں۔ تیمور لکھتا ہے کہ میں نے سوچا کہ آدھی رات سے میں جاگ رہا ہوں اور دو فحشیں حاصل کر چکا ہوں اور ان میں بہت محنت مشقت اٹھا چکا ہوں اس لئے بستر استراحت پر کچھ آسائش ضرور ہے مگر اسکے ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے تلوار نیام سے نکالی ہے اور بند میں جہاد کرنے آیا ہوں پس جہاں تک ممکن ہے ہندیوں سے لڑنا اور آسائش اور آرام کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہئے۔ دشمنوں تک راہ و شوار گذار تھی اس میں کٹھنہ جنگل و غارستان و نستان تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب لشکر کی ضرورت تھی تو مرزا پیر محمد و سلیمان شاہ کے لشکر جو فیروز پور سے دور دراز کی مہم پر گئے ہوئے تھے امیر کے لشکر سے آئے۔ اس لشکر کے ساتھ دشمنوں پر اُسے حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ لشکر اسلام کو چو پائے اونٹ لگائے اور طرح طرح کے اسباب ہاتھ لگے۔ غرض ایک دن میں یہ تین فحشیں حاصل ہوئیں۔ ایک دفعہ نوبت ایسی آئی کہ امیر مرتے مرتے بچا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں ان لڑائیوں کے اندر اُسے اپنے اوپر جفاکشیاں و مصائب و تکالیف وہ گوارا کئے جو ایک ادنیٰ سپاہی گوارا کرتا ہے۔ غرض پیرانہ سالی میں یہ اُس کی فتوحات عجائبات روزگار سے ہیں۔

درہ کو پلہ (ہردوار) میں ہندیوں کا غارت کرنا اور پتھر کی سگائی
 تیمور لکھتا ہے کہ درہ کو پلہ پائے کوہ میں واقع ہے جسکے پاس گنگا بہتی ہے یہاں سے پنڈز کوں (کروہ) بالاتر ایک پتھر گائے کی شکل کا ہے اور اس گائے کے منہ سے گنگا بہتی ہے یہاں ہندو اُس کی پوجا کرتے ہیں اور چاروں طرف سے ہزاروں جاتری برس برس روز چلکر یہاں آتے ہیں۔ ہر سال تہان ہوتا ہے۔ ہندو مرد و نوجوان تھے ہیں اور ان کی خاکستر اپنے ساتھ لاتے ہیں اور گنگا میں ڈالتے ہیں اور اس کو وسیلہ نجات جانتے ہیں۔ سونے چاندی کو بھی دریا میں ڈالتے ہیں۔ دریا کے اندر نہان و اشنان کرتے ہیں اور سر پر پانی چھڑکتے ہیں اور سر ڈاڑھی منہ اُکے بھدرا کرتے ہیں اور اسکو عبادت ایسی ہی سمجھتے ہیں جیسے کہ مسلمان حج کو جو ارکان اسلام میں سے ہے۔

غرض اس طرح زخم تیرا و ضرب شمشیر نے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ ان کشتیوں کو دریا میں کاغذ کی ناؤ بنادیا۔

ایک دن میں امیر تیمور کی تین فتوح

دریا گنگا میں اہل کشتی پر امیر تیمور کی فتح ہوئی تو وہ تعلق پور کو چلا گیا۔ امیر برہمہ اور ادا اور بایزید قوچین اور المظون کہ قراولی کے لئے گئے تھے انہوں نے دو آدمی ہجرا صاحب قراں کو مطلع کیا کہ ہمارے ایک جگہ دریا سے عبور کیا تھا وہاں ہم نے ہندوؤں کا ایک بڑا لشکر دیکھا جس کا سردار مبارک خاں ہے۔ امیر تیمور دوسرے روز قبل از نماز صبح ایک ہزار سوار ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ جب دشمن کے لشکر کے نزدیک ہوا تو مبارک خاں دس ہزار سوار و پیادہ لئے لڑنے پر آمادہ تھا۔ امیر تیمور نے کہ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو ایک ہزار سوار کے ساتھ دشمنوں پر حملے کے لئے روانہ کیا اور اپنے قتل اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا۔ حسب الحکم دشمنوں پر وہ ایسے جاگئے جیسے بھوکے شیر بھیتوں پر۔ ہندی شکست پاکر لوٹروں اور گھوڑوں کی طرح جنگلوں میں جا چسے۔ زن و فرزند ان کے امیر ہوئے بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ یہاں صاحب قراں ایک ساعت ٹھہرا تھا کہ خبر آئی کہ درہ کو پلہ (ہر دور کا پرا نا نام ہے) کے دامن میں دریا پر بہت سے ہندی جمع ہیں۔ وہ پانچ سو سوار لیکر اس طرف متوجہ ہوا۔ باقی لشکر غنیمت کے لینے میں مصروف ہوا جب درہ کو پلہ پر وہ پہنچا تو یہاں دیکھا کہ دشمنوں کا اردو حام کثیر ہے۔ شاہ ملک اور علی سلطان تو اچھی تکبیر و تہلیل کا نعرہ مار کر کے دشمنوں پر گرے اور بہت سے ہندی قتل کئے۔ باوجودیکہ وہ کثیر تھے مگر ان قلیل نے ان کو مغلوب کر لیا۔ لشکر لوٹنے میں لگا۔ صاحب قراں کے ہرکاب صرف سو سوار رہ گئے تھے کہ ناگاہ ملک شیخہ پانچ سو سوار و بہت سے پیادوں کے ساتھ تیر بد لے ہوئے امیر تیمور کی طرف متوجہ ہوا جب ایک تیر کے فاصلہ پر وہ تھا تو ایک سپاہی نے بے تحقیق کئے امیر سے عرض کی کہ یہ بندہ درگاہ شیخ کو کری آتا ہے۔ امیر نے یہ سنکر ہارٹ کی طرف رخ کیا۔ مگر جب شیخہ نے لشکر اسلام پر تواریخ پئی تو حضرت صاحب قراں نے اپنے گھوڑے کی پاگ موڑی اور شیخہ کے پیٹ پر تیر اور سر پر شمشیر ایسی لگائی کہ وہ پشت زین سے روئے زمین پر آیا۔ اس کے گھدین رسی باندھ کے بلائے۔ جب صاحب قراں نے اس سے سوال پوچھا تو اسے بجائے جواب کے اپنی جان دیدی۔ پھر اس غصہ میں

تو اور کوئی کیا فتح کر سکتا تھا۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ اہل قلعہ کو ایک تہدید نامہ لکھا جائے۔ منشی نے اس نامہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ ترمشیریں خاں کو ہم سے کیا نسبت ہے۔ جب منشی نے یہ نامہ پڑھا تو وہ اس عبارت کو سن کر مکہ رہا اور کہنے لگا کہ ترمشیریں خاں ہم سے لائق و فائق ہے اور حبیبیہ امور میں رجحان اس کا ہم پر محقق ہے۔ اس کہنے سے اس کا حسن اخلاق بڑا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے بزرگوں کی بزرگی مانتا تھا۔

دریا، گنگ پر ہندوؤں سے لڑائیاں

قلعہ میرٹھ کا قصد فتح پر تمام ہوا تو صاحب قران نے غرہ جہادی الاول الشہ کو حکم دیا کہ امیر جہاں شاہ لشکر جہاں کو لیکر جہاناک اور پراو پر تاخت و تاراج کے لئے جائے اور اغرق امیر شیخ نور الدین کے سپرد کیا جائے کہ وہ اب قرا سو (جس کا ترجمہ سیماہندی ہے اس سے مراد ہندی کالی نی ہے) پر سفر کرے اور خود وہ دریا کے گنگ کی طرف جو میرٹھ سے ۴۰ کروہ تھا روانہ ہوا۔ ۲۰ کو فیروز پور میں پہنچا مگر دریا کو ایسا پایاب نہ پایا کہ اس کے سب آدمی آسانی سے عبور کرتے۔ بعض سوار تیر کر اتر گئے۔ جب صاحب قران نے پار جانے کا ارادہ اسی طرح کیا تو امرانے دست بستہ عرض کی آج حضور یہاں توقف فرمائیں گل و ماں سے دریا کو عبور کریں جہاں فیروز پور کے قریب میرا پیر محمد کا لشکر اترا ہے۔ امیر نے اسے منظور کر لیا اور دوسرے روز دریا کو عبور کر کے تعلق پور کی طرف کوچ کیا۔ اثناء راہ میں امیر کا ایک بازو سوجھ گیا اور اس میں درد پیدا ہوا ملازم علاج کی تدبیریں کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ اہتا لبس کشتیوں میں بے دین سوار چلے آتے ہیں پیلکان یا میدان آب میں کشتیوں کے ہاتھیوں کو دوڑانے لئے چلا آتا ہے سوہ مرغ کی طرح پرواز کرتی ہیں اور باز کی طرح سینوں کو چھپاتی ہیں۔ امیر تیمور کو اہل شرک کے ساتھ لڑائی کا ایسا شوق تھا کہ اس خبر کے سنتے ہی غشی کے مارے اس کی علالت زائل ہو گئی اور بے توقف ہزار آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر دریا کی طرف آیا۔ اور دریا کے کنارہ پر سے دشمنوں پر تیروں کا مینہ برسا یا جسکو آنچوں۔ نے سپردوں سے روکا۔ مگر بعض لاوڑوں نے گہوڑوں کو دو دیا نہیں ڈال دیا۔ اور تیر کر کشتیوں کو پکڑ لیا۔ اور ان کے اندر گھس کر دشمنوں کو تلوار سے بے مسر کرنا شروع کیا

یہاں امیر تیمور نے سنا کہ میرٹھ میں ایک قلعہ نہایت استوار ہے اور الیاس افغان اور اس کا بیٹا مولا احمد
 نہا نسیری وہاں حاکم ہے اور صفی ایک گہرے جوہت گہروں کو ساتھ لیکر قلعہ میں اس کی مدد کو گیا ہے
 اس کے پاس ہتھیار اور سامان جنگ بہت ہے۔ یہ سب سن کر امیر تیمور نے شانہ افزہ دستم و
 امیر طغی خان بوغا۔ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو قلعہ میرٹھ کی فتح کے لئے بروا نکیا اور حکم دیا
 کہ اگر اہل قلعہ اطاعت اختیار کریں تو ان کی شرائط کو قبول کر لیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اطلاع
 دیں۔ ان افسروں نے ۲۶ ربیع الثانی کو کوچ کیا اور میرٹھ میں پہنچ کر امیر تیمور کا پیغام اہل قلعہ
 پاس پہنچا کہ وہ اپنی جان و مال و آبرو کو صاحب قرآن کی حفاظت میں حوالہ کریں۔ انہوں نے
 اس کا یہ جواب دیا کہ ہمارے قلعہ پر بادشاہ ترشیریں خاں بے شمار سپاہ لیکر حملہ آور ہوا تو وہ
 اس کو نہ لے سکا اور حیران ہو کر چلا گیا۔ اس جواب سے صاحب قرآن کو اطلاع ہوئی
 تو اس کو ترشیریں خاں کی نسبت جو اہل قلعہ نے گستاخانہ کلام کیا تھا وہ نہایت ناگوار
 گذرا اور غصہ میں وہ بہرہ آیا اور گہوڑے پر سوار ہو کر حکم دیا کہ میرٹھ کے لئے لشکر تیار ہو
 ۲۸ ربیع الثانی کو ٹھہر کی نماز کے بعد دس ہزار سواروں کو لیکر روانہ ہوا اور ایک ات
 شرک پر قیام کر کے دوسرے روز ۲۹ کو قلعہ میرٹھ پر جا پہنچا اور اسی وقت حکم دیا کہ قوشوں
 کے احرا میں سے ہر ایک لقب لگائے۔ اس حکم سے رات کو ہر برج و بارہ کے آگے دس پندرہ
 گر لقب تیار ہو گئی۔ اہل قلعہ یہ حال دیکھ کر سہم گئے۔ امیر اللہ داد نے قلعہ کے دروازہ پر
 حملہ کیا اور تکبیر اور تہلیل کا آواز بلند کیا اور ایک نوکر سر اے بہادر پسر قلعہ در قلعہ کے
 کنگرہ میں کند ڈال کر سب سے پہلے چڑھ گیا۔ پھر اور بہادر اسکے پیچھے چڑھے اور الیاس افغان اور
 اس کا بیٹا خاں صرٹے مگر آخر کو رستم برلاس نے اسکی گردن میں رسی ڈال کر امیر تیمور کے سامنے
 پیش کیا۔ اور صفی اس لڑائی میں مارا گیا۔ بعد اس فتح کے اہل قلعہ قتل ہوئے اور قلعہ سناڑ ہو کر
 خاک کی طرح زمین کی برابر ہوا۔ امیر تیمور کو اس فتح سے اس سبب زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ ترشیریں
 خاں جس قلعہ کو بہت سپاہ سے نہیں فتح کر سکا اُسکو تھوڑی سپاہ سے ایک ہی دفعہ میں اس نے
 فتح کر لیا۔ اس نے کہا کہ جو کام اسکے لئے مشکل تھا وہ میرے لئے آسان نہ ہو گیا۔ تاریخوں میں
 لکھا ہے کہ امیر تیمور کے پیغام کا جواب اہل قلعہ نے یہ لکھا کہ ترشیریں خاں جب اس قلعہ کو نہیں فتح کر سکا

جب فوج لوٹتے لوٹتے اور مارنے مارنے تھک گئی اور لوٹنے کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو امن امان ہو گیا۔ یہ کہنا کہ اہل دہلی اسلئے قتل و غارت ہوئے کہ انہوں نے امیر تیمور کے آدمیوں کو قتل کیا تھا فقط سپاہ تیموری نے غارت اور قتل کے لئے بہانہ بنالیا تھا۔ مگر اہل دہلی کی عادت یہ کہ وہ ایسے موقعوں پر ایسی حماقت کیا کرتے ہیں کہ جس سے ان کے سر پر اپنے ماتھوں سے آفت آتی ہے تاریخ میں کئی ایسے واقعات لکھے گئے ہیں۔

امیر تیمور کا ہندوستان میں اور جگہ غزاکے نیت سے جانا اور دہلی سے نہضت کرنا

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میں نے دہلی میں پندرہ روز سیادت و اقبال کے ساتھ توقف کیا اور اس میں جشن شامانہ اور دربار خسروانہ کرتا رہا۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ میں ہندوستان میں جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں اور خدا تعالیٰ کی عنایت سے مجھے سب مہموں میں فتح اور سب جگہ دشمنوں پر ظفر حاصل ہوئی ہے کئی لاکھ کافروں اور بت پرستوں کو قتل کر چکا ہوں۔ حسام اسلام کو خون کفار سے سرخ کیا۔ سب پر فائق یہ فتح عظیم حاصل ہوئی ہے اسلئے مجھے آرام سے نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ ہندوستان میں اور جہاد کرنے چاہئیں۔ یہ سوچ کر وہ ۲۲۔ ربیع الآخر ۸۵۷ھ روز چہار شنبہ کو پیرون چڑھے جہاں پناہ سے تین کروہ چلکریہ و زاباد میں آیا۔ اور کچھ دیر تک یہاں کے منربات کو نظر احتیاط سے دیکھتا رہا اور پھر سجد فیروز آباد میں آیا اور یگانہ بے نیاز کی درگاہ میں دو گانہ شکر و سپاس ادا کیا۔ دروازہ فیروز آباد سے نکلا ہی تھا کہ سید شمس الدین ترمذی اور علامہ الدین شیخ کو کرمی جو اس کے لشکر سے لاہور اور کوہ پلہ (ہردوار) گئے تھے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہادر بہار حاکم ہردوار نے جو دو طوطے سفید بھیجے تھے وہ پیش ہوئے یہ دونوں طوطے تغلق شاہ کے عہد کے تھے اور ہمیشہ بادشاہوں کی مجلسوں میں شیریں گفتاری کیا کرتے تھے۔ اس وقت گرائی گئے کہ نہایت خوش ہوا۔ اُس نے حکم دیدیا کہ ہر روز بخیر۔ میں ان طوطوں کو لایا کریں کہ میں ان کی تھپی بولیاں سنا کروں۔ اب آگے مندرجہ منبر ل چلکروہ موضع اسار میں پہنچا۔

قلعہ میرٹھ کی فتح

اور چونکہ میرا ارادہ ہے کہ دار السلطنت تہذیب میں ایک مسجد بناؤں اسلئے سنگ تراشوں اور
معماروں کو خاص میری خدمت کے لئے جدا رکھیں۔

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میری مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے تینوں شہر میری
جہاں پناہ۔ پُرانی دہلی غارت و تباہ ہوئے ہیں۔ اس خط میں میرے نام کا خطبہ بھی جو ان امان
و حفاظت کا فیصل تھا پڑھا گیا۔ میری عین تمنا یہ تھی کہ اس شہر پر کوئی بلا نہ نازل ہو مگر اُس کے
یہ خلاف ارادت ازلی یہ تھی کہ شہر غارت و تباہ ہوا اسلئے ایک گروہ کے دل میں یہ آیا کہ اُس نے
میرے لشکر پر دست درازی کی اور اپنے پانوں میں آپ کلبھاڑی ماری ہے

دانی کہ حساب کار چولست

سررشتہ ز دست ماہر دست

چوں کار باختیار مانیست

بہ کردن کار کار بانیست

واللہ عاقبت الکا موہ۔ جب امیر تیمور کے دل میں آیا کہ دلی میں ان ہوتو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر
شہر میں آیا۔ اس نے سب جگہ سیر کر کے ان تینوں شہروں کی وضع یہ بیان کی ہے کہ سیر میں ایک
دور شہر ہے اور اس میں اینٹ پتھر کے قلعے بہت مستحکم بنے ہوئے ہیں میری سے بڑی پُرانی دہلی ہے
اور اس میں اور زیادہ مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے۔ ان دونوں شہروں کے قلعوں میں بہت فاصلہ ہے اور ایک
قلعہ سے دوسرے قلعہ تک ایک فیصل گچ اور پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ آبادی شہر کے وسط میں جہاں پناہ
ہے۔ ان تینوں شہروں کے قلعوں کے تیس دروازے ہیں جہاں پناہ کے تیرہ دروازے۔ میری کے
سات اور پُرانی دہلی کے دس۔ امیر تیمور شہروں کی سیر سے سیر ہو کر مسجد جامع میں تشریف فرما
ہوا۔ وہاں سید و علما و فقہاء و مشائخ اور بزرگ مسلمان جن کی حفاظت اس کے حکم سے ہوئی
تھی وہ اُس کو فتح کی مبارکباد دینے آئے۔ ان سے امیر بہ تواضع و تعظیم پیش آیا اور ان کی جان و
مال کی حفاظت کے واسطے خواہ وہ کہیں ہوں ایک افسر مقرر کیا۔

اب یہ امر عوطل ہے کہ دلی پر جو آفت اور مصیبت آئی اُس کو امیر تیمور کی سفاکی و پیرحمی سے
منسوب کریں یا اس کی ترک و تائار کی سپاہ خوئیاری کی خود سری سے۔ کل مقدمات کے
مرتب کرنے سے صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ کام جیسا کہ اُس نے خود بیان کیا ہے اس کی مرضی کے
یہ خلاف ہوا ہے۔ اس کی سپاہ کی خود سری سے یہ کام ہوا جس کا رد اُس نے خود امیر تیمور کے اختیار سے کیا تھا

سپاہیوں نے ہندیوں کو گرفتار کرنا شروع کیا تو وہ تلوار ہاتھیں لیکر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ عورتوں بچوں کو گھروں میں بند کر کے جلا دیا اور پھر خوب جان لڑا کر لڑے۔ یوں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا سیری و جہاں پناہ و دہلی میں سب جگہ ایک آگ لگ رہی تھی۔ امیروں نے شہر کے دروازے اس لئے بند کر دیئے تھے کہ باہر کا لشکر نہ چلا آئے۔ لیکن جمعرات کے دن اور شب جمعہ کو شہر میں پندرہ ہزار سپاہ موجود تھی جو قتل و غارت و قید و آتش زنی کے سوا کوئی اور کام نہیں کرتی تھی۔ جمعہ کے دن نو سارا لشکر شہر میں گھس کر لوٹ پرل گیا۔ جس کو کوئی جیال سوا قتل و غارت و قید کرنے اور آتش زنی کے کچھ اور نہ تھا۔ جمعہ کے دن لوٹ عام تھی۔ جہاں پناہ و سیری کے اکثر محلے بالکل غارت ہو گئے۔ روز شنبہ ۱۷۔ کو بھی یہی حال رہا۔ لوٹ کا حال یہ تھا کہ لشکر میں سے ہر نفر ڈیڑھ سو آدمیوں سے کچھ کم و بیش مردوزن و کودک کو گرفتار کر کے باہر نہ لایا پاتا تھا اور بہت سے ادنیٰ آدمی پاس بھی بیٹھ کر فرسے کچھ زیادہ ہی بردے موجود ہونگے۔ اور غنائم و فتوحات میں طرح طرح کے جواہر۔ موتی خصوصاً باقوت و الماس اور اقمشہ و نفائس گوناگوں و سونے چاندی کے برتن و نقدیاں بے حد اور طلائی اشیائیں وغیرہ بہت تھیں۔ قید میں جو عورتیں آئی تھیں ان کے ہاتھ پائوں سونے چاندی کے کنگنوں اور پازیبوں سے اور ان کی انگلیاں پیش قیمت انگوٹھیوں چھلوں سے لدی ہوئی تھیں۔ سید و علماء و شیخ تو اس غارت سے بچے ہوئے تھے باقی سب اس بلا میں مبتلا تھے۔ اتوار کے دن امیر تیمور کو خبر ہوئی کہ پرانی دلی کی جامع مسجد میں بہت سے ہندی بھاگ کر جمع ہو گئے ہیں اور بتیاری اور کھانے پینے کا سامان لے کر چلے گئے ہیں اور اس کو اپنا ماں بنانا چاہتے ہیں اور بعض آدمی اس کے جواہر کام کو گئے تھے ان کو زخمی بھی انہوں نے کیا ہے۔ تو اس نے امیر شاہ نک اور علی سلطان تو اچی کو پانچ سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ خدا کے گھر کو ان ناپاک بے دینوں سے پاک صاف کرے۔ اس حکم کے موافق انہوں نے جا کر ان سب کو مار ڈالا اور پرانی دہلی کو لوٹ لیا۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ جو قیدی گرفتار ہو کر باہر آئے ہیں ان میں سے ارباب صناعت اہل حرفہ جدا کئے جائیں اور بعض ان میں سے شاہزادوں اور آقاؤں و امرا کو جو یہاں موجود ہیں یا اور ملکوں میں میری خدمت کر رہے ہیں تقسیم کئے جائیں

خیزو کاسہ زر آب طربناک انداز : پیش از اندم کہ شود کاسہ سرخاک انداز

اور اس بزم و لکشا میں شاہزادوں اور امرا اعیان دولت اور نویان سلطنت کو عطار بادشاہ سے مالا مال اور بلند پایہ و سرفراز کیا۔ پانچ روز تک یہ خوش الحان راس گروں نے ساز طرب سے ترانے دل نواز گائے۔

دہلی کی تباہی

موزخوں نے اپنی تاریخوں میں دہلی کی تباہی کی مختلف داستانیں لکھی ہیں مگر ہم خود امیر تیمور کی تحریر سے اور ظفر نامہ سے بالکل سچا حال نقل کرتے ہیں۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ بیع الثانی سنہ کو ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ صاحبقران کی سپاہ بہت سی شہر کے اندر داخل ہو گئی۔ ان اسباب کی تفصیل یہ ہے اولی شہر کے دروازہ پر حفاظت کے واسطے جو سپاہ ہیبت ناک ترکوں کی متعین تھی وہ ایک دروازہ پر جمع ہو گئی۔ اسکو یہ شہر ایسا ماتھے لگا جیسے کشکاری درندہ کو بھیڑوں و ہرنوں کا گلہ یا عقاب کو پجاری چڑیاں انہوں نے مال اسباب پر اپنی دست درازی سے اہل شہر کا دم ناک میں کر دیا۔ دوم جب امیر تیمور کو اُس وقت کہ عیش و طرب میں مصروف تھا اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے امیروں کو حکم دیا کہ وہ ان ترکوں کو اس حرکت سے باز رکھیں تو ان امیروں کے ساتھ شہر میں اور سپاہ داخل ہوئی سوم جہاں ملک آغا اور خواتین نے امیر تیمور سے اجازت لی کہ قصر ہزار ستون کی سیر کو جائیں جسکو جو نانے جہاں پناہ میں بنا یا تھا ان کی جلو میں سپاہ کا ہونا ضرور تھا وہ بھی شہر میں داخل ہوئی۔ چہارم جلال الاسلام اور امرا دیوان اعلیٰ اور اہل قلم سپاہ کو ساتھ لیکر دہلی میں مال امانی کی تحصیل و تشخیص کے لئے گئے تھے۔

پنجم کئی ہزار سپاہی چٹیاں لے کر شہر میں اندج تیل۔ آٹا۔ شکر خریدنے گئے تھے۔ ششم امیر تیمور کو یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ اس ملک کے چاروں طرف کے ہندو مع اپنے زن و فرزند و بیش قیمت مال و اسباب کے دہلی میں جمع ہوئے ہیں۔ اسلئے امیر تیمور نے امراد مع ان کی پلیٹوں کے شہر کے اندر بھیجا کہ انکی داد و فریاد کچھ نہ سنیں اور سب کو گرفتار و اسیر کر کے میسرے روپرولائیں۔ غرض ان سببوں سے شہر میں ترکی سپاہ کی کثرت ہو گئی تھی جب شہر میں ان

گرفت خسرو صاحب قرآن دہلی را
شود معین و خورشید بود جدی آرا
ز شدتے کہ بایشان رسید سال و خا
خود ایں نہفتہ نامد ز راے اہل ذکا
بسال خار گل فتح ہند شد بویا

چار شنبہ ہشتم مہر ربیع دوم
ز فتح شاہ کہ مجموعہ بشمری تاریخ
تو باز گونگی کار ہند و اں بنگر
ز فتح شاہ و رخاہر کیفیت بہت صدیک
ز آب یاری نصرت بہاغ دولت شاہ

صاحب قرآن نے آدنی بیچاران ہاتھیوں کو منگوایا جو سلطان محمود چھوڑ گیا تھا وہ ۱۲۰۰ تھے جو سب طرح سے آرتہ تھے وہ اور کی کرگدن (گنڈے) صاحب قرآن کے رو برو آئے۔ فیلبانوں نے جب ان ہاتھیوں کے تماشے دکھائے تو صاحب قرآن نہایت خوش ہوا۔ فیلبانوں کے اشارہ سے ہر ہاتھی سر کو زمین پر رکھتا اور ایک آواز لگاتا۔ ان کے سامنے جو چیز رکھی جاتی اُسے وہ اٹھا کر فیلبان کو دیدیتے یا اپنے منہ میں رکھ دیتے۔ جب ان قوی میکل جانوروں کے تماشے صاحب قرآن نے دیکھے کہ وہ انسان ضعیف البنیان کا ایسا مطیع ہے کہ اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے تو نہایت تعجب ہوا۔ اور اُس نے یہ حکم دیا کہ سرفرد کو پانچ بہریر کو دو اور آذر بائیکاں و شہردان کو ایک ایک ہرات کو پانچ بھجے جائیں تاکہ وہاں کے شاہزادے اور امرا ان کو دیکھ سکیں۔

جب جمعہ ہوا تو صاحب قرآن نے مولانا ناصر الدین عمر کو اور بعض اور علماء بزرگ کو روانہ کیا کہ وہ دہلی کی جامع مسجد میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھیں۔ چنانچہ یہ خطبہ پڑھا گیا اور خطیب کو انعام ملا۔ اور فیروز شاہ کے عہد میں جو یہ قاعدہ مقرر ہوا تھا کہ پہلے بادشاہوں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا وہ موقوف ہوا۔ صاحب قرآن کے فرمان کے موافق بتگیاں دیوان شہر میں جا کر مال امانی مقرر کرنے لگے اور محصل اس کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ سید و علماء و مشائخ اس محصول کے مطالبہ سے معاف کئے گئے۔

اب روز رزم گذر گیا بستان بزم کی تیاریاں ہوئیں۔ دشمنوں کی شکست کے بعد دوستوں کو عشرت ضرور ہے۔ حضرت صاحب قرآن نے بزم شیش و تر و منعقد کی اور ساقیان سیم تن نے جام زریں پر شہراب ارغوانی بھری اور مظہران لالہ عذار نے یہ ندا دی

جب یہ فتح نمایاں ہوئی تو دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت صاحب قراں دہلی کے دروازہ پر آیا اور اُس کو دیکھ بھال حوض خاص پر فرکوش ہوا۔ یہ حوض ایک چھوٹا دریا تھا برسات میں اس میں پانی بھر جاتا تھا اسی کو سارا شہر پیتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اسے بنایا تھا اور اسکے کنارہ پر اسکی قبر ہے۔ یہاں سب شاہزادے اور امرا ارکان دولت صاحب قراں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس فتح کی مبارکباد دی۔ لڑائی میں جن جوانمردوں نے بہادری دکھائی تھی ان پر تحفیں و انعام دیے گئے۔ یہ حال دیکھ کر صاحب قراں کو یہ خیال کہ خدا تعالیٰ نے کس کثرت سے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس سے اُسکو رقت آئی اور بے اختیار آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ اُسی وقت باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُسکو ایسے فرزند کامگار و اعوان و انصار خدمت گزار عطا کئے ہیں اور اتنی فتوحات عطا کیں اور ان سب شجاعوں کو مدد دی۔

سلطان محمود ملو خاں کا بھاگنا اُنکے پیچھے سپاہ کا جانا دہلی کا فتح ہونا

سلطان محمود اور ملو خاں شکست پاکر خستہ خاطر جہاں پناہ کے قلعہ میں گئے تو اور اپنے کئے سے نہایت پشیمان تھے۔ ۷۔ رجب الآخر کو اُسی رات کو دونوں بھاگ کر بیابان و کوہ کو چلے گئے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ایک گجرات کو گیا دوسرا برن کو۔ صاحب قراں کو جب یہ خبر ہوئی تو اُس نے تعاقب میں سپاہ بھیجی وہ تو نہ پاتا تھا آئے مگر ملو خاں کے دو بیٹے خدا داد و سیف الدین عرف ملک شرف الدین گرفتار ہو کر صاحب قراں پاس آئے۔ اُسی رات کو فوج کو حکم ہوا کہ سارے شہر کے دروازوں پر پہرہ چوکی رہے کہ کوئی شہر کا آدمی باہر نکل کر نہ بھاگ جائے۔ صاحب قراں نے عید گاہ میں بارگاہ لگایا اور جشن کیا۔ کل سادات قضا و اکابر و اشراف دہلی اس دربار میں بساط بوس ہوئے۔ فضل اللہ بلخی جو ملو خاں کا نائب تھا مع اہل دیوان دہلی حاضر ہوا۔ اس سادات و علماء و مشائخ نے شاہزادوں و سپہ سالاروں کے توسل سے امان چاہی اور اُسکی سفارش مرزا پیر محمد امیر سلیمان شانے کی صاحب قراں نے فراموش نہ کیا۔ اُنکی درخواست کو منظور کیا اور اہل دہلی کو امان دی۔ رسم منہود کے موافق توغ (علم) دروازہ پر قائم ہوا اور نقاروں نے فتح و ظفر کا آواز بلند کیا۔ شہر بھر نے لشکار پڑھے اُن میں سے صاحب قراں نے ان اشعار تاریخ میں بسے اہل شہر یاد کیے۔

اور امراء و ہر اول میں مرزا رستم و امیر شیخ نور الدین و امیر شاہ ملک اللہ داد اور کل امراء و قلیب میں خود صاحب قراں (و القلیب مستقر سلطان الروح) جب یہ صفت ہندی ہو چکی تو صاحب قراں نے ہراول کو آگے بڑھنے کا حکم دیا کہ دشمنوں کی خبر جا کر لائے۔ اس سپاہ نے دشمنوں کا ایک آدمی گرفتار کیا اور اس کو صاحب قراں کے روبرو لائے تو اس شخص کی زبانی یہ حال معلوم ہوا کہ سلطان محمود نے جنگ کے لئے لشکر کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ قلیب (مرکز) میں رایت سلطان محمود و ملو خاں ہوگا و میسرہ کا اہتمام طفی خاں و پیر علی کو ا و میمنہ کا اہتمام میر معین الدین و ملک ہادی کو دیا گیا ہے۔ اس پاس دس ہزار سوار مکمل اور چالیس ہزار پیادے جنگی اور ۱۲۵ گھوڑے جو سلاح و کیم سے آراستہ ہیں اور ان کے دانتوں میں زہر دار کٹاریں استوار لگی ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر کی پشت پر بودہ لگا ہوا ہے اور اس میں ناوک انداز و آتش باز چرخ انداز بیٹھے ہوئے ہیں تحش دار دنداندار کھڑے ہوئے ہیں۔ جب یہ دونوں لشکر قریب آئے تو صاحب قراں سوار ہو کر پشت بھالے کی بلندی پر چڑھ گیا اور اطراف و جوانب کے اوضاع کا ملاحظہ کرنے لگا جب اس نے دیکھا کہ اب لشکروں میں لڑائی ہوئے کو ہے تو موافق اپنی عادت کے پیادہ ہوا و اخلاص و نیاز سے بادشاہ بے نیاز کی درگاہ میں تکبیر کہہ کر نماز پڑھنے لگا اور دھاک پر ماتھے کو رگڑ کر گریہ و زاری کرنے لگا کہ اے خدا مجھے اصلا اپنی سعی و کوشش و کثرت اعوان و انصار جلا دت کیش پر بھر و سائیں، ہے ۷

نذارم غور سے بچ و سپاہ	ترا در ہمہ کار د ا نگر پناہ
کرم کردہ بار بار بار ہی	دریں بار ہم لطف کن کا گنجی
بجز تو نذارم امید سے کبس	کس بے کسان ی فریاد رس

اس نماز و مناجات کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر لشکر کو لڑنا شروع کیا۔ ہر چند ہندوستان کی سپاہ نے بقدر اپنی تاب تو اس کے بہادری کی مگر پیشہ ضعیف تند باد سے اور آہونا تو اس شیرازیان سے کیا لڑ سکتا ہے۔ آخر کو نہر میت پانی۔ تاتا تازیوں کے تیروں کی بوچھاڑ نے ہاتھیوں کو نہ ٹھہرنے دیا۔ تیر و شمشیر سے ان کی سونڈوں کو زخمی کیا اور فیذا نون کو قتل۔ سلطان محمود اور ملو خاں بھاگ کر شہر کے اندر گئے اور دروازہ بند کر لیا۔

لشکر تیمور نے لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ ہاتھیوں کی جلد میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ تیرد
 شیشراں پر کارگر نہیں ہوتے اور قوت انہیں ایسی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے درختوں کو ایک حملہ
 میں حربہ اکٹیر کر ہیکٹیتے ہیں اور اپنے پہلو کے اشارے سے بڑے بڑے مکانات کو گرا دیتی
 ہیں اور کارزار کے وقت اپنی خرطوم نقبان کردار سے گھوڑے کو مع سوار کے زمین سے
 اٹھا لیتے ہیں اور ہوا میں ڈال دیتے ہیں ان مبالغوں سے باقضاء طبع ہنرمیں بعض لشکریوں
 نے دل میں وغذہ تہاجیب صاحبقران اشرف داعیان کے لئے مقامات تعین کرنے
 لگا تو اپنی شفقت و مرحمت سے ارباب علم و کمال سے جو ہم رکاب تھے پوچھا کہ آپ کس مکان
 میں رہیں گے انہوں نے کلمات دہشت آمیز سنے تھے اُن پر دہشت طاری تھی فوراً جواب
 دیا کہ اس مکان میں رہیں گے جس میں عورات اور خوانین رہیں گے۔ اس چاعت کے
 اطمینان خاطر کے لئے صاحبقران نے حکم دیا کہ چرون کا ایک حصار بنایا جائے اور اُس
 کے گرد خندق بنائی جائے اور خندق کے اندر بیسویں کی گردین انکی ٹانگوں سے تسوں کے
 باندھ کر کھڑے کئے جائیں اور لوہے کے خشک (تکھوٹھے خار) بنائے جائیں اور دو پیادوں
 پاس رہیں جو وقت ہاتھی حملہ آور ہوں تو وہ راہ میں ہیکٹ لے جائیں۔ مگر ہاتھیوں کے حملہ کرنے کی
 یہاں تک نوبت ہی نہیں پہنچی کہ یہ کانٹے کام میں آتے۔ شہاب الدین جامی نے اس حال
 کی نسبت یہ شعر کہے ہیں **نظم**

پس انگہ بے گاؤ میثان نہ	بہر تجیر بستند با یک دگر
کہ در پیش خندق فصیلے بود	وزان ہر یکے منع فیلے بود
چرا باید از پسیل کردن حذر	کہ او چار پائست چون گاؤ و خضر

صاحبقران کا سلطان محمود سے لڑنا اور فتح پانا

روز سہ شنبہ، ربیع الثانی کو حسب احکم صاحب قران ہطخ ترتیب سپاہ ہوئی کہ برنارین
 شاہزادہ پیر محمد جانگیر امیر یادگار بلاسٹا ایر سلیمان شاہ و امیر مفرات قناری و متور خواجہ آقچوہ اور اور
 توین اور جر تنارین مرزا سلطان حسین و شانزادہ خلیل سلطان و امیر جہان شاہ و شیخ ابو بلان

کے پاس ہندی قیدی ہوں وہ ان کو قتل کر ڈالے اور جو شخص ان کی گردن اڑانے میں
دیر نہ کرے وہ بھی قتل کیا جائے اور اسکا مال دہسبا اس مجبر کو دیا جائے جو اس قصور وار کی تقصیر
کی اطلاع دے اس حکم کے موافق لاکھ قیدیوں کے سر اڑائے گئے مولانا ناصر الدین عجمی باب
علم میں سے ایک تھے اور انہوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے بھیڑی ذبح نہیں کی تھی انہوں نے
اپنے پندرہ قیدی اپنے ہاتھ سے مارے ان فضول قیدیوں کی تعداد میں اختلاف ہے ملفوظات و
ظفر نامہ تیموری میں لاکھ اور طبقات اکبری میں پچاس ہزار لکھی ہو تعداد اکثر تاریخوں میں پائے اعتبار سے
سافظ ہوتی ہو اکثر تاریخوں میں لکھا ہو کہ پندرہ برس کی عمر سے بڑے قیدی قتل کرنے کا حکم تھا جب
یہ خون ہو چکا تو دس نفر میں سے ایک نفر کو حکم تھا کہ وہ لشکر گاہ میں توقف کرے اور ہندیوں کے
زن و فرزند دستور کی جو عنیت میں ہاتھ لگے ہیں حفاظت کرے اور باقی سب لڑنے چلین خطر
کی نماز کے وقت لشکر کے کوچ کا نظارہ بجا اور وہ دہان پہونچا جہاں جہاں سے عبور کا مقام مقرر
ہوا تھا پنجویں اور آخر تشاسوں کی جماعت جو لشکر کے ہمراہ تھی اس نے اپنی کتابوں کو دیکھ کر
کہا کہ اذضاع ملکی کا اقتضاء یہ ہے کہ چلنے میں توقف ہو لیکن حضرت صاحب قرآن کا یہ اعتقاد تھا
کہ اہل التزنیۃ والتقلیس لایومنون بالتسلیث والتدیس۔

ز سعد و نحس کو اکب ان تو جہت و رنج | کہ غرقہ اند ہمہ ہم جو بادریں دریا

نجومیوں کی بات کا بہلا صاحب قرآن کو کیا اعتماد تھا اسکو تو اپنے بازوؤں کی قوت پر بہرہ
تھا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ جنگ میں تاخیر ہو اس لئے جب صبح ہوئی نماز و وظائف و اوراد سے فرغت
ہوئی تو قرآن میں فال دیکھی تو سورہ نحل میں یہ آیت نکلی جس کے معنی یہ ہیں کہ کافر و مومن کے حال
کی مثال۔ بیان کی گئی ہے کہ ایک غلام زر خرید عاجز ہو کہ کسی چیز پر قادر نہ ہو اور ایک آزاد مرد ہو
کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے رزق فراخ سے بہرہ تمام رکھتا ہو اور اس کو پہنان و آشکارا تبقہ کرتا
ہو تو یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے کی برابر نہیں ہو سکتے یہ فال نہایت مناسب حال تھی افسس
قرآن پر صاحب قرآن نے اعتماد کر کے روز یکشنبہ ۵۔ ماہ ربیع الثانی کو جہاں کے کنارہ سے سوار
ہو کر دیلے پار لشکر کا خیمہ لگایا سب لشکریوں نے ملکر دہرین احتیاطاً خندق اس پشہ کے
قریب جس کو بہانی کہتے تھے کمودی اور درختوں کی شاخوں اور چروں سے حصار بنالیا۔

قریب تک لشکر تیموری گیا پہرہ صاحب قرآن کے خیمہ پر آیا۔ روز جمعہ ۳ ربیع الآخر کو صاحب قرآن جہان نما پر خیمہ زن ہوا۔ امراء جو غلہ کیلئے بھیجے گئے تھے وہ بہت سا غلہ اور غنیمت لائے۔

امراء و بٹانہ راہوں کو صاحب قرآن کا ہدایت کرنا لڑائی کے باب میں

اگرچہ صاحب قرآن کے افسر و سپاہی بڑے دلاور تجربہ کار تھے مگر ایک امیر اور سپاہی ایسا نہ تھا کہ جو اتنی دفعہ مصافحہ و معرکہ جنگ گاہ میں گیا ہو جتنی دفعہ وہ خود گیا تھا اس نے ہر اوشا ہر ادو کو جمع کیا اور اس مجمع خاص میں زبان مبارک سے قواعد نبرد آزمائی و صف شکنی و رسوم تیغ گزاری و دشمن فکتنی قانون حملہ آوری اور دریا، و غامین جانے کے طریقے اور ٹیمپ میلا سے باہر نکلنے کو قواعد اور آداب پیکار و شرائط رزم و کارزار بڑی فصاحت و بلاغت سے یہ سب باتیں بیان کیں اس نے یہ مقرر کر دیا کہ برائے اور جراتور و ہر اول و قول میں کوئی نہ مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اور کس طرح عنان در عنان آپس میں ملتے ہیں اور مخالفوں کے حملوں کو رد کرتے ہیں سب یہ نصائح سن کر زمین بوس ہوئے اور دعا دی۔

قیدیوں کا قتل ہونا

اس مجلس میں امیر جہان شاہ اور اور امراء تجربہ کار نے صاحب قرآن سے عرض کیا کہ جس روز سے ہندوستان میں داخل ہوئے ہیں آج تک کم و بیش ایک لاکھ ہندو قیدی ہوئے ہیں وہ سب ہمارے لشکر میں موجود ہیں کل جو دشمنوں کے لشکر نے ہم پر حملہ کیا تھا تو قیدیوں کے چہرے آٹار بشارت نمایاں تھے اور وہ ہم کو بدو عائن اور کوئے دیتے تھے اور اس کے منظر ہوتے کہ اگر ہمارے دشمنوں کی فتح سنیں تو سب متعجب ہو کر قید سے آزاد ہوں اور ہماری بہرہ نگاہ خیمہ گاہ کو لو لیں اور دشمنوں سے جا ملیں اور انکی قوت اور تعداد کو بڑھائیں صاحب قرآن نے اس مجلس میں ان قیدیوں کو باب میں رائے پوچھی تو انہوں نے یہ رائے دی کہ یہ ہر با نکل قواعد جنگ کے برخلاف ہے کہ جنگ عظیم کے دن اپنے خیمہ گاہ اور بہرہ نگاہ میں یہ لاکھ بیدار دشمن سلام قیدی آزاد چھوڑ دے جائیں جیسا قرآن نے یہ رائے سن کر نواچھوین کو حکم دیا کہ لشکر میں منادی کر دین کہ ہماری لشکر گاہ میں جس شخص

مہر کیا جائے جب حضرت صاحبقران کو لونی کے قلعہ کی فتح سے فراغت ہوئی تو وہ روز چہارشنبہ
غزہ ربیع الآخر کو جہان نما کے مقابل جہنا کے کنارہ پر گزرا، آب کے ملاحظہ کے لئے آیا عصر کے
وقت اپنے لشکر میں واپس آیا اور امراء اور شہزادوں کو جمع کر کے سلطان محمود سے لڑنے کے لئے
مجلس مشورہ منعقد ہوئی۔

مجلس مشاورت درباب حملہ دہلی

اس مجلس مشاورت جنگ میں خوب مباحثے ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔
ہندوستان کے جنگی ہاتھوں کی تقنین بیان کی گئیں کہ وہ سوار کو گھوڑے سمیت اٹھا کر ہوا میں
چکر دیتے ہیں جو انہر دون نے ان نقلوں اور کمانیوں کا جواب باصواب دیا اور بالافتاق یہ
رکے قرار پائی کہ حصار لونی میں لشکر کے لئے اول بہت سا غلہ جمع کرنا چاہئے پھر شہر کے محاصرہ
و فتح کی تدبیر کرنی چاہئے۔ مجلس مشاورت برخاست ہوئی۔ اور امیر جہان شاہ اور امیر سلیمان شاہ
کو حکم ہوا کہ حوالی دہلی سے جتنا غلہ وہ جمع کر سکیں کریں۔

حضرت صاحبقران سات سو سوار مسلح و جبہ پوش لیکر جہنا کو عبور کر کے جہان نما آیا جو حقیقت
میں جہان نماتھا۔ یہاں دیکھ بھال کر محل رزم و جہال اور میدان محاربہ و قتال کو سوچا کہ کہاں سب
ہو گا علی سلطان تو اچی اور جنید بور لدائی قراولی کو گئے تھے۔ وہ محمد یوسف کو پکڑ کر لائے جس
سے سارا حال سلطان محمود و ملو خان کا پوچھ گچھ کر اسکو مار ڈالا۔ اسی اثنا زمین جاسوس خبر لائے
کہ ملو خان چار ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے اور ۲۷ جنگی ہاتھی لیکر باغون سے نکلا ہے اور شہر
کے باہر جہان نما کے قریب آیا ہے صاحبقران تو جہنا سے اتر کر لشکر میں چلا آیا اور قراولان
لشکر سپہ خواہ و بیشتر تین سو سفید ترک سواروں سے مقابلہ میں مصروف ہوا۔ سیو جنگ بہادر اور
الدود و قوتون لیکر انکی کمک کو بھیجے گئے۔ اس لشکر نے مخالفوں پر تیر و نکالینہ ایسا برسا یا کہ اول
ہی صدر سے انہوں نے شکست پائی اور دہلی کی طرف نہایت بے ترتیبی سے منتشر ہو کر بھاگے مہین
بہت کھلوا اور تیروں سے ہلاک ہوئے عجب اتفاق یہ ہوا کہ اس بھگڑ میں جنگی ہاتھوں میں ایک کشتی
جہان نمائی بنگالی تہادہ گر کر رہ گیا صاحبقران نے اسکو ٹرانیک شگون سمجھا دشمنوں کے تعاقب میں دہلی کو

سات کردہ تہا منزل ہوئی یہاں حالات تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ سامانہ و کتبیل و ہندو
 کے باشندے کا فرشرک جیدین بکیش ہیں وہ اپنے گہر میں آگ لگا کر اہل و عیال و مال کو لیکر دہلی
 کی طرف چلے گئے ہیں اس لئے یہ ملک بالکل ویران پڑا جو ۲۳ ربیع الاول کو تعلق پور کے قلعہ میں مقام
 ہوا قلعہ کے لوگ لشکر تیموری کے خوف کو مارے اپنا گہر بار چھوڑ چھاڑ دہر اوہر بہاگ گئے تھے یہاں
 کے باشندے تنوہ تھے یعنی دو خداؤں کو مانتے تھے ایک کو نیردان اور دوسرے کو اہرمن کہتے تھے
 اور انکو حکمت سے تغیر کرتے تھے خیر و نیکی کو نیردان سے شر و بدی کو اہرمن سے منسوب کرتے تھے اس حصہ
 کے رہنے والوں کو سالوں کہتے تھے وہ سب بہاگ گئے تھے لشکر تیمور نے ان کے گہروں میں دلوں
 میں آگ لگائی اور کوئی نشان انکا باقی نہیں رکھا۔ ۲۴ ربیع الاول کو شہر بانی بیت میں قیام ہوا
 وہ تعلق پور سے ۱۲ کردہ تہا یہاں کے سب آدمی بادشاہ دہلی کے حکم سے فرار ہو گئے تھے یہاں
 حصہ میں ایک نبار گندم نہا جمیں ہنرا من وزن بزرگ اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار من شہرعی گینہوں
 تہا یہ کل گینوں لشکر میں تقسیم ہوا دوسرے روز چہ کوں چکر ایک ندی کے کنارہ پر مقام ہوا۔ روز چہ
 ۲۶ ربیع الاول کو حکم ہوا کہ امر ابر بنار و جرنار مع اپنے اپنی سپاہ کے جبہ (ہتیا و دیگر) پسین اور
 جنگ کے لئے آمادہ ہو کر روانہ ہوں۔ روز شنبہ ۲۷ کو حکم جاری ہوا کہ امر ابر بنار موضع جہان نما کو تہا
 تہا راج کرین جہان نما دہلی سے دو فرسخ (۵ میل) پر ایک خوبصورت عمارت فیروز تعلق کی بنائی
 ہوئی تھی وہ جہان نما کے کنارہ کے قریب تھی لشکر نے حکم کی تعمیل کی کہ قریہ کا نخی کرین سے جہان نما
 تک تاخت و تاراج کیا جو سامنے آیا اس کو قتل کیا یا اسیر کیا۔ اور مظفر و منطہ و دو غام نہرا و پس آئے
 روز دوشنبہ ۲۹ ربیع الاول کو جہان نما کے پار صاحبقران تشریف فرما ہوا۔ اور حصہ رونی کی طرف
 متوجہ ہوا کہ علف رار اس طرف تہا قلعہ و آب میں یعنی جہان نما کے اور ہینگن (ہینگن) کے درمیان
 واقع ہے۔ یہی وہ اس قلعہ کا حاکم تھا اس نے لڑائی کی تیاری کی۔ راجپوتوں نے اپنی زن و
 فرزند کو گہروں میں بند کر کے آگ لگا دی اور لڑنے کے لئے موجود ہوئے۔ ظہر کی نماز کی وقت قلعہ
 فتح ہو گیا اور اہل قلعہ بچاڑے گئے اور بہت سے قید ہوئے بہر ان قیدیوں میں ہندو مسلمان علیحدہ
 علیحدہ کئے گئے مسلمان بچکے ہندو قتل کئے گئے۔ حضرت صاحبقران نے حکم دیدیا کہ سیدوں
 بیشون عالموں کو سیطیح شکی تکلیف نہ دہی جائے اور باقی سب کے گہر لوٹ لئے جائیں اور قلعہ

راہنوں کو ایمین اور مسافروں کو سلامت رکھے اس لئے ششہ کو ۹ ماہ بیچ لادل کو توہنہ سے کوچ کر کے اور اغوق کو امیر سلیمان کے ساتھ سامانہ کی طرف روانہ کر کے خود جٹوں کے ہستیصال کے درپے ہوا بیابانوں اور جنگلوں میں وہ چپے ہوئے تھے اپنی حملہ کر کے دو ہزار قتل کئے اور ان کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور ان کے مال اور چارپایوں کو تاراج کیا اس طرح آج کے شرف و فساد کو مٹایا جو ایک مدت مدید سے برپا کر رہا تھا اس نواح میں ایک جماعت سادات چیمپی رہتی تھی اور ایک گاؤں میں آباد تھی وہ حضرت تیمور کی خدمت میں آئی اور محنت خیزانہ سے مشرف ہوئی اور ایک داروغہ ان کے گاؤں پر مقرر ہوا کہ وہ لشکر کے ہاتھ سے ان کو کسی طرح کی گزند نہ پہنچے دے پہر لگ کر کی ندی پر قیام کیا۔ یہاں وہ امیر لشکر سمیت انکڑے جن کو مرغزا کابل سے ہندوستان کو روانہ کیا تھا۔ اور ان کی منزلیں مقرر کر دی تھیں جب امیر تیمور نے ان سے سفر کا حال پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ جس شہر و قلعہ نے مخالفت کی اس کو فتح کیا اور لوٹ لیا پھر دوسرے روز بیل کو پہلے سے گذر کر دوسری طرف اس کے خیمے ڈالے گئے۔ یہاں وہ اغوق بزرگ اور لشکر کہ دیبال پور کی راہ سے روانہ ہوا تھامل گیا ایک دن یہاں قیام رہا دو منزلوں کے بعد قریہ کیتیل میں لشکر کا ورد دہوا۔ سامانہ اور کیتیل میں فصل، اکڑہ کا ہر جو پانچ فرسخ شرعی اور دو میل ہوتے ہیں۔

فتح دہلی کی طہاری

جب رب طرف کی فوج اکٹھی ہو گئی اور امرا اور شہزادے جمع ہو گئے تو حضرت حق تعالیٰ نے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ برنار (سپاہ کا دست راست کا بازو) تو مرزا پیر محمد جلالگیر مرزا رستم۔ امیر سلیمان شاہ اور امرا کو اور جرنیلار (سپاہ کا دست چپ کا بازو) سلطان محمد خان مرزا خلیل سلطان مرزا سلطان حسین۔ امیر جہان اور امرا کو سپرد ہوا۔ اور قول (در میان سپاہ) میں تو مان سان سپر اور تو مان کلان و امیر اللہ داد علی سلطان توپچی اور باقی اور تو مانات و امرا تو ثنات اپنے پاس رکھے اس سارے لشکر کا پہلا ڈیس میل طول اور دو میل عرض میں تہا سپاہ کشیدہ دہلی کی طرف روانہ ہوئی ۲۲۔ بیچ الاول کو اسندی کے قلعہ میں جو کیتیل سے

تقصیر سے گزرا۔ دستگیر کیا اور عمارات کو زیر و زبر کیا اور مکانوں کو خاکستر بنایا۔ امیر صاحب
یہاں کنرل پایا ہوا اور بیچ میں تین منزلیں کر کے چوتھے روز شہر سرستی میں پہنچا۔ یہاں
کے باشندے بیدین تھے سو رہا تھے اُس کا گوشت کھاتے تھے وہ سب کے سب بہا
گئے فوج اُن کے نقاب میں بھی گئی اور اُن سے لڑی اور اُن کو جہان پایا قتل کیا۔ اور جو مال
و اسباب گھوڑے اُن کے پاس تھے وہ سب چھین لئے۔ یوں سالم و عاقل و افسوس آئے
اِس جگہ میں عادل فرار قتل ہوا حضرت تیمور نے سرستی میں قیام کیا۔ دوسرے روز
حوالی قلعہ فتح آباد میں آیا۔ یہاں کے باشندے بھی گھر چھوڑ چھوڑ سب بہا گئے تھے۔ ایک
لشکر اُن کے بھی دریے ہوا اور اُن کے چار پائے اور ذخیرے اور علاقہ کو اپنے تصرف میں
وہ لایا اور بہت سے گزشتوں کو درت قہر سے اُن نے ہلاک کیا۔

روز یکشنبہ ۸ ربیع الاول کو فتح آباد سے روانہ ہو کر حوالی قلعہ اہر لڑی میں نیمو رہا یہاں
کوئی ایسا ہوشیار کاروان آدمی نہ تھا کہ وہ حضرت تیمور کا خاک یوس ہوتا۔ اس لئے بعض
باشندے یہاں کے قتل ہوئے بعض اسیر ہوئے غلہ یہاں لشکر کو بہت ہاتھ لگا یہاں کے
مکانات و عمارات کو جلا کر تودہ خاکستر بنایا۔ پھر روز دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو اہراؤنی کو
سے قریہ توہنہ میں آئے یہاں تحقیقات کرنے سے تیمور کو معلوم ہوا کہ جٹوں کی قومیں رہتی
ہیں جو برائے نام مسلمان ہیں اور شر و فساد و دزدی و راہ زنی میں اپنا جواب نہیں دیتیں
آئندہ روزندہ کی راہ انہوں نے بند کر رکھی ہے۔

مسلمانی کے خلاف کارروائیوں کو طح طرح کی اذیت دیتے ہیں اور قتل کرتے ہیں
جب یہاں لشکر تیموری آیا تو اُن جٹوں نے جنگوں اور ایکھوں میں جا کر کچھوے کی طرح اپنا
سر چھپایا۔ تو کل ہندوئے قرقہ اور مولانا ناصر الدین عمر کو ان کی تاخت و تاراج کے لئے ایک
قوتوں حوالہ ہوا۔ وہ اُن جٹوں کے پیچھے گئے اور دوسو قتل کیا اور اُن کے چار پائے
چھین لئے اور بہت سے جٹوں کو قید کر کے لشکر میں لے آئے۔

جٹوں سے لڑائی

امیر تیمور کی بہت عالی اس طرف مصروف تھی کہ مسند دینی کو قلعہ وقوع کرنے کے بعد

سرخ صف کو لشکر کا تیموری میں راؤ دلی چند کو چھوڑ کر قلعہ کو بھاگ گئے۔ اس حرکت سے صاحب قلعہ کا شغل غصہ مشتعل ہوا۔ اُس نے حکم دیا کہ راجہ قید ہو اور اُس حصار کے گرد لشکر جاتے یہاں لشکر نے انکے نقیبین لگائیں اور دیوار کے دھانے میں مشغول ہوئے اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ لشکر تیمور سے لڑنا ہماری قدرت سے باہر ہے تو راؤ دلی چند کا بھائی اور بیٹا دونوں قلعہ سے باہر آئے اور قلعہ کے دروازہ کی کنجیاں امیر تیموری کو سپرد کر دیں روز دوشنبہ عشرہ ربیع الاول کو امیر شیخ نور الدین اور الہ داد مال امانی دو روپیہ جو اس دینے کے عوض میں لیا جاتا ہے وصول کرنے کے لئے قلعہ کے اندر گئے۔ وہاں کے رایوں نے مال مان کے دینے میں جحیت نکالیں ان میں اور اہل قلعہ میں لڑائی ہوئی۔ قاعدہ ہے کہ اول النار جتنی قلعہ مشعل (ابتداء آگ کی چنگاری ہوتی ہے اور پہرہ مشتعل ہوتی ہے) جب یہ خبر حضرت تیمور کو پہونچی تو اُس نے حکم دیدیا کہ سب اہل قلعہ کو قتل کر ڈالو تمام سپاہ اطراف سے مکندین اور طلائین لگا کر حصار کے کناروں پر چڑھ گئی۔ اہل حصار جو ہندو تھے انہوں نے اپنے زن و فرزند اور مال کو گہر میں بند کر کے آگ لگا دی اور قوم جو ہر لمانی کا دعوے کرتی تھی انہوں نے اپنے زن و فرزند کو گوسفند کی طرح سر برید کیا اور پھر یہ دونوں ہندو مسلمان اتفاق کر کے سپاہ تیمور سے خوب لڑے اور شیخ نور الدین پیادہ دشمنوں میں لگ گیا تھا اسکو ازون غریب بھادی اور فریدز سستانی نے جاکر بچایا۔ آخر کو لشکر تیمور مظہر و منصور ہوا اور اُس نے دس ہزار ہندیوں کو مار ڈالا اور گہرون میں آگ لگا دی۔ شہر و قلعہ کی بنیاد اکٹھڑالی اور تمام عارتون کو خراب و دیران کر کے زمین کے ساتھ بھونک کر دیا۔ غنائیم جو کچھ زر و نقرہ و اسب و اسبیا کی قسم سے ہاتھ آئے وہ سب لشکریوں کو تقسیم کر دیا۔ اور زخمیوں کو مرہم شاہانہ کے مراہم سے نوازش فرمائی اور ازون فرید و فریدز کو جنہوں نے امیر شیخ نور الدین کی معاونت میں مردانہ کوشش کی تھی اور اپنی جان بچا رکھی تھے۔ تھے بہت کچھ انعام دیا اور انکو دار التبتہ بنایا۔

بھٹینر سے سرستی و فتح آباد و اہر دلی کی طرف سفر

بھٹینر کو زندون سے خالی کیا اور مردوں سے بھر کر اُس کی بھوک و مار لاٹھوں کی

سے لشکر کو ہٹا کر شہر سے باہر بلا لیا مگر دوسرے روز راتے دلی چند نے اپنے عہد کو ایفانہیں کیا تو
 پھر امیر تیمور نے حکم دیا کہ امیر اپنے مقابل قلعہ کی دیوار تک نقب لگائیں حسب الحکم امرائے نقب لگانی
 شروع کی۔ دشمنوں نے اُن کے سر پر آتش و سنگ و ناوک خدنگ کا یلہ برسایا مگر یہ دلاور اس کو
 گل افشانی سمجھتے رائے دلی چند اور اُس کے بڑے سرداروں نے یہ حال دیکھا تو اُنکے دل میں بڑی
 دہشت پیدا ہوئی۔ وہ نہایت مضطرب و مضطرب ہو کر بون پر آئے و تضرع و زاری کو اپنی رستگاری
 کا وسیلہ بنایا اور نہایت مسکنت و بیچارگی سے عرض کیا کہ ہکو اپنا حال معلوم ہو گیا اب ہم سچے دل
 سے خدمتگاری و طاعت گزاری اختیار کرتے ہیں اور مرحمت شاہانہ سے امید دار ہوتے ہیں کہ
 ہمارے گناہ و خطائیں معاف کئے جائیں اور جان کی امان دیکھائے۔ امیر تیمور نے بحکم العفو زکوۃ
 الطغر (عفو ظفر کی زکوۃ ہے یعنی عفو سے ظفر اور زیادہ ہوتی ہے) اُس کی درخواست کو قبول
 کیا اسی دن سہ پہر کو دلی چند نے اپنے بیٹے کو نائب کے ہمراہ بھیجا۔ اس نے نذر وخی بادشاہ
 نے آئے خلعت دیا اور بیٹے سے کہہ دیا کہ اپنے باپ کو متنبہ کر دے کہ وہ فریب و دغا سے باز رہے
 اور میری آزادانہ اطاعت اختیار کرے میں امیر مرحمت شاہانہ کر دنگا۔ اگر اس میں توقف کرے گا
 تو پھر وہ دیکھے گا کہ کیا ہے کیا ہوتا ہے۔ بیٹا باپ پاس گیا اور یہ حکم سنا دیا تو راؤ دلی چند
 شیخ عبدالدین اچو دہنی کے ہمراہ امیر تیمور کے خیمہ میں آیا اور نذر پیش کی اور خلعت پایا ممالک
 کی ایک جماعت کثیرہ اور خاصکر دیبال پور اور اچو دہن کے باشندے لشکر تیموری کے خوف سے
 میان بہاگ کر قلعہ میں جمع ہو رہے تھے امیر سلیمان شاہ اور امیر السداد کو حکم تھا کہ دروازہ
 قلعہ پر قبضہ کر کے اُنکو گرفتار کریں انہوں نے ان آدمیوں کو پکڑ لیا۔ امیر تیمور کی خدمت میں حاضر
 کیا۔ اس نے اُن کے گرد ہونکوا اپنے امر کو تقسیم کر دیا۔ تین سو اسپ تازی وہ لائے تھو وہ بھی
 امر امین یقیم ہوئے۔ اہل دیبال پور نے مرزا پیر محمد کی سپاہ میں سے مسافر کابلی کو مع
 ہزار آدمیوں کے قتل کیا تھا اُن میں سے پانچ سو آدمیوں کو قتل کر لیا اور اُن کے
 زن و فرزند کو نوٹھی غلام بنایا اور اچو دہن کے آدمی جو بہاگ کر آئے تھے اُنکو سزا میں
 اور اُن کا مال لوٹ لیا۔ جب مجرموں اور گنہگاروں پر یہ سیاست تیموری راؤ دلی چند
 کے بہائی کمال الدین اور اُس کے بیٹے نے دیکھی تو اُنکو ایسا تو ہم نہا کہ وہ یکے

خلقت بہاگ کریمان چلی آئی اسکا ازدام ایسا ہو رہا تھا کہ شہر میں وہ نہیں رہا سکتے تھے بہت سے چارپائے اسباب اور اجناس سے بہرے ہوئے چکرے شہر سے باہر پڑے ہوئے تھے صبح شنبہ ۲۵ صفر کو امیر تیمور نے شیخ فرید شکر گنج کے فرار کی زیارت کی اور حسن عقیدت سے انکی استمداد باطنی طلب کی۔ بیان سے چکر بھٹیئر کی تسخیر کا ارادہ اور اجوز ہیں سے دس کوس چکر ہمالیہ کو تلی سے سوار ہو کر ساری رات سفر کر کے اس جون کو ایک منزل میں طے کیا۔ قراول پہلے سے بھیجے گئے تھے۔ جنہر دشمنوں نے کسی جگہ حملہ کیا مگر شکست پائی اور دو آدمی اُن کے مارے گئے۔

بہار شنبہ ۲۶ صفر کو پھر دن چڑھے بھٹیئر کے باہر صاحبقران پہونچا۔ بیان نقارہ و سورن بجا اور غلغلہ تکبیر و تہلیل بلند ہوا۔ شہر کے باہر جو کچھ مال اسباب تہادہ سب سپاہ کے ہاتھ آیا اس شہر اور قلعہ کے والی کا نام دول چین ردول چند تھا اس کے پاس رجبو تون کی سپاہ تھی۔ ہندوستان میں رجبو تون ہی کی قوم سے بڑے بڑے بہادر لشکر مرتب ہوتے ہیں اس فوج میں سارا اختیار اسی کو تھا آئندہ دروندہ سے وہ خراج لیتا تھا اور تجارت کاروان اس کے سپہ سالار سے امان نہیں تھے انکو اپنی حصانت جہاد اور لشکر پر بڑا غور تھا۔ امیر کی بندگی کا طوق گردن میں ڈالنے سے ننگ و عار تھا اس لئے اُس نے لڑنے کا ارادہ کیا اور لشکر تیموری اس طرح مرتب ہوا کہ امیر سلیمان شاہ و امیر شیخ نور الدین و المدد اس نے دست راست کی طرف سے اور مرزا خلیل سلطان و شیخ محمد اکیو تیمور اور امرادست چپ کی جانب سے شہر کی تیخ میں بے توقف مصروف ہوئے۔ پہلے ہی صدمہ و حملہ میں شہر بند کولے لیا۔ اور بہت رنجوت قتل ہوئے شہر کی اندر بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ اس وقت ہر اوتومان و قوشونات قلعہ کے گرد آئے محاصرہ کے قصد سے انہوں نے چہر باندہ ہی اور دلیرانہ لڑائی شروع کی دول چند ہی اپنے بہادر لشکر کے ساتھ قلعہ کے دروازہ پر بقایہ و مقاتلہ کے لئے آیا۔ مرزا شاہ رخ اور امرالنے حمایت ایسا علیہ حاصل کیا کہ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ دولی چند پر ایسا رعب چہایا کہ وہ عجز اضطراب کے ساتھ شفاعت کا خواہشگاہ رہا۔ اور ایک سید کو حضرت تیمور کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ آج محکمہ امان دیجائے۔ کل کمر بندگی باندہ کہ خدمت میں حاضر ہوں گا۔ تیمور کو سادات کا بڑا پیاں تھا اس نے اس سید کی درخواست کو منظور کیا اور لشکر کو لڑنے سے منع کیا اور دھما

کفِ کریم تو بجز کسیت در افاغٹ خود کہ جز با حل تسلیم نیست پایش
شمار تیغ تو بر قیست در دیار عدد کہ جز اجل نبرد قطرہ زبارش

یہاں سے تیمور منازل سوال اور سوال کو طے کرتا ہوا جہاں میں پہونچا یہاں اسکو معلوم ہوا کہ دیبال پور کے زمیندار اور اہالی مرزا یہ محمد کے پاس گئے تھے اور اُس کے مطیع و منقاد ہوئے تھے اور اُس سے درخواست کی تھی کہ کوئی حاکم ہمارے ہاں وہ مقرر کر دے۔ چنانچہ مرزا نے مسافر کاہلی کو ہزار سپاہ کے ساتھ بھیج کر وہاں حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مگر جب گھوڑوں کے مرنے سے انہوں نے مرزا کے لشکر میں ظاہر اضعاف دیکھا تو فیروز شاہ کے غلاموں کے ساتھ سازش کر کے مسافر کاہلی کو نوحہ ان ہزار آدمیوں کے قتل کر ڈالا۔

مردِ گزشتہ و پریشان رائے درت خویش تہر زندیہ پائے
جب لشکر تیمور کی خبر انکو معلوم ہوئی تو جان کے خوف سے خان و مان کو چھوڑ کر حصار بھٹنیر (بطنیر) بہاگ گئے۔ جب لشکر تیمور سی جہاں میں پہونچا تو تیمور نے حکم دیا کہ امیر شاہ ملک اور دولت تمور تو اچھی اغرق اور لشکر کو دیبال پور کی راہ سے دہلی کے نزدیک موضع سامانہ میں لجا میں اس لشکر سے آتی بلونگا۔ خود دس ہزار سوار لیکر روز دوشنبہ ۲۴۔ ماہ صفر کو اجدن میں پہونچا۔ یہاں کے بعض رئیس بھٹنیر اور دہلی بہاگ گئے مگر جماعت سادات اور علماء موجود نہیں وہ تیمور کی عاطفت شاہانہ سے منتہی ہوئے۔ مولانا ناصر الدین محمد و خواجہ محمود شہاب محمد کو اس شہر کا داروغہ بنایا کہ وہ لشکر کے عبور و گذر سے یہاں کے آدمیوں کو کوئی زحمت نہ پہونچے دیویں۔

فتح شہر ہند و قلعہ بھٹنیر

بھٹنیر کا حصن نہایت حصین تھا اور کثرتِ ہند کے مشہور قلعوں میں سے ایک تھا اور راہِ سو دور تھا اسکے داہیں طرف اور اطراف و جوانب میں چولہ (دھنت بے آب) تھے ڈیڑھ سو کوس تک پانی نہیں ملتا تھا ایک کول بزرگ تھا۔ سین برسات کا پانی بہتا تھا اور سیکو سال بہت تک یہاں کے لوگ پیتے تھے۔ لشکر لگانہ یہاں کبھی نہیں آیا۔ بادشاہی ہند بھی کبھی اسکے متعرض نہیں ہوئے اور انہر شاہ نے اب لشکر تیمور بھی اسکے نہایت و دہشت سے اہلی دیبال پور اور اجدن میں اور اور مہاراجا

سائے جہان اغوق جمع ہوا تھا فردکش ہوا اور حکم ہوا کہ دریا سے لشکر عبور کرے یہاں شاہزادہ شاہرخ کا ایک غمخیز ہرے ملک سے اُس کی خیر و عافیت کی خبر لایا جس کو امیر نہایت خوش ہوا۔

شاہزادہ پیر محمد کا رملتان سے آنا

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شہر رملتان کا محاصرہ مرزا پیر محمد جہانگیر نے کیا تھا جیسا کہ محاصرہ پر جبہ مینے گذر گئے تو اہل محاصرہ بے قوت ایسے ہوئے کہ چوہا بلی بھی اُنکو کھانے کو نہ ملتا تھا مگر اُنہوں نے لگے تھے سازنگ خان دالی محاصرہ ضرورت و اضطرار سے عجز و انکار کے ساتھ محاصرہ باہر آیا اور رملتان بخر ہو گیا۔ شاہزادہ نے تیموریاس اس فتح کی خبر بجاوادی بعد ازان برسات ایسی بباری ہوئی کہ شاہزادہ کی سپاہ کے تمام گھوڑے تلف ہو گئے اور لشکر شہر کے اندر آگیا اس نوح کے حکام اور سرداران ہند نے جو ہوا دار اور خدمتگار تھے جب یہ سپاہ کا حال دیکھا تو انہوں نے بھی مخالفت اختیار کی اور فاسد ارادے کرنے لگے شاہزادہ کے سارے لشکر کو پیادہ دیکھ کر مخالفوں کو یہ جرات ہوئی کہ شہر کے دروازہ تک آنے لگے تو وہ نہایت متفکر و متحیر تھا کہ اتفاقاً تیمور کا اس نوح میں گذر ہوا جس کی خبر سننے سے مخالفوں کے ہوش و حواس پران ہوئے۔ شاہزادہ کو دہشت و حیرت و حینق سے نجات ہوئی اور تیمور کے لشکر کی طرف ہوا و زجاجہ صفر کو بیاس کے کنارہ پر اُس سے آن ملا۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو گلے لگایا اور اُس کی سفارش سے ابھن مجرموں کا قصور معاف کیا اور بیاس سے عبور کر کے موضع جہان میں قیام فرمایا۔ یہاں سے ملتان کو روانہ ہوا۔ دو تین تین کچھ لشکر کشتیوں میں بیٹھ کر کچھ تیر کر پراتر اور کسی کو کچھ گزند نہیں پہونچا جہان میں چار روز توقف ہوا۔ یہاں مرزا پیر محمد نے بڑی دھوم دھم سے صاحبقران کی دعوت کی اور کل اسباب و ظروف زرد و لقرہ جو لوٹ میں ہاتھ آئے تھے پیش کیے اہل قلم نے دور زمین اُس کی فہرت بنائی حضرت تیمور نے اپنی سخا و عطا سے یہ ساری عنینت امراد و زرا و ملازمین تقسیم کر دی جب قدر ہر ایک اس سے بہرہ ور ہوا۔ مرزا پیر محمد کو تیس ہزار گھوڑے عنایت کیے اُس نے کہ اُس کے گھوڑے و نہات میں سے تھے یہ اخبار تیمور کے حرب حال تھے۔

مٹان کو سفر کرتا تھا تو حوالی تلمبا کے بعض بڑے رئیس زمینداروں نے اسکی اطاعت کی تھی مگر وہ اپنے گھر گئے تو باغی دکنشس موہ گئے تو تیمور نے امیر شاہ ملک اور شیخ محمد اکیو متور کو حکم دے دیا کہ اپنے قوتوں کو لیجا کر اس قوم کو جس نے متابعت سے قدم باہر رکھا ہے ایسی گوشمالی کر کہ اوروں کو عبرت ہو۔ حسبِ حکم یہ سپاہ ان جنگوں میں آئی جہاں باغیوں نے پناہ لی تھی تو اس نے اتر کر دہزار ہندوستانیوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور گائے بھینس اور بیل سپاہ غنیمت میں لیکر واپس گیا۔ جب تیمور کو اس سپاہ نے غنیمت کھائی تو اسے پابہنوں اس کے تقسیم ہونے کا حکم دیدیا۔ ان کشتوں کے غارت و تباہ ہونے سے تیمور کے کلبجہنن ٹھنڈک پڑی تو وہ شہر تلمبا سے صغیر کو چلا اور دیو بیاس کے کنارہ پر شاہ پور کے چال میں مقیم ہوا۔ یہاں امیر کو معلوم ہوا کہ ایک زمیندار نصرت نامی قوم کو گھر کا (گھر) یہاں رہتا ہے اور دہزار سپاہ خون آشام اس پاس ہے اور ایک آبِ عظیم کے کنارہ پر حصار ہے وہ سرکشی کرنے اور لڑنے کو تیار ہے۔ تیمور نے یہاں کچھ سپاہ چھوڑی اور نصرت پر حملہ کرنے کو خود روانہ ہوا۔

نصرت گلہری پر حملہ آوری

تیمور نے اخق (شکر کا بہاری سیلاب) کو چھوڑا اور لشکر لیکر آب کول پر نزول کیا لشکر کا قلب و خارج ذرست کیا دست راست کی سپاہ کو امیر شیخ نور الدین و امیر اسد واد کی فرمائی اور دست چپ کی سپاہ امیر شاہ ملک اور امیر شیخ محمد اکیو تیمور کی سروری سے زینت دی اور پیشی قول علی سلطان تو اچی خراسانی پیادہ و نکو لیکر آدھ ہوا کنار کول پر نصرت ہزار سپاہیوں کو ساتھ آیا اور لشکر تیمور کی جنگ میں مشغول ہوا۔ اس کچھ اور پانی بہری جگہ پر آتش پکڑا برافروختہ ہوئی۔ نصرت زخمی ہو کر ایسا بھاگا کہ کہیں اسکا پتہ نہ لگا۔ لشکر تیمور نے اس کے اماکن و مساکن میں آگ لگائی اور اسکو لوٹ لیا۔ گلہ اور مرہ جو آتھ آئے انکو آگے رکھ لیا اور اس کول و چال و دلدل سے لشکر تیمور نے عبور کیا اور شاہ نواز میں جو ایک بڑا گاون تھا وہ فروکش ہوا۔ یہاں غلہ کا انبار تھا سب لشکروں نے جتنا چاہا اتنا اٹھالیا پھر بھی کسی انبار باقی رہے خلیو تیمور نے حکم دیا کہ جلادینے جائیں۔ پھر تینہ ۱۳ صفر کو شاہ نواز سے تیمور نے کوچ کیا اور آب بیاس کے کنارہ پر جہان گھر

یہاں سے بھڑکنا بغیر پل کے دشوار معلوم ہوتا تھا لشکر کو پل یا ندھنے کا حکم دیا اس ملک کے بیرون
 نے اس سے کہا کہ یہاں پل کا بندھنا دشوار ہے ترم شیرین خان جب یہاں آیا تھا تو وہ کشتیوں
 میں اپنے لشکر کو اتار کر لے گیا تھا۔ آپ بھی اسی ترکیبے لشکر کو اتار کر لیجائیے امیر نے یہ سن کر بیرون
 سے کہا کہ اگر پل نہ بندھ سکے گا تو اسی طرح عبور کر دنگا جس طرح تم کہتے ہو۔ امیر تیمور کے حکم کی موافق
 کشتیاں جج کی گئیں اور انکو زنجیر دن اور راتوں سے آپس میں باندھا اور پانی میں بلیاں اور ہتھیار
 اس طرح چھ دن میں ۲۰ کوسارے لشکر نے مل کر پل بالکل تیار کر دیا اور امیر تیمور مع لشکر کے
 اس پل پر دو روز میں اتر گیا۔

تلمبا کی بربادی

جب امیر تیمور مع لشکر اور بہرنگاہ کے دریا سے عبور کر چکا تو وہ آگے بڑھا جب شہر تلمبا
 میں پہونچا تو یہاں قیام کیا۔ تلمبا کا فاصلہ ملتان سے ۵۰ میل (۳۵ کدھ) ہے جس دن وہ یہاں
 آیا ملک درلے اور تمام سادات و علماء و شیوخ امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک پر اسکی
 قدر و منزلت کی موافق نوازش بادشاہانہ کی گئی۔ پھر امیر نے آگے بڑھ کر یکم صفر کو اس میدان میں
 خیمے ڈالے کہ قلعہ تلمبا کے آگے تھا۔ امیر کے وزیر دن نے اس شہر پر دلا

روپیہ جرمانہ تجویز کیا تھا اور اس کے وصول کرنے کے لئے محصل مقرر کئے تھے مگر اس مطالبہ سے
 سادات اور علماء معاف تھے۔ اس عرصہ میں سپاہ کی کمک نازدہ اور آگئی اور وہ مورد ملخ سوزیادہ
 ہو گئی اس سبب لشکر میں کھانے پینے کی تنگی ہوئی۔ شہر میں غلہ کی فراخی تھی ابھی جرمانہ کاروپیہ شہر
 والوں کے ذمہ کچھ بقی تھا اس لئے امیر نے حکم دیدیا کہ اس روپیہ کے عوض میں شہر والے غلہ دیدیں
 مگر شہر والوں نے لشکر میں اناج کی تنگی کا کچھ خیال نہ کیا اور خود اناج کی بہر نی کرنے لگے تو بہو کے
 تاتاری دفعہ تھما کر کے شہر پر ایسے جا پڑے جیسے کہ بزرگیت پر ڈمی دل گرتا ہو یا غلہ پر چوٹیوں کا لشکر اور
 بر معبودان داخل و افریقا افسل و پاپر عمل تاجب یہ طوفان بلند بالا ہوا اور غلہ غبار تھوڑے
 کاٹون تک پہونچا تو اس نے سیاہ لون اور تواجیون کو بھیج کر شہر سے سپاہیوں کو نکلوا دیا اور حکم دیا کہ
 ہر کچھ سپاہ اور اناج لوٹا گیا ہو وہ زجر جرمانہ میں مجرا دیا جائے اسی وقت تیمور کو معلوم ہوا کہ خیمہ پیر محمد

سے شہاب الدین نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ آنکر لشکر شاہی پر شیخون مارا اور ایک جنگ عظیم ہوئی۔ امیر شیخ نور الدین نے اسپر سیا پے حملے کئے اور دریا کے کنارہ پر شہاب الدین کی سپاہ میں ایسا اضطراب پیدا کیا جیسا کہ ماہی بے آب کو ہوتا ہے۔ امین سے بہت سیاہیوں کا آب حیات آتش قہر سے باد فیا میں اڑ گیا۔ اور لشکر شاہی کی آب تیغ نے وہ سیل بلا کو لا کیا کہ مخالفوں کی کشتی کا گذر ناممکن نہ تھا۔ بعض تو اس دریاے خو خوار میں گرے اور بعض گر دیا ب حرب سے بچ کر غرقاب دریا میں پناہ گیر ہوئے۔ امیر تیمور کے خاص امیر جنکو اس نے بچنے سے پالا تھا جیسے کہ منصور۔ بوج جو رہ اور اس کے یہائی موقف جنگ میں نام نیک پیدا کرنے کے لئے زخم شمشیر و تیر سے چور چور ہوئے تو تیمور خود بہت جلد جزیرہ کے حوالی میں پہونچا۔ شہاب الدین نے جب اس شیخون میں شکست پائی تو فوراً دو سو کشتیاں تیار کر لیں اور زمین خود مچھنے متعلقین و ملازمین کے بٹھیکر دریا، جہلم میں دانہ ہو کر ادبہ کی طرف روانہ ہوا۔

امیر تیمور نے شیخ نور الدین کو فرمان بھیجا کہ معہ اپنے افسر و سپاہ کے دریا کے کنارہ کنارے شہاب الدین کے تعاقب میں جائے اس نے یہ تعاقب بہادرانہ کیا اور سپاہ نے دیرانہ دشمنوں پر تیر بار کھبت و شمشیر کی جان لی اور فتح و ظفر کے ساتھ بازگشت کی امیر تیمور نے اپنہ مراحم خسر و اہنہ کی اور اس شیخون میں جو سپاہی کہ زخمی ہوئے تھے اور جنہوں نے بڑی بہادری دکھائی تھی انکو تشرفیات فاخر اور انعامات وافر عنایت کئے اور امیر شیخ نور الدین کو پایہ بوسی تخت کا اعزاز مرحمت ہوا پرا امیر تیمور نے امیر شیخ ملک کو حکم دیا کہ سپاہ لے جا کر دشمنوں کو جزیرہ کی سیال و درختانوں میں تلاش کرے اور انکو اپنے قبضہ اختیار میں لائے۔ وہ اس حکم کے موافق لشکر و لار کے ساتھ ہتھیار و پرآب و گل میں گیا۔ اور بہت سے دشمنوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور انکے عورت بچوں کو ایسر کیا اور بہت سی غنیمت اور ہتھیار بدوہ اور کشتیاں غلہ سے بھری ہوئی ساتھ لیکر واپس آیا۔ امیر تیمور نے قلعہ و شہر کو ہلا کر اور مہار کر کے زمین کا پیوند کیا اس مہم سو فرات پا کر دریا سے جہلم کے کنارہ پانچ چہ روز میں اتوار میں ۲۲ محرم کو اسی مقام پر آیا جہاں جہلم، جناد (جناب) پٹن میں یہاں ایک قلعہ بنا جس کے سامنے یہ دونوں دریا ملتے تھے اس محلہ میں بہت سے قلعہ و شہر تھے قدرت الہی نظر بصیرت میں نظر آتی تھی اس لئے وہاں امیر نے مقام گھبرا

کیا اور کنار چول (دشت بے آب) جو دین شکر کے خیمے ڈیرے ڈالے۔ یہ چول بڑا طویل و
 عریض ایک بیابان ہے۔ اس کی حوالی میں آب اور آبادی کا پتہ نہیں۔ کتب تاریخ میں اس
 چول کو چول جلالی اس سبب کہتے ہیں کہ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ چنگیز خان سے
 بھاگ کر اسی بیابان میں خیمہ زن ہوا تھا۔ یہاں امیر تیمور پاس مقدم اور رائے کوہ خود کئے آئے
 اور انہوں نے مرہم پیشکش کو ادا کیا اور شرائط مال گزاری اور خدمت گزاری کو قبول
 کیا۔ اُس سے چند مہینے پہلے رستم طغی بوبرلاس ہشکرستان کی طرف گیا تھا۔ اور کوہ خود میں اُسے
 چند روز توقف کیا تھا تو انہوں نے اُس کے لئے علف و داذوقہ کا سامان بھجھو بچایا تھا اور
 پسندیدہ خدات کی تہیں اس سبب امیر تیمور نے اُن پر عاطفت شانہ کین اور وہ خوش
 ہو کر اور آسودہ خاطر ہو کر اپنے اپنے گھر وں کو گئے۔

شہاب الدین مبارک شاہ تیمی کی متابعت اور بعد از ان اس کی مخالفت

شہاب الدین مبارک تیمی حاکم ایک جزیرہ کا تھا جو دریا سے جہد (جلم) کے کنارہ پر واقع تھا
 خدم و حشم بہت رکھتا تھا۔ اسباب و اسوال بہت کچھ پاس تھا۔ اس زمانہ میں کہ حدود ملتان
 کی طرف پیر محمد جہانگیر کوچ کرتا تھا تو شہاب الدین نے اُس کی اطاعت و بندگی اختیار کی تھی۔
 اور شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور شاہزادہ نے اُس پر نوازش کی تھی اور کئی دفعہ
 خدمت و ملازمت کے کام ہی اُس نے کئے تھے۔ مگر جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اُس کو اپنی جزیرہ
 کے محکم ہونے پر اور مستطہار آب پر غور ہوا کہ مخالفت و سرکشی اختیار کی۔ جب حضرت یما جعفر
 نے چول سے گذر کر دریا نے جلم پر نزل کیا تو اُس کی مخالفت سے آگاہی ہوئی۔

روز پچھنبہ ۱۴ محرم کو امیر شیخ نور الدین کو حکم دیا کہ اپنے نو مان کو ساتھ لیکر جزیرہ کی طرف متوجہ
 ہو اور حسن تدبیر و زخم شمشیر و تیر سے اس سرکشہ غور پندار کو ہلاک کرے۔ جب حکم وہ روانہ ہوا
 جب حوالی جزیرہ میں پہنچا تو شہاب الدین نے ایک قلعہ بلند بنایا تھا۔ اور اُس کے گرد ایک گہری
 خندق کو دی تھی اور اُس میں وہ متحصن ہوا تھا۔ اور محل حصین کی حوالی میں بڑا بچہ آب تھا
 سیاہ پوشا ہی نے بے توقف اس بانی میں آگرائش پکڑ کر بڑا کامیاب محاربہ عظیم ہوا۔ انکو اور اطراف

مرزا شاہ رخ کا خراسان پہنچنا اور نہر ماہی گیر کا بستنا

امیر تمپور نے امیر زادہ شاہ رخ کو اجازت دی کہ وہ خراسان کو روانہ ہو اور اسکو یہ نصیحت دیندے کہ

بفتح ابرسی کار دولت زبیش زتا مید حق دان نہ از سعی خویش
مکن خوبا سایش و ناز و نوش مراد از خدا دان ولیکن کموش

وہ خود کابل کو روانہ ہوا۔ راہ کابل کوہ ہندو کش پر آیا پنج شیر سے جو پنج امیر مشہور ہے عبور کیا چلکار باران میں آیا کہ کابل سے پنج فرسخ ہے۔ یہاں ایک مرغزار میں نزول کیا اور ایک نہر پنج فرسخ کے طول میں تعمیر کی اور اسکا نام جوئے ماہی گیر رکھا۔ یہاں سے چل کر کابل میں آیا مرغزار دورین میں اترا یہاں اطراف سے ایلچی آئے اور امیر شیخ نوزادین ایوان سخزانہ اور بہت سے تحفے لایا بعض اہل کو امیر تمپور نے ہندوستان کو روانہ کیا اور پھر یہاں سے خود چلکر قلعہ ایریاب میں آیا اور اسکو بہت اچھی طرح تعمیر کرایا اور یہاں کے امیر ہوسی کو سزا دی اور پرہیزگار کی جماعت قطع الطریق کو قطع کیا۔

آب سند سے حضرت صاحبقران کا عبور کرنا

جبکہ غانی کے ملک کے انتظام سے امیر تمپور کو فراغت ہوئی۔ اور راہ کی حفاظت کا انتظام خوب ہو گیا تو مرزا پیر محمد کی امداد کے لئے امیر سلیمان کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور خود دہلی سے روانہ ہو کر موضع بانو میں آیا اور یہاں سے ۸ ماہ محرم ۱۰۹۴ کو دریائے سند کے کنارہ پر پہنچا اور اسی محل پر خیمے ڈیرے ڈالے جہاں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے چنگیز خان سے بہاگ کر خیمے لگائے تھے۔ چنگیز خان اس کے پیچھے یہاں آیا تھا لیکن اس نے دریائے عبور نہیں کیا اور واپس چلا گیا۔ امیر تمپور نے حکم دیا کہ دریائے سندہ پر پل بند سے تیز رفتار ملازموں نے دو روز کے اندر کشتی اور لے کابل باندھ دیا۔ یہاں اسکندر شاہ دلی کشمیر کا ایلچی آیا اور اس نے دلی کشمیر کی عبودت اور اخلاص کا اظہار کیا اسکو حکم ہوا کہ سکندر شاہ ملتان کو لشکر کے پیالے میں ہمارے لشکر سے ملے۔ روز سہ شنبہ ۲ محرم ۱۰۹۴ کو دریائے سندہ سے امیر تمپور نے مجھ پر

سی عظمت و مال و اسباب اُس کو ہاتھ لگا۔ منصور و منظر اپنے لشکر گاہ کی طرف جاتا تھا کہ برہان غلن اور اُس کی بہاگی ہوئی سپاہ سے ملایہ اُنکا کمویا ہوا اسباب اُن کے ساتھ رکھا۔ ہر ایک سپاہی نے اپنا جیب و سلاح و گھوڑا بچان کر لے لیا اس دن سپاہ ایک درہ پر (کوئل) پر پہونچی جہاں محمد آزاد نے برہان غلن سے کہا کہ یہاں آج قیام کرنا چاہئے مگر اُس نے اپنی بددلی اور نامزدی کے سبب سے توقف کو منظور نہ کیا حقیقت میں زمانہ چنگیزخان سے آج تک اوس چنگیز خانی میں سے کسی نے ایسی نامزدی و بددلی نہیں ظاہر کیا جیسا کہ برہان غلن نے۔

جب میں نے محمد آزاد کو کھڑے روانہ کیا تھا اور ملک کی فتح سے فارغ ہو چکا تھا تو میں نے جلال اسلام و علی سیتانی کو بھیجا کہ وہ اس درہ سے باہر جانے کی راہ تلاش کرے اور قیام کے لئے مقامات کو صاف کرے حسب حکم وہ گئے اور بہت جگہ انہوں نے برف و یخ کو ہٹا کر راستہ میرے لئے بنایا اور وہ واپس آئے۔ میں سوار ہو کر چلا اور سارے امرا اور سپاہ پیادہ پا چلے میں اس راہ سے منظر کا مکار خا وک میں پہونچا جہاں قلعے میں بیٹے گھوڑے چھوڑے تھے میں اٹھا رہ دزن تک اس محم میں مصروف رہا اور کافرون سے لڑتا رہا۔ اور امرا اور لشکر جو اب تک پیادہ پا لڑتے تھے اُن کو اپنے گھوڑے یہاں مل گئے۔ یہاں قلعے میں جب کو میں نے تعمیر کرایا تھا ایک جماعت کو محافظت کے لئے چھو اور میں اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ برہان غلن و محمد آزاد اور لشکر جو اُن کے ساتھ تھے وہ میرے لشکر سے مل گئے۔ میں نے حکم دیدیا کہ برہان غلن جو کافرون سے بغیر لڑے بہاگاہے میری مجلس میں نہ آئے۔ اور میں نے اُس کی سرزنش کی واسطے کہا کہ قرآن شریف ناطق ہے کہ اگر مسلمان میں مصابرت کریں تو وہ دوسو کفار پر غالب آسکتے ہیں اس کے ساتھ دس ہزار سپاہ تھی وہ تھوڑے کفار کے آگے سے فرار ہوا اور مسلمانوں کو مملکت میں ڈالا محمد آزاد پاس چار سو آدمی تھے کہ اُس نے لڑکر ان بیدینوں کو مغلوب کیا اور جو کچھ سپاہ وہ سپاہ اسلام کا چین کر لیگئے تھے اُسکو دیا۔ اس کو میں نے سرفراز کیا اور برہان غلن کو نظر انداز کیا اور جس جماعت نے اپنی جلالت و مردانگی دکھائی تھی اس پر میں نے نوازش بادشاہانہ کی۔

جن میں سوتاناری اور تین سوتا جیک تھے ہمراہ لئے اور ایک شخص کوٹھارہ تھے والارہیری کے لئے ساتھ کیا محمد آزاد نے ان جو امزدون کو ساتھ لیکر اپنا سفر شروع کیا اور بڑے اونچے پہاڑ کو جو بچ و برف سے ڈھکے ہوئے تھے بڑی دشوار گزار تنگ راہوں سے طے کیا نہت جگہ وہ اس سے ابھی بیٹھوں کو لگا کر پیسلے اور اس طرح نشیب میں اترے اور اس کو ہتان سے نکل کر وہ گھلے میدان میں آئے محمد آزاد جب پہاڑوں کے مصائب سے آزاد ہوا تو وہ سیاہ پوشوں کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا وہاں نہ کسی آدمی کو دیکھا نہ کوئی آواز سنی سپاہ اسلام کے خوف سے سب گھر چھوڑ کر بھاگ کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں جا چپے تھے اور کہیں میں بیٹھے تھے۔ برہان اغلن کا حال یہ ہوا کہ جب وہ اپنے ماتحت افسران اسماعیل والدہ داد وغیرہ کے ہمراہ اور سپاہ کے سپاہ کے ساتھ قلعہ میں پہنچا تو قلعہ کو خالی پایا بے احتیاجی بہ کی کہ دشمنوں قدموں کے نشان پر چلکر ان کے تنگ درون کی کہیں گاہ کے سامنے خود آگیا۔ انہوں نے کچھ سپاہ نشیب میں بطور پیرہ کے بٹھار کی تھی اس نے سیاہ پوشوں کو اطلاع دی انہوں نے اپنی کہیں لگا ہوں سے نکل کر مسلمانوں پر سخت حملہ کیا۔ برہان اغلن نے اپنی بدلی و سست رائی سے بغیر جنگ کے اپنے ہتھیار ڈال دئے اور ذرا ہی دہاتہ نہ ہلائے اور بھاگ گیا۔ جب سپاہ نے یہ دیکھا کہ ہمارا سردار بھاگ جاتا ہے تو وہ بے دل ہو گئی اس نے شکست پائی۔ اور سیاہ پوش دلیہ ہو کر اس کے پیچھے پڑے۔ اور بہت مسلمانوں کو انہوں نے شہید کیا اور افسران سپاہ میں سے دولت شاہ و شیخ حسین سوچی و آدینہ بہادر نے مردانہ جنگا کر کے اور بہت سے کافروں کو قتل کر کے شربت شہادت پیا۔ برہان اغلن نے بہت سے گھوڑے اور ہتھیار ہمیں چھوڑے جو دشمنوں نے لے لئے۔

جب محمد آزاد چار سو سپاہ کے ساتھ سیاہ پوشوں کے قلعہ کے پاس جو خالی پڑا تھا آیا وہ دشمنوں کے قدموں کے نشان پر پہاڑوں میں آیا تو اسی درے پر کہ جہاں برہان اغلن شکست پا کر بھاگا تھا محمد آزاد پر انہوں نے حملہ کیا۔ اور محاربہ عظیم ہوا جس میں محمد آزاد نے ذاد مردانگی دی اور بہت دشمنوں کو قتل کیا اور انکو شکست دیکر تہم جلیہ و ہسار و گھوڑے جو انہوں نے برہان اغلن سے چھینے تھے لے لئے اور ہسار اس کے اور بہت

گیا اور ترجیحاً نے جو ان کی زبان اور ترکی دونوں جانتا تھا یہ پیغام ان کو سنایا تو چوتھے روز آق سلطان کے ہمراہ وہ مسکریاں آئے اور مسلمان ہوئے اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا تو ان کی اس ظاہری مسلمانی کو دیکھ کر مین نے حکم دیدیا کہ کوئی ان کی جان و مال و ملک سے تعرض نہ کرے ان میں سے بعض کو مین نے خلعت دیا اور واپس بھیج دیا مین نے یہاں رات کو معہ لشکر کے قیام کیا کہ امیر شاہ ملک کی سپاہ پر دشمنوں نے شیخوں مارا مگر امیر شاہ ایسا ہوشیار تھا کہ دشمنوں کی اس پرکچہ نہ چلی بلکہ اٹے ان میں سے خود ہی قتل ہوئے اور ڈیڑھ سو امیر ہوئے جن کو میری سپاہ نے غصہ میں آن کر مار ڈالا۔ جب دن ہوا تو مین نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے انہر ایک دفعہ حملہ کریں اور ان کی گھاٹیوں میں گھس کر سب کو قتل کریں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو امیر کریں اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیں اور تلف کر دیں۔ اس حکم کی موافق میری سپاہ نے چاروں طرف سے انہر حملہ مردانہ کیا۔ باقی کافروں کو مار ڈالا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو امیر کیا اور بہت سی غنیمت حاصل کی۔ مین نے حکم دیا کہ ان بے دیون کے سردار کے پیارے بھائی بنا دو اور اپنے ایک سنگ تراش سے کہا کہ کسی گھاٹی کے پتھر پر وہ اس عبارت کو کندہ کر دے کہ ماہ مبارک رمضان سنہ میں فلان فلان رستے سے مین یہاں آیا تاکہ کوئی اتفاقیہ یہاں آنکے تو وہ جانے کہ کس طرح سے مین یہاں آیا تھا۔

میرزا رستم اور بہان اغلن جنگو مین نے سیاہ پوشوں کے ملک میں لڑنے کے لئے دوسری جانب بھیجا تھا میرے پاس خبر کچھ نہیں آئی تھی بہان اغلن کو مین نے پہلے ایک دفعہ کیمین اور تاخت و تاراج کے لئے بھیجا تھا کہ وہ تلافی ماقات کرے اور اپنی پہلی بے آبروئی کا معاذہ کر کے آبرو حاصل کرے۔ اس کی طرف سے میر نے دل میں شبہ پیدا ہوا اور رات کو مین نے خواب میں دیکھا کہ میری تلوار خمیدہ ہو گئی اس خواب کی تعبیر ایک علما اُس کی شکست کی تھی مین نے فوراً محمد آزاد کو جس کو مین نے اپنے بچوں کی طرح پالا تھا۔ اس کام کے لئے مقرر کیا کہ اُس کے خاں کو جا کر دریافت کرے اور اگر اس کے ماتحت مین نے دولت شاہ و شیخ علی راہید کو حقیر و لغو و شیخ محمد علی بہادر مقرر کئے اور چار سو ترکہ

اور دریائے پار پھاڑ بہت بلند تھا ان کافروں کو اس لشکر کے آنے کی خبر ایک دن پہلے ہو گئی تھی
انکے دونوں میں ایسا خوف سما یا تھا کہ اس قلعہ کو چھوڑ کر دریا کے پار اس بلند پہاڑ پر اپنا سارا مال اسباب
لیکر وہ چلے گئے تھے اس پہاڑ میں بہت سے دشوار گزار درے تھے مجھے لوگوں نے کہا تھا کہ یہ قلعہ گھوڑوں
کی پناہ گاہ عظیم ہے اسلئے میں اسکی فتح کا قصد مصمم کیا تھا۔ مگر جب میں یہاں قلعہ کے قریب پہونچا
تو کسی کافر کا پتہ نہیں لے نہیں پایا۔ اور جب قلعہ کے اندر آیا تو اسکو آدمیوں سے خالی پایا۔ اس کے
سبب آدمی گمراہ چھوڑ کر ہباگ گئے تھے بیہوش اور کچھ اور سہا ب غیبت میں ہاتھ لگا میں نے حکم دیا
کہ شہر جس کے اندر قلعہ بنا ہوا تھا اسکے گہروں و عمارتوں میں آگ لگا دو میں اور قلعہ کو سار کر کے زمین
کے برابر کر دوں پھر جلدی سے سینے دریا سے عبور کر کے سارے دامن کوہ کو گیر لیا جس کی چوٹی
پر وہ کافر مستحکم مقاموں میں تختہ تھے میں نے اپنے بہادر تجربہ کار سپاہ کو حکم دیا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ
جائیں ان چالاک مجاہدان دلاور نے تکبیر و تملیل کا نعرہ مارا اور سب سے اول میدان جنگ کا مشہور
شیخ ابرہمان کبیک خان کے تومان کو لیکر بائیں طرف سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور اپنی سپاہ سے
دشمنوں سے لڑنا اور انکو ہنگام شروع کیا۔ اور علی سلطان نوابی نے دوسری طرف سے دشمنوں
پر حملہ کیا اور ان کو ہنگام لگانا مقام لے لیا اور بہت دشمنوں کو قتل کیا۔ اور شاہ ملک نے بھی اپنی جانب میں
بڑی دلاوری اور بہادری کی اور بہت کافروں کو مار کر پہاڑ کو ان سے بالکل خالی کرالیا۔ بیشتر
مردانہ لڑائیاں لڑاؤ منگلی خواجہ۔ سو نجک بہادر۔ شیخ علی سالیہ۔ موسیٰ رک مال حسین ملک فحسین
و امیر حسین قوری اور امراء نے بڑی بہادری اور جوانمردی دشمنوں کے مارنے میں دکانی اور نصرت
اسلام میں جان لڑائی اور بہت کفار کو تیغ آبدار سے مارا۔ میرے لشکر میں سچوہ آدمی پہاڑ پر سے
لڑ کر مرے دشمنوں میں سے چند آدمی زخمی اور ہمارے تھکے اپنے غول میں جان بچا کر لے
گئے۔ بعض کافر اپنی گناہوں میں رات دن لڑتے سے اور میری سپاہ کے دبا بیسے ایسے عاجز
و تنگ ہوئے کہ عجز و زاری سے امان کے خواستگار ہوئے میں نے ان پاس آق سلطان
کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اگر وہ بغیر کسی شرط کے اپنے تین حوالہ کر دیں گے۔ اور زبان و دل کو کلمہ
توحید اور نور ایمان سے آہستہ کریں گے تو میں ان کی جان و مال کو چھوڑ دوں گا اور اگر یہ نہیں
کر دیں گے تو میں انہیں سے ایک آدمی کو زندہ و سلامت نہیں چھوڑنے کا ان پاس آق سلطان

میں تھا اور ہوا گرم تھی مگر پہاڑوں پر برف کی وہ شدت تھی کہ آدمیوں اور جانوروں کے پاؤں گھسٹنے لگے۔ اس لئے دکنوین نے قیام کیا جب دن ڈھلتا یا رات ہوتی اور برف تہہ ہو کر سچ پنجابی تو اس پر میرا لشکر چلتا دن کو جب سچ چلکتی تو اس پر ہندوؤں اور کھیلوں کو بچھا کر گھوڑوں کو باندھتے ہر دن ڈھلے اسی طریقہ سے روانہ ہوتے کہیں بلند پہاڑوں کو اسی طرح میں نے طے کیا بعض اہل اوجہ چند گھوڑے ہمراہ لائے تھے وہ انہوں نے واپس بھیج دیے جب میں ایسے بلند پہاڑ پر پہنچا کہ جس سے اونچا اور کوئی پہاڑ نہ تھا تو میں نے دیکھا کہ کفاروں کا مقام پہاڑوں کے دروں کے اندر ہے اور پہاڑوں کے اوپر سے نیچے آنے کی راہ نہ تھی ہر چند میں نے راہ کی تلاش کرائی مگر جب کوئی راہ پائی تو میں نے اپنے بہادر سپاہیوں کو حکم دیدیا کہ جہاں وہ چاہیں پہاڑ سے نیچے اتریں بعض ہمارے سپاہی تو ایک کروٹ سے برف پر لیٹ جاتے اور اس پر سہل کر پہاڑ سے نیچے پہنچتے اور بعض نے ریان اور خیموں کی طابین لین اور ان کے ایک طرف کے سروں کو درختوں یا چٹانوں میں جو اوپر بلند ہی رہتے باندھا اور دوسری طرف کے سروں کو اپنی کمروں میں کسا اور یوں رسیوں کے ذریعہ سے نیچے اونٹوں اور میرے لئے ایک چوبلی بنا کر بنایا اور اس کے چاروں کونوں پر چلتے لگائے اور انہیں ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز لمبی طابین باندھیں میں اس بٹارے میں بیٹھا۔ انکی طابون کے سر و دنگو چند آدمی مضبوط پکڑ کر سہمے آہستہ چھوڑے جاتے جب تک کہ طاب بوری ہوتی اور ایک دو آدمی مجھے پہلے نیچے جاتے اور کدال اور پہاڑ سے سو برف کو کاٹ کر میرے ٹیمر لے کر کھڑے رہنے کیلئے جگہ تیار کر لے پھر اوپر کی جماعت آدمیوں کی نیچے آتی اور پہلی طرح سے بٹارے کو نیچے اتارتی اور میرے کھڑے رہنے اور اترنے کی جگہ کو درست کوئی غرض اس طریقہ سے پانچویں دفعہ میں پہاڑ کے نیچے اترا چند خاصے گھوڑے میرے ساتھ تھے انکی گردنوں اور اعضا میں مضبوط رسیاں باندھی گئیں اور پہاڑ کی بلندی پر تھے وہ بھی لڑکھائے اور بہلائے گئے ان میں سے صرف دو زندہ نیچے پہنچے اور باقی سب کے سب پہاڑ پر صدمہ پانے سے پاش پاش ہو گئے چونکہ میں نے جہاد کے قصد سے کراہتا دھن اعتقاد سے باندھی تھی اور کفر کی بنیاد اکٹیری منظور تھی اس پہاڑی ملک میں ایک فرنگ اپنے اعضا کو ہاتھ میں لیکر میرے اپنے لشکر و اہل کے پیدل چلا۔ اہل نے میری بڑی بہت کر کے مجھے گھوڑے پر سوار کرایا اور وہ خود پیادہ یا میرے ہم کاتب چلے یہاں حاکم کٹر کا ایک قلعہ تھا جس کی ایک جانب میں دریا بہتا

زنان را پس از کشتن کد خدایے : بر مذو رنند آتش اندر سہرہ
 جب یہ بات میسر کانہن پہونچی تو عرق عصبيت غیرت غضبيت حرکت میں آئی مین نے اُن سے یہ
 الفاظ کہہ خدائے تعالیٰ کی اعانت سے ہم مسلمانوں کو ان ظالموں کے ہاتھ سے میں چٹاؤں گا اور تمہارا
 تمنا و آرزو کیوناقی ان ظالم کٹور و سیاہ پوشوں کو خاک میں ملاؤں گا یہ منکر وہ سب مجھے ہاتھ اٹھا سکا
 دعائیں دینے لگے۔

کٹور اور سیاہ پوشوں پر جہاد

امیر تیمور نے لکھا ہے کہ میں نے فوراً دس لہسین (قوشونات) (یا ہر دس سپاہیوں میں سے تین سپاہی)
 شکر میں سے منتخب کئے اور اسے لیکر ہر روز کونج کرتا ہوا جلدی جلدی موضع پر پاؤں میں پہونچا یہاں امیر زاد
 رستم و برہان اعلیٰ کو جو میرے ریک بڑے سرداروں میں تھے۔ سیاہ پوشوں کے ملک کی طرف جو جانب
 چپ میں تھاروانہ کیا اور دس ہزار سوار اور ایک جماعت امراء اُن کے ہمراہ کی اور میں خود سوار ہو کر
 کٹور کی طرف چلا۔ اندر آب کے رہنے والوں میں فرید ریک بڑا آدمی تھا جب میں نے مملکت کٹور
 کی وسعت و حالت کو اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ کٹور کی مملکت کا طول سرحد کشمیر سے کاہل
 کے کوہتان تک ہے اور اُس ملک میں اُن کے بہت قلعے اور دیہات ہیں اُنکے بڑے شہروں میں ایک
 شول اور دوسرا جور کل ہے۔ اس دو شہر میں اُنکا حاکم رہتا ہے اس ملک میں انگور سیب۔ جو بانی
 اور اور قسّم کے میوے بہت پیدا ہوتے ہیں جاول اور غنہ کی زراعت ہوتی ہے۔ شراب انگوری بہت
 بنتی ہے۔ اور امیر غریب سب شراب پیتے ہیں۔ سور کا گوشت کھاتے ہیں۔ مویشی و بھین کثرت سے پالتے
 ہیں۔ اکثر باشندے یہاں کے بت پرست ہیں اور بڑے قوی اہل ہیں۔ اُنکا رنگ سرخ و سفید ہوتا ہے
 اور اُن کی زبان ترکی فارسی ہندی کشمیری سے غیر ہے۔ اُنکے ہتھیار تبر و تلوار فلاح ہیں اُن کے حاکم
 کو عدا یا عدا شتو کہتے ہیں جب میں خاؤں میں پہونچا تو ایک قلعہ خراب پڑا ہوا دیکھا میں نے سپاہیوں کو حکم دیا
 کہ جلد اسکی مرمت کریں انہوں نے بہت جلد اسکو بنا دیا۔ رستہ پہاڑی اور چٹانیں بہت تھامیں نے حکم دیدیا
 کہ ہمارا تمام لشکر کٹور وں اوٹوں اور زائد سبب کو اس قلعہ میں چھوڑیں اس حکم کی تعمیل کے بعد
 اکثر امراء اور لشکر پیادہ سیکر ساتھ کوہ کٹور پر چڑھے۔ باوجودیکہ آفتاب۔ برج جوزا

و اس نام جب ستان میں سارنگ کے زور و میرا بھی پہونچا تو اس کی بہت سی تعظیم و تکریم اس نے کی مگر خط کا جواب یہ دیا۔ "اگر آپ کے بازوؤں میں زور ہو تو ہم سے ملک کو جیتیں لیجئے میرے پاس بھی لشکر بہت ہے اور جنگی ہاتھی بڑے خوفناک دیوں گے کہ میں اور میں لڑائی کیلئے آمادہ ہوں۔ مشکل ہے بھرتی ہو کر چلائے عروس ملک کو کوئی نسل میں لے لے۔ جب یہ جواب ہا ملایم آیا تو میں نے جواب دینے کا طریقہ سوچا۔ لشکر کے حج ہونے کا حکم دیا۔ اور لشکر گران اور لوہانیاں اور امراتہ کثیر مثل امیر سیف قندھاری وغیرہ کے ساتھ روانہ ہوا اور کوہ سلیمان کے اوغانی (افغانوں کو) تاخت و تاراج کیا اور دریا و سندھ سے عبور کر کے اوچہ پر چڑھ گیا۔ اور حضور کے اقبال سے اسکو فتح کیا۔ اور یہاں کچھ آدمیوں کو جوڑ کر ستان پہونچا۔ اور انکا محاصرہ کیا۔ سارنگ نے بہت دانائی سے یہاں کے قلعہ کو مضبوط و مستحکم کیا ہے۔ محاصرہ کئی روز سے ہو رہا ہے اور ہر روز دو دفعہ لڑائی کی نوبت پہونچتی ہے۔ اس محاصرہ میں کل ہر لڑنے بڑے ذلیلانہ کام کئے خاصہ کہ تمور خواجہ قیو غانے اس میں بڑی کوشش کی ہے اور اب میں حضور کی ہدایات کا منتظر ہوں جب میں نے یہ خط پڑھا تو میرا غم سابق ہندوستان کی فتح کا اور زیادہ مصمم ہو گیا۔

امیر تیمور کی روانگی ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سے

امیر تیمور کو گھٹا ہے کہ میں نے اس سال کے موسم بہار میں سب اطراف و جواب سے لشکر وں کو جمع کیا اور ماہ مبارک رجب پہنچا۔ میں جس کے عدد و بحال بجد فتح فریکے اعداد کے برابر ہوتے ہیں امیر زادہ بھر پور امیر زادہ میران شاہ کو شہر قندھین اپنا نائب مقرر کیا اور سپاہ اور امداد کی اعانت کیلئے مقرر کئے اور میں اپنی دار السلطنت سمرقند سے نیک ساعت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ کوہیلتا ہوا جب ترمذ میں پہونچا تو آب حیوان پر میں نے کشتیوں کا پل بنوایا اور سب لشکر کے اس عبور کیا اور موضع خلم میں قیام کیا۔ یہاں کوچ کا نظارہ بجا کر غزنیک و سمنگان کی راہ سے اندراب میں پہونچا یہاں کچھ موضع و شریف گردہ گردہ مجھے ملے آئے اور انہوں نے ظلم و ستم کی داویلہ بجائی اور انصاف و عدل کے خواہاں ہوئے میں نے انہیں سے چند امیر و مملوک بلا کر انکے حال کی تحقیقات کی وہ سربروئے زمین ہو کر عرض کرنے لگے کہ کفار کٹور و سیاہ پوش ہم پر بڑا جور و ستم کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے یہ کافر باج و خراج طلب کرتے ہیں اور ہر سال ہم سے مال لینے میں مہمانہ کرتے ہیں اگر ادا میں تاخیر و معذرت کرتے ہیں تو مرد و مکر قتل کڑا لےتے ہیں اور عورتوں بچوں کو اسیر کرتے ہیں۔

دین کے دشمنوں کو محکوم اور مطیع کرین اور یہ بھی شخص مومن پر واجب ہے کہ اپنے اولی الامر کی طاعت کرے جب ان عالموں کا یہ کلام امر اور سپاہ کے کانون میں پہونچا تو سب کے سب دستار پر جہاد کر نیچے لئے آمادہ ہو گئے اور سب روبرو زمین ہو کر سورہ فاتحہ پڑھی۔

جب میں اس منہم پر کمربستہ ہوا تو میں نے اپنے مرشد حضرت شیخ زین الدین کو لکھا کہ اب میرا ارادہ ہندوستان پر جہاد کر نیکا ہے اس لئے میرے خط کے حاشیہ پر لکھا کہ ابو الفارسی تیمور کو جسکی خدا مدد کرے معلوم ہو کہ اس کام سے تجکو دین دنیا کی سعادت حاصل ہوگی اور وہ آمد و رفت میں سلامت رہیگا اور اس لئے ایک بڑی تلوار بھیجی جسکو میں نے اپنے اعضاء بنایا۔ اسی عرصہ میں کابلستان کی سرحد سے شاہزادہ پیر محمد جہانگیر کی عرضی آئی۔ اس شاہزادہ کو قندزرتقلان۔ کابل۔ غزنین۔ قندہار کی حکومت میں پیر کی تھی جب میں نے اس عرضی کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ جیسے میں حضور کے حکم سے اس ملک میں آیا ہوں شہنشاہ کے حکم غالی اور شورہ متعالی کے موافق میں یہاں کے آدمیوں کے ساتھ سلوک و مدارات کی ہے اور جب مجھے ان ملکوں سے اطمینان حاصل ہوا تو میں نے ہندوستان کے بعض ضلع کی فتح کا ارادہ کیا۔ جب اس ملک کے حالات میں دریافت کئے تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے بادشاہوں کا دارالسلطنت دہلی ہے۔ اور سلطان فیروز شاہ کے مرنیکے بعد اس کے امراء میں سے دو بہانی جن میں سے ایک کا نام ملو اور دوسرے کا سا رنگ ہے بالکل سلطنت کی کاموں کا اختیار اپنے ہاتھوں میں کہتے ہیں اور خود مختار ہو گئے ہیں اور سلطان فیروز شاہ کے بیٹے میں سے سلطان محمود کو بے نام بادشاہ بنا رکھا ہے اور حقیقت میں خود ہی بادشاہ بن رہے ہیں۔ بڑا بہانی ملو تو سلطان محمود کے پاس ملی ہیں ہے اور ملک کی حفاظت کیلئے سارنگ ماٹان میں رہتا ہے جب محکومان حالات پر اطلاع ہوئی تو شہنشاہ بزرگ کے طریقے کی موافق میں ایچی کے ہاتھ سارنگ پاس اس مضمون کا خط بھیجا کہ شہنشاہ نے جسکی فتوحات عظیم اور سلطنت کی وسعت کی خیرین تمام عالم میں مشہور ہیں ان ضلع میں کہ ہندوستان کی حدود پر واقع ہیں مجھے حاکم مقرر کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اگر ہندوستان کے فرمانروائے پاس خراج لیکر حاضر ہوں تو انکی جان و مال و ریاست میں کچھ مداخلت نہ کرنا لیکن اگر وہ اطاعت و فرمانبرداری میں غفلت کریں تو ہندوستان کی ولایتوں کے فتح کر لینیں اپنی قوت و صولت کو دکھانا۔ پس اگر تجکو اپنی جان و دولت و مملکت و عزت عزیز ہو تو سالانہ خراج دینا قبول کر اور اگر نہیں منظور ہو تو دیکھ لیا کہ میں اپنی قوتی لشکر کے ساتھ وہاں پہونچا ہوں

اُس نے عبور کرنا دشوار ہے۔ دوم اس کے گھنے گھنے جنگل اور درختان ایسے گنجان اور شاخ و درشاخ ہیں جو ملک کے اندر شکل سے گزر ہونے دیتے ہیں۔ سوم ان جنگلوں میں سخت کم مقامات میں سپاہ و زمیندار امیر۔ زاد۔ راجہ۔ ہمارا رہتے ہیں وہ ان بنوں میں شیروں و درندوں کا حکم رکھتے ہیں۔ انکے بچے سے بچکر نکلنا مشکل ہے۔ چہرام ہاتھی ہیں جنگو لڑائی میں یہاں کے فرمانروا برگستوان اور چارائونوں سے آہستہ کرتے ہیں اور اپنے سپاہ میں سب سے آگے اُنکو رکھتے ہیں اور اپنے بڑا بہرہ دہ کرتے ہیں اور اُنکو ایسا سکھاتے ہیں کہ گھوڑے کو معہ سوار کے وہ سوئڈ میں پکڑ کر اٹھا لیتے ہیں اور وہیں جیکو ویکر میں پر پک دیتے ہیں دھنیا جطرح رولی کو اڑاتا ہے اس طرح وہ اپنی سوئڈوں سے آدمیوں کو اڑاتے ہیں اور جیسے کہ شیر اپنے بچے سے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے ایسے وہ اپنے دانوں سے آدمیوں کو بارجے کرتے ہیں۔ گھوڑے اُنکی صورت دیکھتے ہی بھاگتے ہیں دم بہر نہیں کھڑے رہتے بعض ہرا بنے یہ کہا کہ سلطان محمود غزنوی نے تیس ہزار سواروں سے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ اور اُس کے قتل عام میں اپنے ملازموں کو فرمانروا بنا دیا۔ اور کئی ہزار خروار سونے چاندی جو اہر کے اس ملک سے لے لئے۔ اور سوا اسکے ہندوستان کو اپنا باقاعدہ باجگذار بنالیا۔ کیا ہمارا امیر سلطان امیر محمود سے کم ہے ہرگز نہیں بہ عنایت الہی اُس کے ہمراہ تاتاری لاکھ سوار ہیں گروہ ہندوستان کا عزم نصیم کر لیا تو خدا اُسکو فتح دیگا۔ اور وہ غازی مجاہد فی سبیل اللہ کملایگا اور ہم اس غازی کے ہمراہ ہونگے اور سپاہ رضی ہوگی اور دولت سرخزانہ معور ہوگا۔ ہندوستان کی دولت سے ہمارا امیر جہان کل فتح کر نوالا ہوگا۔ اور دنیا کے بادشاہوں میں سے زیادہ نامور۔

اس وقت مرزا شاہ رخ نے یہ کہا کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اسکو جو سلطان فتح کرتا ہے وہ چار دانگ زمین پر بزرگ و معظّم ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارا امیر ہندوستان کو فتح کر لیا تو ہم ساتوں اقلیم کے فرمانروا ہو جائیں گے۔ پھر اُس نے یہ کہا کہ میں نے فارسی کی تاریخوں میں پڑھا ہے کہ کبھی ایران کے زمانہ میں ہندوستان کے بادشاہ کو اسے کہتے تھے اور اسکو بڑا صاحب شان و شکوہ جانتے تھے روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے سلطان کو کورے تاتار کے بادشاہ کو خاقان اور چین کے بادشاہ کو قفقور کہتے تھے لیکن ایران اور توران کے سلطان کو شہنشاہ کہتے ہیں اور شہنشاہ کا حکم سب بالا دست ہندوستان کے راجاؤں اور امرابروں پر رہا ہے۔ اب ہم عنایت الہی

اقبال خان پانی پت میں تانا خان سے لڑنے گیا۔ تانا خان قلعہ پانی پت میں چند فیصل جہپور کر دوسرے راہ سے دہلی میں آکر اُسے حملہ آور ہوا۔ اقبال خان نے پانی پت کو تیسرے روز فتح کر لیا اور تانا خان کے ہاتھی اور اسب اس کو ہاتھ لگے۔ مگر تانا خان نے ہر چند کوشش کی قلعہ دہلی کو نہ فتح کر سکا اور پانی پت کی فتح سے بدوست و باہو کر گجرات میں اپنے باپ ظفر خان پاس جلا گیا۔ تانا خان کا ایک قریب کا رشتہ دار نصیر الملک اقبال سے مل گیا۔ اس کو عبا دل جسٹان کا خطاب و در اقطاع و آب عنایت ہوئے۔ غرض اقبال خان کا ایسا اقبال چمکا کہ وہ ہی سلطنت کا بالکل مالک ہو گیا اور انتظام سلطنت میں مصروف ہوا۔

امیر تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باب میں

تیمور خود لکھتا ہے کہ جب میں نے سنا کہ جو مسلمان کافر کو قتل کرتا ہے وہ غازی ہوتا ہے اور جو مسلمان کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے تو مجھے کفار سے لڑ کر غازی بننے کا خیال دل میں پیدا ہوا اور میں نے کفار سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ مگر ابھی میں مذہب ہتاکہ چین کو فتح کروں یا ہندوستان کو فتح کروں۔ اس مطلب کے لئے میں نے قرآن شریف میں فال دیکھی تو یہ آیت نکلی جبکہ ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر تو کفار و مشرکوں سے لڑ اور ان کے ساتھ سختی کر میرے بڑے بڑے افسروں نے مجھے یہ کہا تھا کہ ہندوستان میں مشرک و کافر رہتے ہیں میں نے حکم الہی یہ ارادہ کیا کہ ان سے میں جا کر لڑوں اس لئے میں نے امیران کہن سال اور زیر کان جنگ کو حکم دیا کہ وہ میرے روبرو حاضر ہوں جب وہ رب جمع ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ خدا و رسول کے حکم کے موافق مجھے فرض ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے غر اور جہاد کروں۔ اب تم سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اول ہندوستان پر حملہ کروں یا چین پر۔ انہوں نے کچھ نقلیں اور دانشمندانہ حکایتیں بیان کر کے کہا کہ ہندوستان کی فتح کے چار سوانح و عوامل ہیں جو حملہ آور ان کو اٹھا دیگا وہ ہندوستان کو فتح کر لے گا۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ اول مانع اس کے وہ پانچ بڑے بڑے دریا ہیں جو کشمیر کے پہاڑ سے نکلتے ہیں۔ اور ملک سندھ میں بہتے ہیں اور بحر عرب میں جا کر گرتے ہیں ان کے گرد آب طوق گردان اور ان کی افواج امواج بحر یا بحر کرکے والوں کی ہوتی ہیں۔ بغیر کشتیوں اور پلوں کے

سازنگ خان دیبال پور اور لاہور میں سلطان محمود کی طرف سے حاکم تھا۔ اُس نے ۹۸۵ھ میں خضر خان حاکم ملتان سے پرغاش شروع کی۔ ملک مردان بھیٹی کے غلام سازنگ خان سے جاملے تھے اُن کی معاونت سے سازنگ خان نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ رمضان ۹۹۹ھ میں بہت سی سپاہ جمع کر کے وہ سامانہ پرچہ گیا۔ اور امیر غالب خان کا محاصرہ کیا۔ جب غالب خان نے دیکھا کہ اب مجھ میں تاب مقابلہ کر نیکی نہ رہی تو وہ کچھ تہوڑے پیادوں اور سواروں کو لیکر پانی پت میں تاتار خان پاس چلا آیا۔ سلطان ناصر شاہ (نصرت شاہ) نے یہ سنا تو اُس نے ملک الماس غلاموں کے سپہ سالار کو دس ہاتھیوں اور کچھ سپاہ کے ساتھ پانی پت تاتار خان پاس بھیجا۔ کہ وہ سامانہ پرچہ کر سازنگ خان سے سامانہ کو غالب خان کو ولادے۔ ۱۰۵۰ھ محرم سنہ موضع کوٹلہ کے قریب سازنگ اور تاتار خان میں لڑائی ہوئی اور تاتار خان کو فتح ہوئی اور سازنگ خان ملتان کی طرف بھاگا۔ اس کے پیچھے تاتار خان بنو بلوئہ بھی تک گیا۔ اور پھر اگے اُس کے تعاقب میں رائے کمال الدین میانی کو روانہ کیا۔

ملو اقبال خان کا اقبال حکیمنا

ماہ شوال سنہ ۱۰۵۰ھ میں نصرت شاہ کی خدمت میں اقبال خان آیا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے فرار پر کلام مجید درمیان رکھا گیا۔ اور اس پر عہد و پیمان ہوئے وہ نصرت شاہ کو لشکر فیل کے ساتھ حصا جہان پناہ میں لے گیا۔ پُرانی دلی میں مقرب بہادر ناہر کے ساتھ متحصن ہوتا ہے کہ روز اقبال خان اپنے قول و قسم سے پھر گیا اور سلطان نصرت شاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکا کچھ آدمیوں اور ہاتھیوں کے ساتھ فیروز آباد میں گیا۔ اقبال نے اس کا تعاقب کیا اور سب ہاتھیوں کو چھین لیا۔ نصرت شاہ مع اہل و عیال فیروز آباد سے بھاگ کر جہا سے پار ہو کر پانی پت میں اپنے وزیر تاتار خان پاس چلا گیا۔ فیروز آباد پر اقبال خان کا قبضہ ہو گیا۔ ان دونوں میں دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی ان دونوں کے درمیان امیروں نے پُرکے صلح کرائی۔ نصرت خان جہان پناہ میں سلطان محمود کے ساتھ داخل ہوا۔ اور اقبال خان نیری میں آیا۔ اقبال خان نے اُس فوج بھی اپنے عہد کا خیال کچھ نہ کیا۔ اور دفعۃً مقرب الملک پرچہ گیا۔ اور پڑوسی بیرجی سے اُسے مار ڈالا اب سارے کام سلطنت کے خود کرنے لگا۔ اور سلطان محمود کو نام کا بادشاہ بنا کر کچھ ماہ ذیقعد ۱۰۵۱ھ میں

و شواہ ہے بزمات کا موسم سر پر گیا ہے اس لئے وہ محاصرہ چھوڑ کر فیروز آباد میں چلا گیا اور اپنے ہوا خواہ
 امراء سے یہ مشورہ کر کے یہ مقرر کیا کہ فیروز شاہ کی اولاد میں سے کسی کو فیروز آباد میں بادشاہ بنانا
 چاہئے بمقرب خان نصرت خان بن فتح خان بن سلطان فیروز شاہ میوات میں تھا اس کو بلا کر ماہ
 ربیع الاول ۸۹۹ میں فیروز آباد میں تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ اور نصرت شاہ اس کا خطاب رکھا۔ جب
 نصرت شاہ نے دیکھا کہ بادشاہ سعادت خان کے ہاتھ کی کٹ پتلی ہے تو انہوں نے مکرو حیلہ کر کے نصرت
 کو سعادت خان سے جدا کیا اور ایک جمعیت کو ساتھ لیکر سعادت خان کے سر پر جا چڑھے وہ بالکل
 غافل تھا۔ اس میں اس وقت مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے وہ دہلی میں مقرب خان پاس
 چلا گیا جس نے اس کو چند روز بعد دغا سے مار ڈالا۔ اب نصرت شاہ کے فیروز آباد میں یہ امیر ہوا خواہ
 تھے اور انہوں نے ان سے لڑا اس سے بھیت کی۔ محمد مظفر وزیر۔ شہاب ناہر۔ ملک فضل السبغی حسانہ
 زادان فیروز شاہی محمد مظفر کوتنا رخاں کا خطاب یکر وکیل اور وزیر مقرر کیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد
 میں دو بادشاہ تھے۔ تماشا تھا کہ ایک جوتے میں دو پاؤں اور ایک استن میں دو ہاتھ تھے بظہر
 کی طرح ایک بادشاہ دو بادشاہ تھے مقرب خان نے بہادر ناہر کو جمعیت تمام کے ساتھ دہلی گمنہ کے
 قلعہ میں حاکم مقرر کیا اور ملو خان کو اقبال خان کا خطاب دیکر سیر سی کا قلعہ سپرد کیا۔ اب دہلی اور
 فیروز آباد میں پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ ان کے درمیان روز لڑائیاں ہوتیں بازار اور گلیاں ہند
 مسلمانوں کے خون سے لال ہوتیں۔ کوئی غالب مغلوب نہ ہوتا۔ لڑائی ترازو کی تول رہتی نصرت خان
 کے پاس تواضع و آداب و قطع سنبل و پانی پت۔ جھجر رہتک قبضہ میں تھے۔ اور سلطان
 محمود پاس سوا دہلی اور سیر سی کے قلعوں کے اور ملک نہ تھا۔ ان بادشاہوں کے امراء
 لوگ میں ہر ایک اپنی ولایت میں خود سر حاکم و فرمانروا تھا۔ تین برس تک ان دو بادشاہوں میں
 یہ سخت لڑائیاں رہیں کسی دہلی والے فیروز آباد والوں پر اور کسی فیروز آباد والے دہلی والوں پر
 غالب آتے۔ ان دونوں شہروں کا یہ حال تھا۔

جون علیوار سے کشش مہ مادہ و کشش مہ نراست

خضدن و سبب خان کی لڑائی

جو پور کی سلطنت شرقی کی تھی جس کا بیان آگے لکھا جائیگا اسی سال میں رانگ خان نیال پورا اور مانج
 اقطاع کے نظم و نسق کے لئے اور شیخا گلہ کے فساد کے مٹانے کیلئے بھیجا گیا وہ شعبان کے مہینہ میں نیال
 پہونچا بیان لشکر کا اتھام کیا ذیقعدہ ۹۶۷ء میں رائے محل چند بھیڑے رائے داؤد کمال بیانی اور ملتان
 کی سپاہ کو ہمراہ لیکر اور ستلج و بیاس کو عبور کر کے لاہور سے بارہ کوس پر آکر پہونچا شیخا گلہ نے بھی نیال پور
 اور ارجو دھن کے ہمایہ میں تاخت و تاراج شروع کر رکھی تھی جب اس کو سازنگ خان کی خبر ہوئی
 کہ وہ ہندوہیت سے گزر گیا تو رات ہی کو لاہور میں آیا اور لاہور سے سامو تھلا کے مقام میں خان
 اور شیخ میں ہنگامہ جنگ برپا ہوا جس میں شیخ کو خان سے شکست ہوئی اور لاہور میں وہ آکر اپنا خیر
 بخر لے کر کوہ جو در روانہ ہوا۔ دوسرے روز سازنگ خان نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور ملک کند ہوئے
 بیانی کو عادل خان کا خطاب دیکر لاہور تفویض کیا اور خود نیال میں چلا آیا۔ ماہ شعبان ۹۶۷ء کو بادشاہ
 نے فیلخانہ اور خاندان شاہی مقرب ملک مقرب خان کو حوالہ کیا۔ اور خود سادات خان باریک کو ساتھ
 لیکر پیانہ و گوالیار کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ گوالیار کے قریب پہونچا۔ ملک علاء الدین دہر وال ملک راجو
 اور ملو خان برادر سازنگ خان نے سازش کی کہ سادات خان کو مار ڈالے مگر اس سازش کی خبر
 سادات خان کو ہو گئی تو اس نے مبارک خان اور علاء الدین کو تو کچر کر دیں پیوند زمین کیا مگر ملو خان
 بہاگ کر دہلی میں مقرب خان کے پاس گیا تین مہینے بعد سلطان ناصر الدین اپنے سفر سے دہلی کے قریب
 آیا تو مقرب خان بادشاہ کے استقبال کو گیا۔ مگر ملو خان مقرب بہ اقبال خان کی پناہ دینے سے
 اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے دل میں اس کی طرف غبار ہے اس لئے وہ بظافہ لیل آٹا دہلی میں
 چلا آیا اور لڑائی کا سامان تیار کر لے لگا۔ سلطان نے سادات خان کو ہمراہ لیکر شہر کا محاصرہ کیا تین
 مہینے تک صرف سادات خان کی خاطر سے یہ ہنگامہ جنگ برپا رہا۔ مقرب خان کے ہوا خواہوں نے بادشاہ
 کو پٹی بٹائی کہ محرم ۹۶۷ء میں اس کو سادات خان سے جدا کر کے دہلی میں مقرب خان پاس لے آئے مگر
 ہاتھی اور گھوڑے اور ہسیناب سلطنت رب سادات خان پاس رہا۔ بادشاہ کے آنے سے مقرب خان
 کو بڑی تعزیت ہوئی وہ دوسرے روز سادات خان سے لڑنے کو نکلا مگر شکست پائی اور مر حبت
 یہ عجوبہ ہوا اور اس کا لشکر بڑا دل شکستہ ہوا مگر سادات خان بھی قلعہ کو نہیں لے سکا جو حق خاص پر
 اس کے نیچے ڈھیرے ڈھیرے تھے اس لئے دیکھا کہ حصار دہلی نہایت استوار ہے اس کا تسخیر کرنا

بادشاہ ہونے ہی سکندر شاہ بیمار پڑا اور ایک نمینہ سولہ روزہ سلطنت کر کے ۵ جمادی الاول ۹۶۷ھ کو حوض خاص کے پاس قبر کی خواہگاہ میں سویا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین محمود شاہ پسر محمد شاہ ناصر الدین

جب سکندر شاہ نے وفات پائی تو اکثر امراء مثل غالب خان حاکم سامانہ رے کمال میانی و مبارک خان و ملا جوگن و خواص خان حاکم اندری و کرنال نے شہر سے باہر نکل کر یہ ارادہ کیا کہ شہزادہ محمود کی اجازت کے بغیر اپنی اپنی جاگیروں کو چلے جائیں۔ خان جہان کو اس کی خبر ہوئی تو وہ ان سب کو دلاسا دیکر دہلی میں لایا پندرہ روز امراء میں صلاح و مشورہ ہوتا رہا کہ کس کو بادشاہ بنائیے آخر کار خواجہ جہان کی حسن سہی سے ۲۰ جمادی الاول ۹۶۷ھ کو قصر ہمایوں میں ناصر الدین محمود شاہ کا چھوٹا بیٹا محمود تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سلطان ناصر الدین محمود شاہ اس کا لقب ہوا خواجہ جہان اپنے عمدہ وزارت پر بدستور قائم رہا مقرب الملک کو مقرب خان کا خطاب ملا اور کیل سلطنت و امیر الامراء مقرر ہوا اور عبدالرشید سلطانی کو سعادت خان کا خطاب ملا اور یار یک مقرر ہوا۔ ملک رنگشاہ دیبال پور کا حاکم مقرر ہوا اور ملک دولت خان دبیر و عارض ملک عماد الملک مقرر ہوا۔ دربار شاہی میں ایسا انقلاب آیا تھا اور سلطنت دہلی کی استقامت میں زلزلہ پڑ گیا تھا اس بادشاہ کی قدرت سے باہر تھا کہ اس بگڑی ہوئی سلطنت کو سنبھال لیتا اور سلطنت کا جو رعب و اب اکٹھ گیا تھا اس کو بحال کرتا دہلی کی سلطنت میں اب کچھ دم باقی نہیں رہا تھا پورب میں ہندوؤں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ جو بنو اور اس کے نواح میں زمینداروں نے وہ غلبہ پایا تھا کہ وہ ان انتظام کچھ نہ تھا بادشاہ نے خواجہ جہان کو ملک الشرق کا خطاب دیکر قنوج سے بہار تک کا انتظام سپرد کیا۔ اور ماہ رجب ۹۶۷ھ میں ۲۰ بختیزل اور بڑا لشکر دیکر حضرت کیا۔ یہ ملک الشرق۔ اٹاودہ۔ کویل اور نواح قنوج کے سرکشوں کو میطع بنانا ہوا جو بنو میں پہونچا۔ بہ تدبیر اس کو اقطاع قنوج۔ کرا اودہ۔ سندلیہ و لمو۔ بہرائچ۔ بہار۔ ترہٹ مل گئے۔ اس یار میں اس نے پورا انتظام کیا۔ سارے زمینداروں کو میطع کیا اور بعض حصار جو خراب پڑے تھے انکو از سر نو تعمیر کیا۔ رے جاج نگر و بادشاہ شاہ لکھنوی وہ پیشکش اور داتا تھی جو سلطان فیروز شاہ باس ہرنال لایا کرتے تھے اس باس بھیجے گئے وہ تہذا

میوات کو تاخت و تاراج کیا اور محمد آباد سے جالیسر میں جا کر بیمار ہو گیا۔ اس بیماری کی حالتیں اُسے خبر آئی کہ دہلی کے نواح میں دہات کو بہادر ناہر نے لوٹا ہے۔ باوجود ضعف و نقاہت کے وہ میوات میں آیا اور کوئلہ میں پہونچا۔ بہادر ناہر لڑنے کو آیا اور شکست کھا کر کوئلہ میں بھاگ گیا۔ یہاں بھی نہ ٹھہر سکا تو پناہ چھریں چلا گیا۔ سلطان محمد آباد میں آیا کہ اپنی عمارت کو جکی بنیاد اُس نے ڈالی تھی تمام کرے کہ اسکی علالت زیادہ ہو گئی۔

بیج الاول ۹۷۶ھ میں اُس نے شاہزادہ ہمایوں کو شیخا گھر کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اُس نے لاہور میں بغاوت اختیار کی تھی۔ شاہزادہ لاہور جانے کو ہی تاکہ سلطان محمد نے، اربع الاول (۱۰ رات) وفات کے، مینے میں وفات پائی اور اپنے باپ کی بغل میں قبر میں جاسو یا شاہزادہ نے شہر میں توقف کیا سلطان محمد شاہ نے چھ سال سات مہینہ سلطنت کی۔

اس بادشاہ کے عہد میں یہ باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ دہلی کے ان دو مسلمان بادشاہوں کو ہندو بڑے طرفدار اور ہوا خواہ تھے۔ اور بڑی گرجویشی کے ساتھ انکی طرف سے لڑائی میں اپنی جان لڑاتے تھے۔ رائے سرور اور بہت سے ہندو رائے ورائے اور سلطان محمد شاہ ناصر الدین کا دم بھرتے تھے ناہر بہادر میواتیوں کو ساتھ لیکر ابوبکر کی طرف جان لڑا تھا۔ غرض مسلمان بادشاہوں کی سلطنت کو ہندو تقویت دیتے تھے۔ دوم یہ کہ جب سے سلطنت ہند کا تعلق غور سے منقطع ہوا اور خاندان تعلق سے تعلق ہوا تو اسی زمانہ سے ہندوؤں اور ہندوستان نامہ مسلمانوں کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی اور اس بادشاہ کے عہد میں اُسکا اور زیادہ تر عروج ہوا اسکے بڑے بڑے سردار ہندو مسلمان بنے جلتے تھے۔ سوم یہ کہ اسکے عہد میں بڑی بڑی خرابیاں اور پریشائیاں وقوع میں آئیں ہر گاہہ سلطنت میں ضعف آگیا سلطنت کا ڈھچک بک گیا وہ ہچر مچر کرنے لگا۔

ذکر سلطنت سلطان سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

جب سلطان محمد ناصر الدین نے آخرت کا سفر کیا تو اسکا مہملا بیٹا ہمایوں خاں تین روز تک باپ کی شہزادہ تغیرت بجالایا اور پھر ۱۰ رجب الاول ۹۷۶ھ کو کل امرائے اتفاق کر کے اُسکو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اور سکندر شاہ خطاب دیا خواجہ جہاں وزیر ہوا۔ اور کل ارباب دخل بدستور سابق بحال رہے۔

اور اور امر ابو بکر اور قدیمی بندگان فیروز شاہ کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ محرم ۹۹۲ء میں ہندوڑی پہنچے۔ یہاں ابو بکر اور بہادر ناہر اور قدیمی بندگان فیروز شاہی نے لشکر کو جمع کر کے اُن پر حملہ کیا اور کچھ آدمیوں کو قتل کیا مگر اسلام خان نے اول ہی حملہ میں دشمنوں کو ایسی شکست دی کہ ابو بکر اور بہادر ناہر دونوں غنیمت نصیب کے خواستگار ہوئے۔ دونوں سلطان کے پاس آئے۔ بہادر ناہر کو خلعت عنایت کر کے رخصت کیا۔ ابو بکر قلعہ میرٹھ میں مقید ہوا۔ ۲۰ ذی الحجہ ۹۹۲ء کو اس قید سے چوٹ کر زندان عدم میں قید ہو گیا۔ سلطان اٹاؤہ میں گیا۔ یہاں راجہ ناہر سنگہ ملازمت میں حاضر ہوا۔ خلعت اس کو مرحمت ہوا اور سلطان جہان کے کنارہ کنارہ سفر کرتا ہوا دہلی آیا۔

۹۹۲ء میں ناہر سنگہ اور سردادہ ہرن سنگہ اور بیر بھان نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے ناہر سنگہ کی سرزنش کے لئے اسلام خاں کو بھیجا اور سردادہ ہرن سنگہ کی سرکوبی کے لئے خود آیا اسلام خاں نے ناہر سنگہ کو ایسی شکست دی کہ وہ ہاتھ جوڑتا اور پانوں پڑتا اسلام خاں پاس آیا۔ اس کو وہ دہلی میں بادشاہ پاس لایا۔ سردادہ ہرن نے شہر بلدرام پر چلے گیا۔ مگر سلطان کے قریب آنے سے وہ قلعہ اٹاؤہ میں محصور ہوا۔ جب سلطان یہاں ہی آیا تو کچھ لڑائی کے بعد ناہر سنگہ اٹاؤہ سے بھاگ گیا۔ قلعہ کو سلطان نے ہمسار کر لیا اور قنوج میں وہ گیا اور گنگا پار جا کر قنوج اور دلمو کے سرکشوں کو ذرست کیا اور پھر وہ جلیسہ کو آیا۔ یہاں قلعہ تعمیر کیا اور اس کا نام محمد آباد رکھا۔ ماہ رجب ۹۹۲ء میں خواجہ جہاں کا نوشتہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام خاں کا ارادہ ہے کہ باغی ہو کر لاہور و ملتان جاتے اور وہاں فساد مچا۔ سلطان اس خبر کو سن کر جلیسہ سے دہلی میں آیا اسلام خاں سے حقیقت حال کا استفسار کیا اس نے انکار کیا مگر اس کے بھتیجے ہندو دجا جو نے عداوت کے سبب سے جھوٹی گواہی دی سلطان نے اسلام خاں کو قتل کیا۔ وزارت خاں جہاں کو دی۔ اور ملک مقرب الملک کو لشکر کے ساتھ محمد آباد بھیج دیا۔

۹۹۲ء میں سلطان پاس خبر آئی کہ سردادہ ہرن اور جیت سنگہ رام پور۔ بیر بھان مقدم بھان گانوں (بھوگانوں) اور ابھے چند مقدم پانڈو نے سرکشی کی ہے۔ سلطان نے ملک مقرب الملک کو اس نساد مٹانے کے لئے مقرر کیا۔ جب فریقین آئے سنا سنے ہوئے مقرب الملک نے ازراہ صلح ان رايو سنے قول و قرار کر کے مطیع اور متقاد اُٹھو گیا۔ اور قنوج اُٹھو لیکر آوڑ داسے اُٹھو قتل کیا۔ مگر اسے سردادہ ہرن اُس کے قریب سے نکل کر اٹاؤہ بھاگ گیا اور مقرب الملک محمد آباد میں آگیا۔ شوال ۹۹۲ء میں سلطان نے

دروازہ میں آگ لگا دی اور شہر کے محافظوں کو بھگا دیا۔ سلطان محمد اس دروازہ سے شہر میں داخل ہو کر ہائیوں کے محل میں اترا۔ شہر کے سارے صنایع و شریف و بازاری اس سے آنکر ملے جب ابو بکر کو اسکی خبر ہوئی تو وہ لشکر سمیت دہلی میں اسی دروازہ سے داخل ہوا اور ملک بہاؤ الدین جو دروازہ کا محافظ تھا قتل ہوا جب سلطان محمد کو اسکی خبر ہوئی تو وہ محل کے چور دروازہ سے نکل کر جالبیس کو چلتا بنا۔ جو امر اور ملوک اس کے ساتھ بھاگ نہ سکے وہ اسیر ہوئے کچھ قتل ہوئے کچھ قید خانہ میں بھیجے گئے خلیل خاں نائب بادبک اور ملک خیل فیروز شاہ کا نواسہ قتل ہوا۔

ماہ رمضان میں بمبئی حاجب سلطانی قدیمی بندگان فیروز شاہی کے ساتھ ملکر ابو بکر کے برخلاف ہوا اور سلطان محمد کے ساتھ سازش شروع کی اسکی وجہ کچھ معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ جب ابو بکر کو یہ فساد معلوم ہوا تو وہ اسکو کسی طرح دبا نہیں سکتا تھا وہ دہلی سے معہ خاص اپنے معتقدوں کے بابرنگر مہاراجہ کے کوٹھلے کو چلا گیا۔ ۱۷ رمضان کو ۹۲۷ھ کو ملک بمبئی اور باقی امیروں نے سلطان محمد کو ابو بکر کے بھاگنے کی اطلاع دی۔ تیسری دن ۱۹ رمضان کو سلطان محمد جالبیس سے بلکر دہلی میں داخل ہوا اور کوشک فیروز آباد میں سربراہ راج رکھا۔ بمبئی حاجب وزیر مقرر ہوا اور اسلام خان کا خطاب اسکو ملا۔ دار السلطنت کے باشندے اور سپاہی سلطان سے آن ملے۔

چند روز بعد جب سلطنت کو کچھ تقویت ہوئی تو بادشاہ نے ہاتھیوں کو جو غلامان فیروز شاہی کے تصرف میں تھے چھین کر اپنے فیل خانوں کے حوالہ کئے۔ اسلئے یہ غلام آئندہ خاطر ہو کر رات کو معہ اہل و عیال سلطان ابو بکر پاس چلے گئے یہ غلام مصر کے غلاموں کی تقلید کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں وہ ایسے صاحب اختیار ہو گئے تھے جسکو چاہتے مار ڈالتے جسکو چاہتے بادشاہ بناتے مشہور ہے کہ سلطان حکم دیا کہ غلامان فیروز شاہی سے جو تین دن سے زیادہ شہر میں رہے اسکی جان و مال سبیل ہے بہت سے تو شہر بدر ہو گئے اور جو نہ گئے وہ گرفتار ہو کر قتل کئے گئے۔ جان بچانے کے لئے بعض نے یہ کہا کہ ہم غلام نہیں بلکہ اسیل ہیں ان سے بادشاہ نے لفظ کھر کھری کا کہوایا جس نے بادشاہ کی مرضی کے موافق ان الفاظ کا تلفظ ادا کیا وہ قضا سے بچ گیا اور جسکے منہ سے بنگالہ اور پورب کے لہجہ سے یہ لفظ نکلا وہ اجلی کے منہ میں پڑا۔ اس تلفظ نے سینکڑوں بگیناہ پر دیسیوں کو موت کے منہ میں ڈالا۔

امر اور ملوک کے لینے سے سلطان کی سلطنت کو تقویت ہوئی شاہزادہ ہمایوں خاں اور اسلام خان

کیا اور خود گنگا کے کنارہ پر جلسہ میں مقیم ہوا امراء ہند جیسے کہ ملک سرور شمعہ و شہر و ملک اشرف و ناصر الملک و الی لہاں اور خواص الملک والی بہار اور رائے سرور اور رؤسا اور رانا پچاس ہزار سوار اور بہت سے پیادے لیکر سلطان محمد سے آئے۔ ملک سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب ملا اور وہ وزیر ہوا اور باقی امراء کو خطاب عنایت ہوئے۔

ماہ شعبان ۸۱۷ھ میں سلطان محمد نے پھر دہلی پر چڑھائی کی۔ ابوبکر سے کٹڑائی میں صف آرائی اور لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ اس کے لشکر کا بہت مال اسباب ابوبکر کو ہاتھ لگا اس نے تین کوس تک سلطان محمد کا تعاقب کیا۔ یہ جالیسر میں آیا وہ دہلی میں گیا۔

بندگان فیروز شاہی مختلف ہنماع اور شہروں میں رہتے تھے جیسے کہ ملتان۔ لاہور۔ سامانہ۔ جھار و قلعہ ہانسی میں ایک ہی تاریخ ۱۹ رمضان ۸۱۷ھ کو سلطان محمد کے حکم سے سب کے سب بگیناہ امیروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جب ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں باہم یہ کٹا چھنی ہو رہی ہے تو انہوں نے جزیہ دینے اور باجگزاری سے ہاتھ کھینچا اور اپنا زور بڑھایا اور مسلمانوں کے شہروں کو دھمکایا۔

محرم ۸۱۷ھ (جنوری ۱۴۰۷ء) کو شاہزادہ ہمایوں خاں نے لوک اور امراء کو جمع کیا جنکو حکم تھا کہ اس کے ماتحت کام کریں جیسے سامانہ کا امیر غالب خاں تھا اور امیر وہ بانی پت میں خیمہ زن ہوا۔ اور تلخ دہلی کو تاخت و تاراج کیا جب ابوبکر کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ملک شاہیں عماد الملک کو چار ہزار سوار اور بہت سے پیادوں کے ساتھ بانی پت بھیجا اور بانی پت کے قریب موضع بسانہ میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ ابوبکر کو فتح ہوئی۔ سامانہ کو ہمایوں خاں اٹا بھاگا۔ لشکر کا سب سامان دشمنوں کے ہاتھ آیا سلطان محمد کو جب بار بار شکست ہوئی تو وہ بڑا مردہ دل ہو گیا اور سمجھ گیا کہ میرا لشکر دشمن سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر دار السلطنت کے لوک اور سپاہی اور رعایا اس کے طرفدار تھے۔ اس سبب سے ابوبکر بھی اپنے دشمن کا تعاقب شہر کو چھوڑ کر خوف و خطر نہیں کر سکتا تھا۔

ماہ جمادی الاول ۸۱۷ھ ابوبکر سپاہ کو جمع کر کے جلسہ کی طرف چلا گیا۔ دہلی سے جب وہ میں کوں پر خیمہ زن ہوا تو سلطان محمد کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنے سپاہ اور بہرہ نگاہ کو جلسہ میں چھوڑ چار ہزار سوار کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوا۔ شہر کے دیواروں دروازہ پر پہرہ اسکا مزاحم ہوا مگر حملہ آوروں نے

ہوتے ہی بادخوت ایسی اُسکے دماغ میں سٹائی کہ وزارت سے بادشاہی پر قدم بڑھانے کی اُردو
 دل میں آئی۔ بندگان فیروز شاہی بے سازش اس ارادہ سے کی کہ سلطان ابو بکر کو مار ڈالے۔ مگر
 جب بعض امرا و شاہی کو اُسکی بدیتی معلوم ہوئی تو ادھوں نے اُسکو اُسکے ہمراہیوں سمیت اس دنیا سے
 رخصت کیا۔ ابو بکر پاس دہلی تھی۔ خزانہ اور فیل خانہ قبضہ میں تھا اُسکی سلطنت کو تقویت روز بروز پہنچ
 جاتی تھی کہ اُسی زمانہ میں ہم صفر کو سنہام میں سامانہ کے امیران صدہ نے دغان سے اپنے حاکم سلطان
 شہ خوشدل کو جو ابو بکر کا خیر خواہ تھا مار ڈالا۔ اور سامانہ پر قبضہ کر کے اُسکے مکانات کو لوٹ لیا اور
 اُسکے متعلقین کو بھی مار ڈالا اور اُسکا سر کاٹ کر نگر کوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین پان بھجیا اور اُسکی
 ادا و کا وعدہ کیا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر خور و سلطان فیروز شاہ باریک

جب نگر کوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین کو ملک سلطان کے مرنے کی خبر پہنچی تو وہ فوجی سامانہ
 میں آیا۔ ۶ ربیع الآخر ۷۵۰ کو وہ یہاں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سامانہ کے امراء صدہ اور اس فوج اور
 کوہستان کے مقدموں نے اُسکے ساتھ اتحاد کر کے قول و اقرار کئے اور دہلی کے بعض ملک اور امیر
 ابو بکر کو چور کر اُس سے آن کر ل گئے۔ اس طرح سامانہ میں اس پاس میں ہزار سوار اور بہت سے
 پیادے جمع ہو گئے اور دہلی کے قریب پہنچنے تک پچاس ہزار سوار ہو گئے۔ ابو بکر کو اُسکے قریب
 آنیکی خبر ہوئی۔ بندگان فیروز شاہی محمد شاہ ناصر الدین کے دشمن جان تھے وہ ابو بکر کے ہوا خواہ بنے
 ۵ ربیع الاول ۷۵۰ (۲۳ اپریل ۱۳۴۹ء) سلطان محمد شاہ نے کوشک جہاں نمایں اقامت
 کی ابو بکر فیروز آباد میں معہ اپنی سپاہ اور متعلقین کے تھا۔ ۲ جمادی الاول کو شہر کے کوچہ و بازار میں ان
 دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ اُسی دن بہادر ناہر میوالی تمنہ اپنے
 لشکر کے ابو بکر سے آن ملا جن سے اُسکو بڑی تقویت ہوئی۔ پھر دوسرے روز شہر میں ان دونوں
 لشکروں میں لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ وہ اپنے ملکوں کی طرف بھاگا۔ دو ہزار سوار
 سمیت جہاں پاد آ کر دوبارہ میں گیا۔ یہاں سے اپنے بیٹے شاہزادہ ہمایون خاں کو سپاہ جمع کرنے کے
 لئے سامانہ بھیجا۔ ملک زین الدین ابو بکر اور زائے کمال الدین ہی اور رہائے گل چند بھٹی کو اُسکے ہمراہ

تعلق شاہ بن فتح خان نے تاج شاہی سر پر رکھا اور اپنا لقب غیاث الدین تعلق شاہ اختیار کیا اور سکہ اور خطبہ میں ہی نام جاری کیا۔ ملک زادہ فیروز بن ملک تاج الدین کو وزیر مقرر کیا اور اسکو خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔ اسکو اور بہادر ناہر کو بہت سا لشکر دیکر شاہزادہ ناصر الدین محمد شاہ کے کام تمام کرنے کی لئے حکم دیا اور سلطان امیر شاہ سامانہ اور رائے کمال الدین کو اور اور امراء کو انکے ہمراہ کیا۔ سرسور میں جب اس لشکر کے آئینکی خبر ہوئی تو ناصر الدین محمد شاہ بہار پر چڑھ گیا۔ اور قلعہ بکائی میں محاصرہ ہوا جب لشکر دہلی یہاں بھی آگیا تو اس سے وہ کچھ لڑا مگر شکست پائی اور قلعہ کو نہ بچا سکا۔ آگے آگے وہ جا بجا گھات پھرا اور وزیر کی فوج اس کے پیچھے پیچھے پڑی پھری مگر جب وہ قلعہ نگر کوٹ میں جا پہنچا تو اس قلعہ کی استواری کو دیکھ کر فوج نے اسکا پیچھا چھوڑا اور واپس چلی آئی۔

تعلق شاہ نوجوان تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ نہ تھا جو ان کی سستی میں آگیا اور عیش و عشرت میں ڈوب گیا سلطنت کا سارا کام امیروں کو دیدیا۔ حاصل پنا بڑا کام ہی سمجھا کہ عزیز و اقارب کی گردن پر پھری پھیرنے۔ اپنے سنگے بھائی سالار شاہ کو بغیر کسی وجہ کے قید خانہ میں بیجا۔ اس کا چچا جہاں ابو بکر شاہ بن ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ ڈر کے مارے ایک کونہ میں جا چپا اور موقعہ پا کر اس نے ملک رکن الدین نائب وزیر اور امراء اور بندگان فیروز شاہی کو اپنا طرہ دار بنایا۔ ان دنوں میں بندگان فیروز شاہی (فیروز شاہ کے غلاموں) کو بڑا اختیار تھا۔ انہوں نے فیروز آباد میں ملک مبارک کبیری امیر الامرا کو قتل کیا جس کا محل میں بڑا شور مچا۔ بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی وہ خانبخاں وزیر کو ہمراہ لیکر ایک دروازہ سے جہان کی طرف نکل کر بھاگا۔ مگر نائب وزیر رکن الدین کو اس بھاگنے کی خبر ہو گئی اس نے بندگان فیروز شاہی کو ساتھ لیا اور دونوں بادشاہ وزیر کو جا کر پکڑ لیا اور مردم کا سید ہاراستہ انکو بتایا اور انکے سروں کو کاٹ کر محل کے روبرو ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۲۱ صفر ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۶۱۰ء کو ہوا۔ یہ تعلق ثانی بھی پانچ مہینے ۱۸ روز بادشاہی کا مزاج کھم گیا

ذکر سلطنت ابو بکر شاہ بن ظہرت خاں بن فیروز شاہ بار بک

بندگان فیروز شاہی نے اس واقعہ کے بعد ابو بکر شاہ کو محل سے باہر لاکر ایک ہاتھی پر بٹھایا اور سر پر تاج پہنایا اور سلطان ابو بکر شاہ کے خطاب سے اسکو پکارا۔ رکن الدین کو وزیر بنایا۔ مگر وزیر

خدا تعالیٰ کی مہربانی سے میری دلی آرزو و تمنا یہ تھی کہ میں فقرا اور مساکین کی پرورش اور مدد کروں اور اُنکے دلوں کو تسکین دوں۔ جب میں نے کسی فقیر کی خبر سنی تو میں ملاقات کو گیا اور اُسکے سارے اخراجات کا انتظام کیا تاکہ محب الفقرا کے لئے جو نعمتیں موجود ہیں وہ مجھے ملیں۔ جب کوئی شخص عمر طبعی کو پہنچا پوری عمر کا ہوا تو میں نے اُسکے گزارہ کے لائق وظیفہ مقرر کیا۔ اُس سے کہا کہ چرائی میں جو گناہ کئے ہیں اب اُس سے توبہ کر اور آئندہ کوئی کام خلاف شرع نہ کر اور بالکل اپنا دل غیبی میں لگا اور وہاں کی تیاری کر اور دنیا سے اپنا دل اٹھا میں نے اُس پر عمل کیا کہ تو نیکروں کا یہی عمل ہے کہ وہ دیا نندار غریبوں کی پرورش کرتے ہیں اور جب کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو اُسکے بچوں کے دوست مرنے ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی اعلیٰ عہدہ دار بادشاہی مر گیا تو میں نے اُسکے عہدہ پر اُسکے بیٹے کو مقرر کر دیا کہ اُسکو اپنے باپ کی سی عزت اور توقیر حاصل ہو اور کوئی ضرر اُسکو نہ پہنچے۔ خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے سب سے بڑی عزت و عظمت یہ حاصل کی ہے کہ خلفاء جو نائب رسول اللہ ہیں اور جبکہ بغیر اجازت کے کسی بادشاہ کو سلطنت کرنا روا نہیں ہے انہوں نے مجھے سلطنت کرنیکی اجازت دی اور ایک سبب بھی ہے جس میں مجھے نائب خلیفہ قرار دیا ہے اور سیدالسلطنین کا خطاب عطا کیا ہے غلعت دلاؤ تلوار انگشتری مرحمت کی۔ اور نشان قدم کا تمغہ میری عزت کے لئے عنایت کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ میں انکا مطیع و تابع و دوست رہا تھا۔

میں نے جو یہ کتاب لکھی ہے اُس کا اول سبب یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو اُس نے مجھے عطا کی ہیں۔ دوم جو لوگ نیک اور کامران ہونا چاہتے ہیں وہ اُسے پڑھ کر سیکھیں کہ اُنکے مقصد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے جسکو خدا ہدایت کرتا ہے وہ اُس پر عمل کرتا ہے کہ انسان کا انصاف اُسکے اعمال کے موافق ہوگا۔ اور جو نیک کام کئے ہیں اُنکی جزائیگی۔

ذکر بادشاہی غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح شاہ بن سلطان

فیروز شاہ باریک

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ جس روز سلطان فیروز شاہ نے وفات پائی اسی دن فیروز آباد میں

ہوں۔ وہاں دارالشفاء میں اُن مریضوں کا علاج ہوگا اور خدا اپنے فضل سے شفا دے لگا۔
 میرے منویٰ اور مالک و آقا سلطان محمد تغلق کے عہد سلطنت میں جو لوگ قتل ہوئے
 تھے اُنکے وراثتوں کو اور اُن آدمیوں کو جن کے اعضاء ناک آنکھیں دست و پا بریدہ ہوئے
 تھے میں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت سے اتنی بخشش دی کہ اُنہوں نے اقرار نامے لکھ دیے اور اُنہیں
 گواہوں کی گواہی کرادی کہ ہم کو اب سلطان محمد پر کوئی دعویٰ نہیں ہے ہم اُس سے راضی ہیں
 یہ سارے اقرار نامے ایک صندوق میں بند کر کے دارالاماں میں سلطان محمد تغلق کی قبر کے سر پہنے
 رکھ دیے ہیں اس امید سے کہ خدا اپنا کرم میرے اُس مربی اور مہربان پر کرے اور اُن آدمیوں کو اُس
 سے راضی کرادے اور خدا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ وہاں دمعافیات اور ادارات و وظائف جو
 پہلی سلطنتوں میں اُنکے مالکوں سے چھن کر خالصہ خزانہ شاہی ہو گئے تھے۔ ان سب مالکوں کو
 میں نے حکم دیا کہ وہ دیوان میں اپنی اسناد لائیں اور اپنا حق ثابت کریں جب کا حق ثابت ہوا اُنکی
 جائیداد کو وراثت کر دیا۔ خدا کے فضل سے اس نیک کام کرنے پر مجبور کیا گیا اور آدمیوں نے اپنے
 حقوق جن کے وہ مستحق تھے پائے۔

میں نے کافروں کو مسلمان کرنا بھی چاہا اسلئے اشتہار دیدیا کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیرہ
 سے معاف کیا جائیگا۔ جب یہ اشتہار دیدیاں کے کانوں تک پہنچا تو بہت سے گروہ کے گروہ ہندو
 اسلام سے مشرف ہوئے چاروں طرف سے روزہ آتے ہیں اور اسلام اختیار کر کے جزیرہ سے
 بری ہو جاتے ہیں اُنکو تحفے دیے جاتے اور اُنکی تعظیم کی جاتی ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے میں نے بندگان خدا کی زمینوں اور ناموس کو محفوظ رکھا اور اپنی
 سلطنت میں اُنکی حفاظت کی اور کسی آدمی کی ملکیت کا ایک چہ میں نے نہیں چھینا۔ اگر عہدہ داروں
 نے مجھے کہا کہ فلاں سوداگر لاکھوں روپیہ کا آدمی ہو گیا ہے اور اُس آدمی کے لاکھوں روپیے
 جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے اُن مخبروں کو لعنت و ملامت و زرنش کر کے کہا کہ چپ رہو تاکہ لوگوں کو
 اُنکی غمازی سے نجات ہو میری اس مہربانی کے سبب سے بہت سے میرے دوست اور معاون ہو گئے
 ہیں۔ فیاضی کے کاموں سے نیکنامی حاصل کرو۔ دولت جمع کر کے شہرت نہ مان کر۔ ایک لفظ قہر
 کا سہارے کے خزانے سے بہتر ہے۔ ایک احسانمند کی دعا بے شمار دولت سے اچھی ہے۔

سلطان علاء الدین کے وزیر اعظم ملک تاج الملک کا فوری کی قبر وہ گئی تھی میں نے
اسکو بالکل از سر نو بنوا دیا یہ وزیر مطیع بادشاہ غلام تھا۔ وہ نہایت دانشمند و فرزانه تھا اور بہت سے
ملک اُس نے و فتح کئے تھے کہ جن پر پہلے بادشاہوں کے گھوڑوں نے سم نہ رکھے تھے۔ اُن میں
اُس نے علاء الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے پاس ہزار سوار تھے۔

دارالامان۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کے دفن ہونے کی جگہ تھی اُس کے لئے دروازے
صندل کے بنوا دیئے اور مشہور آدمیوں کے مقبروں کے خلاف اور پردے بنوا دیئے۔

ان مقبروں اور مدرسوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر کا خرچ اُن کے قدیمی اوقاف کی آمدنی
سے کیا گیا۔ مگر اُن صورتوں میں کہ پہلی آمدنی ان عمارتوں کے فرش۔ روشنی اور مسافروں اور
زائرین کے اسباب آسائش کے لئے نہ تھی تو میں نے وہاں اُن کے لئے وقف کر دیئے جنکی آمدنی
سے ہمیشہ خرچ چلا جائیگا۔

سلطان محمد تغلق شاہ نے جہاں پناہ کی بنیاد ڈالی تھی اُسکو میں نے پورا بنوا دیا۔ وہ میر
منی و مہربان استاد تھا۔

دہلی میں پہلے بادشاہوں نے جتنے قلعے و حصار بنوائے تھے اُن سب کی مرمت میں نے
کرا دینی۔ نامور سلاطین اور اولیاء کے فراروں کے زائرین اور مسافروں کی آسائش اور آرام
کے لئے اور ان تمام چیزوں کے خرچ کے لئے جو اُن مقدس فراروں کے لئے ضروری ہیں پہلے
بادشاہوں نے جو وہاں زمینیں اور عطیات وقف کئے تھے وہ سب میں سے بدستور جاری
کرا دیئے اور اُن صورتوں میں کہ اوقاف نہ تھے جنکی آمدنی سے یہ خرچ چلتے ہیں نے خود ایسے
اوقاف اُن کے لئے مقرر کر دیئے جنکی آمدنی سے ہمیشہ اُن کا خرچ چلیگا اور اس سے مسافروں کو اور
مقدس بزرگوں اور علماء کو فائدہ پہونچے گا۔ وہ مجھے اور پہلے فیض رسانوں کو نسیان میں
دعا دیں گے۔

میں نے خدا کی عنایت سے ایک دارالشفاء بھی بنوائی جس میں ادنیٰ اعلیٰ مریضوں کا
علاج ہو کرے۔ اطباء و افاق اُنکی بیماریوں کی تشخیص کریں اُنکی صحت کی تہہ و تبرہ کریں اُنکی دوا و عذا
تجویز کریں اوقاف سے غذا اور دوا کی قیمت بے جا یا بقیہ مسافر۔ وضع و شریف۔ غلام آباد و جبار

حوض شمسی (سلطان التمش کا حوض) میں بعض شرابیوں نے پانی آنے کی راہوں کو بند کر دیا تھا میں نے ان شرابیوں کو سزا دی اور اسی کے پانی کے منبعوں کو پھر جاری کر دیا حوض علائی (سلطان علاء الدین کا حوض) اٹ گیا تھا اور اس میں پانی بالکل نہ تھا۔ اسپر کسان کھیتی کرتے تھے اور انہیں کنوئیں کھود لئے تھے۔ جسکے پانی کو وہ پیتے تھے میں نے ایک قرن بعد پھر از سر نو اسکو صاف کرایا۔ اب سال بسال وہ پانی سے بھرا رہیگا۔

سلطان شمس الدین التمش کا مدرسہ بالکل خراب ہو گیا تھا میں نے اسکو از سر نو بنوایا اور صندل کے دروازے اس میں لگائے مقبرہ کے ستون جو سیچ کر پڑے تھے انکو پہلے سے زیادہ اچھا بنوایا جب مقبرہ بنا تھا تو اس کا صحن مدور نہیں بنایا گیا تھا اب میں نے اسکو بنوایا پھر کے اندر کھٹ کر چوزینہ گنبد کا بنایا گیا تھا اسکو میں نے اور زیادہ بڑھوایا۔ چاروں برجوں کا پشتہ جو گر گیا تھا اسکو از سر نو بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان معز الدین سام کا مقبرہ ملک پور میں تھا وہ ایسا کھنڈر ہو گیا تھا کہ کہیں قبر کا نشان نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے برج کو از سر نو بنوایا اور احاطہ کی دیوار کچھ اونچی اور چوڑی بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان رکن الدین کا مقبرہ ملک پور میں تھا میں نے اسکے احاطہ کی دیوار کچھ اونچی اور نیا گنبد بنوایا اور خانقاہ بنوائی۔

سلطان علاء الدین کے مقبرہ کی مرمت کرائی اور صندلی دروازے اس میں لگوائے۔ آباد خانہ کی دیوار اور مدرسہ کے اندر جو مسجد تھی اسکی مغربی دیوار بنوائی اور چوڑے فرش بنوایا۔ سلطان قطب الدین اور سلطان علاء الدین کے بیٹوں خضر خان۔ شاد بی خان۔ فرید خان۔ سلطان شہاب الدین۔ سکندر خان۔ محمد خان۔ عثمان اور اسکے پوتوں پڑپوتوں کے مقبروں کی مرمت کرائی اور از سر نو بنوایا۔

شیخ الاسلام نظام الحق والدین کے گنبد کے دروازوں کی اور قبر کی جالیوں کے کام کی جو صندل کا بنا ہوا تھا مرمت کرائی اور گنبد کی چاروں محرابوں میں سوئے کی زنجیروں میں سونیکے جھار لٹکائے اور ایک مجلس خانہ بنوایا جو پہلے یہاں نہ تھا۔

اور آلات پر تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیا۔ یہ تمام تصویریں ان چیزوں پر سے مٹا دی جائیں۔ اور ان چیزوں کا استعمال موافق شرع کے ہو اور جو تصاویر اور پیکر مکانات کی در دیوار پر بنی ہوئی تھیں اُنکو میں نے مٹوایا۔

شانزدہم۔ پہلے امر کا لباس اکثر ریشمی و زربفت و کجواب کا ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ خوبصورت ہوتا تھا۔ مگر غیر مشروع۔ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیدیا کہ شرع مصطفویٰ کے موافق لباس پہنا جائے اور ایک انگشت عرض سے زیادہ زربفت اور کجواب وغیرہ لباس میں نہ ہو غرض جو لباس غیر مشروع تھا اُسکو میں نے موقوف کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ یہ توفیق دی کہ میری یہ آرزو ہوئی کہ میں رفاہ عام کیلئے عمارات تعمیر کروں سو میں نے بہت سی مسجدیں۔ مدرسے۔ خانقاہیں تعمیر کرائیں جن میں علماء فقہاء فضلاء۔ زاہد۔ عابد خدا کی عبادت کریں اور اُنکے بنانے والے کو دعا دیں۔ بہنس کھدوائیں درخت لگوائیں اور اُنکے خرچ کے واسطے زمینیں شریعت کی ہدایت کے موافق وقف کیں اسمیں شبہ نہیں کہ شرع اسلامیہ کے عالموں کو بہت خرچ کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ میں نے اُنکے ضروری خرچوں کے لئے وظیفے مقرر کر دیے کہ اُنکی آمدنی ہمیشہ معین و مستقل رہی۔ اُنکی تفصیل میرے وقف نامہ میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے پُرانی عمارتیں جو پہلے سلاطین و امرا کی خراب و ویران پڑی تھیں اور زمانہ نے اُنکو برباد کر دیا تھا اُنکی مرمت کرائی اور اُنکے آباد کرنے کو میں نے اپنی عمارتوں کے تعمیر کرنے پر مقدم سمجھا۔ دہلی کی مسجد جامع جو سلطان مغزالدین سام نے تعمیر کرائی تھی اور کنگی کے سبب سے خراب ہو رہی تھی اور اُسکی تعمیر کی ضرورت تھی اُسکو میں نے ایسا بنوایا کہ اب وہ نئی مسجد معلوم ہوتی ہے۔

سلطان مغزالدین سام کے مقبرہ کی مغربی دیوار کمنہ اور اُسکے دیوار کے تختے بوسیدہ ہو گئے تھے میں نے اُنکو از سر نو بنوایا۔ اور اُسکے دروازے اور محرابیں صندل کی گلکاری کی بنوادیں۔ سلطان مغزالدین سام کا مینار بجلی نے گر پڑا تھا اُسکو میں نے پہلے سے بھی زیادہ بلند بنوایا۔

اسلام کا بخوش اٹھا اور میں نے چاہا کہ اس الزام سے دامن اسلام کو پاک کر دوں جین روزیہ
 هجوم ہو رہا تھا میں خود وہاں گیا اور میں نے حکم دیا کہ خاص ہندو جو سرگروہ میں وہ قتل
 کئے جائیں میں نے عام ہندوؤں کو سخت سزا نہیں دی۔ مگر ان کے تجافوں کو ڈھکوا دیا اور ان کی جگہ
 مسجدیں بنا دیں۔ میں نے وہ قصبہ یہاں آباد کئے ایک کا نام تغلق پور اور دوسرے کا نام سالار پور
 رکھا۔ جہاں پہلے کافر بت پرست بتوں کی پوجا کرتے تھے اب وہاں مسلمان خدا سے برحق کی عبادت
 کرتے ہیں۔ الحمد للہ۔ جہاں پہلے کافروں کا گھر تھا۔ اب وہاں مسلمان آباد ہیں اور صوم و صلوة و زکوٰۃ
 مذہبی ادا کرتے ہیں اذانیں سنائی دیتی ہیں۔

دوازدہم۔ مجھے خبر لگی کہ صالح آباد میں ہندوؤں نے ایک نیابت خانہ بنایا ہے اور
 وہاں وہ بت پرستی کرتے ہیں۔ میں نے آدمیوں کو بھیجا کہ اس مندر کو مسمار کرایا اور باطل پرستی
 کا افساد کیا۔

بیسزدہم۔ موضع گوبانہ میں ہندوؤں نے ایک نیامندر بنایا تھا اور وہاں جمع ہو کر مراسم بت
 پرستی کو ادا کرتے تھے وہاں کے آدمی گرفتار ہو کر میرے مدبروں آئے میں نے حکم دیا کہ اس شرارت
 کے جو بانی مبنی ہیں ان کی بچپنی کی تشہیر کی جائے اور وہ میرے محل کے دروازے کے سامنے
 قتل کئے جائیں اور میں نے یہ بھی حکم دیا کہ کفر کی کتابیں اور بت اور ظروف جو بتوں کی پوجا میں
 کام میں آتے ہیں یہ سب ان سے چھین کر جلا دیے جائیں اور ہندوؤں کو میں نے تنبیہ اور تنہید
 کر دی کہ وہ آئندہ اسلام کے ملک میں دھڑی ہو کر ایسی شرارت کا کام نہ کریں۔

چھار دہم۔ پہلے بادشاہوں کے ہاں یہ دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہی دسترخوانوں پر نونے
 چاندی کے برتن اچھے جاتے تھے اور تلواروں کے قبضوں اور ترکشوں کو زرد جواہر سے مزین
 کرتے تھے میں نے ان باتوں کو منع کر دیا اور حکم دیدیا کہ میرے ہتھیاروں میں ہڈیوں کی قبضے
 دسے وغیرہ لگائیں اور ظروف سی و طلا کا استعمال موافق شرع کے ہو۔

پانزدہم۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ امر لباس ندریں ذر بفت پہنتے تھے۔ اور
 بادشاہوں کے درباروں میں یہ انکی عزت کی نشانی ہوتی تھی۔ اور زینوں اور لگاموں گھوڑوں
 محمدیوں پٹائیوں۔ چھجوں۔ نابوں۔ مصریحوں۔ آفتابوں۔ خیموں۔ پردوں۔ کرسیوں اور تمام چیزیں

سزا کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے عقیقی میں اسکا صلہ دے گا۔
 نعم۔ عین۔ بہرہ کے مریدوں میں ایک شخص تھا اس نے گجرات میں اپنے قریبی شیخ بتایا اور
 مریدوں کا ایک گروہ پیدا کیا اُنکے روبرو وہ اناجی کتا اور مریدوں کو ہدایت کرتا کہ وہ کہیں کہ
 انت الحی انت الحی اور یہ بات اُس نے اور کہی کہ میں ایسا بادشاہ ہوں کہ کبھی مرنے کا نہیں
 اُس نے ایک کتاب میں اپنے سارے کلمات لکھے۔ وہ زنجیروں میں گرفتار ہو کر میرے روبرو
 آیا۔ اُس کا جرم ثابت ہوا میں نے اُسکو سزا دی اور اُسکی کتاب کو جلوا دیا غرض اس طرح اُسکے
 فساد سے میں نے مومنوں کو بچایا۔

دہم۔ شرع اسلام کے خلاف یہ ایک رسم مسلمانوں کے شہروں میں جاری ہو گئی تھی کہ
 پالکیوں و گاڑیوں میں گھوڑ و نہر خچروں پر عورتیں سوار ہو کر اور غول کے غول پیادہ یا عورتیں
 شہر سے باہر مزاروں پر بزرگوں کے عرسوں میں اور زیارت کے لئے جاتیں۔ بدنعاش و اباش
 بند شہروں کو موقع ایسے ملتے کہ انہیں وہ اپنے دل کے ارمان پورے نکالتے۔ میں نے حکم دیا
 کہ جو عورت مزاروں پر جاوے گی تو سخت سزا پائیگی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کوئی معزز عورت قبروں کی
 زیارت کو نہیں جاتی۔ یہ دستور بالکل موقوف ہو گیا۔

یازدہم۔ ہندوؤں اور بت پرستوں نے زردیہ اور جزیہ دینا قبول کر لیا تھا اور اُس کے
 عوض میں جان و مال کی حفاظت کا ذمہ بادشاہ نے لیا تھا۔ اب انہوں نے شہر میں اور حوالی شہر
 میں نئے تجارتی خانے کے شرع بنانے شروع کیے تھے۔ میں نے خدا تعالیٰ کی عنایت سے ان تجارتی
 دھوا دیا اور جو ہندو سرغنہ تھے اُنکو قتل کر دیا اور باقی کو دھمکا کر یا کوڑے لگا کر چھوڑ دیا۔ اور
 یوں الزام اسلام کے ذمے سے بالکل اٹھ گیا۔ اُسکی ایک مثال یہ ہے کہ موضع ملوہ میں ایک تالاب
 تھا جسکو کٹہہ کہتے تھے یہاں ہندوؤں نے اپنے مندر بنائے تھے۔ اور غاضدو نہیں ہندو یہاں
 گھوڑوں پر سوار ہو کر اور ہتھیار لگا کر آتے تھے اور انکی عورتیں اور بچے بھی پالکیوں اور گاڑیوں
 میں بیٹھ کر آتی تھیں ہزاروں ہندو جمع ہو کر اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایسی بے خبری ہوتی تھی
 کہ وہاں بازار لگتا تھا اور اُسکی دکانوں میں سب طرح کی حبس کہتی تھی۔ پھر ان مہلوں میں بعض
 چچا مسلمان بھی تھے جو شریک ہوتے تھے سبب اُسکی خبر میرے کانوں تک پہنچی تو میرے دل میں

بیویاں بہو بیٹیاں تھی شریک ہوتی تھیں۔ مرد اپنے تئیں زنیں پر اس طرح افادہ کرتے تھے جیسے کہ یہ عبادت میں مصروف ہیں اور ہر مرد جس عورت کا کپڑا پکڑ لیتا ہے اُس سے ہم صحبت ہوتا میں نے اس فرقہ کے سرداروں کا سر کٹوا کر اور باقی کو قید کیا یا جلا وطن کیا اس طرح اس بد افعالی کو دور کیا ہفتم۔ ایک فرقہ ایسا تھا کہ اس نے الحاد کا جامہ پہن لیا تھا اور کوئی قید مذہب کی باقی نہ رکھی تھی اور آدمیوں کو گمراہ کرتے تھے اس کا مرشد احمد بہاری تھا۔ وہ دہلی میں رہتا تھا اور اُس کے مریدوں کا ایک گروہ اُس کو خدا کہتا تھا۔ احمد کو معد مریدوں کے زنجیروں میں قید کر کے میرے روبرو لاتے اور مجھ سے کہا کہ یہ احمد اپنے تئیں پیغمبر کہتا ہے اور اُس کے مریدوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ خدا یعنی احمد بہاری دہلی میں اُتر آیا ہے۔ جب تحقیقات سے یہ سب حال ثابت ہوا تو میں نے اُنکو قید کیا اور اوروں کو سمجھایا کہ وہ تو بہ کریں اور ایسے عقیدہ سے باز آئیں اور اُنکو مختلف شہروں میں بھیجا دیا کہ اس بد مذہب فرقہ کا اثر نہ پھیلے۔

ہشتم دہلی میں ایک آدمی رکن الدین رہتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں مہدی آخر الزماں ہوں اور میں علم لدنی رکھتا ہوں۔ میں نے کسی سے کچھ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا مگر میں ساری چیزوں کے نام جانتا ہوں آدم سے اس دم تک کسی پیغمبر کو یہ علم نہیں حاصل ہوا اور میں علم الاسرار جانتا ہوں وہ اپنے تئیں پیغمبر خدا کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں نے اس کا یہ حال بیان کیا اور اس پر شہادت دی رکن الدین کو میں نے اپنے سامنے بلوایا اور اُسکی بد عادت کی تحقیقات کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ملحد اور بدعتی ہے۔ مفتیان مذہب نے اُس پر کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور واجب القتل اُسکو اپنے ٹھیرایا کہ وہ الحاد میں اسلام کو پیلا تا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر اس کا جلد علاج نہیں کیا جائیگا تو اس کا مذہب وبا کی طرح پھیل جائیگا اور مسلمان اپنے سچے عقیدے سے ہٹ جائیں گے۔ مذہب کے خلاف ایک سرکشی ہو گئی جس میں بہت سے آدمیوں کا ستیاناس جائیگا میں نے حکم دیا کہ اس شخص کی تمام شرارت اور بدعت کا اعلان مسلمانوں کے ہر فرقہ کے علماء میں خواص و عوام میں کیا جائے اور مفتی جو سزا چاہیں وہ دیں۔ اُنہوں نے اُس کے معاونین و مریدوں کے بدنوں کے پرزے ارادے اور ہڈیوں کو چکنا چور کر دیا۔ اس طرح یہ بلا مٹ گئی۔ میں خدا کا شکر بھیجتا ہوں کہ اُس نے مجھے نئی مذہب کی اشاعت کے لئے اور ان بد مذہبوں و ملحدوں و بدعتیوں و مکاروں کی

عجم الکونین الامام سے اس طرح حاصل ہوا ہے کہ کسی پیغمبر کو اس حال میں

چنگی غلبہ۔ کتابی۔ بیل گری۔ ماہی فروشی۔ صابون گری۔ ریسمان فروشی۔ روغن گری۔ بھر بھر بھوں کی
چنوں کی بھونائی (خود بریائی) تہ بازار ی۔ جھابا۔ قمار خانہ۔ داد بگی۔ کوتوالی۔ احتساب گری چرائی
مصادرات ان سب کو میں نے موقوف کر دیا اور حساب سے خراج کر دیا۔ اگر ان کروں میں سے
کوئی محصول رعایا سے وصول کر لیا تو میرا پانی لگا ہے

دل دوستان جمع بہتہ کہ گنج خرمینہ تھی بہ کہ مرموم بہ رنج

خزانہ عامہ میں نہ ہی روپیہ داخل کیا جاسکے جو شرعاً جائز ہے اور فقہ نے جسکی اجازت دی ہے
وہ یہ ہیں اول خراج زمین مزدوعہ کی پیداوار کا دسواں حصہ۔ پھر زکوٰۃ۔ صدقہ۔ مسلمانوں سے جزیہ
ہندوں سے اور اسکے سوارکانوں کی پیداوار کا پانچواں حصہ جسٹیکس کا حکم شرع نے نہیں دیا اسکا
خزانہ شاہی میں داخل ہونا حرام ہے وہ نہیں لینا چاہئے۔

چہام میر سے عہد سے پہلے اس دستور پر عمل تھا کہ کفار سے جو غنیمت ہاتھ لگتی تھی اس کا
پانچواں حصہ سپاہی کو دیا جاتا تھا چار پانچویں حصے دیوان شاہی میں داخل ہوتے تھے۔ گو شرع کا
حکم اس سے بالکل برعکس ہے کہ سپاہی کو چار حصے دیئے جائیں اور ایک خمس خزانہ شاہی میں داخل ہو
شرع کے حکم کے بالعکس عمل ہوتا تھا۔ اسلئے ہر شخص جو غنیمت حاصل کرتا اسکو اپنی ملک سمجھتا تھا اسی
سبب سے جو قیدی عورتوں کے اولاد ہوتی تھی وہ حرام کی دلدالزا ہوتی تھی۔ میں نے اس قاعدہ
کو موقوف کر کے شرع کے موافق یہ حکم جاری کرایا کہ غنیمت کا ایک پانچواں حصہ خزانہ شاہی میں
داخل ہو اور چار پانچویں حصے سپاہیوں کو دیئے جائیں۔

پنج شیعوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے مذہب کے مریدوں کو بڑھائیں اور اپنے مذہب کے
رسالوں اور کتابوں کو شائع کریں اور وعظ کہیں اور اصحاب پر تبرا کہیں۔ میں نے ان سب شیعوں کو
مگر فائر کر کے انکی غلطیوں اور ضلالت کا یقین کرا دیا اور جو شیعہ انہیں زیادہ غالی تھے انکو یاسست
کی اور باقی کو تغیر و تادیب و تشہیر و جزو و توبیخ کی۔ انکی کتابوں کو نظر گاہ عام میں جلا دیا۔ خدا تعالیٰ
کی عنایت سے اس فرقہ کا اثر بالکل زایل ہو گیا۔

مستشم ایک گروہ ملحدوں کا تھا کہ وہ خلافت کو گمراہ کرتا تھا۔ رات کو اوقات و مقامات معینہ
میں ان ٹنڈوں کے جلسے ہوتے تھے اس میں دوست اور اجنبی دونوں جمع ہوتے تھے انہیں انکی

پاؤں۔ ناک۔ کان کا کاٹنا۔ آنکھوں کا نکھوٹانا۔ اُن میں سلائی بھروانا۔ حلق میں سیسہ گرم گرم ڈالنا۔ ہاتھ پاؤں کی ہڈیوں کو ہتھوڑوں سے کچلنا جسم کو آگ میں جلانا۔ دست و پا دھینے میں منگو کا ٹھوکرنا۔ سپے بریدہ کرنا۔ آدھ سے آدمی کو دو ٹکڑوں میں چیرنا اور اسی قسم کی سزائیں دینا تو فوق الہی میں نے ان سب سزائوں کو جو شرع کے خلاف تھیں موقوف کیا اور مسلمانوں کا خلاف شرع قتل ہونا بند کر دیا۔ یہ سزائیں تو اسلئے دی جاتی تھیں کہ رعایا کے دل میں خوف و دہشت بیٹھ جائے اور قوانین سلطنت کو لکا حقہ استحکام ہو۔

ملک را اگر تدراری خواہی تیغ را بہتہ را باید داشت

کو مسلمانین پیشین نے اپنا امام بنایا تھا وہ یہ نہ سمجھے کہ ملک کا قراتلوار کے اختیار میں ہی ہے بلکہ اللہ الملک کے ہاتھ میں۔ خدا کے فضل و کرم سے میں نے اس ظلم و ستم کو رافت و رحم سے بدل دیا جس سے رعایا کے دل میں ادب و رعیت سلطنت وہ قائم ہو گیا کہ پھر کبھی میں کھینچنے کی اور اور کڑے مارنے کی اور طرح طرح کی اغیبتیں دینے کی حاجت نہیں رہی۔ بادشاہ یہ نہیں جانتے کہ انسان کس مصیبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسکو مان و زمین پیٹ میں کس مصیبت سے رکھتی ہو اور ڈھائی برس دودھ پلانے میں کس کی ٹھیکس اٹھاتی ہے اسکو وہ دفعۃً یحجان کرتے ہیں اور میں یہ خیال کرتا ہوں۔

نگہ کن کہ ایس مادر مہر سنج بر آن طفل خود چند بردست رنج
میں نے بارادہ نصیم کر لیا ہے کہ کسی مسلمان کا خون ناحق نہ لوں اور جو قاضی مفتی شرعی بتلا میں اس کے سوا کوئی اور سزا انکو نہ پہنچنے پائے۔

دوم جن پہلے بادشاہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام بنایا جنکے پیروں نے ملک میں پھر کرمسجدوں اور منبروں کو تعمیر کرایا۔ اسلام کے عقاید کی خوشبو کو پھیلا یا اور اسلام کو مستحکم کیا۔ انہیں کا نام نامی جمعہ و عیدین کی نمازوں کے خطبوں سے پہلے بادشاہوں نے خارج کیا۔ میں نے حکم دیدیا کہ موافق دستور کے انکا نام اور خطاب خطبوں میں پڑھا جایا کرے تاکہ اس تقریب سے انکی امرزش کی فائزہ کو دوام حاصل ہو۔ سوم پہلے سلطنتوں میں خزانہ میں مال نا واجب نامشروع کر جاتے تھے وائل ہوتا تھا انڈوی برگ۔ دلالی بازار می۔ خور می۔ امری نرب۔ گل فردشی۔ جیسی تہنوں

کئے۔ حکم دیا کہ انہیں ہے بعض کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ ان ترجموں میں سے اعزاز الدین خالد خانی کی ایک کتاب مشہور ہے دلائل فیروز اس کا نام ہے وہ نظم میں ہے اور انہیں حکمت طبعی و سکون و منافاؤل اور علم نجوم کا بیان ہے ایک اور کتاب عروض علم موسیقی میں اور دوسرے علم الکھاڑہ یعنی پازربازی میں سنسکرت سے ترجمہ ہوئی اور اسی قسم کی کتابیں چند اور سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئیں و نارت مضامین کے سبب سے وہ سب بے حاصل معلوم ہوتی ہیں تیاریخ فیروز شاہ ضیاء الدین برنی اسی بادشاہ کے نام لکھی گئی ہے اور اسی کے عہد میں ختم ہوئی ہے اس میں دس برس کا حال اس بادشاہ کی سلطنت کا لکھا ہے تفسیر تارخانی اور فادوی تارخانی دونوں اسی بادشاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی ہیں۔ تارخاں کا حال یہ ہے کہ وہ جس روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اسی دن ایک لڑائی کی افزائش میں سلطان محمد شاہ تغلق کو ہاتھ لگ گیا تھا بادشاہ نے اسکو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا اور جب بڑا ہوا تو اسکو نائبہ اعلیٰ کا امیر بنادیا جسکے کاموں کا ذکر تیاریخ میں کیا گیا ہے عین الملک نے جسکو عین ماہر و کستہ ہیں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مگر صرف ایک کتاب عین الملکی مشہور ہے سب سے زیادہ عمدہ تصنیف خود اس بادشاہ کی ہے جسکا نام فتوحات فیروز شاہی ہے جس کا حال آگے بیان ہوتا ہے اور اسکا خلاصہ لکھا جاتا ہے

خلاصہ تیاریخ فتوحات فیروز شاہی

فیروز آباد کی جامع مسجد میں ایک گنبد ہشت پہل بنوایا تھا۔ اس کے ہر پہلو میں اس تیاریخ کا ایک باب کندہ کرایا تھا۔ باب اول میں اوقات مسجد کا ذکر اور اسی کے صرف کی نصیحت و وصیت کا بیان ہے دوسرے باب میں جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ نیچے لکھا جاتا ہے۔ اس کتاب سے سلطان فیروز شاہ کی عفت و سعادت بے کثرت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہی کے حقوق بدل و جان نہایت رحم و شفقت کے ساتھ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مذہب کی تعلیم و ترویج کا ولی شوق رکھتا تھا۔ بعد حمد و نعت کے وہ اپنے کاموں کی تفصیل جس طرح کرتا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے۔ اول پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ جرموں پر مسلمانوں کی خونریزی ہوتی تھی۔ اور انواع انواع کی تعذیب و تعزیر ان کے لئے عترتیں۔ ہاتھ

بادشاہ نے شہر میں جو عجائبات جمع کئے تھے

ایک بولے قد کا آدمی تھا جس کا قد ایک گز اور ستر تین آدمیوں کی برابر۔ دو آدمی دراز قد چکا رنگ سیاہ اور قد اتنا لمبا کہ دراز قد آدمی انکی کمر تک آتا۔ دو عورتیں جنگلی پستان اور ڈاڑھی دونوں تھیں۔ ایک گوسفند تین پانوں کی جو خوب دوڑتی اور چلتی تھی۔ سیاہ کو اچسکی جو بیخ لال تھی۔ گائے پانچ پاؤں کی جس کا ایک پاؤں گردن سے نکلا ہوا۔ مچھلی کا سر ہاتھی کے سر مع خرطوم کی برابر۔ طوطی سپید منقار سیاہ۔ ایک گائے جسکے سم گھوڑے کے سے تھے۔ اس بادشاہ کے عہد کی ایک حکایت استخوان عجیب کی بھی مشہور ہے۔ جب ۱۲۷۰ء میں بادشاہ دہلی آیا تو اس نے دیکھا کہ نزدیکی کے نزدیک ایک پہاڑی ہے کہ اس سے پانی نکلتا ہے اور دریائے ستلج میں جاتا ہے اور اسکو سرستی کہتے ہیں۔ اب یہ سرستی ایک ندی ہے جس سے سلیم کہتے ہیں۔ اس دو آب میں جو فاصلہ ہے وہ ایک پشتہ عظیم ہے اگر اسکو کھودیں تو آب سرستی دریائے ستلج کے اندر جانے لگے۔ پھر وہاں سے سرسند اور منصور پور میں اور یہاں سے نام میں ہمیشہ پانی جاری رہے۔ بادشاہ سوار ہو کر وہاں گیا اور پچاس ہزار بیلدار جمع کر کے اس پشتے کو کھدوانا شروع کیا۔ اس پشتے میں سے ہاتھوں اور آدمیوں کی ہڈیاں نکلیں۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈی تین گز لمبی تھی جس کا ایک حصہ پتھر ہو گیا تھا اور ایک حصہ استخوان تھا۔ ہاتھ کی ہڈی بیس درعہ کی تھی ایسا احتمال ہوتا ہے کہ کوروں اور پانڈوں کی لڑائی میں یہ آدمی اور ہاتھ مارے گئے ہونگے انکی یہ ہڈیاں زیر خاک رہی ہونگی۔ فرنگستانی طبقات الارض کے محقق کہتے ہیں کہ گو آدمی کی ہڈیاں ہزاروں برس کی دستیاب ہوئیں مگر اب تک کوئی ہڈی ایسی نہیں نکلی کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ پہلے آدمی زمانہ حال کے آدمیوں سے زیادہ طویل القامت اور فربہ ہوتے ہوں۔ اسلئے یہ استخوان کی داستان پایہ اعتبار سے ساقط ہے گو اہل ایشیا کو یقین ہے کہ قدیم زمانہ میں اس زمانہ کے آدمیوں سے آدمی طویل القامت اور عظیم الجثہ ہوتے تھے۔

بادشاہ کے زمانہ کی تصنیفات

جب بادشاہ نگر کوٹ میں تھا تو وہ جو الاکھی بھی دیکھنے گیا۔ وہاں برہمنوں کی تصنیفات سے ایک ہزار تین و گتائیں موجود ہیں انہیں سے بعض کتابوں کے مضمون پڑ تو نکلوں بلو اگر سنئے اور پسند

بیگار بھگتہ کے انکے جانور نہیں چھوڑتے تھے۔ اپنا ایسا ظلم ہونے لگا تھا کہ شہزبیں پیاری رغبت نہ
نہیں آتے تھے اور اس سبب سے ٹمک اور غلہ کا بھاؤ بڑھ جاتا تھا۔
قاصی نصر اللہ نے ہاتھی پر سوار ہو کر ان محصولوں کی موقوفی کا اشتہار دیدیا۔ ان محصولوں کی
موقوفی سے ملک کی آمدنی میں تیس لاکھ ٹنکہ کی آمدنی کا نقصان ہوا۔

ایک برہمن کا جلانا اور برہمنوں سے جزیہ لینا

ایک برہمن نے اپنے گھر میں تجا نہ بنا کے مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا شروع کیا
تھا۔ اس برہمن کے باب میں علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ مسلمان ہو یا زندہ جلایا جائے۔ اس برہمن نے
جلنا قبول کیا مسلمان ہونا نہیں منظور کیا۔ اسلئے بادشاہ نے اسکو اپنے دروازہ کے آگے جلادیا
اتیک پہلے مسلمان بادشاہوں نے برہمنوں سے جزیہ کبھی نہیں لیا تھا۔ مگر فیروز شاہ کے عہد میں تمام
کام شرع کے موافق ہوتے تھے۔ علماء نے فتویٰ دیدیا کہ برہمن بت پرستی کی اہل جرہیں سب کو
اول اسنے جزیہ لینا چاہتے۔ جب برہمنوں کو یہ معلوم ہوا تو چاروں شہروں کے برہمن جمع ہو کر
بادشاہ پاس کو شک شکار میں پہنچے اور انہوں نے دہائی بچائی کہ ہم سے کسی بادشاہ نے پہلے
جزیہ نہیں لیا۔ اب کیا ہم نے خطا کی جو یہ جزیہ ہم پر لگایا گیا۔ ہم بادشاہ کے محل کی دیوار کے نیچے
ابھی لکڑیاں جمع کر کے جل جائیں گے مگر جزیہ نہیں دینگے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری جوتی سے تم ابھی
جل جاؤ میں جزیہ نہیں معاف کروں گا۔ پہلے بادشاہوں کی تقلید نہیں کروں گا۔ معافی کی امید مجھ سے نہ رکھو
یہ سنکر برہمنوں نے فاتے کرنے شروع کئے جب اور ہندوؤں نے دیکھا کہ یہ برہمن یوں ہلاک
ہوئے جاتے ہیں تو انہوں نے انکو سمجھایا کہ تم جزیہ کے لئے اپنی جان نہ کھو ہم سب ملکر تمہارا جزیہ
ادا کر دینگے۔ اسوقت جزیہ تین طرح کا لیا جاتا تھا اول چالیس ٹنکہ دوم تیس ٹنکہ سوم دس ٹنکہ۔ برہمنوں
نے آخر عاجز ہو کر بادشاہ سے جزیہ کے تخفیف کرنیکی درخواست کی بادشاہ نے دس تفرہ ٹنکہ ہر
برہمن پر جزیہ مقرر کیا۔ ہر ایک ٹنکہ چاس جیل کا تھا۔

حلیہ سلطان فیروز شاہ

یہ بادشاہ گورا تھا۔ ناک اسکی اونچی تھی۔ دائرہ لبی۔ میانہ قد۔ نہ موٹا نہ پتلا۔

جب فیروز شاہ نے سرمنڈایا تو اکثر ملک نے سر کے بالوں کو دور کیا۔

بادشاہ کا نام شروع اور خلق کی نام مطبوع باتوں کا دور کرنا

جب بادشاہ نے سرمنڈایا تو اس نے ان روشوں کو دور کیا جو نام شروع اور خلق کو نام مطبوع تھیں اور جو محصول نام شروع رعایا پر لگ گئے تھے انکو دور کیا جنکی تفصیل یہ ہے۔

یہ ایک دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہ اپنی خلوت گاہوں میں نگار خانے مصوروں سے بنواتے تھے اور انہیں تصویریں جانداروں کی ہوتی تھیں بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کسی جاندار کی تصویر نہ بنائی جائے اور اسکی جگہ باغ و بوستان کے نقشے تفریح طبع کے لئے کھینچے جائیں۔ یہ بھی بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اسکو بھی خلاف شرع سمجھ کر منع کر دیا اور اسکی جگہ سنگین اور گلی برتنوں کو رواج دیا۔ جلور شاہی میں علمدار مراتب و ماہی مراتب میں تصویریں ہوتی تھیں انکو بھی دور کر لیا۔ بادشاہ کی خدمت میں علما و صحا کا زمرہ ہمیشہ رہتا تھا۔ جن محصولوں کو انہوں نے بادشاہ کو بتلایا کہ نام شروع ہیں انکو بادشاہ نے دور کر دیا گو اس سے آمدنی ملک میں کمی ہوئی تفصیل ان نام شروع محصولوں کی یہ ہیں۔ اول دانگنہ۔ سوداگر جو سراسر عدل میں کپڑے لاتے اور اسکی زکوٰۃ واجب ادا کر دیتے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کے وہ تمام کپڑے ضریب میں لاتے اور ایک ٹنکہ پر اسے ایک دانگ لیا جاتا۔ اس محصول سے دیسی و پردیسی تاجر بڑے پریشان خاطر ہوتے کپڑے کے تخمینہ کرنے میں اہلکار ان شاہی انکاناک میں دم کرتے انکے اسباب کو ڈال رکھتے پادشاہ نے یہ محصول معاف کر دیا۔ دوم دہلی میں ایک اور محصول مشتعل تھا وہ دکانوں اور مکانوں کی زمین پر ایک کیرتھ یا زمین کا کراہ بادشاہ نے موقوف کر دیا۔ اسکی آمدنی ڈیڑھ لاکھ ٹنکہ تھی۔ سوم سنڈاری موقوف کی یہ محصول تصابوں سے لیا جاتا تھا کہ جو گائے وہ ذبح کریں تو بارہ حبیل ہر گائے پیچھے دیا کریں اس محصول کی بھی بڑی آمدنی تھی۔ چارم روزی کو موقوف کیا۔ سوداگر خواہ کسی طرح کے ہوں جب وہ غلہ نمک و قند و شکر تری و قماش اور بار برداری کے جانوروں پر لاؤ گھر شہر میں لاتے تو بادشاہی آدمی انکے جانور و گنو گرفتار کر کے پرانی دلی میں لیجاتے وہاں سات جھارا نامدار تاجداروں کے میدان پر سٹھتے تھے انکی لاینٹیں ایک روزان جانوروں کو خیر و آباویں ڈھونی پڑتی تھیں بغیر اس

برآمدہ ہوا۔

بادشاہ جانتا تھا کہ جب آدمی بیمار ہو اور کوڑی پاس نہ ہو تو کیسی اُسکو جسمانی و روحانی تکلیف ہوتی ہے اسلئے اُس نے شفا خانہ جسکو صحت خانہ بھی کہتے تھے جاری کیا اس میں غریب مسافروں اور شہر کے آدمیوں کو دوا و غذا مفت ملتی تھیں۔ اُنکی خدمت سب طرح کی یہاں ہوتی تھی۔ بادشاہ نے بڑے آباد اور زر خیز دہات وقف کر دیے تھے کہ اُنکی آمدنی دیوان خیرات اور دار الشفا میں خرچ ہو۔ اُس نے حافظوں و علما کے وظیفے مقرر کر دیے تھے ایسی خیرات کا خرچ پچیس لاکھ ٹنکہ سالانہ تھا۔ چار ہزار دوسو آدمیوں کو خیرات سے مشاہرہ ملتا تھا۔

بادشاہ کے جشن اور جلسے

دونوں عیدوں اور شہر ات اور نوروز کو تو جشن بڑی دھوم دھام سے ہوتے اور جلسے ہر جمعہ کی نماز کے بعد چاروں شہروں سے داستان گو۔ گویے اور ناچنے والے اور پہلوان و کشتی گیر اور کرتب دکھانے والے آتے۔ اول گانا اور پھر کشتی۔ پھر کرتب اور سب کے بعد داستان گو ہوتے۔ پھر ان سب کو انعام دیا جاتا ہے اُنکے ساتھ ہوتے تو اُنکو بھی انعام ملتا۔

فالیں زیارتیں خواب کی تعبیریں

بادشاہ جو بڑا کام شروع کرتا اور جب کسی مہم پر جاتا تو اول قرآن شریف میں فال دیکھتا اور اُس پر عمل کرتا۔ اپنے ارٹے و تقوئیں اور فہمات کے سرانجام دینے میں ولیوں کے فرار و کئی نیا رت کرتا مشائخ کی خدمات میں جاتا اور اُن سے استدعا و باطنی کا طالب ہوتا۔ وہ تنگوں کو مانتا تھا۔ خواب کی تعبیر کو سچ جانتا تھا یہ سب میں وہ سالار مسعود کی فرار کی زیارت کو نہراچ میں گیا۔ وہاں کئی روز پھر ایک دن خواب میں دیکھا کہ سالار مسعود اُسکی ڈاڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں کہ اب تیری پیری آئی آخرت کی تیاری کر جب صبح ہوئی تو شاہ فیروز نے خانان مملکت و ملوک ملک کو مانسے اپنا سر منڈایا اس میں یہ اسرار بتایا کہ آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت نے آخر میں سر منڈایا تھا اور اُنکے سر منڈانے کے سبب سے اُنکے اصحاب نے بھی سر کے بالوں کو جڑا کیا تھا۔ اسی طرح

ایک آدھ جیتل کا جسکو آدھا کہتے تھے اور ایک پاؤنچیل کا جسکو بگہ کہتے تھے جاری کیا جس سے خرید و فروخت میں آسانی ہو گئی۔ ایک دفعہ دو مخبروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ حضور کے سکے ششگانی میں ایک جہ کی برابر کھوٹ ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر خان جہاں وزیر سے اس خبر کو کہا وزیر نے عرض کیا کہ بادشاہی سکے کا حال یا کرہ عورت کا سا ہے کہ اگر اُسکی عصمت میں جھوٹایا سچا ذرا سا بھی دھبہ لگ گیا تو پھر اُسکو خواہ وہ کیسی صاحب جمال و کمال ہو کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر اس کھوٹ کی تحقیقات علی الاعلان کی جائیگی اور واروئے کمال پر جرم ثابت ہوگا تو حضور کے سکے کا اعتبار بالکل اٹھ جائیگا اور پھر اُسکو کوئی ہاتھ میں نہیں لیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ خفیہ تحقیقات ہو۔ میر کمال کچر شاہ تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ تم اصل حال دریافت کرو کہ تمہارے اہلکاروں نے کھوٹ ملایا ہے یا نہیں۔ بعد تحقیقات کے کچر شاہ نے اصل حال وزیر سے کہہ دیا کہ کھوٹ ملایا گیا ہے پس اس کھوٹ کے چھپانے کے واسطے ساروں سے صلاح کی گئی انہوں نے یہ حکمت بتائی کہ ہم بادشاہ کے روبرو جتنے بلائے جائیں اور ایک جہ چاندی کسی کوئلہ کے اندر موم سے بند کر دیں جاکر ہم کوئلہ کو کھٹائی میں ڈال کر سکے کا کھرا ہونا بادشاہ کو دکھائیں گے چنانچہ یہ کام اسی طرح کیا گیا۔ اس واروئے کمال کی عزت رہ گئی اور اس کام کی جلد میں اُسکی خلعت عنایت ہوا اور اُسکو ہاتھی پر سوار کیا اور بازاروں میں اس کا گشت کرایا اور منادی کی گئی کہ سکے بالکل کھرا ہو مخبر قیدی میں ہے

دیوان خیرات و شفا خانہ کا بیان

سلطان فیروز نے لڑکیوں کی شادی کے لئے ایک دیوان خیرات مقرر کیا جن غریب آدمیوں کی لڑکیاں جو ان ہو جاتی ہیں اور وہ مفلسی کے سبب سے اُن کا کالج نہیں کر سکتے تو رات دن اُنکو فکر رہتا ہے۔ خوف کے مارے خدا سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے عزت کو بچائیو۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ جس مفلس کی بالغ لڑکی ہو وہ دیوان خیرات میں اپنے جال کو بیان کرے۔ عمدہ داران دیوان خیرات اس کی تحقیقات کر کے اُسکی حالت کے موافق اُسکو خیرات دیدیں۔ اول درجہ کے مفلسوں کو پچاس ٹنگہ۔ درجہ دوم کو تیس ٹنگہ۔ درجہ سوم کو بیس ٹنگہ۔ غرض اس خیرات سے ہزاروں لڑکیوں کی شادیاں ہو گئیں اس کا خیر ہے

ہر سال نیا خریداجانا۔ چارے کے موسم میں جامدار خانہ کے لئے چھ لاکھ ٹکے کا اور بہار و گرمی کے موسم کے لئے جدا اسباب مول لیا جاتا۔ علم خانہ میں ہر سال اتنی ہزار ٹکے کا۔ فراشناہ کے واسطے دولاکھ ٹکے کا اسباب خریداجاتا۔ ہر ایک کارخانہ کا اہتمام کسی خان یا ملک بزرگ کے سپرد ہوتا تھا۔ جامدار خانہ کا عمدہ ملک علی و ملک اسماعیل کو تھا۔ فیصل خانہ ملک شاہین کو اور سنگ خانہ ملک قصر بہرام کو علم خانہ و پایگاہ و رکاب خانہ ملک محمد حاجی کو زرا و خانہ و سلاح خانہ ملک مبارک کبیر اور ایسے ہی اور کارخانہ ملک و امرا کے سپرد تھے۔ بادشاہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں دو گوہر لطیف یا دو جوہر شریف ہیں۔ ایک گوہر اقطاعات و پرگنات و معاملات و دوسرا گوہر کارخانجات و محصولات۔ ان کارخانوں میں خرچ ہوتا ہے۔ میرے ایک کارخانہ کا خرچ ملتان کی آمدنی سے کم نہیں ہے۔ ان کل کارخانوں کا مہتمم خواجہ ابوالحسن تھا۔ سارے کارخانوں کی فرمائشیں اول اس پاس جاتیں۔ ان کارخانوں کے حساب کا دفتر جدا تھا۔ مگر وہ دیوان وزارت میں رہتا تھا۔ بادشاہ کے پانچ جگہ گھوڑوں کے اصطبل تھے اور دہلی کے آس پاس چند ہزار گھوڑے رہتے تھے۔ شتر خانے و دہات میں رہتے تھے ان دہات کی آمدنی انہیں خرچ ہوتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں سارے کارخانہ کارخانوں کا اطلاق کی آمدنی کا حساب نہایت درست رہتا۔ آمد و خرچ کا خوب محاسبہ لیا جاتا تھا مگر بادشاہ علم حساب سے بے بہرہ تھا اسلئے وہ دیدہ و دانستہ ان حسابوں میں چشم پوشی کرتا تھا۔ اہلکاروں کے ہاتھ میں یہ سارا حساب تھا۔

بادشاہی سکے

اس بادشاہ نے بہت طرح کے سکے چلاتے۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا ٹکے تھا اور باقی اور سکے تھے جنکے نام چھل و ہشت گانی۔ بست و پنج گانی۔ بست و چار گانی۔ دوازہ گانی۔ دہ گانی و ہشت گانی۔ بیشش گانی و یک جیت اور انکی قیمتیں ۴۸-۲۵-۲۴-۱۲-۱۰-۸-۶-۱ جیت تھیں۔ بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ خرید و فروخت میں جب خریدنے والوں اور بیچنے والوں کو ایک جیت سے کم کام پڑتا ہوگا تو انہیں آپس میں کیسے فیصلہ ہوتا ہوگا۔ اگر بیچنے والا کسی غریب خریدنے والے کو آدھا یا دو جیت واپس نہ کرتا ہوگا تو اسکا نقصان ہوتا ہوگا۔ اور اگر کوئی خریدار فروشنده کو آدھا یا دو جیت نہ دیتا ہوگا تو اس کا زیان ہوتا ہوگا۔ اسلئے اس نے دروازے کے

جب کوئی عمارت بنائی جاتی تو اس کے تخمینہ کی برآورد دیوان و زرات بناتا اور اس کا روپیہ خزانہ سے پہلے لجاتا کہ تعمیر عمارت میں روپیہ کے ہونے سے توقف نہ ہو۔

بادشاہ کا بیکار آدمیوں کو باکار کرنا

بادشاہ کا حکم تھا کہ شہر میں کسی کار و بھار کا آدمی بیکار ہو تو اس کا حال دریافت کر کے کو تو ال شہر بادشاہ کے رو برو لائے۔ کو تو ال شہر محلہ داروں سے ایسے بیکار آدمیوں کا حال تحقیق کرتا بعض ایسے بھلے مانس بھی بیکار ہوتے کہ مارے شرم کے اپنی احتیاج کو زبان پر نہ لاتے انکو اور اور آدمیوں کو جو اپنی بیکاری کا اظہار کرتے بعد تحقیقات کے کو تو ال بادشاہ سے رو برو لاتا۔ بادشاہ ہر بیکار کو حسب حیثیت برسر کار کر دیتا۔ اگر اہل قلم ہوتے تو کارخانوں میں بھیجتا اگر کوئی کارکن عاقل ہوتا تو اسکو خان جہاں کے حوالہ کرتا۔ اگر کوئی آدمی یہ درخواست کرتا کہ میں فلاں امیر کا غلام بننا چاہتا ہوں تو امیر سے بادشاہ سفارش کر دیتا اور اگر وہ کسی خاص جاگیر دار کا غلام بننا چاہتا تو اس جاگیر دار کے نام فرمان جاری کرتا۔ جہاں ان بیکاروں کا گروہ جمع ہوتا تو ان کو سکونت کے لئے مکانات ملتے۔ غرض بادشاہ یہ خوب جانتا تھا کہ آدمی بیکار رہنے سے کیا کیا خون جگر پیاتا ہے اسلئے ان پر یہ نوازش فرما کر انکے بچ و دم کو کم کرتا تھا۔

کارخانجات فیروز شاہی کے اسباب کی شرح

بادشاہی کارخانے چھتیس تھے۔ ہر کارخانہ کا خرچ سالانہ بہت کچھ تھا اس کے لئے اسباب بہت جمع کیا گیا تھا۔ انکے اسباب میں زرینیشمین و مرصع و مکمل اشیاء بھی ہوتی تھیں۔ یہ کارخانے دو طرح کے کہلاتے تھے ایک راجتی یعنی معمولی دوسرے غیر راجتی یعنی غیر معمولی۔ راجتی کارخانے یہ تھے فیل خانہ۔ پانگاہ یعنی صلیب۔ شرباب خانہ۔ شمع خانہ۔ شتر خانہ۔ لکھ خانہ۔ آبدار خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ ان راجتی کارخانوں کا خرچ ماہوار ایک لاکھ ساٹھ ہزار ٹنکہ کا تھا۔ اور اسباب اور ملازمین و شاگرد و پیشہ کی شاہروں کا خرچ بھی اس قدر اور تھا۔ غیر راجتی کارخانے یہ تھے خانہ بدو خانہ بدو خانہ۔ بلاکش خانہ۔ رکاب خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ انہیں اسباب

بادشاہ اول اسکا شکار کرتا بعد اُسکے کبھی اور شکار کے درپے ہوتا۔

رفاہ عام کی عمارات

دہلی میں جتنے بادشاہ اب تک تخت پر بیٹھے تھے ان سب پر فیروز شاہ عمارات رفاه عام کے بنانے میں سبقت لیگیا۔ اُس نے شہر حصار کو شک۔ بان۔ بندھ۔ مساجد مقبرے بہت تعمیر کئے۔ نہیں سے مشہور شہروں۔ فیروزہ حصار فتح آباد کے بنانے کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے سوا یہ نئے شہر اور آباد کئے۔ فیروز آباد۔ فیروز آباد ہارنی کہیڑہ۔ تغلق پور کا سہ۔ تغلق پور بلوک کوٹ جون پور اُنکے سوار اور مقامات میں بھی آرام اور ٹھہرنے کے لئے حصار محکم و متحکم بنائے۔ اُس نے یہ کو شک (محل) تعمیر کرائے۔ فیروز کو شک۔ نزول کو شک مہندواری۔ کو شک شہر حصار فیروزہ۔ کو شک فتح آباد۔ کو شک جو پور۔ کو شک شکار۔ کو شک بند فتح خاں۔ کو شک سالورہ۔ اور مضبوط بندھ بنائے۔ بند فتح خاں۔ بند لجاجس میں آب زمزم ڈالا۔ بند مہ پالپور۔ بند شکر خاں۔ بند سالورہ بند وزیر آباد۔ دار و صادر کے لئے خانقاہیں اور سراپیں تعمیر کیں۔ دہلی اور فیروز آباد میں اس نے ایک سو بیس خانقاہیں بندگان خدا کی آسائش کے لئے بنائیں۔ سال کے تین سو ساٹھ دن میں کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ وہ معمور نہ ہوتیں۔ اور انہیں بادشاہ کی طرف سے مسافروں کی خاطر دای اور غریب نوازی نہوتی۔ ان خانقاہوں کے سنی متولی و عمدہ دارمقین تھے اور خزانہ شاہی سے ان کا خرچ نقد ملتا تھا۔ ملک غازی شحمہ میر عمارت تھا وہ تعمیر کے کام سے خوب ماہر تھا اور عبدالحق عرف جابر سوندھارا اسکا نائب تھا۔ ہر قسم کے کاریگروں جو ب تراشوں۔ سنگ تراشوں۔ آہنگر وغیرہ شحمہ مفت رہتا۔ اُس نے پہلے سلاطین کے مقبروں کی اور مشائخ کے مزاروں کی مرمت بھی کرائی۔ بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ بزرگان دین کو دہات و زمین وقف کر دیتے تھے کہ اُنکی آمدنی سے وہ مقابر و مدارس میں خیر خیرات جاری رکھیں یہ سب دہات خراب و ویران ہو گئے تھے اور متولی اُنکی آمدنی سے محروم ہو گئے تھے۔ اور مقبرے شکستہ پڑے تھے بادشاہ نے ان دہات کو آباد کیا، مقبروں کی مرمت کر کے پہلے سے اُنکو اچھا بنا دیا متولیوں کو جو ان اوقات سے محروم ہو گئے تھے بحال کر دیا۔

مینار کو اپنی جگہ سے نہیں اُٹھ کر سکے گا مگر ایک مسلمان بادشاہ فیروز شاہ نامی پیدا ہو گا وہ اُسکو اپنی جگہ سے ہلائے گا۔ اس عبارت کا حال کسی ضمیمہ میں لکھیں گے۔ تیمور جب آیا ہے تو اُس نے ان دو میناروں کو دیکھ کر کہا کہ فیروز شاہ کے سوار کسی بادشاہ نے ان میناروں کی برابر دیر پا یادگار نہیں بنائی شمس سراج نے اپنی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے شریف زادوں نے یہ روایت کی کہ یہ نیلین مینار بحیم کے ہاتھ کی لائٹھیاں تھیں بحیم بڑا پہلوان اور عظیم القامت تھا۔ ہاتھوں کو مشرق سے مغرب میں پھینک دیتا تھا۔ ہندو کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہزار من روز اسکی خوراک تھی۔ کوئی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس تمام حصے میں ہندو رہتے تھے اور آپس میں لڑتے تھے بحیم کے پانچ بھائی تھے۔ سب میں وہی زیادہ بلوان تھا وہ مویشی اپنے بھائیوں کے چرایا کرتا تھا اور ان لائٹھوں سے مویشیوں کو جمع کیا کرتا تھا۔ ان دونوں میں مویشیوں کے قد و قامت بھی مثل اور مخلوق کے بڑے تھے۔ جنکے ہکانے کی یہ لائٹھیاں تھیں جب بحیم مر گیا تو ان لائٹھوں کو گاڑ دیا کہ اُسکی یادگار رہیں ضمیمہ میں ان میناروں کا حال پڑھو تو اُس سے تمکو معلوم ہو گا کہ اس زمانہ کی اور پہلے زمانہ کی تحقیقاتوں میں کیا زمین آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کے شکار کا حال

بادشاہ ایام طفلی سے شکار پر عاشق تھا۔ سلطان محمد شاہ تغلق اُسکو سمجھایا کرتا تھا کہ شکار کے سبب سے تو بہت بیکار رہتا ہے اور چڑیاؤں کے پیچھے ملک داری کے کاموں سے باز رہتا ہے مگر اُسکو تو شکار کی دہشت تھی وہ کب چھوٹ سکتی تھی۔ اس کے شکار کی تفصیل کے لئے تو ایک شکار نامہ کے تصنیف کی ضرورت ہے مگر بالا اجمال یہ کیفیت ہے کہ اُس نے شکاری درندے چیتے و سیاہ گوش بہت سے شکار کھیلنے کے لئے جمع کئے تھے تعجب یہ ہے کہ چند شیر بھی اُسکے پاس شکاری رہتے تھے اور شکاری پرندے شاہین باز جڑہ بیری بکثرت تھے۔ وہ موسم گرما میں دیہال پورا اور سردی کے درمیان کہ خشک ملک ہے گور خر کا شکار کھیلنے کو اور موسم سرما میں بدایوں اور آنولہ میں ہرنوں اور نیل گایوں کے شکار کو جاتا تھا۔ یہاں یہ جانور کثرت سے ہوتے تھے۔ زمین یہاں کی زرخیز تھی مگر فقط بادشاہ کے شکاروں کے موٹا تازہ بنانے کے لئے جنگل بن رہی تھی۔ اگر کسی جنگل میں شہ ہوتا تو

پاس تھی اس طرح بہ ہزار محنت دجا لگا ہی اُسکو دریا کے کنارہ پر لائے۔ یہاں بڑی بڑی کشتیاں جن میں سے بعض میں سات ہزار اور بعض میں پانچ ہزار من غلہ آتا تھا اور جو چھوٹی کشتیاں بھی تھیں انہیں سے دو ہزار من موجود تھیں۔ بڑی حکمت اور صنعت سے ان کشتیوں میں مینار کو رکھا بادشاہ خود یہاں موجود تھا۔ یہ کشتیاں فیروز آباد میں آئیں۔ پھر مینار کشتی سے اُتار کر بڑی کھیتوں سے فیروز آباد میں پہنچایا گیا۔ جامع مسجد کے قریب پتھر دوچرے کی ایک عمارت صنایع معماروں نے بنایا یہ دار بنائی۔ جب ایک پایہ بنجا تو مینار اُس پر چڑھایا جاتا۔ پھر دوسرا پایہ بنایا جاتا اُس پر مینار بلند کیا جاتا غرض اسی طرح ارتقاء مطلوب پر اُسکو مرتفع کیا۔ یہاں اُسکے سیدھے کھڑا کرنے میں بڑی حکمت خرچ کی گئی کہ بڑے بڑے موٹے رستے اور چرخ لگائے گئے۔ رستے کا ایک سر مینار پر باندھا گیا اور دوسرا سر اچرخ پر لگایا گیا اور چرخ پھرایا گیا جس سے مینار آدھ گز بلند ہوتا۔ پھر اُسکے نیچے سیمھل دینی کے تکتے لگائے گئے اور پھر آدھ گز وہ اونچا اٹھایا جاتا۔ اس طرح کئی روز میں عمود وار اُسکو سیدھا کھڑا کیا۔ اُسکے گرد لمٹھوں کی اردواریں اور پارٹیں باندھی گئیں وہ کسی طرف جھک نہ جائے۔ وہی چو کو پتھر جو اُسکے نیچے سے نکالا تھا یہاں بھی اُسکے نیچے رکھا گیا۔ مینار کے گرد سنگ مرمر اور عباسی کام کیا گیا اور چوٹی پر سونے کا کلس لگایا گیا۔ اسلئے اسکا نام مینار زریں مشہور ہوا۔ اب بھی وہ دہلی میں کوٹنگ فیروز شاہ میں جبکو کوئلہ کتے ہیں موجود ہے اور فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہے۔ تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عقیف میں لکھا ہے کہ اس کا طول ۳۲ گز تھا جس میں سے آٹھ گز زمین کے اندر اور چوبیس گز باہر تھا مگر بالفعل جس صورت سے وہ کھڑا ہے اُس کا کل طول ۴۲ فٹ ۷ انچ ہے اور اُس میں سے ۴ فٹ ۷ انچ دبا ہوا ہے۔ دو آبہ میں میرٹھ کے اندر ایک اور مینار ایسا ہی کھڑا تھا وہ پہلے مینار سے چھوٹا تھا اُسکو بھی بادشاہ نے اکھڑا کے اسی طرح کو شک شکار میں لگایا اور بڑا جشن شاہانہ کیا۔ شربت کی سبیل لگائی جو لوگ اُسکی سیر دیکھنے آئے اُنکو شربت پلا یا۔ بادشاہ مسخر سیر کے عہد میں بارود کے اڑنے سے اُسکے پانچ ٹکڑے ہو گئے تھے۔ مگر اب انکو یزوں نے اُسے پھر جو کر دہلی میں ہندو راؤ کے بارے میں قایم کیا ہے ان میناروں پر کچھ عبارت بھی کندہ تھی۔ فیروز شاہ نے بہت پڑت اور سپورٹے بلاتے مگر کسی سے وہ نہ پڑھی گئی۔ ایک پڑت ہے بادشاہ سے یہ ایک ڈھکوسلا کھڑو یا کہ اس کندر عبارت کا مضمون ہے کہ کوئی بادشاہ

ملکت عماد الملک بڑھا ہو گیا تھا اُسکے عہد دیوان عرض کا کام اُس کا بیٹا ملک اسحاق کرتا تھا اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی سپاہ میں آدمی بوڑھے ضعیف اور نیکے بہت ہیں اُنکو حضور بر طرف فرما کر اُنکی جگہ اُنکے بیٹوں یا غیر آدمیوں کو جو جوان قوی ہوں ملائم فرمائیں۔ اس پر بادشاہ نے فرمایا کہ یہ تو نے خوب بات عرض کی کہ جب کوئی بوڑھا ہو جائے تو اُسکی جگہ اُس کا بیٹا یا کوئی غیر آدمی مقرر کیا جائے دونوں صورتوں میں بوڑھے کی کمبختی ہے تبسیرا باپ بشیر بوڑھا ہو گیا ہے اول تو اُسکو موقوف کر میں پھر اور بڑھو نکو بر طرف کر دوں گا۔ اسحاق یہ سن کر گنگا ہو گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر بڑھو کی جگہ اُنکے بیٹے مقرر کئے جائیں گے تو وہ نافرمانی کر کے باپ کو ستائیں گے۔ اس زمانہ میں اولاد سعادتمند کم ہوتی ہے پس بہتر یہ ہو گا کہ جب کوئی سپہی معمر ہو جائے تو اُسکی بجائے اُس کا بیٹا سواری میں آئے اگر سپہ نہ ہو تو داماد اور داماد نہ ہو تو غلام تاکہ بڑھے گھر میں آرام سے بیٹھیں اور جوان اُنکی نیابت کریں۔

رسم است کہ مالکان خسرو آزاد کنند بندہ پیر

منار ہائے سنگین کا دہلی میں لانا

جب ٹھٹھ کی مہم سے بادشاہ فارغ ہو کر دہلی میں آیا تو وہ اپنی دار السلطنت کو اس پاس سیر و شکار کرتا پھر تاحقادہ سالورہ و خضر آباد میں جو دہلی سے نوے کوس ہے گیا تو اُس نے موضع تورہ میں ایک سنگین مینار دیکھا جو پانڈونکے عہد سے وہاں کھڑا تھا مگر کسی بادشاہ نے اس پر توجہ نہیں کی۔ مگر اس نے ارادہ کیا کہ اُسے اکھیر کر دہلی لیجاؤں اور وہاں اسے قائم کروں کہ وہ میری یادگار رہے۔ اُس نے اُسکے اس پاس کے دو آبہ کے اور غیر دو آبہ کے پیادے و سوار و بلیدار بلاتے کہ اُسکے اکھیرنے کے اوزار لائیں۔ سیمل کی روٹی کے ڈھیر کے ڈھیر لگائے جس مینار کے گرد سے پانوں تک اس روٹی کو لپیٹا اور اُسکے گرد زمین گھنود سیمل کی روٹی کے تکیے بچھوائے اور اس پر مینار کو ٹھیک کیا۔ پھر روٹی نکال کر اُسکو زمین پر چپ لٹایا۔ اُسکی بنیاد کے نیچے ایک بڑا چوکور چتر تھا اُسکو بھی کوہدر نکال لیا۔ پھر مینار کو پچوس اور ستر گنڈوں و پوست خام میں لپیٹا تاکہ کوئی عدمہ اُسکو نہ پہنچے۔ پھر ایک چھکرا بیا لیس پٹیوں کا تیار کیا۔ اور ہر پٹی کے دھڑے میں دس مرن کا مضبوط رستا باندھا ہر رستہ کو دو سو آدمیوں نے کھینچا۔ جنہاں سے

سپاہ کے حالات

اس بادشاہ کی سپاہ میں کبھی اسی ہزار سوار کبھی نوے ہزار سوار رہتے تھے۔ ان سواروں کے سوار غلام سوار اور تھے۔ سال بھر یہ سوار خدمات پر مامور رہتے تھے۔ اور آخر سال میں اپنی موجودات دیتے تھے۔ اکثر کم قیمت ٹیو دیوان میں سوار لاتے اور سنبھلیا کے گھوڑے کام کے قابل ہیں۔ بادشاہ کو اکثر اسکی خبر ہوئی مگر اُس نے کچھ خبر نہ لی جب سال ختم ہو جاتا اور بہت سے سوار ایسے ہوتے کہ وہ اپنے گھوڑے کا چہرہ لکھوانے نہ آتے تو انکو دو مہینے کی مدت دیتا کہ اس عرصہ میں وہ اپنے گھوڑے لائیں۔ اگر اس عرصہ میں بھی وہ گھوڑے نہ لاتے تو بادشاہ کو پھر خبر دی جاتی۔ ملک رضی جو فرشتہ صفت تھا وہ عارض ممالک یعنی بخشی فوج تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ سپاہی جو گھوڑے نہیں پیش کرتے اُس کا سبب یہ ہے کہ وہ صنباغ میں اپنے اطلاق کو (مقدار مشاہرہ) جو اقطاع پر متعین ہے لینے جاتے ہیں یا کسی اور کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں جب وہ فارغ ہو کر شہر میں آتے ہیں تو سال ختم ہو جاتا ہے اسلئے یہ غریب ایک آفت میں آجاتے ہیں اور بہت سے ان میں سے اور کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ سکر بادشاہ نے حکم نافذ کیا کہ جب ایسا ہو کہ کوئی سوار اقطاع میں گیا ہوا ہو تو وہاں کے اقطاع دار کو اپنا گھوڑا معائنہ کرادیا کرے کہ وہ ساری تکلیفوں سے بچے۔ بادشاہ کے اس حکم میں سپاہ پر شفقت مآرنا و بردارنا پائی جاتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ سے ایک سوار نے آنکر عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑا نہیں ہے بادشاہ نے کہا کہ دفتر میں جاؤ محروروں سے کہہ سکر اپنا معاملہ کر لو اسلئے عرض کیا کہ غضب یہی ہے کہ محروروں سے معاملہ کرنے کے لئے گرہ میں کوڑی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ معاملہ کرنے کے لئے تجھے کیا درکار ہے اُس نے کہا ایک سونے کا ٹنڈ بادشاہ نے جیب خاص سے اسکو وہ عنایت کیا۔ اُس نے جا کر حرر کی نذر کیا۔ وہاں سے گھوڑے کی سند ملگئی۔ بادشاہ کو آنکر اُس نے وہ دکھائی۔ پہلے زمانہ میں بادشاہوں کی ایسے کاموں کی تعریف بہت ہوتی تھی مگر اس زمانہ میں یہ کام اچھے نہیں سمجھے جاتے۔

تیسرے عہد الملک کا بادشاہ سپاہ کی باب میں عرض کرنا اور بادشاہ جواب چوٹ پانا

کے مناسب و زمرہ امراء و ملوک میں انکی کامرانی کہ اندازہ کے موافق اور معاہدہ میں
 اُنکے راحت حالی کے اندازہ کے مطابق منقسم تھا اور وجہ دار لشکر کو اتنی زمین دی جاتی
 تھی جسکی آمدنی سے وہ فرائع البالی سے زندگی بسر کریں اور غیر وجہ دار سپاہیوں کو خزانہ
 شاہی سے نقد تنخواہ ملتی تھی اور جن سپاہیوں کو اس طرح مشاہرہ نہیں ملتا تھا انکا مشاہرہ
 اقطاع کی آمدنی پر اطلاق یعنی مقرر کیا جاتا تھا جب وجہ دار سپاہیوں کا اطلاق اقطاع
 پر ہوتا تو وہ اقطاع دار سے زمین کی آمدنی کا نصف لے لیتا۔ اس زمانہ میں بعض آدمی ان
 اطلاقات کو خرید لیتے تھے اور اُس سے طرفین کو فائدہ ہوتا تھا۔ وہ ایک ہتائی شہر میں سپاہیوں کو
 دیدیتے تھے اور نصف اقطاع میں لے لیتے تھے بہت سے خریدار اس طرح اطلاق کے خریدنے
 سے بڑے مالدار ہو گئے تھے اور یہ ایک تجارت پر نفع ہوا کرتی تھی۔

فیروز شاہ نے ممالک کا محصول تمام خلافت پر تقسیم کر دیا تھا۔ ملک کو پرگنات اقطاع
 میں بانٹا تھا۔ خاں جہاں کی ذات خاص کا تیرہ لاکھ ٹنکہ مشاہرہ تھا جس کے عوض میں بہت
 سے اقطاع دہر گئے ملے ہوئے تھے اُسکی سپاہ اور اولاد اور اصحاب کا مشاہرہ اسکے
 سوا تھا۔ اور امراء و ملوک و خوانین کو انکی لیاقت کے موافق مشاہرہ ملتا تھا کسی کو آٹھ لاکھ
 ٹنکہ کسی کو چھ لاکھ ٹنکہ کسی کو چار لاکھ ٹنکہ۔ اُسکے زمانہ میں کل خوانین و ملوک غنی ہو گئے
 تھے ہر ایک کے پاس دولت و زر و جواہر اور الماس قیمتی موجود تھے جب ملک شاہین شہنہ
 جو نائب امیر مجلس خاص کا تھا مر گیا تو اُس کے گھر میں سے پچاس لاکھ ٹنکہ نقد نکلا اسکے سوا
 قیمتی گھوڑے اور جواہر بہت سے تھے۔ عماد الملک بشیر سلطانی کی دولت مشہور ہے کہ
 نقد روپے کے رکھنے کے واسطے ڈھائی ہزار ٹنکہ کے ٹاٹ کے تھیلے خریدے گئے تھے
 ایک ٹاٹ کا تھیلہ چار جیل کو آتا تھا۔ جب ان تھیلوں میں روپیہ کا بھرنا مصلحت نہ ٹھہرا
 تو زمین میں اُسکو غلہ کی طرح کھستوں میں بھر دیا۔ سترہ کروڑ ٹنکہ اس کے پاس نقد
 تھا اس سبب سے یہ سلطنت مدت تک لوگوں کی یاد سے فراموش نہ ہوئی۔ جب تک
 اس سلطنت کے لوگ زندہ رہے بحسرت اُنس کو یاد کرتے رہے۔

اشیاء ایسی نہ تھی کہ سلطان علاء الدین کے عہد کی ارزانی کو جو سب مسلمان بادشاہوں کے عہد سے زیادہ تھی خلقت بھول گئی تھی۔ سلطان علاء الدین کے عہد سلطنت میں لکھا ہنر کہ کس کس انتظام اور تکلفات سے یہ ارزانی ہوتی تھی۔ مگر اس بادشاہ کے عہد میں بتائید الہی یہ ارزانی ہوتی اناج ایسا سستا بکتا تھا کہ دہلی میں گھوٹ آٹھ جیل فی من اور جوار اور جو چار جیل فی من۔ شکر میں ایک شخص اپنے گھوڑے کو دلا ہوا اناج دس سیر ایک جیل کو خرید کر کے کھلاتا تھا۔ سب طرح کا کھپڑا سستا بکتا تھا۔ سفید شیشی کپڑا متوسط قیمت پر بکتا تھا۔ جب ان اشیاء کی ارزانی ہوتی تھی کہ ٹھانیاں بنتی ہیں تو بادشاہ نے مٹھائی کے سستا بچنے کا حکم دیدیا۔ اگر کبھی بارش کی کمی ہونے کے سبب سے اناج گراں ہوتا تو تھوڑے دنوں کے لئے ایک ٹنکہ فی من قیمت بڑھ جاتی اس بادشاہ کے عہد میں چالیس برس تک نہ قحط نے اپنا منہ دکھایا نہ خلقت نے اس کا منہ دیکھا۔ کبھی گرائی نہ تھی یہی حل زراعت و آبادی کی ترقی کا تھا کہ دو آبہ میں کوہ سکرو دہ و کھرلہ سے کول تک ایک گائوں بھی براستے نام غیر آباد نہ تھا۔ اور ایک چھ بھڑ زمین زراعت سے خالی نہ تھی۔ دو آبہ کے درمیان بادوں پر گئے تھے جیسے وہ آباد تھے ایسے ہر اقطاع و شق (قسمت) آباد تھی سامانہ کی شق میں ایک ایک گائوں کے اندر چار چار گائوں آباد تھے۔ جسکی رعایا بڑی بفکری سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔

سلطان فیروز شاہ کو باغوں کے لگانے کا بڑا شوق تھا۔ دہلی کے آس پاس اس نے بارہ سو باغ لگائے تھے جو باغات پہلے وقت لوگوں کے پاس تھے انکو بتیخص قیمت دیدیے سلطان علاء الدین نے جو میں باغ لگائے تھے انکو بھی اپنی سعی سے بحال کر کے نہال کر دیا۔ سلورہ کے قریب انٹی باغ تھے چوڑے قریب چوالیس باغ لگائے ہر ایک باغ میں سیاہ و سفید انگور سات قسم کے ہوتے تھے اور ایک جیل سیر بکتے تھے۔ ان باغوں میں بہت طرح کے میوے ہوتے تھے اور انکی آمدنی بادشاہی خزانہ میں انٹی ہزار ٹنکہ داخل ہوتی۔ سوار انکے حق مالکانہ اور باغبانوں کی تنخواہ انکی آمدنی میں سے دی جاتی تھی۔

اس بادشاہ کے عہد سلطنت میں دو آبہ کی آمدنی انٹی لاکھ ٹنکہ تھی اور ملک دہلی کی آمدنی چھ کروڑ پچاسی لاکھ ٹنکہ تھی۔ اگرچہ سلطان نے اپنے عہد دولت میں دہانی کے سبب سے ملک دہلی کو مختصر رکھا مگر اس پر بھی اسقدر محصول حاصل ہوتا تھا۔ یہ کل حاصلات خانوں میں انکا خانی

فیروز شاہ کا دربار میں بیٹھنا

دربار شاہی تین محلوں میں ہوتا تھا محلِ صحن گلی۔ اس کا نام محلِ کمنہ یعنی محلِ انکور بھی تھا۔ دوسرا محلِ چھچھو چوہیں۔ سوم محلِ بارعام اسکو محلِ صحنِ میانگی بھی کہتے تھے۔ اول محلِ خوانین۔ ملوک و امرا و معارف ذی مرتبہ بعض اہل قلم سے مخصوص تھا۔ محلِ چوہیں امرا و خاص الخاص سے مخصوص تھا۔ محلِ میانگی عام خلایق کے واسطے تھا۔

دہلی میں فیروز شاہ نے رہنا چھوڑ دیا تھا وہ فیروز آباد میں رہتا تھا جب اسکو کسی دربار کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ یہاں آجاتا تھا۔ خان جہاں دزیر تخت کے نزدیک دائیں طرف بیٹھا۔ امیر عظم۔ امیر احمد اقبال دزیر کے پیچھے ایک زانو بیٹھا۔ غرض کل امرا کے واسطے جگہیں مقرر تھیں۔ شیخ الاسلام جب آتا تو اسکا استقبال کیا جاتا۔

امرا و ملوک کی ہجرت و مسرت

سلطان فیروز شاہ کی سلطنت میں کل خاندانِ عظام۔ ملوک اہل اکرام۔ معارف اہل احتشام۔ زمرہ محرران خوش کلام۔ غرض سب اشخاص خواص و عوام۔ آزاد و غلام خوش و خرم بنیم رہتے تھے اور آرام و بفکری سے زندگی بسر کرتے تھے۔ غریبوں کی آسودہ حالی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کر دیتے تھے۔ امرا کو اسقدر بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا کہ انکے ہاں بادشاہی کا رخانے جاری تھے۔ اقطاع۔ پرگنہ۔ قصبہ۔ قریے۔ باغات ہر ایک پاس تھے جنکی آمدنی سے وہ کالا مال ہوتا تھا۔ جب بادشاہ کی سواری لشکر کے ساتھ چلتی تو ہر خمیہ میں ناچ گانا ہوتا اور خلعت ایسی خوش و آسودہ حال رہتی کہ لشکر سے اسکا جی اپنے گھر جانے کو نہ چاہتا۔ اور ہزاروں مسلمان اسکے ساتھ اپنی مصلحت دیکر بھرتے۔ مگر بعد بادشاہ کی وفات کے دہلی زبردست ہو گئی۔ اسکے چمن و آرام کا ورق الٹ گیا جن آدمیوں نے اس عہد کو دیکھا تھا وہ اسکو ہمیشہ یاد کرتے تھے اور کہی نہیں بھولتے تھے

ارزانی اشیا و فراخ سالی و ملک کی آمدنی

ایسی بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دلی ہی نہیں بلکہ ساری اسکی مملکت میں ارزانی

بند و بست فیاضانہ کر دیا۔ بعض غلاموں کو سپاہ میں بھرتی کر کے دہات عنایت کیے۔ غلاموں کو جو شہر میں رہے ان کا مشاہرہ مقرر کر دیا جسکی شرح سو چالیس تیس بیس دس ٹنگہ تھی۔ دس ٹنگہ سے کم کسی کا مشاہرہ نہ تھا۔ شش ماہی۔ پھر ماہی و سہ ماہی دو و ماہی میں انکو یہ مشاہرہ نقد ملتا تھا اور اس میں کچھ کوتاہی نہیں ہوتی تھی۔ بادشاہ ان غلاموں کو سب طرح کا کام سکھواتا۔ کیکو قرآن شریف حفظ کرتا۔ کسی کو فنیہ و محدث بنواتا۔ کیکو خانہ کعبہ کو بھجواتا وہاں مطوف بناتا کسی کو خوشنویس بناتا۔ کسی کو سپاہگری سکھاتا۔ غرض دنیا کا کوئی پیشہ و حرفہ باقی نہ تھا جو کس غلام نہ سیکھتے ہوں۔ بارہ ہزار غلام اہل حرفہ تھے ایک لاکھ اسی ہزار غلام تھے۔ انکا دفتر ہی بادشاہ نے جدا مقرر کر دیا۔ مجموعہ دار۔ خزانہ۔ دیوان اعلیٰ دربارت سے یہ سب اصحاب بندگان علیحدہ تھے۔ جب بادشاہ سوار ہوتا تو یہ غلام اسکی سواری کے آگے اس ترتیب سے ساتھ ہوتے سب سی آگے تیر انداز۔ پھر تیغدار ہزار ہزار۔ پھر بندگان نبرد۔ پھر بندگان باہلی ہیل کی پیٹھ پر سوار اور سواری کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلتے۔ ان غلاموں کی یلچرت تھی کہ تمام کارخانہ جات شاہی میں مثل آبدار خانہ مطبخ وغیرہ میں انکی بھرتی تھی پہلے کسی بادشاہ نے اتنے غلام نہیں جمع کئے تھے سلطان علاء الدین کو یہی غلاموں کا بڑا شوق تھا کہ اس پاس بچا پس ہزار غلام تھے۔ ملوک و امراء کو یہ غلام پہرہ کئے جاتے کہ وہ انکو اپنا کام سکھائیں۔ یہ امیر اپنی اولاد کی طرح انکی تعلیم و تربیت کرتے۔ ہر سال انکو اپنے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لے جاتے اور انکی لیاقت و ہنرمندی کی کیفیت عرض کرتے بادشاہ اس کیفیت کو بڑے شوق سے سنتا۔ مگر زمانہ کا انقلاب ایسا ہی کہ جو غلام اس ناز و نعمت کے ساتھ تربیت و تعلیم پاتے تھے بعد بادشاہ کی وفات کے انکی گردنیں پھٹیں اور ان پر تیر تواریں پھرتی تھیں۔

فیروز شاہ کی واسطے خلیفہ کا خلعت آنا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے لئے خلیفہ جب خلعت بھیجا تو اسکی تعظیم کا کیا کچھ سامان کیا جاتا تھا۔ اب پھر خلیفہ نے ایک خلعت سلطان فیروز شاہ کے لئے دوسرا خلعت فتح خاں کے واسطے اور تیسرا خلعت خاں جہاں کے لئے بھیجا۔ انکی نہایت تعظیم کی گئی۔ اور خوشنویس خرمی کا جشن ہوا

سلطان نے انکو جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ان بہ بختوں کو میری نافرمانی کی سزا دی ہے کہ انکو ہندوؤں کو مطیع بنایا ہے۔ میری سپاہ بالفعل مہات عظیم کو سرانجام کر کے آتی ہے ہاری کھلی ہوئی ہے جب آرام پا کر تازہ دم ہو جائیگی تو میں مہر کی طرف آنے کا قصد کر دوں گا۔ بالفعل نہیں جا سکتا یہ لکھراچھوئیں کو واپس کیا اس بادشاہ کی نرم دلی کے سبب سے ملک بنگالہ اور ملک دکن بھی کی بادشاہی کی اطاعت سے ہلکے آزاد ہو گئے۔ فقط برائے نام سالانہ نذرانہ بھیج دیتے تھے اور وہی کے بادشاہ کی بزرگی اتنی مانتے تھے۔

بادشاہ کا اہتمام غلاموں کے جمع کرنے میں

بادشاہ کو غلاموں کے جمع کرنے کا شوق ایسا تھا کہ اُس نے اپنے جاگیرداروں اور عمدہ داروں کو تاکیدِ احکم دے رکھا تھا کہ جہاں لڑائی میں انکو غلام ہاتھ آئیں انہیں سے انتخاب کر کے اچھے اچھے بارگاہ شاہی میں بھجوائیں۔ جب غلاموں کے جمع کرنے میں بادشاہ کا یہ اہتمام ہوا تو چاروں طرف جاگیرداروں نے خوبصورت و چیدہ و آیل غلاموں کو آراستہ پیراستہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا پہلے قاعدہ تھا کہ بادشاہ کی پائے بوسی کے لئے جب جاگیردار آتے تو بقدر استطاعت وہ اجناس لطیفہ اشیاء نفیسہ سب قسم کی بادشاہ کی نذر میں دیتے تھے انکو اسکی قیمت نہ ملتی تھی مگر اس بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ جاگیرداروں کا خرچ بہت ہے یہ حکم دیا کہ نذر کی اجناس کی قیمت کا تخمینہ کیا جائے اور جو تخمینہ قیمت ہو وہ جاگیر کے محصول میں سے منہا دیا جائے۔ نذر میں جو غلام گزرتے انکی قیمت جاگیرداروں کو ملجاتی چالیس سال تک یہ قاعدہ جاری رہا۔ اس قانون سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ بادشاہ کے لائق نذر گزرتی دوم جاگیردار کی حرمت ہوگی۔ جو جاگیردار زیادہ غلام نذر کرتے انپر بادشاہ بہت عنایت کرتا اور جو غلام کم نذر میں دیتے ان پر کم مہربان ہوتا۔ پس جب جاگیرداروں نے بادشاہ کا حال یہ دیکھا تو انہوں نے غلاموں کے جمع کرنے کو اپنے سب کاموں پر مقدم جانا بادشاہ پاس ہر سال غلاموں کا اٹھ دہام زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ بادشاہ اس بھیڑ کو اس طرح چھٹا سکا کہ ملتان، دیپال پور، حصار فیروزہ، سامانہ، گجرات اور تمام اقطاع میں انکو بھیج دیا۔ اور انکی پرورش کا

بادشاہ کی وفات

بعد اس ہنگامے کے تھوڑے دن گزرے تھے کہ ۳۰ رمضان المبارک ۷۸۵ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۳۸۳ء میں فیروز شاہ نے اس جہان کی کشمکش سے رہائی پائی تو وفات فیروز مرنے کی تیاری ہوئی تو بے برس کی عمر تھی اور چالیس برس کے قریب سلطنت کی۔ یہ بادشاہ بھی دلی کے تخت پر ایسا گذرا ہے کہ اُسکی ہر ایک بات قابل توجہ ہے گو فتوحات ملکی اعتبار سے اُس کی سلطنت بڑی نہ شمار کی جاتے۔ مگر اور رفاہ عام کے کاموں کے اعتبار سے بڑے رتبے اور شان کی بادشاہت تھی اُسکی سلطنت کے مختلف حالات اب ہم کہتے ہیں۔

طاس گھڑیاں کا ایجاد

بادشاہ نے بہت سی عجیب چیزیں ایجاد کی تھیں ان میں ایک طاس گھڑیاں تھا جسکی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر ساعت کہ بر وقت طاس میزند۔ نقصان عمر میثود آن یاد میسر ہند ناموں کے اوقات۔ روزہ کو ملنے کا وقت۔ سایہ کا حال۔ شب و روز کے گھٹنے بڑھنے کا حال اس سے معلوم ہوتا تھا۔ فیروز آباد میں جہاں یہ گھڑیاں لگایا گیا تھا اُس کے دیکھنے کے لئے خلایق کا ہجوم رہتا تھا۔

مہمات جنگی سے فیروز شاہ کا باز رہنا

بادشاہ انتظام ملکی میں مصروف تھا کہ اس پاس معبر (بالا بار) سے قاصد آئے اور یہ استغاثہ و شکایت لائے کہ معبر میں قربت حسین بادشاہ تھا۔ جب سلطان محمد تغلق شاہ کی وفات کے بعد فیروز شاہ بادشاہ ہوا۔ اسکے فرمان معبر میں بھیجے گئے تو وہاں کے لوگوں نے اُسکی اطاعت نہ کی اور قربت حسین کو اپنا جدا بادشاہ مقرر کر لیا۔ یہ بادشاہ ایسا نالایق ہوا کہ دربار میں ہاتھ پانوں میں عورتوں کا زیور پہنتا تھا۔ اور ایسی ہی بیہودہ حرکتوں سے ایسا بدنام ہوا کہ رعایا نے سرکشی کی۔ ہمسایہ کے رئیسوں میں سے بکن نے معبر کو فتح کیا اور قربت حسین کو قید کر لیا۔ جہاں پہلے مسلمان فرمانروائی کرتے تھے وہاں اب ہندو بادشاہی کرنے لگے مسلمان اور انکی عورتوں کو ستانے لگے۔ اب وہاں کو دعایا چاہتی ہے کہ بادشاہ یہاں آنکر انکو اس بلا سے نجات دے۔

کچھ دم باقی نہ تھا۔ سب اسباب شاہی اور شاہی بیٹے کے حوالے جیتے جی کی۔ اور ناصر الدین محمد شاہ کا خطاب دیا۔ اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا۔ اور یاد الہی میں مصروف ہوا۔

یہ بیٹے میں یہ شاہزادہ تخت شاہی پر بیٹھا اور حکم دیا کہ جمد کو خطبہ دو نوں بادشاہوں کے نام کا پڑھنا چاہیے۔ باپ کے سب ملازموں کو بدستور برقرار رکھا۔ ملک یعقوب آخر بیگ کہ امرا معتبر میں سے تھا سکندر خاں کا خطاب دیا۔ اور گجرات اُس کے سپرد کیا۔ جب وہ گجرات کو گیا تو اثنائے راہ میں میوات میں کوکا دھوہان نے خان جہان کو اُس کے حوالہ کیا۔ اُس نے سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیج دیا۔ اب ناصر الدین کو وہ پایہ میں شکار کیلئے چلا گیا۔ وہاں اُسکو خبر پہنچی کہ امیران صدر فرحتہ الملک نے اتفاق کر کے سکندر خاں کو مار ڈالا یہ خبر سن کر دہلی میں چلا آیا اور کچھ اس مفسرہ کا علاج نہ کیا عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ اس شاہزادہ میں امور سلطنت کے اہم امور انجام دینے کی لیاقت ہی نہ تھی اب کم بختی جو آئی تو باپ کی زندگی میں اُس کے تجربہ کار امرا کو گھسانا اور اپنے نالائق دوستوں کو بڑھانا شروع کیا۔ اس سے امرا وہی بگڑ بیٹھے۔ اور ملک بہاؤ الدین اور کمال الدین بن بادشاہ کے بیٹے بھی پھر گئے۔ اور غلامان شاہی کہ قریب ایک لاکھ کے تھے انہوں نے اپنی طرف کر لئے اور ناصر الدین سے ایک جنگ عظیم شروع ہوئی۔ دو نوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ مگر ناصر الدین سے انہوں نے شکست پائی تو فیروز شاہ پاس دوڑے گئے اور اُسکو اپنے اختیار میں لاکر پھر ناصر الدین سے لڑائی شروع کی۔ غرض یہ فتنہ عظیم دار الملک میں برپا ہوا دور دورہ کیسی لڑائی رہی کہ غالب اور مغلوب نہ معلوم ہوتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے بادشاہ کو بالکل میں ٹہا کر رزم گاہ میں لے آئے۔ جب لوگوں نے بادشاہ کا ہاتھی اور نشان اور سامان دیکھا تو وہ ناصر الدین کو چھوڑ بھاڑ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ناصر الدین نے یہ حال دیکھا تو کہہ سر مو پر بھاگ گیا اب بادشاہ میں خود کچھ عقل باقی نہ رہی تھی ایک کیٹ پٹی تھی جس طرح لوگ چاہتے تھے بچاتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے اپنے پوتے تغلق شاہ پر فتح خاں کو تخت پر بٹھایا اور اپنے داماد سیو حسن کو قتل کرایا۔ اب تغلق شاہ کا سپہ سالار حکم یہ تھا کہ ناصر الدین محمد شاہ کے جہاں ہوا خواہ لیں قتل کئے جا دیں۔

شان مدتوں تک باقی رہی۔ غرض اسی تک تو بادشاہ چھوٹے موٹے کاموں میں دل ہی مصروف رہا۔ اب بن انسی برس کا پونچا ضعیفی اور پیری کا زور ہوا حقیقت میں زندگی گانی مرگ کی صورت میں تھی۔ کاروبار سلطنت سے دل سرزد ہوا۔ سب کام کاج وزیر خان جہاں کے سپرد ہوا۔ جو کچھ وزیر کہتا بادشاہ وہی کرتا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت پہنچی تو وزیر کو اپنے اختیار کا مزایا حکم اور حکومت کی چابٹ لگی۔ اب نیت کچھ اور سے اور ہوئی۔ بادشاہ سے اس وزیر نے عرض کیا کہ شہزادہ محمد حسن کا کہہ اور ارادہ ہے وہ ظفر خاں اور سرداروں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔ اور خود بادشاہ بننے کا ارادہ ہے۔ بادشاہ کی عقل میں خلل آہی گیا تھا۔ کچھ اس بات کے یقین کرنے میں تامل نہوا۔ اسی وقت شہزادہ محمد خاں اور ظفر خاں کے قید کرنے کا حکم صادر کیا۔ ظفر خاں کو تو خاں جہاں نے بلا کر اپنے گھر میں مقید کیا۔ شہزادہ کی گرفتاری کا فکر ہوا۔ جب یہ خبر شاہزادہ کو لگی اس نے گھر کا دروازہ بند کیا اور خوب حفاظت کر کے ہو بیٹھا۔ نہر خند خاں جہاں اسکو دربار میں بلاتا۔ وہ آئے بالے بتاؤ نہیں ٹالتا۔ اور دربار میں نہ آتا۔ ایک دن ہتیار لگا پوچی بن مخاف میں بیٹھ سب طرف سے پردہ لگا اور یہ بہانا بنا کہ شاہزادہ کی حرم بادشاہ پاس جاتی ہے زنانہ محل میں وہ جا پونچا۔ محل کی عورتوں نے یہ تماشہ دیکھ کر غل مجایا کہ وہ بادشاہ کو مارے کو آیا۔ مگر یہ شاہزادہ سیدھا باپ پاس گیا اور سرداروں پر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ خان جہاں نے جنسور سے عرض کیا ہے کہ میرا ارادہ حضور کے قتل کا ہے۔ بھلا کوئی بیٹا باپ کے مارے کا قصد کرتا ہے اور جو کم بخت کرتا ہے وہ جو نامرگ مرتا ہے۔ خان جہاں کا ارادہ ہے کہ میرا کام تمام کرے اور خود بادشاہ بنے۔ اگر میری نیت میں کچھ فتور اور غلطی ہوتا تو اس وقت سے زیادہ کوئی اور وقت مجھ کو مل سکتا ہے۔ بادشاہ کو یہ بات اسکی معقول معلوم ہوئی۔ اسکو گلے لگا یا۔ اور حکم دیدیا کہ خان جہاں کو نجا کر مار ڈال اور ظفر خاں کو چھڑائے۔ محمد خاں نے باپ کا یہ حکم حاصل کیا اور دس بارہ ہزار غلاموں کو ساتھ لیا اور خاں جہاں پر چڑھ گیا۔ خاں جہاں نے یہ حال دیکھ کر ظفر خاں کو تو پہلے ہی اس دنیا سے رہائی دی اور خود تھوڑے آدمیوں کو ہمراہ لیکر لڑنے کو آیا۔ مگر زخمی ہو کر اپنے گھر میں پھر آیا اور وہاں سے بھگ کر مہوبات کی راہ لی اور کوکا چوہان کے گھر میں پناہ لی۔ یہ سب کام کر کے شاہزادہ پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب بادشاہ بین بڑھانے سے

شفاعت کو آئیں۔ مقدم گھر کو کمایوں کو بھاگ گیا۔ اسلئے اُس طرف بھی تاخت و تاراج بادشاہی ہوئی۔ اور تیس ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ گھر گوہاروں کے شگافوں میں پانچہ کی طرح غائب ہو گیا نہ اُس کے جینے کی خبر آئی نہ مرنے کی۔ برسات آگئی بادشاہ دہلی چلا بسنھل میں داؤد افغان کو حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ کھنڈ کے سرکشوں کا سر ہمیشہ چلتا رہے۔ ^{۱۱۸۵} ۱۱۸۵ء میں قلعہ بسولی میں بنایا اور اس کا نام فیروز پور رکھا۔

خلق ستم دیدہ نے اس کا نام آخر میں پور رکھا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ لوگوں کا کہنا پورا ہوا کہ پھر بادشاہ کو قلعہ بنانا نصیب نہیں ہوا۔

بادشاہ کی ضعیفی کی باتیں

بڑا بیٹا قلعہ خاں تھا۔ جب بادشاہ لکھنؤ کو گیا تھا تو اُس نے اس شاہزادہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ اسکے میں اپنے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی جاری کرایا۔ اور ایک جدا آسکا دوبار مقرر کیا یہ شاہزادہ بڑا عقلمند تھا ہوشیار تھا۔ اُس کے اڑکپن کی یہ حکایت مشہور ہے کہ کتب سے چھٹی لیکر اپنے محل کو جاتا تھا کہ راہ میں ایک بڑھیا نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور یہ سرِ یاد کی کہ میرا خاوند اور بیٹا کچھ اسباب خرید کر کے تیرے لشکر میں نیچے کے واسطے لاتے تھے۔ راہ میں چوروں نے اُنکو لوٹ لیا۔ اور جب وہ لشکر میں آئے تو جاسوس سمجھ کر تیرے لشکر کے آدمیوں نے پکڑ لیا ہے اور قید میں ڈال دیا ہے۔ شاہزادہ کو رحم آیا اور دھوپ میں گھڑے رہ کر اور گواہ سن کر اور تحقیقات مقدمہ کی کر کے بڑھیا کو باپ پاس لیگیا اور انصاف کرایا۔ اور صبح کا کھانا شام کو کھایا۔ مگر انسوس ہے کہ اُسکی عمر نے وفانہ کی ^{۱۱۸۵} ۱۱۸۵ء میں بستر مرگ پر آرام کیا۔ دوسرا بیٹا محمد خاں تھا وہ ایسا لائق نہ تھا کہ جیسا بڑا بیٹا تھا۔ یہ عہدہ بادشاہ کو پیرانہ سالی میں ایسا پہنچا کہ مرنے لگی اور سلطنت کے کاموں میں التفات کم ہوا۔ امرائے عرض کیا کہ اس واقعہ میں بجز رضا بقضائے کوئی چارہ نہیں۔ حضور کی امور شاہی میں کم التفاتی مناسب نہیں ہے۔ بادشاہ نے اُنکی التماس کو قبول کیا۔ احوالِ مملکت پر مشغول ہوا۔ غم کی کلفت دور کرنے کے لئے شکار پر رغبت کی کہ حوالی دہلی میں دو تین کوس تک دیوار کا احاطہ کھجوا یا اور سایہ دار درختوں کو لگوا کے شکار گاہ بنایا جسکی

دو دو لاکھ تنگہ سالیانہ مقرر کیا۔ ان کو اپنے دربار میں بٹھانے کی اجازت دی۔ ٹھٹھ میں جنب
ٹھا پنچ نے سرکشی کی تو جام کو اُسکے فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر ٹھا پنچ کو دہلی
پہنچایا۔ بابنہ سلطان کی خدمت میں رہا۔ سلطان تغلق شاہ نے اُسکو حیرت دیکر ٹھٹھ روانہ کیا تھا
کہ وہ راہ ہی میں مر گیا۔

حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے و معاملات

۷۷۷ء میں ملک مقبول خاں جہاں نے وفات پائی۔ اُسکے سپر بزرگ جو نہ کہ کوئی خطاب
ملا ۷۷۷ء میں ظفر خاں حاکم گجرات نے انتقال کیا۔ اُسکے بڑے بیٹے دریا خاں کو ظفر خاں کا خطاب
ملا اور باپ کا جانشین ہوا۔

۷۷۷ء میں خواجہ شمس الدین داسغانی نے عرض کیا کہ عمال گجرات بادشاہ کی گماشتوں کو
قرارداد قبی خراج نہیں دیتے۔ تین سو فیل۔ چالیس لاکھ تنگہ و چار سو حبشی غلام ہندی اور دو سو
عربی گھوڑے جمع گجرات پر اضافہ کر کے عہد کرتا ہوں کہ ہر سال بادشاہ کی خدمت میں بھیجا
رہو ننگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر شمس الدین ابورجا کہ نائب ظفر خاں کا ہے اس اضافہ کو
قبول کرتا ہے تو گجرات اُسکے حوالہ کیجائے جب اُس نے قبول کیا تو وہ کمزریں و چوڑوں
نفرہ بادشاہ نے اُسکو دیکر ظفر خاں کی جگہ گجرات میں حاکم مقرر کیا۔ مگر جس جمع کے ادا کرنے کا
عہد کیا تھا اُسکو ایفانہ کر سکا تو بادشاہ سے مخالف ہو گیا۔ عمال گجرات اُس سے جلے بیٹے تھے
انھوں نے امیران صمدہ سے اتفاق کر کے اُسکو قتل کیا اور بادشاہ پاس سر پہنچایا۔ حکام میں
سوائے اس شمس الدین کے فیروز شاہ سے کوئی اور برگشتہ نہیں ہوا۔ اسکے بعد گجرات کی
حکومت مفروح کو ملی اور اُس کا خطاب فرحتہ الملک ہوا۔ ۷۷۷ء میں پرگنہ اٹا وہ میں مقدموں اور
زمینداروں نے سرکشی کی۔ بادشاہ نے خود جا کر ان سرکشوں کو غارت اور تباہ کیا اور اٹا وہ اور
اور مقامات میں حصار بنا کے اہلکار کار گزار مقرر کئے۔ ۷۷۷ء میں ٹھٹھ میں مقدم کھر کو نے حاکم
برایوں سید محمد کو بھائیوں سمیت مہمان بلایا اور اُنکو قتل کر ڈالا۔ اس پر بادشاہ غصہ میں آکر
۷۷۷ء میں دہلی سے نواح ٹھٹھ میں گیا۔ یہاں شہر یوں کو اس قدر قتل کیا کہ ارواح سادات اُنکی

بادشاہ شکار کر رہا تھا اور ایک بھیرے کو مار رہا تھا کہ اُس نے سنا کہ محفل شکار میں بانیہ آگیا۔ اس کے گلے میں آگے دستار اور پیچھے ننگی تلوار تھی وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا۔ بادشاہ نے اُنکی پیٹھ پر ہاتھ دھرنا اور فرمایا کہ تو مجھے کیوں اتنا ڈرتا ہے۔ میں کسی کو مضرت نہیں پہنچاتا خاص کر تجھے کیوں پہنچاؤں گا۔ تو خاطر جمع رکھ اندیشہ نہ کر۔ جیسا کہ تو پہلے تھا اُس سے اب اعتداف ہو جائیگا۔ اُس نے ایک عربی گھوڑا اُسکو عنایت کیا اور پھر خود شکار میں مصروف ہوا اُسی روز بانیہ کے بعد جام آیا اور بادشاہ کی شکار گاہ میں گیا اور سر پر دستار رکھے ہوئے وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا اور اُس نے کہا کہ عشاہ بخشندہ تولی بندہ شرمندہ منم۔ بادشاہ نے جام پر بہت نوازش کی اُسکو بھی ایک عربی گھوڑا عنایت کیا بعد ازاں خلوت گراں بہا عنایت ہوئے ان دونوں سے بادشاہ نے کہا کہ وہ معہ اپنے اہل و عیال کے دہلی تک میرے ہمراہ چلیں انھوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور سلطان کے لشکر کے ساتھ مع اہل و عیال ہوئے۔

فیروز شاہ کی مراجعت دہلی میں

جام و بانیہ کے بلجائے سے بادشاہی لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ بادشاہ نے دہلی کی طرف مراجعت کی۔ ٹھٹھہ میں جام کے بیٹے اور بانیہ کے بھائی تہاچی کو حاکم مقرر کیا۔ انہوں نے چار لاکھ ٹنکہ نقد نذر کیا اور کئی لاکھ ٹنکہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے دہلی کی طرف سفر کیا جام و بانیہ کو ملک سیف الدین کی حراست میں دیا۔

کچھ دنوں بعد ان میں بادشاہ ٹھہرا۔ پھر وہاں سے چلا۔ خواجہ جہاں دہلی سے چلکر دیہال پور میں بادشاہ سے ملا۔ وزیر اور بادشاہ میں اس فتح کی باتیں ہوئیں۔ پھر بادشاہ دہلی میں آیا بادشاہ کے ساتھ جو لوگ اس ٹھٹھہ کی محم میں ہلاک ہوئے اُنکے گھروں میں ماتم رچ رہا تھا تو سلطان نے مسرت مان جاری کیا کہ جو ہمارے ساتھ ٹھٹھہ و کوئچی رن میں ہلاک ہوا۔ اُس کو جو کچھ بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا وہ اہل و عیال کو ملیگا۔ اور جو لوگ اُسکے لشکر سے بھاگ آئے تھے اُنکی بھی جاگیر و دہات برقرار رکھی جائیں۔

جام و بانیہ کے اہل و عیال کو ایک محل میں آباد کیا۔ اُس کا نام سرسے ٹھٹھہ رکھا۔ ہر ایک کا

جونپور بہار تہرت چندیری۔ دہار اور دو آبہ کے اندر سے دویال پور ملتان۔ لاہور سے سپاہ کو جمع کر دیا۔ عمار الملک اس سپاہ کو لیکر سلطان پاس آیا۔ تو وہ سپاہ کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور ہر ایک سپاہی کو جامہ دیا۔ جب اس ملک کا حال سندھیوں کو معلوم ہوا تو ان کے دل چوٹ گئے۔ ایک اور بلا آسمانی ملک قحط کی انہر نازل ہوئی۔ فیروز شاہ کی سپاہ نے جو قحط کے ہاتھ سے آفتیں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں اب وہ سندھیوں کو اٹھائی پڑیں۔ اب ان کے لشکر میں سے لوگ بھاگنے شروع ہوئے یہاں یہ حال تھا وہاں فیروز شاہ کے لشکر میں وہ فراخ نعمتی تھی کہ جو آدمی اس میں سے بھاگ گئے وہ دست تاسف ملتے تھے۔ سندھیوں میں قحط پڑنے کا سبب یہ تھا کہ فیروز شاہ چلا گیا تھا تو اہل ٹھٹھہ اپنے مسکن و مکان میں آرام سے بخیر و دہر اس بیٹھے تھے۔ جو غلہ ان پاس موجود تھا اس سب کو بویا تھا جب اس کے کاٹنے کا وقت آیا تو فیروز شاہ آمو جو دہا اور اس زراعت پر قابض ہوا۔ اس کا لشکر غلہ کی طرف سے پیغم ہوا اور اہل ٹھٹھہ میں ایسا غلہ کم ہوا کہ لوگ انہیں بھوکے مرنے لگے ایک دو ٹنگہ فی سیر غلہ گراں ہو گیا ہر روز بھوک کے مارے لوگ کشتی پر سوار ہو کر بادشاہ کے لشکر سے انکر ملنے لگے۔ جب جام اور بابنیہ نے یہ حال دیکھا کہ ٹھٹھہ تمام ہوا جاتا ہے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سید جلال الحق و الشریع والدین حسین بخاری کی معرفت اپنے تین سلطان فیروز شاہ کو حوالہ کیجئے اہل ٹھٹھہ سے صلح ہونا بابنیہ کا فیروز شاہ پاس آنا

جب یہ صلح کا ارادہ ہوا تو اچھ میں سید جلال الدین پاس ایک معتبر آدمی بھیجا کہ اپنے ارادہ کا حال بیان کیا۔ جب فیروز شاہ کے لشکر میں سید جلال الدین نے قدم رنجہ فرمایا تو سارا لشکر انکی پاسبانہ بوسہ کے لئے گیا اور شیخ کو بادشاہ کے خیمہ میں بڑے احترام سے لایا۔ بادشاہ نے ان سے مصاحبہ کیا۔ سید نے سب حال عرض کیا کہ ایک پار ساعورت کی دعا سے ٹھٹھہ نہیں فتح ہوتا تھا۔ اب وہ میری اسلئے ٹھٹھہ کے مطیع ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ اہل ٹھٹھہ سید کی خدمت میں ہوتا ہر پیغام بھیجتے تھے اور اپنی دشواریوں اور مشکلوں کو بیان کرتے تھے۔ بادشاہ سے یہ حال اس طرح سید عرض کرتا تھا کہ اُس کو رحم آتا تھا۔

بابنیہ نے جام سے کہا کہ سلطان جانتا تھا کہ میرے ہی سبب سے یہ سارا فساد اٹھا ہوا اسلئے اس نے اہل سلطان پاس جاتا ہوں جام نے بھی اس درخواست کو منظور کر لیا۔

آدمی مسلمان ہیں انکو قید کرنا اور بردہ بنانا درست نہیں۔ ایسے قیدیوں کو کوئی شخص اپنے گھر میں نہ رکھے انکو دیوان میں لائیں جو ایسا نہ کریگا وہ مجرم ہوگا۔ بادشاہ کے اس حکم سے چار ہزار سنی دیوان میں جمع ہوئے انکو حکم دیا کہ ہر ایک کو تین سیر غلہ دیا جائے۔ اسوقت مونگ پانچ منگہ فی من تھے اور روٹی چار منگہ من تھی۔ انکو مونگ کا غلہ دیا جاتا تھا۔ یہ اسی بادشاہ کا کام تھا کہ انھیں سندھیوں کو جنہوں نے بادشاہ کی فوج کو بھوکا مارنے کے لئے زراعت کو تباہ کیا ہوا انھیں کو قید میں خوب پیٹ بھر کے روٹی دے بادشاہ کی یہ رحم دلی قابل یاد ہے۔

ملک عماد الملک ظفر خاں کا دریا سندھ سے پار جانا اور سندھ سے لڑنا

سلطان فیروز شاہ کا لشکر سندھ کے اس کنارہ پر وارد ہوا اور دشمنوں کا لشکر دوسرے کنارہ پر پار تھا۔ کبھی کبھی لشکروں میں مٹ بھیڑ ہو جاتی۔ بادشاہ نے چاہا کہ ملک عماد الملک ظفر خاں دریا پار جا کر سندھیوں لڑیں۔ مگر ستر کوس تک دریا کے کنارہ پر دشمنوں کے سوار پہلے ہوئے تھے وہ بادشاہ کے لشکر کو اترتے دیکھ تھے۔ اسلئے لشکر سلطانی ایک سو بیس کوس دہلی طرف چل کر بھکر سے دریا پار اترتا اور پھر وہاں سے اتنی دور چل کر سندھ میں مکے مقابل آیا۔ دونوں لشکر و نہیں خوب لڑائی ہوئی سلطان نے یہ سمجھ کر کہ طرفین سے مسلمانوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں اپنے لشکر کو اسی راہ سے کہہ گیا تھا بلالیا۔ جب عماد الملک اور ظفر خاں بادشاہ پاس آئے تو اُس نے کہا کہ یہ تھوڑے سے اہل ٹھٹھ میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائیں گے اگر چونیٹیوں کے بلو نہیں جا کر چھپیں گے تو وہاں بھی خدا کی عنایت سے انھیں نہیں چھوڑونگا۔

ملک کے لئے عماد الملک کا دہلی جانا

چند روز بعد بادشاہ نے صلاح و مشورہ کر کے عماد الملک کو دہلی خاں جہاں کے پاس بھیجا کہ وہاں سے سپاہ امداد کے لئے لائے۔ اُس نے کہا کہ یہ خواجہ جہاں پر سپاہ کے جمع کرنے کا تقاضا کرنا اور صرف اُس سے یہ کہنا کہ اس باب میں صلاح لینے کے لئے بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے۔ وزیر و نشتہ سند سمجھ گیا اُس نے الیہ لکھنؤ کے لئے عماد الملک پاس بھیجا اور بدایوں۔ قنوج۔ سندیلہ۔ لاہور

یہ فکر و خوف ہے ایک قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بادشاہ لشکر کشی کرتے ہیں تو بعض آدمی اس میں نوکر جا کر ہوتے ہیں اور بعض آدمی اپنی کسی مصلحت سے لشکر کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان چوکیوں کے خوف سے نوکر تو رہ جائیں گے۔ لیکن جو لوگ نوکر نہیں ہیں اور اپنے گھر جانا چاہیں گے تو وہ بھی رک جائیں گے اور یہ اُن پر ظلم ہوگا۔ اگر خدا کو منظور ہے کہ میں ٹھٹھے کو قلعہ کروں تو اُنکے جانے سے کیا ہوگا۔ اور اگر خدا کو یہ منظور نہیں ہو تو اُنکے رکھنے اور روکنے سے کیا ہوگا۔ بادشاہ نے خاں جہاں کے نام فرمان میں یہ لکھ دیا کہ جو ہمارے نوکر سپاہی شہر میں جائیں تو اُنکو تلاش کر کے بلاؤ اور اُنکا تدارک خسہ دی یعنی قتل و جلا وطنی و قید نہ کرو بلکہ تدارک معنوی کرو یعنی ایک دور و زت تک سر باز اُنکو ملا مت کرو خاں جہاں پاس جب یہ فرمان پہنچا تو مفرد سپاہیوں کو سر ہنگ پکڑ کر وزیر پاس لاتے اور اُنکا تدارک معنوی ہوتا۔ مگر انکی تنخواہ و جاگیر کو ہاتھ نہ لگایا جاتا۔ بادشاہ نے اسی طرح تالیف قلوب کر کے سپاہ کو تازہ دم کیا۔

اچھے موسم میں ٹھٹھے کے اندر سلطان کا آنا

جب بادشاہ ٹھٹھے میں پہنچا تو اُسکو اس دفعہ کشتیاں کم ملیں۔ یہاں رعیت اپنی زراعت میں مصروف تھی بادشاہ کی مراجعت کا خیال بھی اُسکو نہ تھا وہ بیغم یہ گیت گا گا کر مست ہو رہی تھی کہ سلطان محمد تغلق ہمارے پیچھے پڑا خدا نے اُسکو ہلاک کیا۔ سلطان فیروز شاہ ہمارے سامنے آیا اُسکو اللہ نے پیچھے بھگایا۔ جب اُنہوں نے سنا کہ گجرات سے سلطان بڑے لشکر کے ساتھ ٹھٹھے کے قریب آگیا ہے تو اُسکے خوف کے سبب سے اُنہوں نے سندھ کے کنارے کی زراعت کو غارت کیا اور خود دریائے پار گلی حصاروں میں چلے گئے جب سلطان آیا اور اُس نے یہ حال دیکھا کہ یہاں کی رعایا کھیتی کو تباہ کر کے دریا پار چلی گئی ہے تو وہ دریائے کنارے پر اُترا اور کنگھو و خندق کو بنایا۔ لشکر کو آرام سے اتارا۔ غلہ کا بیج اُنہوں دس جہیل فی ڈھیری تھا مگر جب نیا غلہ آیا تو ازاراں ہو گیا۔ لشکر کے چاروں طرف لوگ کھیتی کرتے تھے اور اہل ٹھٹھے اُنکے دہات سے غلہ چراتے تھے۔ سندھ کے کنارے پر دہات کثرت سے تھیں بعض دہات کہے باشندے دریائے پار نہیں بھاگ سکے تھے وہ گرفتار ہوئے جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے اشتہار دیدیا کہ یہ تھوڑے سے

دہات کے کسی اسم و رسم کی فراہمیت نہ کریں (وجہ دانیہ لشکر کہلاتا تھا جنگو تنخواہ کے عوض میں زمینیں اور دہات دیے گئے تھے اور غیر و جہدار وہ سپاہ تھی جسکو نقد تنخواہ ملتی تھی) بادشاہ نے گجرات کی کل آمدنی دین کر وڑ کی لشکر کے کارخانوں میں خرچ کر دی تاکہ ٹھٹھ میں دوبارہ لشکر کشی اچھی طرح ہو سکے خان جہاں کو فرمان بھیجا جس میں گجرات آنے کا حال اور اپنا ارادہ دوبارہ ٹھٹھ پر لشکر کشی کا لکھا تاکہ وہ سب سامان میاں کے بادشاہ پاس بھیجے۔

سلطان فیروز شاہ پاس خان جہاں کا اسباب جنگ کا بھیجا

جب خان جہاں پاس سلطان کا فرمان اسباب جنگ کی طلب میں آیا تو اس نے گجرات میں دہلی سے بادشاہ پاس اس قدر اسباب و روپیہ بھیجا کہ گجرات میں اسکی بار برداری کے لئے سامان ملنا دشوار ہو گیا۔ اس میں فقط ایک جنس کے ہتیار سات لاکھ ٹنکے کے تھے۔ اس نے ایک عرضداشت بھی بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی بھیجی کہ بادشاہ کا ٹھٹھ جانا عین صواب ہے۔ بادشاہ گجرات سے ٹھٹھ روانہ ہوا کہ اس اتنا میں بہرام خاں کی جو دولت آباد پر قابض ہوا تھا عرضداشت آئی کہ میرے اور سپہ حسن کا گھوئی کے درمیان مخالفت ہو رہی ہے اگر حضور یہاں تشریف لائیں تو اپنی مملکت پر قبضہ پائیں۔ بادشاہ نے جواب لکھا کہ جب تک میں ٹھٹھ کو نہ فتح کروں گا دولت آباد کی طرف متوجہ نہ ہوں گا جب اس مہم سے فراغت ہوگی تو وہاں آؤں گا گجرات میں حاکم ظفر خاں کو مقرر کیا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ملک نائب باریک کو وہاں حاکم مقرر کرے مگر قرآن شریف میں جو فال دیکھی تو اس کے مخالف اور ظفر خاں کے موافق نکلی اسلئے اسکو مقرر کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو قرآن شریف کی فال پر کتنا اعتماد تھا۔

سلطان کا گجرات سے ٹھٹھ روانہ ہونا

جب بادشاہ ٹھٹھ کی طرف گجرات سے روانہ ہوا تو لشکر اول دفعہ محنت و مشقت شافہ اٹھا چکا تھا وہ ڈرا اور اس میں سے بہت سے آدمی مع اسباب کے اپنے گھر و دیہ کی طرف فرار ہونے شروع ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی اور ارکان سلطنت نے اسکو یہ صلاح بتائی کہ منزلوں پر جو کچھ تیار ہے کہ وہ سپاہیوں کو بھانسنے دیں بادشاہ نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ پہلی دفعہ لشکر نے ایسی مصیبت اٹھائی ہے کہ اس کا ناک میں دم آگیا تھا اس دفعہ مجھے اسکو

اُس میں کوئی درست لگا نہ گھاس۔ خلال کو تنکا نہ ملتا تھا۔ اُسکی ہنیت سے ہوا کا قدم بھی نہ اُٹھتا تھا۔ آدمی جان سے عاجز تھے یہ مصرع پڑھتے تھے عجم بر آستان خواری جاں دادست بار۔ عجب بیکسی و بے بسی تھی کہ بیاباب کی اور باب بیٹے کی جان نکلتے دیکھتا تھا۔ بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو وصیت کرتا تھا کہ اگر خدا تمکو گھر سلامت لیجائے تو ہماری بیوی اور بچوں سے ہماری سرگذشت بنادینا۔ دنیا میں کوئی ایسی بلا نہ تھی جس میں یہ لشکر مبتلا نہ تھا چھ مہینے سے دہلی میں نہ فیروز شاہ کی نہ سپاہ کی کچھ خبر آئی تھی وہاں یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ بادشاہ مع لشکر غائب ہو گیا گھر گھر ماتم تھا۔ خاں جہاں وزیر نے اپنی تدبیر و رعب و فرات و گیارے سے انتظام ایسا کر رکھا تھا کہ کوئی کان نہیں ہلا سکتا تھا۔ وہ کو شک شاہ کی اسباب اپنے گھر میں لیگیا تھا اور ایک بادشاہ کا جعلی فرمان بنا کے بادشاہ و سپاہ کی سلامتی کا حال سناتا دیتا تھا جس سے لوگوں کو خوشی ہو گئی۔

سفن کوئچی رن میں خلق کا زاری کرنا اور بادشاہ کا تاکرنا

اگرچہ بادشاہ منزل بمنزل کوچ کرتا تھا مگر اپنے لشکر کی یہ مصیبت کو دیکھ کر کہ ہر منزل میں اُڑ آدمی مرتے ہیں وہ رہتا تھا۔ خدا سے بارش کی دعا مانگتا تھا۔ خدا نے اُسکی دعا قبول کی۔ مینہ خوب بہ سا جس سے پانی کی مصیبت خلق پر کم ہوئی۔ پھر ایک راہ بھی اس جنگل سے نکلنے کی مل گئی۔ جب بادشاہ جنگل سے نکلا تو دہلی میں خان جہاں پاس اپنی اور لشکر کی سلامتی کا فرمان بھیجا جس سے دلی میں گھر گھر خوشی ہوئی۔

فیروز شاہ کا گجرات میں آنا

بادشاہ اس جنگل سے بہ مشکل نکل کر خدا خدا کر کے گجرات پہنچا۔ یہاں آدینہ کو آرام بلا گجرات کے ناظم امیر حسین کو بادشاہ نے اس تصویر میں کہ اُس نے غلہ لشکر کو ٹھہنے نہیں بھیجا معزول کیا۔ بادشاہ نے گجرات میں رہ کر لشکر کو از سر نو تازہ کیا۔ لشکر غنیمت و جھی کو چھ دس گیارہ ٹنکہ وہ دیتا تھا تھوڑے دنوں میں سب پاس گھوڑے ہو گئے۔ پیدل سوار بن گئے۔ اور لشکر و جہاد کو خزانہ سے روپیہ قرض مل گیا۔ کسی کو پانچ سو ٹنکہ کسی کو سات سو اور بعض کو ہزار ٹنکہ بادشاہ نے خان جہاں کو بھی لکھا کہ وہ کار گزاروں و عمال پر تاکید رکھے کہ وجہ داروں کے

دیکھتے ہیں تو لڑائی سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔ یہ مراجعت بھی اقدام ہے۔ خلق کو غلہ ملے گا۔ پیادے پھر گھوڑوں کے سوار ہو جائیں گے۔ لشکر تازہ دم ہو جائیگا جب اہل ٹھٹھہ کو معلوم ہوگا کہ بادشاہ نے اپنے شہر کی طرف بازگشت کی تو وہ اپنی زمینوں کی کاشت میں کوشش کریں گے اور ہم پھر یہاں بیج میں آئیں گے تو غلہ بہت سا جمع پائیں گے۔ جب اہل شوریٰ نے یہ صلاح دی تو بادشاہ کے لشکر نے کوچ کا تقارہ بجایا۔ جب اہل ٹھٹھہ نے دیکھا کہ بادشاہ یوں بھاگا جاتا ہے تو انھوں نے اُس کا تعاقب کیا۔ سب سے پیچھے ظفر خان تھا اُس سے انکی لڑائی ہوئی اُس نے اُنکے حملہ کو ہٹا دیا۔

بادشاہ کے لشکر کا کوچی رن (کچھ کارن)

جب بادشاہ نے بازگشت کی تو غلہ اور زیادہ گراں ہو گیا۔ فی سیر غلہ ایک دو ٹنکے کہنے لگا بلکہ اس قیمت پر بھی غلہ کم یا ب ہو گیا۔ بھوک کے مارے خلق مرنے لگی۔ جب غلہ نہ ملتا تو لوگ مردار و ناکا گوشت اور چرم خام کھانے لگے۔ بعض آدمی بھوک کے مارے پرانے چمڑے کو پانی میں جوش دیکر کھاتے تھے۔ اس قحط مہلک نے ایک خلق کو مارا۔ خوانین اور لوگ کے گھوڑے مر گئے وہ بھجوری پیادہ پا چلنے لگے۔ اس بینوائی پر بس نہیں ہوئی بلکہ رہبروں نے دغا کی ایسے مقام پر لے گئے جسکو کوچی رن کہتے ہیں۔ اس زمین میں آب شور ایسا تھا کہ اگر اُسکو زبان پر رکھتے تو وہ پاش پاش ہو جاتے۔ اب بادشاہ حیران تھا کہ کیا کروں ایک رہبر کو پکڑ کر مار ڈالا باقی اور رہبروں نے کہا کہ ہم تمکو ایسے مقام پر لائے ہیں کہ کوئی تم میں سے جان سلامت نہیں لیجا ئیگا خواہ وہ ہوا میں اُڑے یا ہوا کی طرح دوڑے۔ سمندر یہاں سے قریب ہے اس کے سبب سے زمین میں یہ شوریٰ ہے اور اسکی تاثیر سے یہ مقام مہلک ہے۔ جب رہبروں نے یہ کہا تو سب نے جان سے ہاتھ دھوئے۔ بادشاہ نے ان رہبروں کو حکم دیا کہ وہ کہیں سے ہماری لئے آب شیریں پیدا کریں اور ہمکو اس مقام سے باہر نکالیں۔ خدا خدا کر کے ایک جگہ آب شیریں ملا۔ اُسکو برتنوں میں بھرا۔ مگر زمین آب شور سے ایسی نمناک تھی کہ اگر آب شیریں کی ٹھیلیا زمین پر رکھتے تو پانی ایسا شور ہو جاتا کہ زبان پر نہ رکھا جاتا۔ یہاں سے لشکر ٹکڑا ایک ایسے جنگل میں گیا جہاں کہیں جانور نہ تھا۔ اُڑا دیا تھا نہ پرندے نے پر مارا تھا نہ کہیں

مزار دہلی زیارت کرتا گیا۔ اسکے لشکر میں نوے ہزار سوار اور چار سو انسی ہاتھی تھے۔
 آثار خاں اندلوں میں زندہ نہ تھا۔ خان جہاں کو دہلی میں چھوڑا۔ جب بادشاہ قصبہ جو دھن
 میں پہنچا تو شیخ الاسلام شیخ فرید الدین کے مزار کی زیارت کے لیے گیا اور یہاں سے بھکر میں پہنچا
 یاں پانچہزار کشتیاں جمع کیں اور دو یاہ سندھ سے عبور کیا اور ٹھٹھہ میں پہنچا۔ ٹھٹھہ کی آبادی
 دو طرح کی ہے۔ ایک دریا سے سندھ کے کنارہ پر دہلی کی طرف اور دوسرے کنارہ پر ٹھٹھہ
 کی طرف اس زمانہ میں یہاں جام برادر اسے انار اور بابنہ اس کا بھیتجا حکمران تھے۔ انہوں
 نے دریا کے دونوں طرف نئے کھلی قلعے بنائے انکو اپنے لشکر و قوت پر بڑا غرور تھا۔ سامان
 جنگ سب انہوں نے تیار کیا۔ بادشاہ کے لشکر میں غلہ روز بروز گراں ہوتا جاتا تھا۔ اور
 گھوڑوں میں وبا پھیلی جاتی تھی۔ نوے ہزار سواروں کے گھوڑوں میں چوتھائی زندہ ہے
 ہوئی۔ ایک آدمی کی غذا کی قیمت دو تین ٹنکے ہو گئی۔ جب جام اور بابنہ نے سلطان کے
 لشکر کو اس وبا و قحط کی بلا میں مبتلا دیکھا تو انہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔

اہل ٹھٹھہ اور سلطان کی لڑائی

جام اور بابنہ بہت پیادہ و سوار لیکر حصار سے باہر آنکر فیروز شاہ کے لشکر کے مقابل
 ہوئے بادشاہ اپنے لشکر کو ضعیف جانتا تھا اور وہ شمار میں بھی دشمن سے کہیں کم تھا مگر اسے
 میمنہ و میسرہ و قلب درست کر کے لڑنا شروع کیا۔ دشمن پاس میں ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے
 تھے۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ آندھی ایسی سخت آئی کہ لشکروں کو آنکھوں سے کچھ نہیں دکھائی
 دیتا تھا مگر طرفین کے دلاور لڑائی سے باز نہ آئے لڑتے لڑتے تھک گئے۔ اور اپنے
 اپنے مقاموں پر آرام کرنے چلے گئے جب ٹھٹھہ نفع ہوا تو بادشاہ کا ارادہ گجرات جانے کا ہوا

سلطان فیروز شاہ کا گجرات جانا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ غلہ کا قحط ہے۔ گھوڑوں میں وبا ہے اس سے لشکر ضعیف
 ہو گیا ہے۔ کب تک اپنی ہمت کر کے دشمن سے لشکر لڑیگا۔ اسلئے عقل و دانش کا یہ اقتضا ہی
 کہ گجرات چلے اگر زندگی باقی ہے تو دوسرے سال یہاں آنکر پھر لڑنیگے۔ اور اگر باب صلاح نے
 بھی بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ عاقل بادشاہوں کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ لشکر میں ضعف

مسلمان تھے بھلا ایسی حرکت ان سے کب سرزد ہو سکتی ہے۔ اب بادشاہ اور راجہ کے لشکروں میں مخفیقوں اور عرادلوں سے وہ سنگ باری ہوئی کہ پتھر آپس میں ہوا پر خوب لڑتے تھے قلعہ کے گرد بادشاہ کا لشکر چھ مہینہ تک رہا ایک دن بادشاہ قلعہ دیکھنے گیا تھا کہ اُس نے راجہ کو فنیل پر دیکھا کہ دست بستہ کھڑا ہو کر بادشاہ کی اطاعت کے لئے سر جھکا تا ہے بادشاہ نے بھی بغل میں سے رومان نکال کر ہلا دیا جس کے معنی یہ تھے کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ راجہ بے توقف و بے تامل اُس پاس آیا اور معذرت کی۔ بادشاہ نے اُسکو حیرت و غمت دیکر نگر کوٹ کی راجائی پر بحال کر دیا۔ نگر کوٹ کا نام محمد نگر کے نام پر محمد آباد رکھا۔

ٹھٹھہ کی مہم کا صلاح و مشورہ

سلطان فیروز شاہ بار بار نہایت افسوس کے ساتھ یہ ذکر کیا کرتا تھا کہ سلطان محمد شاہ تغلق کی دل کی دل ہی میں یہ آرزو باقی رہی کہ ٹھٹھہ کو اُس نے فتح نہیں کیا۔ ایک دن بادشاہ نے وزیر خان جہاں سے اپنے دل کا راز یہ کھولا کہ سلطان محمد شاہ تغلق اپنی نزع کی حالت میں کتنا تھا اگر میں خدا کے فضل سے اچھا ہو جاؤں تو اہل ٹھٹھہ کو زیر و نہر کروں۔ مگر یہ آرزو اُسکی پوری نہ ہوئی وہ یہ ارمان اپنے ساتھ لیکر گیا۔ اب میں اُسکی جگہ پر مقرر ہوا تو مجھے اہل ٹھٹھہ سے انتقام لینا چاہئے خان جہاں نے کہا کہ حضور کی یہ بے ضوابط ہے اس میں اول یہ ثواب ہے کہ بزرگوں کی وصایا اور نصائح پر عمل ہوگا بزرگوں کا انتقام لینا فرزندوں اور برادرؤں پر لازم ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہی قانون ہے کہ ہر سال قلعہ کشائی و ملک گیری میں بادشاہ کو کوشش کرنی چاہئے وزیر سے یہ باتیں سنکر بادشاہ نے اُسکو حکم دیا کہ لشکر کو تیار کرے۔ اُس نے حکم کی تعمیل کر کے لشکر تیار کیا۔

ٹھٹھہ کی سہرت فیروز شاہ کی روانگی اور وہاں پہنچنا

بادشاہ کی سواری ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اول دہلی کے اندر جو خدا کے طالب قبروں میں آرام کرتے تھے اُنکے مزار و نیکی زیارت کو پادشاہ گیا۔ اور راہ میں بھی ایسے

اور فقرار کی پرورش کے لئے اور اہل دین کے وظائف کے واسطے سولاکھ ٹنکہ مقرر کئے۔ ہر قسم کے آدمیوں کی زندگی چین و آرام سے گذرتی تھی۔ لوگ دخوانین کو مسرت و بہجت۔ اہل تجارت کو ہر سال منفعت بکثرت۔ اہل بازار کو اصل سے سو زیادہ۔ اہل اجرت کی اجرت میں ہر سال بڑھوتری۔ ہر برس فقیر غنی ہوتے تھے ہر روز فرار عین مرفہ الحال اور فارغ البال زیادہ ہوتے تھے۔ سادات و فضلات و فقیر و معارف اپنی لڑکیوں کی شادی خورد سالی میں کر دیتے تھے جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے جنگو مقدور نہ تھا آنگو خزانہ سے لڑکیوں کی شادی کرنے کے لئے روپیہ ملتا تھا۔ مکتبوں میں عالم ادیب خوش نویس مسلمانوں کے چھوٹے لڑکوں کو تعلیم کرتے تھے۔ جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے فائدہ کے لئے دیتے تھے اور خزانہ شاہی سے خواہ پاتے تھے۔ تجارت کا مال تجارت دور دورے جاتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے۔ غرض فیروز شاہ کی نیک نیتی سے اُسکے عہد سلطنت میں چالیس برس تک رعایا کو خوب عیش و آرام سے گزریے بعد ازاں مغلوں نے اُسکو برباد کر دیا۔

قلعہ نگر کوٹ کی منہج

جب لکھنوی سے پھر بادشاہ دہلی میں آیا تو وہ تھکا کر کھیلنے کے لئے دولت آباد روانہ ہوا۔ بیانہ ناک پہنچا تھا کہ کسی مصلحت ملکی کے سبب سے دہلی واپس آیا اور یہاں سے فوج لیکر نگر کوٹ کو روانہ ہوا۔ دامن کوہ میں جب پہنچا تو وہاں اُسکے واسطے برف آبی۔ اُس پر سلطان محمد تغلق کی یہ بات اُسکو یاد آئی کہ اُس مقام پر اُس کے واسطے برف کا شربت آیا تھا مگر میں اسوقت موجود نہ تھا۔ اسلئے بادشاہ نے وہ نہ پایا۔ یہ بات یاد کر کے سلطان محمد تغلق کے نام پر شربت کی سبیل گواہی۔ بادشاہ نگر کوٹ پہنچا تو اُسکو نہایت مستحکم پایا۔ راجہ یہاں کا اوپر قلعہ میں چلا گیا۔ بادشاہی لشکر نے اُس کا ملک تاجت و تاراج کیا۔ راہ میں جو لاکھیاں کا مندر تھا۔ اُسکو دیکھنے سلطان گیا اور اُس پر چتر زریں چڑھایا۔ یہاں چتر چڑھانے کا دستور ہے مگر اُسکو مسلمان موزن نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے یہ بات ایسی ہی گھڑی تھی جیسی سلطان محمد تغلق کی نسبت گھڑی تھی کہ اُس نے بھی چتر چڑھایا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ دیندار

میں دو سال سات مہینے رہا اور ان دونوں ملکوں سے بہتر ہاتھی لیگیا۔

بادشاہ کی مراجعت جاج نگر سے دشوار گذار راہنمو

جب بادشاہ نے دہلی کو بازگشت کی تو راہبروں نے راہ کے بتانے میں غلطی کی۔ لشکر کو پہاڑوں اور جنگلوں میں ڈال دیا۔ وہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں راہ بھولا بھٹکا پھرا۔ غلہ کی کمی ہوئی چھ مہینے تک خان جہاں کو دہلی میں بادشاہ کی کچھ خبر معلوم ہوئی حوالی شہر میں وہ سوار ہو کر پھرتا۔ اس کے خوف سے سارے ملک میں امن رہا۔ چھ مہینے بعد مشکل سے ایک راہ رو سنا ہوئی۔ بادشاہ نے ڈاک بھیجنے کا ارادہ کیا۔ سارے لشکر میں منادی ہوئی کہ جسکو اپنی سلامتی کی خبر اور اپنا احوال اہل و عیال کو لکھنا ہو وہ خطیں لکھ کر دولت سرا میں دیدے۔ جب لشکر کے کان میں یہ آواز پہنچی تو ادھنوں نے دولت سرا میں اتنے خطوں کا ڈھیر لگایا کہ ایک اونٹ پر لدا۔ جب یہ دہلی ڈاک پہنچی تو وہاں گھر گھر خوشی کے شادیائے بچنے لگے۔ جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو ایک خلعت اپنے عزیز و اقارب سے ملنے گئے۔ بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دھام سے داخل ہوئی۔ فیروز آباد کو شیک میں بادشاہ نے ایک دیوار پر یہ کندہ کرایا کہ ہم نے اتنے ہاتھی نکار کئے اور اتنے ہاتھی ساتھ لائے تاکہ وہ ایک یادگار روزگار رہے۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں رعایا کی خوشحالی و فراع البالی

جب فیروز شاہ دہلی میں آیا تو اس نے فیروز آباد میں اپنی کوشک کی عمارت کو پورا بنوایا اور شہر کے وسط میں بھی اس نے ایک کوشک مندور اسے بڑے تکلف کا تعمیر کرایا۔ دو سال بعد لشکر آیا تھا اتنی مدت کے بعد اپنے گھروں میں مسافر سپاہیوں کے آنے کی بڑی شادیاں ہوئیں۔ بادشاہ اپنا وقت ان تین کاموں میں صرف کرتا تھا اول سب طرح کا شکار کھیلتا۔ دوم استالت رعایا۔ سوم تعمیر عمارات۔ انتظام ملکی میں اسکی توجہ سے ہر سال ملک کی ترقی اور رعایا کی آسودگی اور راحت برابر بڑھتی گئی۔ اس نے علماء و مشائخ کے لئے چھتیس لاکھ ٹنکہ اور غریبا

اور جانوروں میں توانائی آئی۔ یہاں مویشی اس کثرت سے ہوتے تھے کہ ٹکے ٹکے بکتے تھے لوگ انکو مفت چھوڑ دیتے تھے جانتے تھے جہاں جائیں گے وہاں خرید لینگے۔ یہاں کے آدمی ایسے مرفہ الحال تھے کہ انکے مکان بڑے عالیشان تھے اور ان کے پاس باغات بہت سے تھے جن میں صد ہائے کے میوے ہوتے تھے غرض دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر کوئی مسلمان آباد نہ تھا اسلئے مسلمانوں کو یہاں یہ کنا کہ الدنیا جن لکھوسن و جنتہ للکافرن صادق آتا تھا۔ بادشاہ اس ملک میں بنارس میں آ رہا۔ یہ اس ملک کی قدیم دار السلطنت تھی اس میں دو بڑے قلعے استوار تھے۔ ہر نئے راجہ کو یہ ضرور تھا کہ ان قلعوں میں کوئی نہ کوئی عمارت بڑھائے اس لئے وہ بہت عالیشان و وسیع مکان ہو گئے تھے۔ کئی وجہ سے یہاں سے راجہ جاج نگر کو چلا گیا تھا۔ اسلئے بادشاہ اسی محل میں فرود کش ہوا جس میں راجہ رہتا تھا۔ جاج نگر کا راجہ خوف زدہ ہو کر دریائیں کشتی کے اندر بیٹھ کر کہیں جا چھا اور دریائے آگے ایک مہنت ہاتھی چھوڑ گیا کہ لشکر شاہی اس کی طرف متوجہ ہو۔ تین روز تک لشکر نے کوشش کی کہ ہاتھی کو زندہ گرفتار کریں مگر جب وہ زندہ نہ پکڑا گیا تو اسکو مار ڈالا۔

ہاتھی کا لشکار و راجے جاج نگر کی اطاعت

جب بادشاہ یہاں کے جنگل میں گیا تو دیکھا کہ پندرہ پندرہ بیس بیس آدمی اس تک ہاتھی ہی ہاتھی بھرے ہوئے ہیں تو اس نے یہاں ہاتھی کا لشکار کھیلا۔ ہاتھیوں کو کٹھن میں گھیر کر خوب تھکایا۔ اور پھر فیلبان درختوں پر چڑھ کر ہاتھیوں کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور انکو پکڑ لائے جب بادشاہ کو اس سیر لشکار سے فرصت ملی تو وہ اسے جاج نگر کے پیچھے پڑا جس محل میں وہ رہتا تھا اس میں گیا بہت سے مکانات اس میں بنے ہوئے تھے۔ حصار کے اندر ایک بٹ نامہ تھا اس میں جگن ناتھ کی مورت رکھی ہوئی تھی اسکو اکھیر کر بادشاہ نے دہلی بھیج دیا۔ ہندو راجہ وراے و مقدم وزیریندار جن برہمنوں کی صلاح مشورہ لیتے ہیں انکو مہنت کہتے ہیں یہاں ان کو پاتر کہتے ہیں راجہ نے ان پاتر و نکو بھیج کر بادشاہ سے صلہ کر لی اور بیس ہاتھی نذر بھیجے۔ یہاں جنگلوں میں ہاتھی اس کثرت سے تھے کہ بھیر کے بھاؤ بکتے تھے۔ بادشاہ لکھنوتی اور جاج نگر

لشکر کشی ہو اور اُس سے اہل اسلام کو مضرت پہنچتی ہو انکا کام یہ ہی کہ وہ بادشاہوں میں صلح کرادیں۔ سلطان سکندر کو صلح منظور ہی جب وزیر اور فیروزی نے یہ تقریر سنی تو انھوں نے بھی آپس میں صلح و مشورہ کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان سکندر صلح کا طالب ہے اگر حضرت کو بھی صلح منظور ہو تو اہل اسلام کی گردن پر سے تلوار میان میں جائے۔ خدا تعالیٰ کا بھی ارشاد ہی کہ ا صلح خیر۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر سکندر شاہ اس شرط کو قبول کرے کہ سارے گانوں میں ظفر خاں تخت نشین ہو تو صلح کر لینی چاہیے خانِ اعظم ہیبت خاں اس رسالت پر مقرر ہوا۔ وہ سلطان سکندر شاہ پاس گیا۔ ہیبت خاں فیوہاں جا کر نرم و گرم گفتگو کر کے اس شرط پر کہ ظفر خاں کو ولایت سارے گانوں حوالہ ہو۔ صلح کو منظور کرالیا سلطان سکندر نے کہا کہ بادشاہ نے ناحق ظفر خاں کی تخت نشینی کے لئے تکلیف اٹھائی ہے۔ اگر مجھے فرمان بھیج دیتے تو میں اُسے تخت پر بٹھا دیتا۔ فیروز شاہ نے سکندر شاہ پاس ملک قبول کے ہاتھ اتنی ہزار ٹنکہ کی قیمت کا تاج مرصع و مکمل بھیجا۔ ملک قبول نے سکندر شاہ کے تخت کے گرد سات دفنہ چکر لکھا کر اُسکے سر پر تاج رکھا۔ وہاں یہ اپنا تماشہ بھی دکھا دیا کہ اگدالہ کی میں گر چڑی خندق کو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بھلانگ گیا اور سکندر شاہ سے کہدیا کہ مجھ جیسے سوار بادشاہ پاس دس ہزار ہیں سلطان سکندر نے بھی چالیں ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ اور آئندہ اس نذرانہ کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ ظفر خاں کو ولایت سارے گانوں میں بلا کر اُسکے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر ظفر خاں کو جب سارے گانوں کی حکومت مل گئی تو اُس نے وہاں ٹھہرنے میں مصلحت اپنی نہیں دیکھی اور بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ یہاں کی سلطنت سے حضور کی صحبت و معیت زیادہ پسند ہے۔ مجھے جو آسودگی دہلی میں میسر ہوگی وہ یہاں نہیں ہوگی۔ اس کے سارے رشتہ دار اور دوست مرچے تھے کوئی باقی نہ تھا۔ یہاں کیونکہ وہ رہ سکتا تھا۔ اب بادشاہ یہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہوا دونوں دفنہ بادشاہ کی رحم دلی نے ان مہمت سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھانے دیا۔

سلطان کا روانہ ہونا اور جو پور سے جالنگر جانا

ملک بنگالہ کی مہم سے بادشاہ فائز ہوا رجن پور میں آیا اور یہاں سے جالنگر میں گیا۔ ولایت جالنگر نہایت سیر حاصل اور نعمت خیز تھی۔ وہاں میوہ غلہ کثرت سے ہوتا تھا۔ ٹھہرنے سے لشکر گھوڑوں

کو تشویش ہو رہی ہے تم جا کر امن امان قائم کرو بادشاہ قنوج کی راہ وہاں آیا جہاں اُس نے شہر جون پور آباد کیا۔

شہر جونپور کی بنا کا حال

بادشاہ نے یہاں جو ایک مقام صحرا خوش و مرغوب دیکھا تو اُسکے دل میں آیا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے۔ گومتی کے کنارہ پر بادشاہ نے چھ مہینے قیام کر کے اس شہر کو آباد کیا۔ سلطان تغلق شاہ کے بیٹے سلطان محمد تغلق جو ناخاں کے نام پر شہر کا نام جو نا پور (جونپور) رکھا۔ جو نا تر کی زبان میں آفتاب کو کہتے ہیں۔ آئندہ تاریخ میں پڑھو گے کہ یہ شہر سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت بنا۔

سلطان سکندر شاہ سے بادشاہ کی جنگ

چھ مہینے شہر جونپور سے بادشاہ بنگالہ میں متواتر کوچ کر کے پہنچا۔ اس عرصہ میں سلطان شمس الدین تو مرچکا تھا اُسکا بیٹا سلطان سکندر سلطنت کرتا تھا وہ اپنے لشکر سمیت جزائر اکہالہ میں جا چھپا۔ بادشاہ نے ان جزائر کو گھیر لیا۔ دونوں جانب عرادہ و مخنیق موجود تھے حصار کے آگے ہر روز شتروں سے لڑائی شروع ہوتی۔ حصار سے دشمن کا لشکر میدان میں نہیں آسکتا تھا۔ جانبین میں روز و شب نگاہبانی ہوتی تھی اتفاق سے حصار سکندری کا ایک برج بودا تھا وہ اُسی کے آدمیوں کے بوجھ سے گر پڑا جسام الملک نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو اسوقت حملہ کر کے فتح کر لیا جائے۔ سلطان نے بعد تامل کے فرمایا کہ جب حصار میں لشکر جا بیگا تو ہزاروں پردہ نشین عورتوں کی بے پردگی پردہ دری ہوگی نااہلوں کے ہاتھ سے انکی عزت خاک میں ملیگی۔ ایک دن توقف کرو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ یہ سکر بادشاہی افسرین نے صبر کیا۔ بنگالیوں نے اپنا برج ایک دن میں جیسا تھا ویسا بنا لیا۔ گلی حصار تھا اُس کا برج بنا نا آسان تھا۔ اب حصار میں علف و غلہ کی تنگی ہوئی اور لڑائی سے بھی طرفین تنگ ہو گئے اسلئے دونو بادشاہوں میں مصالحت کی ٹھہری۔

فیروز شاہ و سکندر شاہ کی مصالحت

جب سکندر شاہ پر بری بنی تو اُسکے وزیر نے صلاح مشورہ کر کے ایک دانشمند آدمی کو فیروز شاہ کے وزیر راہنہ بھیجا جس نے یہاں اُنکے وزیر سے یہ تقریر کی کہ لڑائی میں دونوں جانب میں مسلمان کشتہ و خستہ ہوتے ہیں۔ آئیں سلاطین و قوانین و ذرا کا مقتضایہ ہے کہ جب بادشاہوں میں کینہ دری کے سبب سے

دوسرے روز بادشاہ کے دربار میں جو ظفر خاں گیا تو بادشاہ نے اسے غمگین دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میری پریشانی حضور کی برحمت سے دفع ہو سکتی ہے بادشاہ نے اسے خواجہ جہاں پاس دہلی بھیج دیا۔ حصار فیروزہ سے سلطان دہلی میں آیا خواجہ جہاں سے ظفر خاں کے باب میں صلح و مشورہ کیا پھر حکم دیا کہ ہم بنگالہ کی تیاری کیجائے جب اس تیاری کی خبر شمس الدین کو پہنچی تو وہ ڈرا اور اکرالہ کے قیام میں اپنی مصلحت نہ دیکھی سارگاہوں میں وہ چلا آیا جو بنگالہ کے وسط میں تھا۔ یہاں کے آدمیوں نے بھی اس کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بادشاہ پاس فریاد کی عرضیاں بھیجی شروع کیں۔

لکھنؤ کی طرف بادشاہ کا دوبارہ روانہ ہونا

جیسے کہ بادشاہ پہلی دفعہ لکھنؤ کو گیا اس طرح ابکی دفعہ روانہ ہوا کہ اسٹی یا شتر ہزار سوار اور بہت سے پیادے و چار سو ستر ہاتھی اور کشتیاں بند کشا اور بہت سے اور آدمی جو دہلی میں لڑنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ دودھیز (جھے) دوبار گاہ۔ دو خواہ گاہ۔ دودھیز مطخ۔ ایک سو اسی علم ہر قسم کے اور چوراسی خروار طبل و دمامہ شتری و فیل و اسپی۔ اس ساز و سامان سے ہندوستان میں خود بادشاہ لکھنؤ روانہ ہوا۔ خواجہ جہاں وزیر کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کیا۔ خان اعظم تاتار خان بھی بادشاہ کے ہمراہ چند منزل گیا مگر بعد ازاں وہ حصار فیروزہ کو واپس بھیجا گیا۔ وجہ اس کے واپس بھیجنے کی شمس سراج نے یہ بیان کی کہ بادشاہ کبھی کبھی شراب پیتا تھا۔ اے یہ شراب مختلف مزوں کی اور رنگ برنگ کی زعفرانی۔ گلابی۔ سرخ۔ سفید ہوتی تھی اور اس سفید شراب کا مزہ میٹھے دودھ کا سا ہوتا تھا۔ بادشاہ صبح کی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر یہ چاہتا تھا کہ شراب کا پیالہ پیئے کہ تاتار خاں سلطان کے دروازہ پر آیا۔ بادشاہ کو اس وقت اس سے ملنا ناگوار تھا مگر اس کے اصرار سے بلا لیا اور شراب کے سامان کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ جب تاتار خاں آیا تو اس نے پلنگ کے نیچے یہ سامان دیکھ لیا تو سلطان کو اس نے یہ نصیحت کی یہ دن تو بہداشت و استغفار کے ہیں۔ ہر گھڑی خدا سے دعا لگنی چاہئے نہ کہ شراب پینی۔ دشمن کو خورد نہ جاننا چاہئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں تبسم کتابوں کے جب تک تم اس لشکر میں رہو گے میرا شراب نہیں پینے کا۔ تاتار خاں الحمد للہ کھڑے باہر چلا آیا۔ مگر بادشاہ اس نصیحت کو گستاخی سمجھا۔ چند روز بعد تاتار خاں کو حصار فیروزہ یہ لکھ کر بھیج دیا کہ وہاں کی رعایا

اس بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دہلی اور فیروز آباد کے درمیان پانچ کوس کے اندر خلق کی آمد و رفت کثرت سے رہتی تھی ہر وقت از دہام لگا رہتا تھا۔ صبح کی سناٹ کے وقت اونٹ، گھوڑے، بچر، گاڑیاں، چھکڑے، بالکیاں یہ سب سواریاں تیار رہتی تھیں اینہیں سوار ہو کر فیروز آباد سے دہلی اور دہلی سے فیروز آباد میں آدمی آتے جاتے تھے ان سواریوں کا کرایہ معمولی یہ مقرر تھا کہ گاڑی کا کرایہ چار جیل فی نفر، شتر کا کرایہ چھ جیل، گھوڑا کرایہ بارہ جیل، کرایہ ڈولہ نیم ٹنگہ، شہر کے نزدیک مزدور کثرت سے موجود رہتے تھے انکو مزدوری خاطر خواہ مل جاتی تھی۔ امنوس ہے کہ غلوں کے ہاتھ سے اُسکے بہت سے باشندے ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ اطراف میں چلے گئے ایسا بڑا شہر برباد ہو گیا۔

ظفر خاں کا سنار گاؤں سے آنا اور فیروز شاہ کی پناہ مانگنا

سنار گاؤں کا بادشاہ سلطان فخر الدین تھا۔ اور ظفر خاں اُس کا داماد تھا۔ تخت گاہ پنڈوہ سے پہلے تخت گاہ سنار گاؤں تھا۔ اول دفعہ بنگالہ سے دہلی کو جب فیروز شاہ نے مرجعت کی تو کینہ کے سبب سے شمس الدین کشتی میں ہو کر ہو کر چند روز میں سنار گاؤں آیا سلطان فخر الدین جسکو عوام فخر کہتے تھے۔ بغیر و بی فکر اپنی مملکت میں بیٹھا تھا کہ شمس الدین نے اُسے زندہ گرفتار کر کے مار ڈالا اور سارا ملک اُس کا دبا بیٹھا۔ تمام اعیان و انصار اُس کے پرانڈہ ہو گئے۔ اسوقت تحصیل مال کے لئے ظفر خاں گیا ہوا تھا۔ جب اُس نے یہ حال سنا تو وہ مملکت سنار گاؤں سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہوا اور بہت تکلیفیں اٹھا کر دہلی میں آیا اور یہاں سے بادشاہ کی خدمت میں حصار فیروزہ کے اندر پہنچا اور ایک ہاتھی ندر میں دیکر بار یاب ہوا بادشاہ نے اُس پر مہر احم خسروانہ فرما کر حالات دریافت کئے اور اُسکی خاطر جمع کی کہ وہ کچھ اندیشہ نہ کرے جو سنار گاؤں میں اس پاپس تھا اُس سے دو چند اُسکو یہاں بلجائیگا۔ بادشاہ نے ظفر خاں اور اُسکے ہمراہیوں کو خلعت عنایت کئے اور اول روز تین ہزار ٹنگہ جامہ شستن کے مرجعت کئے اور اُسکا خطاب ظفر خاں بجالا رکھا۔ پھر چار لاکھ ٹنگہ دیے اور ایک ہزار سوار اور بہت سے پیادے اُسکے لئے متعین کئے اور نائب وزیر مقرر کیا اور پھر عمدہ و کالت عطا کیا

ہانسی میں بادشاہ کی ملاقات شیخ نور الدین سے

شیخ قطب الدین کا انتقال ہو گیا تو شیخ نور الدین انکے سجادہ نشین ہوئے۔ بادشاہ حصار فیروزہ سے انکی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ شہر آباد کیا ہے حضرت سے یہ درخواست ہے کہ ہانسی سے وہاں تشریف لیجائیں میں جناب کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کروں اور اس کا چنچ وار و صادر کے لئے مقبرہ کروں حضرت نے جواب دیا کہ یہ دعا گو ہانسی میں ہی رہے گا کہ وہ میرے باپ دادا کا وطن ہے اور ان بزرگوں نے مجھے یہی مقام دیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا آپ یہیں رہیں مگر دعا کیجئے کہ حصار فیروزہ آباد رہے۔

جمنہ کے کنارہ پر فیروز آباد کا آباد کرنا

بادشاہ نے ہم بنگالہ میں دوبارہ جانے سے پہلے ۷۵۰ھ میں جمنہ کے کنارہ پر گاؤں گاؤں کی جگہ پسند کر کے اس شہر کو بنانا شروع کیا۔ اور اس میں کوٹنک مالیشان تعمیر کرایا اور خوانین و ملوک نے اپنے مکانات وہاں بنائے۔ اس طرح دہلی سے پانچ کوس پر ایک نیا شہر آباد ہو گیا۔ اس شہر میں فیروز آباد کی حدود میں اٹھارہ موضع کی زمین آبی جنگلی تفصیل یہ ہے کہ قصبہ اندر پت کی سرائے شیخ ملک باریزاں کی۔ سرائے شیخ ابو بکر طوسی کی۔ گاؤں کی۔ کھیت وارڈ۔ امرت کی۔ اندھولی کی۔ سرائے ملکہ کی۔ مقبرہ سلطان رضیہ کی۔ بھاری کی۔ مہرہ کی۔ سلطان پور کی۔ اور اور دھات کی زمینیں اس قدر مکانات تعمیر ہو گئے تھے کہ قصبہ اندر پت سے کوٹنک ٹنکار تک کہ پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ ساری زمین آباد تھی اور اس میں مکانات ریختہ اور گچ کے بنے ہوئے تھے۔ آٹھ مساجد جمعہ ایسی وسیع اور عظیم الشان تھیں کہ انہیں سے ہر ایک مسجد میں دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اور ایک مسجد خاص تھی۔ بڑے بڑے امیروں نے یہ مسجدیں بنائی تھیں اور انکے نام پر ان مسجدوں کے نام لئے جاتے تھے۔ کہتے ہیں شاہجہاں آباد میں یہ مسجد جس کا نام کالی مسجد ہے اور ترکمان دروازہ کے پاس ہے وہ انہیں مسجدوں میں سے ہے۔

یہ صدر مقام حصار فیروزہ میں منتقل کر دیا۔ اور اس یعنی یعنی قسمت حصار فیروزہ میں ضلع ہانسی اور اگر دودھ فتح آباد سرستی داخل کر دیے۔

استقامت املاک یعنی بادشاہ کا محصول میں مقرر کرنا

بادشاہ نے دو شہر فتح آباد اور فیروزہ حصار آباد کئے فتح آباد کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور فیروزہ حصار کا اب ذکر ہوا۔ اب دونوں شہروں میں نہریں جاری کیں گویا کہ ان شہروں میں دونوں بحر و برسا دیے۔ ان ضلع میں انٹی کوس سے نوے کوس تک کے درمیان آبپاشی ہوتی تھی۔ تمام قصبات۔ قریات۔ جنید۔ دہاترہ اور ہانسی اور اُس کے مضافات میں پانی کے سبب سے پیداوار بڑھ گیا اور اُس سے بہت فائدہ ہوئے لگا گو بادشاہ نے فضلاء و علماء نیک طعنا و مشایخ بابرکات کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا کہ اگر کوئی شخص بہت محنت و مشقت کر کے اور اپنا روپیہ خرچ کر کے قصبات و قریات کی حدود میں نہریں جاری کرے اور اُس سے وہاں کے رہنے والی کو نفع بہت حاصل ہو تو اس محنت اٹھانے والے کا بھی حق سہی ہے یا نہیں۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ ایسا سہی کرنے والا حق شرب یعنی وہ کی کا مستحق ہے۔ بادشاہ نے مثل پہلے بادشاہوں کے ویران زمینوں میں بہت دہات آباد کئے اور ان پر محصول مقرر کیا اور اس محصول کو بہت المال سے خارج رکھا۔ اور اسکو سهام میں تقسیم کر کے علماء و مشایخ کے نام معین کر دیا۔ پس بادشاہ کی آمدنی دو صیغوں سے بڑھی ایک حق شرب سے دوم نئی زمینوں کی زراعت سے اس طرح بادشاہ کی املاک میں دو لاکھ ٹنکہ کی آمدنی بڑھ گئی۔ دارالملک دہلی میں کسی بادشاہ کی املاک ایسی نہیں زیادہ ہوئی کہ خاص اس املاک کے واسطے عہدہ دار مقرر ہوں اور اُس کا خزانہ جدا ہے جب برسات کے موسم کی شدت ہوتی تو خاص ملک کو بادشاہ مقرر کرتا کہ وہ نہروں کو گناؤں پر بھر کر بادشاہ کو اطلاع دیں کہ سیلاب کا پانی کہ ایں سے کہاں تک پہونچا۔ ان نہروں سے جتنی آبپاشی زیادہ ہوتی اتنا ہی یہ بادشاہ خوش ہوتا۔ اور اگر کوئی ایسی املاک میں سے گائوں خراب ہو جاتا تو وہاں کے عہدہ دار کو ذلیل کر کے بادشاہ نکال دیتا۔ اس سبب سے ملک بہت آباد و معمور ہو گیا۔

آتا بختہ چوسنے اور کھور (اینٹ کھویا) کو آمینتہ کر کے ان پھروں کو عمارت میں لگاتے۔ ایک حصار بزرگ یہاں تعمیر ہوا۔ اس کے مختلف حصوں کی تعمیر امیروں کو سپرد تھی جنہوں نے جلد اس حصار کو تعمیر کرا دیا۔ بادشاہ نے اس حصار کا نام حصار فیروزہ رکھا اور پھر اس حصار کے گرد خندق کھدوائی اور اس کی سٹی سے حصار کے گرد مد منہ بنایا اور حصار کے اندر ایک بڑا گہرا تالاب بنوایا اور اس کا پانی خندق کے اندر چھڑوایا ہمیشہ خندق میں یہ پانی بھرا رہتا تھا۔ اور حصار کے اندر ایک کوشک بنوایا جس میں بہت سے محل تھے اور اس میں بڑی حکمت یہ رکھی تھی کہ اگر کوئی عاقل بھی کوشک میں آتا اور چند محلوں میں بھرتا تو بیچ کے محل میں آجاتا جو نہایت تاریک تھا اور اس کی راہیں باریک تھیں۔ اگر کوشک کی نگہبان اس کی رہبری نہ کریں تو پھر وہ اس تاریکی سے نہیں بھٹکتا چنانچہ ایک فراش اس میں چلا گیا تو کئی روز تک وہ اس میں غائب رہا پھر اس کو نگہبان کوشک ہی نکال کر لائے۔ جب بادشاہ نے اپنا محل یہاں بنوایا تو پھر تمام خاتون عظام اور ملوک یا احترام نے اپنے محل اور خاص و عام نے بھی اپنے مکان یہاں بنوائے۔ غرض شہر خوب آباد ہو گیا۔

رفاہ عام کا کام سب سے بڑا یہاں نہر کا جاری کرنا ہی جب بادشاہ نے حصار فیروزہ کے ملک میں پانی کی تکلیف دیکھی جس کے سبب سے ملک اُجاڑ تھا تو اس نے ایک نہر جنبا کی اس جگہ سے نکالی جہاں پہاڑوں سے وہ ٹھکرا لگا ہوتی ہے وہ کرنال ہو کر ہانسی حصار پہنچی تھی اور پھر دریائے گھاگرا (گراگر) میں گرتی ہے۔ اس نہر کا نام راج داہ تھا اور دوسری نہر دریائے ستلج سے لایا جس کا نام لغ خانی تھا۔ یہ دونوں نہریں کرنال کے قریب گذرتی تھیں اور انہی کوں چکر وہ لجاتی تھیں اور شہر حصار فیروزہ میں جاتی تھیں۔ سلطان فیروز نے ڈھالی سال میں اس شہر کو بتایا اور بعد ازاں اس کے گرد باغ لگائے جن میں سب قسم کے میوے ہوتے تھے۔ پہلے یہاں خریف کی فصل ہوتی تھی۔ گہوں نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس کے لئے پانی یہاں میر نہیں ہوتا تھا مگر اب دونوں فصلیں خریف و ربیع ہونے لگیں۔ ہزاروں بگیوں میں آبپاشی ہوتی تھی۔ ان نہروں نے اس ملک کو زراعت سے باغ بنادیا۔

پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں صدر مقام تحصیل مالگزار ہی ہانسی تھا اب بادشاہ نے

خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور اس کا نام فیروز آباد رکھا۔ پھر دفاتر سلطانی میں یوں لکھا جائے لگا کہ آزاد پور عرف اکدالہ اور فیروز آباد عرف مندوہ۔ جب بادشاہ کو سی کے کنارہ پر آیا تو لشکر کو کشتیوں میں بٹھا کر اتارا۔ جب شمس الدین اکدالہ میں آیا تو کو تو ال کو جس نے دروازہ بند کیا تھا قتل کیا۔

سلطان نے دہلی میں خواجہ جہاں پاسبان کی نیابت کر رہا تھا لکنوتی کی مسیح کا فرمان بھیجا تو یہاں بڑی خوشی خاص و عام کو ہوئی۔ ایک خوشی فتح کی تھی دوسری بادشاہ کے صحیح سلامت آنے کی جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو خواجہ جہاں اس کے استقبال کو گیا اور بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دھام سے شہر میں آئی اور ہم ہاتھی جو بنگالہ کی فتح میں حاصل ہوئے وہ سواری کے جلو میں سب سے آگے تھے۔ بادشاہ نے گیارہ مہینے اس مہم میں صرف کئے

شہر حصار فیروزہ کا بنانا اور نہر کا جاری کرنا

بنگال کی مہم سے جب بادشاہ فارغ ہو کر دہلی آیا تو کئی برس تک وہ دہلی کے گرد سیر کرتا رہا اور دوسرے سال میں وہ حصار فیروزہ کی طرف گیا تھا اور مملکت کی استقامت میں خدمت کرتا تھا اور اس پر احسان طرح طرح کے کرتا تھا۔ انھیں دنوں حصار فیروزہ کی بنیاد آئی۔ یہاں جب سلطان آیا تو چند روز مقیم رہا۔ اب جس جگہ کہ حصار فیروزہ ہی وہاں پہلے دو گائوں بڑے بڑے تھے ایک کو لراس بزرگ اور دوسرے کو لراس چک کہتے تھے۔ بادشاہ نے لراس بزرگ کو دیکھ کر پسند کیا اور فرمایا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے تو خوب ہو یہاں کی زمین بے آب تھی اور گرمی کے موسموں میں خراسان و ایران سے جو سوداگر آتے تھے۔ انکو پانی کی بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چار جیل کو ایک پانی کا ٹنکا لٹا تھا۔ اس کو امید تھی کہ اگر میں مسلمانوں کے فائدہ کے لئے یہ شہر آباد کروں گا تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہاں پانی بھی پیدا ہونے لگے گا۔ بادشاہ نے یہاں آکر کریم شہر کے بنانے کی فرمائش کی اور اس کا بننا شروع ہوا۔ چند سال تک بادشاہ اور خواتین و ملوک اس کام میں مصروف رہے ترسانی کے پہاڑوں سے سخت پتھر ریش کر یہاں

مخدرات کوٹا اہلوں کے ہاتھ میں گرفتار کر آیا ہوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا اور مجھ میں اور مغلوں میں کیا مسرق ہوگا۔ تاتار خاں نے اصرار کیا کہ ہاتھ آیا ہو ملک ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اس پر فیروز شاہ نے کہا کہ دارالملک دہلی کے چند سلاطین نے ان ممالک کو تسخیر کیا۔ مگر یہاں اب کچھ آثار باقی نہیں رہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ بنگالہ کی زمین میں کچھ دھڑی بہت تھی۔ یہاں کے امراء آب سرو کے جزیروں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ مجھے سلاطین دہلی کی متابعت سے مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ مصلحت ملکی یہی تھی۔ پس اس نے اکدالہ کا نام بدل کر آزاد پور رکھا اور خود بارگشت کی۔ میدان کارزار میں تاتار خاں نے بڑی مردانگی کی شہسوار الدین کا ایسا تعاقب کیا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اس کا سر اڑا دیتا مگر اس نے قصداً یہ نہیں کیا۔ جب فیروز شاہ نے اس سے پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ تاجدار پر تلوار کا ہاتھ مارنا مجھے سزاوار نہ تھا۔ بادشاہ اس جواب سے بڑا خوش ہوا۔

بادشاہ کی مراجعت دہلی کی طرف

جب بادشاہ نے دہلی کی مراجعت کا ارادہ کیا تو شکر میں خوشی کے مارے عید ہو گئی بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کے سوار پیادوں کے سروں کو جمع کریں اشتہار دیا گیا۔ جو بنگالی کا ایک سر لائیگا ایک ٹنکہ نقد و انعام پائیگا۔ اس لالچ سے سب نے سروں کے جمع کرنے میں کوشش کی۔ ایک لاکھ اسی ہزار سر سے کچھ زیادہ جمع ہوئے۔ اتنے سر کیوں نہ جمع ہوتے سات کوں میں کوشش میں کوشش کی گئی تھی۔ بادشاہ ان سروں کو دیکھ کر روتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ یہ سکین بچارے پیٹ و عیال و اطفال کے مارے جان سے مارے گئے۔

بعبیرت سوے گشتگان بگریست
بغدیہ پیدا و پناہاں گریست
کہ چندین خلایق دریں کار و گیر
چراکشتہ شاید بشمشیر و تیر
فلک را سرانداختن شد برشت
نشاید کشیدن سراز سر نوشت

بادشاہ لشکر سمیت بہت جلد دہلی کی طرف منزل پیا ہوا۔ پنڈوہ میں آیا اور اس میں

لشکر آپہنچا ہی۔ اس نے یہ لشکر اپنا لشکر اس طرح مرتب کیا کہ امیر لشکار امیر دیلان کو مہمنہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار اور ملک حسام نو کو مہمنہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ ان تینوں تاتار خاں قبیلہ لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ ان تینوں فوجوں میں بادشاہ خود پھرتا تھا۔ اور سپاہ کی شاہانہ دلہداری کرتا تھا۔ جب یہ سب تیاریاں ہو چکیں تو لڑائی کا نفاذ ہوا اور دونوں لشکروں میں لڑائی کا شور مچا شمس الدین نے دیکھا کہ فوج شاہی لڑائی کے لئے ایسی آراستہ ہوئی تو وہ خوف زدہ ہوا۔ اور سمجھا کہ قلندروں نے مجھے دھوکہ دیا کہ میں حصار سے لشکر کو لے آیا۔ اب لڑو جو تقدیر میں ہو نا ہو وہ ہو گا۔

لشکر مہمنہ سے جس کا امیر ملک حسام نو تھا لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابھی ادھر دونوں لشکروں میں لڑائی ختم نہ ہوئی تھی کہ مہمنہ میں جس کا امیر ملک دیلان تھا جنگ شروع ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ اب تیروں سے لڑائی کی نوبت گذر کر تیغ و سنان پر پہنچی۔ پھر اس سے بھی آگے یہاں تک نوبت آئی کہ پہلوانوں نے ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کے دے مارا اور ہلاک کیا۔ بعد بڑی خونریزی کے قتل کے سلطان شمس الدین شکست پا کر اپنے شہر کی طرف بھاگا۔ پھر تاتار خاں نے مہمنہ سے زور پا کر شمس الدین کا تعاقب منڈوہ سے اگدا لہ تک کیا۔ تاتار خاں نے پکار کر کہا کہ لے شمس سیاہ رو پیٹھ مت دکھاؤ ادھر مہمنہ کر کے لشکر فیروز کی جو انحرور دی کو دیکھو مگر اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ فیروز شاہ کو نسخ ہوئی اور سینا لیس ہاتھی ہاتھ لگے اور تین ہاتھی مارے گئے۔ شاہ بنگال باوجود اس لشکر کثیر کے صرف سات سواروں کے ساتھ بھاگا۔ اور سارا لشکر اس کا پریشان و متفرق ہو گیا۔ فیروز شاہ نے دریا کے کنارہ پر اگدا لہ سے سات کوں پر قیام کیا۔ شمس الدین نے قلعہ اگدا لہ میں پناہ لی۔ لشکر فیروز شاہی نے شہر لے لیا۔ اس شہر میں جب بادشاہ داخل ہوا تو کوٹھوں پر ہزار ہا معزز گھرانے کی عورتوں کا ہجوم سرنگا۔ زبان پر شور و فغاں تھا۔ اسکو دیکھ کر بادشاہ کو رحم آیا اور اپنی زبان سے یہ فرمایا کہ میں نے مانا کہ شہر کے اندر میں فتح مند ہو کر آیا اور چند مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور اس ملک کو بے لیا۔ اور ملک میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اب اگر حصار لیتا ہوں تو اور مسلمانوں کا خون کرتا ہوں۔ عورت مستورات

لشکر دریائے پارا تر آیا ہی تو وہ پنڈوہ کو چھوڑ کر اکدالہ میں جا کر چھپا۔ سلطان بھی اکدالہ کی طرف گیا اور اس مقام کا محاصرہ نہایت اہتمام سے کیا اور اپنے لشکر کے گرد گنگرے بنائے اور خندق کھودی۔ ہر روز سلطان شمس الدین کی سپاہ اکدالہ سے باہر آتی۔ بادشاہ کا لشکر اس پر تیروں کا مینہ برساتا۔ آخر کو دشمنوں نے مجبور ہو کر خیرہ اکدالہ میں پناہ لی۔ بادشاہ کا لشکر نے اس کا ملک تاخت و تاراج کیا۔ یہاں کے تمام راجہ مقدم زمیندار سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکو امان دیکھی۔

ان دونوں سلطانوں میں کچھ دنوں ہر روز خوب جنگ ہوئی پھر ہوائے یہ جفا کی کہ نیزنرم میں دانہ گرم بویا اور قریب ہوا کہ برج سرطان پر آفتاب نظر عنایت کرے۔ یعنی برسات بسر پڑ گئی۔ بادشاہ نے ارباب مشورہ کو جمع کیا۔ اس مجلس میں بہت سی بحث و تکرار کے بعد یہ متہار پایا کہ سلطان شمس الدین اکدالہ میں حصاری ہوا ہی جسکے گرد اگر دھبڑا رہیں وہ جانتا ہی کہ مجھے لڑنے کی ضرورت نہیں جب بارش ہوگی اور ملک بنگالہ کی زمین یر پانی ہی پانی ہو جائیگا تو یہ پانی دھجھو پیسو اور حشرات الارض بادشاہ کو اٹا بھگا دیں گے۔ یہاں ڈانس ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے کاٹنے سے نہ آدمی نہ گھوڑا جی سکتا تھا۔ اسلئے یہ مناسب ہو کہ سلطان چند کوس اٹا چلا جائے اور دیکھے کہ دشمن کیا کرتا ہی۔ یہ تدبیر پسند ہوئی اور دہلی کی طرف سلطان سات کوس اٹا چلا گیا اور چند جعلی قلندر اکدالہ کو بھیج دیے اور ان کو سکھادیا کہ اگر لوگ تنکو پکڑ کر سلطان شمس الدین کے رو برو لیجائیں تو اس سے یہ کہیں کہ بادشاہ دلی کو اٹا بھگا جاتا ہی۔ یہ قلندر حصار میں گئے اور پکڑے گئے اور شمس الدین کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے یہی کہا کہ بادشاہ مع اپنے لشکر و بنگاہ دہلی کو بھگا جاتا ہی۔ شمس الدین کو اُنکے کہنے کا یقین ہوا اور وہ اکدالہ سے نکل پڑا۔ فیروز شاہ نے یہ حکمت بھی کی تھی کہ کچھ رشت و سپاہ یونین چھوڑ دیا تھا۔ کچھ اسباب میں آگ بھی لگا دی تھی۔ اب شمس الدین دس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے وچاس ہاتھی لیکر فیروز شاہ کے پیچھے ٹرا سلطان نے سات ہی کوس سفر کیا تھا اور دریا کے کنارے پر وہاں مقیم تھا جہاں وہ پایاب تھا۔ اُسے لشکر کی بہیر بنگاہ اس دریائے اتر رہا تھا کہ سلطان کو خبر ہوئی کہ دشمن کا

اور بعد ازاں میرانام

بزرگش نخواستہ اہل حیدر

کہ نام بزرگاں برشتی برد

سلطان کے حکم سے خطبہ کے لئے سلاطین ماضیہ کے ناموں کی فہرست یہ مرتب ہوئی (۱) سلطان معز الدین نام (۲) شمس الدین لہتمش (۳) ناصر الدین محمد (۴) غیاث الدین بلبن (۵) جلال الدین فیروز خلجی (۶) علاء الدین محمد خلجی (۷) قطب الدین مبارک شاہ (۸) غیاث الدین تغلق شاہ (۹) محمد شاہ تغلق (۱۰) فیروز شاہ بعد فیروز شاہ کے نام کے دو واسیہ نام پڑھے جائیں محمد بن فیروز شاہ (۲) علاء الدین سکندر شاہ۔ اس بادشاہ کے سارے عہد میں خطبے میں یہ نام پڑھے گئے دوم تاجدار کی کے سکے یہاں سکے سے مراد آئین و قانون ہیں چٹھے کے معنی نہیں ہیں اس لئے اکیس آئین تاجداری اور اکتیس علات تاجداری مقرر کیں۔

بنگالہ کی پہلی مہم

جب تخت نشینی پر تین برس گزر چکے تو ۱۳۱۴ء میں خواجین و لوگ نے شہنشاہ سپاہیوں کا لشکر جمع کیا۔ فیروز شاہ معہ ان لوگ و امرا کے لکھنؤ کی گور و آنہ ہوا۔ اور دہلی میں اپنا نائب خان جہاں کو مقرر کیا۔ بنگال میں حاجی الیاس حاکم لکھنؤ نے فساد مچا رکھا تھا۔ اپنا نام شمس الدین شاہ رکھا تھا اور ملک پر بنا برس تک قبضہ کر رکھا تھا۔ اسکی اقامت کا مقام پٹوہ تھا جو بالہہ کے پاس بحر جب بادشاہ کو برکھ پور اور کھرہ کے ملک پر آیا تو یہاں راجاؤں نے اطاعت اختیار کی اور بادشاہ کو کئی لاکھ تنگہ نذر میں دیے اور خراج دینے کا وعدہ کیا۔ پھر بادشاہ بنگال میں دریا کے کنارے پر پہنچا۔ وہاں تھوڑے دنوں قیام کر کے آرام لیا اسکو معلوم ہوا کہ شمس الدین کی سپاہ دریا کے دوسرے کنارے پر اس مقام میں ہے جہاں گنگا سے دریا ملتا ہے۔ یہاں سے دریا سے گذرنا دشوار معلوم ہوا تو وہ کوسی کے اوپر سو طرف سو اس چلا گیا اور چناریں کے نیچے جا کر دریا کو عبور کیا۔ یہاں ایک مقام دریا میں پایاب تھا گریانی اس زور سے بہتا تھا کہ پانچ سو من کا پتھر اسکے روز میں ٹھیکری کی طرح غلطاں ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریا میں یہاں ہاتھوں کی قطاریں اوپر اور نیچے باندھنی جائیں اور نیچے کی قطار کے ہاتھوں میں رستے باندھ دیے جائیں۔ اس طرح پانی کے زور کو اوپر کی قطار روکتی تھی۔ اگر کوئی شخص وہاں سے گزرتا تھا تو نیچے کی قطار کے رستوں کو پکڑ کر ڈوبنے سے بچ جاتا تھا جب شمس الدین نے سنا کہ بادشاہ کا

اندر کے آدمیوں کو سکھا دیا کہ جو وقت خداوند زادہ اپنے دوپٹے کو سر پر درست کرے تو سلطان کا سر اُڑا دیں اور باہر کے سپاہیوں کو یہ کہہ دیا کہ اگر سلطان اندر سے بھاگ کر نکلتا چاہے تو اُسے مار ڈالنا جب اس حجبہ کو محل میں بادشاہ آیا تو داور ملک جو اس سازش میں شریک نہ تھا اُس نے اپنی تین انگلیاں دانتوں میں پکڑیں اور بادشاہ کو ایسے اشارے کئے جس سے بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ یہاں سے مجھے جلد بھاگنے کو کہتا ہے یہ سمجھ کر وہ سر اسیمہ ہو کر اُٹھے پاؤں بھاگا۔ خداوند زادہ نے اس سے کہا کہ اتنا تو ٹھیر کہ میں بان بنا کر تھک دوں بادشاہ نے کہا کہ فتح خاں بہت بیمار ہے اسکی غیادت کو جلد جانا ضرور ہے۔ آئندہ جمعہ کو آکر خیر و گناہ محل سے ٹھکر بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو پکارا جمعہ کا روز تھا امراء میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ راسے بھیہر موجود تھا۔ اُس سے تلوار مانگی اُس نے کہا کہ میں حضور کے ساتھ ننگی تلوار لیکر گیا ہوں۔ یہ سنکر بادشاہ نے اُس سے تلوار چھین لی اور اپنے کوشک میں بھاگ کر پہنچا۔ فوراً خوانین و ملک کو بلا کر خداوند زادہ کے محل کو گھر دایا اور مسلح سپاہیوں کو پکڑ دایا۔ ان سب سلطان کے روبرو سچا حال کہہ دیا تو سلطان نے اُسے پوچھا کہ تمکو سارے حال کی خبر ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان محل کے اندر آیا ہے اور یہ خبر نہیں کہ کیونکر باہر چلا گیا۔ غرض بعد تحقیق و ثبوت جرم خداوند زادہ کو حکم ہوا کہ گوشہ نشین ہو اسکو وظیفہ ملیگا۔ اُسکے پاس دولت بہت تھی جسکے سبب سے خسر و ملک کو یہ خیال ہوا تھا کہ سلطنت ہاتھ لگ جائیگی۔ وہ سب ضبط ہو کر خزائنہ شاہی میں داخل رہا اور خسر و ملک جلا وطن ہوا ملک داور کو حکم ہوا کہ ہر مہینہ کی اول تاریخ وہ بارانی اور کفش پہن کر بادشاہ پاس حاضر ہوا کرے۔

کسی را کہ ایزد کند یاوری چنان کو کہ باو کند داوری

سلطان فیروز کا نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں سلاطین ماضیہ کا

نام داخل کرنا اور سکوں کا حکم دینا

یہ دستور چلا آتا تھا کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں امام فقط بادشاہ وقت کا نام پڑا کرتا تھا۔ جب فیروز شاہ بادشاہ ہوا تو قاعدہ کے موافق اُسی کے نام کے خطبے میں پڑھے جانے کی لوگوں نے اُس سے درخواست کی تو اُس نے فرمایا کہ خطبہ میں اول سلاطین ماضیہ کے نام پڑھ جائیں

کہ بعد مرنے کے اہل و عیال کا اور خود سال بچوں کا و بیوی فرزند کا حال دنیا میں کیا ہوگا۔ ان مسافیات اور قایم مقامی کے قاعدہ مقرر کرنے سے بادشاہ نے دور کر دیا۔

بادشاہ کی رعیت پروری

پہلے بادشاہوں کے عہد میں بہت سے قانون ایسے مقرر ہو کر جاری ہو گئے تھے کہ وہ عیال کو مال کے ادا کرنے میں ہلاک کرتے تھے کسی رعیت کے پاس ایک گائے سے زیادہ نہ چھوڑتے تھے مگر اس بادشاہ نے شریعت کے موافق سب کام کرنے شروع کئے اور تمام غیر مشروع قوانین کو خارج کر دیا۔ اور جو مشروع قانون تھا اس میں بھی ترقی اختیار کی محض ایک گائے میں دو جیل مقرر کئے اگر کوئی کارکن اور اہل کار اس سے زیادہ لیتا تو اس کا تدارک کیا جاتا۔ اگر کسی کارخانہ شاہی کے لئے اسباب خریدا جاتا تو بازار کے بھاؤ سے اسکی قیمت دی جاتی۔ عدل کے موافق شرح ہونے سے بازار میں نفیس اور لطیف اسباب کا انبار لگا رہتا۔ ہر قسم کے گروہ کو فائدہ بہت تھا۔ سب خوش حال تھے کسی اہل حرفہ پر ظلم نہیں ہونے پاتا تھا۔ مزدور و کارگیر کو یقین تھا کہ میں اپنی اجرت پاؤں گا۔ اس عدل و داد سے ملک کی آبادی بڑھی۔ ایک ایک کوس کے اندر چار چار گاؤں آباد ہو گئے نئے و مال اسباب گھوڑوں سے رعیت کے گھر بھرے رہتے تھے۔ ہر ایک گھر میں سونا چاندی اور اسباب موجود تھا۔ کوئی عورت نہ تھی جس پاس زیور نہ ہو۔ سب کے گھروں میں اچھے بستر و پلنگ چار پائیاں موجود تھیں غرض دہلی کی مملکت میں سب کو راحت اور آسودہ حالی تھی۔

خسر و ملک اور خداوند زادہ کا عذر

دہلی میں جب فیروز شاہ آنگر انتظام سلطنت میں مصروف ہوا تو خداوند زادہ معہ اپنے خاؤں خسر و ملک کے سلطان محمد تغلق کے ایک محل میں رہتی تھی۔ سلطان میں اور اس میں ایسا اخلاص و اتحاد تھا کہ ہر جمعہ کو سلطان اس کے محل میں جاتا اور جامہ خانہ میں یہ دونوں بیٹھے۔ ملک خسر و آگے کھڑا رہتا اور ملک داور ماں کے پیچھے بیٹھتا۔ رخصت کے وقت خداوند زادہ پان بنا کے بادشاہ کو دیتی۔ مگر کینہ و حسد بغیر اپنا زور کئے رہتے نہیں۔ ان دونوں کے دل نہیں حسد و حسد کا وہ زور ہوا کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ابکی دفعہ جمعہ کو سلطان آتے تو اسکا کام تمام کریں۔ اس مطلب کے لئے جمعہ کے دن انہوں نے محل کے اندر دروازہ کے نعلی حجروں میں زرہ پوش سپاہیوں کو چھپا کر بٹھایا اور

زمر ہوگا تو وہ اور زیادہ حیران و پریشان ہوگی اور کچھ مال ہاتھ نہیں ملے گا۔ ناحق کی بدنامی ہوگی یہ نگر فیروز شاہ نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے تاکہ غلق کے دل سے اس کے مطالبہ کا خوف بالکل نکلا جائے۔ اس وزیر خوش گنار اور شہر مایہ نگر کار کے سبب سے یہ سارا دفتر بلکہ خاکستر ہوا اور ساری خلقت نے اپنی آنکھوں سے اس کا جلنا دیکھ لیا۔ اس وقت قوام الملک کو بادشاہ نے سند وزارت دی اور جہر عطا کیا۔ اس وزیر نے کشور دار الملک دہلی کا محضیل چھ کر ڈور پتھر لاکھ تک مقرر کیا جو چالیس برس تک ہمیشہ اس بادشاہ کی سلطنت میں وصول ہوتا رہا۔

سلطان فیروز شاہ کا قاعدہ جدید معافیات جس کو قانون نان بھی کہتے ہیں

یہ اسی بادشاہ کا ایجاد تھا کہ افسروں و عمدہ داروں کو نقد تنخواہ کے عوض زمین اور دہات اور جاگیریں معافی کی ملیں۔ کسی افسر کو دس ہزار ٹنگہ کی کسی کو پانچ ہزار ٹنگہ کی کسی کو دو ہزار ٹنگہ کی معافی علی قدر مراتب عطا کی۔ سلطان علاء الدین کی رائے اس کے برخلاف یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے افسروں اور عمدہ داروں کو زمین اور دہات نہ دیئے جائیں اس لئے کہ معافی کے گانویں دو تین سو آدمی رہینگے اور سب گانوں کی آمدنی میں شریک ہونگے۔ اور جب ایک جگہ اتنے وجہ دار (پیشہ دار) جمع ہونگے تو وہ مغرور ہو کر مطیع نہیں رہینگے اور اگر اسپیں متفق ہو جائیں گے تو دنگہ نسا د کریں گے۔ فیروز شاہ نے یہ کام وہ کیا جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا۔ اس دیار میں اس شہر یاری کی یہ یادگار باقی رہی اس نے پہلے بادشاہوں کے خلاف کام کیا اور اس کے چالیس برس کے عہد سلطنت میں اس انتظام سے کوئی فساد برپا نہیں ہوا۔ ایک اور قانون اس نے نوکروں کے واسطے یہ جاری کیا کہ اگر کوئی نوکر مر جائے تو اس کی جگہ بٹیا اس کا مقرر ہو اور بٹیا نہ تو داماد اور داماد نہ تو غلام اور غلام نہ تو قریب کا رشتہ دار اور قریب کا رشتہ دار نہ تو اس کی بیوی کا کوئی قریب کا رشتہ دار مقرر کیا جائے۔ اس بادشاہ خوش خصال کی سلطنت چل سال میں ہر نوکر کا قائم مقام اس قاعدہ کے موافق ہوتا رہا۔ اس قاعدہ کے باب میں دہلی کے شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا نے لکھا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کو دو نعم ہوتے ہیں ایک دین کا دوسرا دنیا کا دین۔ تم اندوہ کے ہونے کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سوار انبیاء کے کیوں معلوم نہیں ہوتا کہ وہاں جا کر کیا ہوگا مگر دنیا کا اندوہ و مال جو یہ ہوتا ہے

ماہم سماع را بدانی در حال
در حرمت و عل او سخن گفت جمال
اصحاب نفوس را حرمت سماع
ارباب قبول را حلال ست علال

سلطان فیروز شاہ کا دہلی میں آنا

جب شاہ فیروز فتح و فیروز کے ساتھ دار الملک دہلی میں آیا تو نو طرح کے پبل سنجے - سارا
شہر زیور اور نفیس جاموں سے آراستہ ہوا چاروں طرف تہے بنائے گئے اور ہر تہے میں
اکیس دن جشن ہوا اور طعام و شربت و پان میں ایک لاکھ ٹنگہ خرچ ہوا۔

فیروز شاہ کی نوازش دہلی کے آدمیوں پر اور بقایا کی معافی

ان دنوں خواجہ فخر شادی مجبور تھا (یعنی سلطنت کے آمد و خرچ کا اور سب طرح کا حساب
کتاب رکھتا تھا) سلطان محمد شاہ تغلق جب دولت آباد سے دہلی آیا ہی اور یہاں ممالک دہلی کے
قصبات و قریات کو قحط سالی سے ویران دیکھا تو اُنکے آباد کرنے کے لئے اپنی حیات میں دو
کروڑ ٹنگہ (مال) بطور سونڈ ہار (تقاوی) کے دہلی کے لوگوں کو دیدیا تھا۔ جب فیروز شاہ ٹھہرے
میں بادشاہ ہوا تو خواجہ جہاں کے وزیر نے بھی اس نظر سے خزانہ شاہی سے روپیہ و اجناس میں
ویسے جو اہر خلقت میں لٹا دیا تھا کہ وہ بادشاہ خرد سال کے طرفدار بجاتے۔ اس نقد و جنس و
جواہر کا اور سونڈ ہار کا حساب کتاب و دفتر شاہی میں خواجہ فخر شادی پاس موجود تھا کہ کس کس کو
کیا کیا دیا گیا جب اُس نے بادشاہ کے رو برو اس حساب کو پیش کیا تو اُس نے توام الملک خان جہاں
سے پوچھا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیے۔ خان جہاں نے کہا کہ جب کوئی نیا بادشاہ ہو یا ہوا تو خواص
و عوام پر صلہ و عام دیتا ہی کہ سب کی تقصیر میں اور گناہ معاف کئے گئے بلکہ جو مجرم جلا وطن ہوئے
ہیں اُنکو بھی اپنے وطن میں آنکی اجازت دیتا ہی گویا پہلے احکام کو منسوخ کرنا ہی پس جو سلطان محمد
نے روپیہ بطور سونڈ ہار کے کسی مصلحت کے لئے دیا ہی اور خواجہ جہاں نے خام طبعی سے جو زر و جواہر
و نقد و جنس لوگوں کو بانٹا ہی اس کا مطالعہ سخن نہیں ہوئی۔

پہلے ہی سے بیوانی اور گداہی کے سبب سے غلٹ کی مکر ٹوٹ رہی ہی اگر اُس سے یہ مطالبہ

وہ کرو۔ اے سب نے متفق ہو کر یہ تجویز کیا کہ خواجہ بڑا بوڑھا ہی اسکو سامانہ انعام میں دیا جائے اور اسکو حکم سنا دیا جائے کہ وہاں جائے اور عبادت الہی میں زندگی بسر کیجے خواجہ سامانہ کو روانہ ہوا کچھ منزلیں طے کی تھیں کہ شیر خاں نے اسکو جالیا اور اس سے ملنے نہ گیا۔ خواجہ سمجھ گیا کہ یہ میرے لئے عزرائیل آیا ہے۔ اس سے ایک خیمہ میں جانے کی اجازت چاہی۔ اُس میں نماز پڑھنے گیا تھا کہ قاتل اس کے سر پر چڑھ رہا تھا۔ قاتل اسکا یار تھا اس نے اُس سے پوچھا کہ تیری تلوار تیرے ہے۔ قاتل نے اپنی تلوار دکھائی۔ خواجہ نے کہا کہ مجھے جب تلوار چلائیو کہ میں وضو کر کے نماز سے فارغ ہوں۔ ادھر خواجہ نماز کے سجدہ میں گیا خدائے نام زبان پر تھا کہ یار نے تلوار مار کر تن سے سر کو جدا کیا۔ اِنَّ لِلّٰہِ دَانَ النَّہْرِ اِجْوَانَ

ہانسی میں سلطان فیروز شاہ کا آنا

اب سلطان کو دہلی کے تمام خطروں سے انفرار ہوا وہ منزل بمنزل طے کرتا ہوا دہلی میں آیا اور شیخ الاسلام قطب الدین کی ملاقات کو گیا۔ شیخ نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور یہ نصائح کیں کہ دعا گوئے سنا ہے کہ بادشاہ کو شراب پینے کا بڑا شوق ہے۔ جب سلاطین اور ائمہ مذہب مے نوشی میں مشغول ہوں تو بیچارے حاجت مندوں کی حاجت روائی میں خلل پڑتا ہے۔ بادشاہ کو خلق کے حال سے غافل رہنا مصلحت نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اب میں شراب کے پینے سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسری نصیحت یہ کہ دعا گوئے سنا ہے کہ بادشاہ کو شکار کھیلنے کا شوق بہت ہے شکار سے خلق کو سرگردانی و حیرانی ہوتی ہے۔ جاندار کو بیگناہہ بچان کرنا اچھا نہیں۔ شکار بقدر ضرورت کرنا مناسب ہے بغیر ضرورت کے شکار کرنا مصلحت نہیں ہے شرعاً منع ہے سلطان نے شیخ سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ میں اس شغل کو چھوڑ دوں۔ یہ نہ کر شیخ نے چلا کر کہا کہ تم ہماری دعا کے منکر معلوم ہوتے ہو جو یہ نہیں کہتے کہ میں نے شکار سے توبہ کی۔ ہانسی میں بادشاہ نے شیخ قطب الدین منور بخش نصیر الدین محمود سے ملاقات کی یہ رباعیاں سماع کے باب میں انہوں نے پڑھیں۔

رباعی

بربارک دل سماع چوں تانج بود بزدل و شش دل حزیں چوں دلج بود
از احمد خستہ تر مشغول این زمزمہ را مر مرداں را سماع مہر لاج بود

بجھوایا کہ اسکو سوار کر کے سبزہ پر لیجائیں اور اُس سے کہیں کہ میں اُسکی ملاقات کیلئے اڈگما اور بامین کو نکال
خواجہ جہاں کے باب میں سلطان کی گفتگو امر کیساتھ

سلطان فیروز شاہ کی یہ مرضی تھی کہ خواجہ جہاں کو مغفرت نہ دے اور پھر وزارت پر بحال
کرے وہ یہ سمجھتا تھا کہ زمرہ وزراء و فرقہ اہل قلم کا یہ دستور ہے کہ دولت کے جمع کرنے کے لئے کوشش
کرتے ہیں مگر وہ بادشاہ بننے سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ خواجہ جہاں نے بھی غلطی سے یہ کام کیا اسکو
معاف کرنا چاہتے اور پھر وزیر کر دینا چاہتے جب ارکان سلطنت نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کی نیت
میں یہ ہے کہ خواجہ جہاں کی خیانت کو معاف کرے تو تمام خاندان عظام اور لوگ با احترام جمع ہوئے
اور آپس میں مشورہ کر کے اس برائے اتفاق کیا کہ آئین و قوانین ملکی میں دشمنوں کی خیانت سے درگزر نہیں
عاقبت کو پشیمانی ہوتی ہے وہ سب فکر و سلطانی پر گئے۔ عہد الملک نے اُنکے آئینی اطلاع بادشاہ کو دی
بادشاہ نے بلایا۔ ان سب نے متفق ہو کر اُس سے یہ عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ بادشاہ
ہو گئے۔ دہلی فتح ہو گئی خواجہ جہاں حضور کی خدمت میں آگیا۔ اب کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا مسلمان
پر ایک حج فرض ہوتا ہے۔ ہم سب کو حضور اجازت فرمائیں کہ حج کر آئیں۔ فیروز شاہ اصل مطلب اسکو
سمجھ گیا کہ انکا کیا ہے اُس نے کہا کہ اہل قلم سے جو کوئی فعل غیر معقود سرزد ہو تو اُس سے پہلے سلاطین
نے درگزر کی ہے۔ اسپر ان ارکان سلطنت نے کہا کہ بادشاہ کے ملازموں کے گناہ و طرح کے ہوتے
ہیں ایک صغیرہ دوسرے کبیرہ صغیرہ گناہوں کے معاف کرنے میں مضائقہ نہیں مگر گناہ کبیرہ کے
معاف کرنے سے آخر کار بڑی پشیمانی ہوتی ہے۔ خواجہ جہاں نے طمع جاہ سے ایک بچہ کو بادشاہ بایا خزانہ
کا سارا روپیہ لٹا دیا۔ جب روپیہ نہ رہا تو ظروف زرین و سیمین و جواہر کو دیدیا اور کچھ باقی نہ رکھا۔
جب اُس نے آخر کار یہ دیکھا کہ سب بادشاہ کے دوست ہمارے ہیں تو وہ مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ اگر ہم اُس سے کسی طرح کم رہتے تو ہم میں سے ایک کو وہ زہرہ نہ چھوڑتا۔ جو ہماری عقل میں
آیا وہ عرض کیا آگے بادشاہ کو اختیار ہے جب فیروز شاہ نے دیکھا کہ خواجہ جہاں کے تلف کرنے پر
سب متفق ہیں تو اسکا رنگ سفید ہو گیا اور کئی روز تک وہ غلین رہا اور غور و فکر کرتا رہا آخر کو
اُس نے عہد الملک کو بلا کر کہدیا کہ میں خواجہ جہاں کے مقدمہ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں مصلحت جانو

جمعہ کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حوض خاص علاقائی پر آیا۔ ملک حسن۔ ملک حسام الدین امیک (اوزبک) ملک خطاب اور تمام لوگ جو خواجہ جہاں کے دل و جان سے ہوا خواہ تھے اس حوض پر آئے اور سب نے کہا کہ آپ تو سلطان فیروز سے ملنے جاتے ہیں ہکو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو خواجہ جہاں نے کہا کہ اے یاران بے ریا تم سمجھ لو کہ میں نے جو سپر سلطان محمد کو پادشاہ بنایا اس میں میری ذاتی کوئی طمع و غرض نہ تھی۔ جب میں نے سنا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور لشکر کو مغلوں نے تاخت و تاراج کیا اور تارخاں اور ملک فیروز وہاں سے غائب ہوئے تو میں نے ملک کی بھلائی اور خلق کی بہبودی کے واسطے یہ بادشاہ بنایا۔ میں نے بہت سی خطائیں اور غلطیاں کیں مگر وہ سب غلطی کے دباؤ اور غل شور سے ورنہ مجھے مقام سلاطین سے کیا کام تھا۔ میں سلطان محمد شاہ کے عہد میں سلطان فیروز شاہ کو میا کہا تھا۔ اور وہ مجھ کو باپ۔ میری بیوی۔ بیویٹیاں اسکے گھر میں جاتی تھیں۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ خدا کو کیا منظور ہوگا۔ مگر سلطان فیروز نیک مرد ہی مجھے بھی اور سکو بھی معاف کر دیگا۔ خواجہ جہاں کی عمر انسی برس کی تھی۔ سارے بال اسکے سفید تھے۔ جب اسکے دوستوں نے اسکی زبان سے یہ باتیں سنیں تو وہ روتے اور انہوں نے کہا کہ تاخدارو نکلی یہ روش چلی آئی ہے کہ قوانین اور آئین ملکی میں پداری و سپری کو دخل نہیں دیتے۔ اور یہو غلطی پر کچھ خیال نہیں کرتے۔ فیروز شاہ گونیک مرد ہو مگر سلاطین کی روش کے خلاف کام نہیں کرے گا۔ اس پر خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں التادہلی چلوں اور وہاں حصار ی بنوں اگرچہ میرے پاس لشکر و پیل وجود ہیں مگر سلطان فیروز دہلی کو فتح کرے گا۔ مسلمانوں کی عورتیں نااہلوں کے ہاتھ پڑیں گی تو اس پر انہ سالی میں مجھے یہ سزاوار ہے کہ قیامت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں۔ رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ جو مجھے خدا کو کرنا منظور ہو گا وہ ہو گا جب اسکے ہمراہیوں نے یہ حال دیکھا تو بعض اسکے ساتھ چلے اور بعض ہباگ گئے۔

فتح آباد میں نلہ کی نداد کے بعد فیروز شاہ صندلی پر بیٹھا ہوا دربار کرتا تھا اور سب ارکان دولت موجود تھے کہ خواجہ جہاں اس ہیات سے بادشاہ پاس آیا کہ گچھی سر سے اتری ہوئی گلے میں پڑی ہوئی ہمرنٹا ہوا انگا۔ نگنی تلوار گلے میں لٹکی ہوئی۔ ایک تیر کے فاصلہ پر بادشاہ کی نظر نہر جو میں اس پر پڑی ادیبو نکو ہجکر گچھی کو اسکے سر پر بند ہوا یا اور اپنا چوڑا دل زریں سواری کے لئے

نے اس کام میں سبقت نہیں کی اُس نے برابر اپنے عرائض میں یہاں کے حالات لکھ کر بھیجے اور بادشاہ کی خدمت میں اپنی بڑی خیر خواہی کے ساتھ عرضداشتیں بھیجا رہا۔ سلطان نے بھی طالب کے مطلوب کے موافق جواب لکھے شہر میں لوگوں کے اندر کانچھوسی ہونے لگی کہ قوام الملک بادشاہ کو عرائض بھیجتا ہے۔ آجکل میں اُس پاس بھاگنے والا ہے۔ خواجہ جہاں کو بھی یہ تحقیق ہو گیا تو وہ قوام الملک کی گرفتاری کے درپے ہوا۔

ایک دن صبح کو قوام الملک زرین چوڑولی میں معہ لشکر کے سوار ہوا اور بیوی بچوں دستوں اور سب متعلقین کو ساتھ لیا اور میدان دروازہ پر آیا۔ تو دربانوں نے اُسے روکا اور دروازہ بند کرنا چاہا مگر سواروں نے تلواریں سوت کر اُنکو روک دیا۔ قوام الملک شہر سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور منزل اگدا میں سلطان کا پابوس ہوا۔ ایک شادی تو اُس کے آنے کی بادشاہ کو ہوئی دوسری شادی یہ ہوئی کہ بادشاہ کے ہاں اسی روز ایک بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے بیٹے کا نام فتح خاں رکھا اور ایک شہر یہاں تعمیر کر کے اُس کا نام فتح آباد رکھا۔ قوام الملک خان جہاں قبل اصل میں شریف قوم کا ہندو تھا اور اُس کا نام گندو تھا تنگنا میں رہتا تھا۔ راجہ تنگنا کے ساتھ دلی کو آتا تھا کہ راجہ راہ میں مر گیا تو اُس نے اپنے تئیں سلطان محمد تغلق کی نذر کیا اور اسلام قبول کیا اس لئے سلطان نے اُس کا نام مقبول رکھا۔ پھر درجہ بدرجہ وہ مناصب جلیلہ پر ترقی کرتا گیا۔ قوام الملک کا خطاب ہوا۔ جب سلطان مرا تو نائب وزیر ہوا اور پھر وزیر ہوا خان جہاں خطاب ہوا۔

خواجہ جہاں کا سلطان سے ملنا

جب خواجہ جہاں نے دیکھا کہ قوام الملک اُسکے پاس سے اپنی ہوا میں اڑ گیا تو نہایت متفکر و پریشان خاطر ہوا۔ وہ عاقل تھا سمجھتا تھا کہ اُسکے کاموں کی بنا غلطی پر تھی وہ کبھی درست و راست نہیں ہو سکتے اس لئے اُس نے ارادہ کیا کہ میں بھی سلطان فیروز سے جا کر ملوں اور اپنی غلطی کو بیان کروں بہتر ہی معلوم ہوتا ہے آگے جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہو گا چنبنہ کو وہ دہلی سے باہر آیا اور اسی روز اسماعیل میں پہنچا کہ دہلی سے چوبیس کوس تھا۔ رہا بقی اور دہلی کے درمیان جو سڑک تھی اُس پر اسماعیل بڑا گائوں تھا۔ پہلے اسکی تفصیل مضبوط بنی ہوئی تھی مگر اب بے تفصیل کھلا ہوا ہے (دوسرے روز

اُسکے اُس سے کہتے تھے کہ یہ بھاگنے والے بادشاہ پاس دہلی سے دولت لئے جاتے ہیں۔ اُسکے روکنے کے لئے یہ تدبیر کیجئے کہ اُسکے بیوی بچوں کو پکڑ لیں۔ خواجہ جہاں یہ سب باتیں سن کر کچھ جواب نہ دیتا۔ غرض جو صاحب مقدمہ تھے وہ بھاگ کر سلطان پاس چلے گئے اور جن میں جانے کا مقدمہ نہ تھا وہ سلطان کے آنے کی رات دن دعائیں مانگتے تھے۔ اہل دہلی کو بادشاہ سے عجیب محبت تھی کہ یہاں اپنے بیوی بچوں کو مملکت جانی میں چھوڑ چھوڑ کر اُسکے پاس چلے جاتے تھے۔ سلطان لٹان کے قریب کوچ کرتا ہوا آتا تھا کہ اُس نے دُور سے دیکھ کر پہچانا کہ خواجہ جہاں کا غلام بیٹے توں توں چلا آتا ہے وہ سمجھا کہ خواجہ جہاں مر گیا کہ اُسکی یہ خبر لایا ہی جب آدمی بھیجا اُس سے خواجہ جہاں کی خیر و عافیت کی خبر پوچھوائی تو اُس نے مغرورانہ جواب دیا۔ اُسکے پاس حایل میں سپر سلطان محمد کا فرمان یہ تھا کہ سپر سلطان محمد کی فیروز شاہ اطاعت کرے جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فرمایا کہ ہم کو کرم حق چاہئے۔ خواجہ جہاں اور اور ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ دشمن چہ کند چہ مہرباں باشند دوست۔ سلطان میں بادشاہ آیا۔ لٹان کے مشائخ پر اُس نے بہت احسان کئے اور وہاں سے ابو دھن میں کر شیخ الاسلام فریدالحی کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر وہ سرستی میں آیا جو دہلی سے نوے کوس پر ہے۔ یہاں کے مہاجنوں اور صرافوں اور بقالوں نے کئی لاکھ ٹنکے جمع کر کے سلطان کو دیئے۔ سلطان نے یہ کل روپیہ لشکر میں تقسیم کر دیا اور مہاجنوں سے فرما دیا کہ یہ تمہارا روپیہ ہم پر قرض ہے۔ انشاء اللہ شہر دہلی میں جا کر وہ سب ادا کیا جائیگا۔ ملک عماد الملک کو حکم ہوا کہ وہ دہلی جا کر اس قرض کو ادا کرے۔

سلطان فیروز سے قوام الملک خان جہاں مقبول کا ملنا

سلطان فیروز جب آگے بڑھتا تھا۔ لٹان۔ دیبال پور۔ سرستی اور مقامات کے آدمی اسے ایسے ہی ملتے جاتے تھے جیسے پہلے سلطان محمد شاہ سے اُسکی مدد کے لئے ملے تھے۔ خانان کبار، نوک نادار۔ معارف خوش کردار۔ گروان جزار۔ پہلوانان ذی اختیار۔ شکریاں نیک کردار چھتیس راجہ غرض ہر فرقہ و زمرہ و طائفے کے آدمی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح لشکر بہت بڑھ گیا سلطان سب سے دوستانہ باتیں کرتا اور نیک وعدے کرتا۔ روز بروز دہلی کے آدمی پادشاہ پاس چلے جاتے تھے۔ مگر بادشاہ کو جب تک اطمینان نہیں ہوا کہ قوام الملک خان جہاں مقبول

تھے کہ احمد ریا ز (خواجہ جہاں) یا مسلوب عقل ہو گیا ہے یا کسی مظلوم کی بددعا اُسکے حق میں تہیاب ہو گئی اور اہل اسکی قریب آگئی ہے کہ بیٹھے بٹھے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری ہے اور کس بدنامی و دشمنی کامی پر اپنا خاتمہ چاہا۔ غرض سب کو خواجہ جہاں کی اس حرکت پر حیرت تھی سلطان سمجھتا تھا وزیر کی پرانہ سالی کے سبب سے یہ حماقت و سفاهت کی حرکت سرزد ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ اُسکی طرف سے اندیشہ مند تھا وہ دہلی کی طرف چلا۔ ادھر سارے لشکر کے وضع و شریف دل سے اُسکے طرفدار تھے ادھر ساری دہلی بادشاہ کے آنے کی انتظار میں چشم برہا تھے۔ اب یہ محقق ہو گیا کہ خواجہ جہاں کا ارادہ مقابلہ کا ہے بادشاہ جانتا تھا کہ ٹھٹھ کے لشکر نے جو سلطان محمد کے ساتھ تھا نہایت محنت و مشقت اٹھائی ہے سلطان محمد کی بڈل و سخا سے خزانہ میں نقدی نہیں رہی ہے اور مغلوں کی ضرر رسانی سے لشکر کا نقصان بہت ہوا ہے۔ وہ شکستہ و خستہ حال ہو کر دہلی کی طرف چلا ہے اور سوا اُسکے بیوی بچے اُسکے حصار دہلی میں موجود ہیں اسلئے سلطان فیروز شاہ لشکر پر خواجہ جہاں کی عداوت کا حال ظاہر نہیں ہونے دیتا کہ مبادا اس میں ہراس پیدا ہو۔ وہ بلتان میں آگیا مگر زبان پر خواجہ جہاں کا ذکر کچھ نہ لایا۔ اس معاملہ میں وہ کامل عاقل شہر یار و فکی حکمت پر چلا۔ اصل حال کو کھلنے نہ دیا کہ جس سے لشکر کو یہ معلوم ہو کہ سلطان کے پیچھے خواجہ جہاں کا خوف لگا ہوا ہے۔

سلطان فیروز شاہ کا سفر ٹھٹھ سے دہلی کو

جب ٹھٹھ سے سلطان نے دہلی جانے کا قصد کیا تو اس باب میں مشورہ کیا کہ کس راہ سے سفر کیا جائے اہل مشورہ نے کہا کہ گجرات کی راہ سے چلنا اسلئے بہتر ہو گا کہ دولت ہاتھ آئیگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سلطان تغلق جب خسر و خاں کے شرف و رفعت کرنے کے لئے دیوال پور کی راہ سے روانہ ہوا تھا تو اس راہ سے سفر اُسکو مبارک ہوا تھا۔ ہم بھی اُسی کی راہ پر چلیں گے کہ سفر ہمو مبارک ہو اور ہم صحیح سلامت دہلی پہنچ جائیں غرض بادشاہ نے طغی باغی کی سرکوبی کے لئے ملک سندھ میں توڑی فوج چھوڑی اور آپ زیباں پور اور بلتان کی راہ سے روانہ ہوا جب اہل دہلی کو اس روانی کی خبر پہنچی کہ بادشاہ باپیل و بنگا دہلی آتا ہے تو اُنکو ظاہر و باطن میں بڑی خوشی ہوئی بعض امرا و لوگ و معارف اہل صدور دہلی سے بھاگ بھاگ کر بادشاہ پاس جانے شروع ہوئے۔ خواجہ جہاں جب سلطان کی طرف یہ میاں غلامی دیکھتا تو دل ہی دل میں بیچ و تاب کھاتا مگر زبان سے کچھ نہ کہتا۔ اہل مشورہ

ایک ماتم سلطان محمد کے مرنے کا تھا۔ دوسرا سلطان فیروز کے غائب ہونیکا۔ خواجہ جہاں کو فیروز شاہ سے بڑی محبت تھی اسکو وہ اپنا بیٹا کہا کرتا تھا۔ جب اس ماتم کو تمام کر چکا تو اس نے پسر سلطان محمد کو تخت پر بٹھایا۔ مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ زندہ ہی اپنی غلطی پر مطلع ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ عیوہ جہانداری کے موافق کوئی میری اس حرکت پر یہ خیال نہیں کریگا کہ میں نے غلطی دوسو سے یہ کام کیا ہے اسلئے مصلحت یہی ہے کہ شکر جمع کیجئے اور جب تک طرفین میں التیام نہ ہو خطر عظیم سے بے فکر نہوجئے۔ پس خواجہ نے دہلی میں شکر عظیم بیس ہزار سواروں کا جمع کیا۔ اس نے غلٹی کو بہت مال دیا۔ سلطان محمد کی ستائش برس کی بذل و کثا کے سبب سے خزانہ میں روپیہ کی کمی تھی۔ جلد خزانہ خالی ہو گیا تو اس نے ظروف زرین و سہین لوگوں کو دیدیئے۔ اور جب یہ ظروف بھی نہ رہے تو جواہر تقسیم کر دیئے عجب یہ ہے کہ لوگ خواجہ جہاں سے زر و مال لیتے اور اسی پر لعنت بھیجتے اور فیروز شاہ کے لئے رات دن دعائیں مانگتے۔

خواجہ جہاں کا سنا کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ ہو گیا

جب خواجہ جہاں نے سنا کہ فیروز شاہ بادشاہ ہو گیا تو اپنی غلطی پر نہایت افسوس کرتا تھا۔ دونوں لشکروں میں مختلف یہ خبریں اڑتی تھیں کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ سلطان کی سپاہ دہلی پہنچے گی تو جو امیر اس لشکر سلطانی میں ہوں گے انکے سب کے اتباع و متعلقین و جورو بچوں کو معنیق میں رکھ کر آڑاں لگایا یہ افواہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں پاس فوج قاہرہ ہی وہ سلطان سے سخت مقابلہ کر لگا۔

جب سلطان کے کان میں یہ اخبار غیر مکر متواتر پہنچی تو اس نے جو خاندان و لوگ لشکر میں موجود تھے انکو جمع کر کے پوچھا کہ تم سب صاحب بادشاہ کے نصاب ہمیشہ رہے ہو اگر تمکو معلوم ہو کہ بادشاہ کا بیٹا تھا تو ہم سب چکر اسکو تخت پر بٹھائیں اور اسکی اطاعت میں سر جھکائیں۔ اس پر مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ جس نے اول سلطنت کا کام شروع کیا اسی کا بادشاہ ہونا دلی ہے۔ اس گول مول فقرہ سے یہ حقیقت نہوا۔ واقعی بادشاہ کا کوئی بیٹا تھا یا نہ تھا۔ مگر اصل حال یہ ہے کہ بادشاہ کے صرف ایک دفتر تھی معلوم نہیں کہ خواجہ جہاں نے یہ پسر کہاں سے پیدا کر لیا۔ سب عاقل یہ کہتے

مغلوں کو جو صلہ نہ ہوا کہ اس سے لڑتے۔ التون بہادر نے امیر نوروز گین نے جب یہ حال دیکھا کہ اب ہماری دال نہیں گنتی تو وہ اپنے گھروں کو اُلٹے چلے گئے، طغی باغی کے اغوا سے ٹھٹھے کے مفسد جو فساد برپا کر رہے تھے وہ بھی فرد ہو گیا۔ بعد اس فتح کے سلطان شاد و خرم دہلی کی طرف چلا۔

سلطان محمود شاہ کے تخت نشین کریم خاں احمد یار کا غلطی کرنا

جب آخر دفعہ دولت آباد میں سلطان محمد گنیا ہو تو وہ دہلی میں ملک احمد بکیر تغلق خاں فیروز شاہ کو چھوڑ گیا تھا ان میں سے اول دو سلطان کے مرنے سے پہلے دنیا سے چل بسے تھے اور فیروز شاہ کو سلطان نے اپنے پاس بلا لیا تھا اور دہلی خالی تھی اسلئے ٹھٹھے سے سلطان نے خواجہ جہاں کو اپنا نائب غیبت مقرر کر کے دہلی بھیج دیا تھا۔ اُسکے ساتھ یہاں ملک قوام الملک یعنی خان جہاں اور ملک حسن و حسام الدین ایک اور چند اور امرا بھی تھے جب خواجہ جہاں نے سنا کہ سلطان محمد کا انتقال ہوا اور ملوک و علما و مشائخ نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنایا تو اُسکو اسنی برس کی عمر میں یہ خط اُچھلا کہ ایک مجمل النسب چھ برس کے لڑکے کو کاٹھ کی سی کی طرح تخت پر بٹھایا اور غیاث الدین محمود اس کا لقب رکھا۔ اور سلطان محمد تغلق کا بیٹا اُسکو مشہور کیا۔ مگر شمس سراج عقیق اپنی تاریخ فیروز شاہی میں یہ لکھتا ہے کہ یہ بات عوام میں مشہور تھی مگر غلط تھی صحیح یہ ہے جو میں نے مجلس عالی کشاد خان بہرامیہ سے سنی ہے کہ ٹھٹھے سے سنی ہو کہ ٹھٹھے میں جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو خراسان کے امیران ہزارہ نے جو سلطان محمد کی مدد کو آئے تھے بازار بزرگ کو غارت کیا اور بنگاہ لشکر کو برباد کیا جس سے سارا لشکر پریشان و متفرق ہوا سلطان فیروز شاہ ابھی بادشاہ نہوا تھا کہ خواجہ جہاں کا غلام علیچ تو تون (التون) جو سلطان پاس ٹھٹھے گیا ہوا تھا وہ اسوقت کہ لشکر میں متوحش خبریں اڑ رہی تھیں وہاں سے دہلی کی طرف چل دیا اور یہاں دہلی میں صحیح سلامت پہنچا اُس نے خواجہ جہاں سے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد شاہ جہاں سے رخصت ہوا مغلوں نے بازار بزرگ لوٹ لیا اور لشکر میں بڑی خونریزی ہوئی اور تارخان اور سلطان فیروز شاہ ابھی میں معلوم نہیں کہ وہ مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا مارے گئے۔ اور بہت سے ملوک شہید ہوئے۔ علیچ کو خواجہ جہاں معتبر جانتا تھا یہ خبر سُنکر وہ دوہرے ماتم میں بیٹھا۔

بلائے عظیم و محنت الیم میں پھنسیا یا ہی تھوڑا صبر کر دیجھے وضو کر لینے دو۔ وہ اٹھا اور وضو کیا اور دو گانہ شکر ادا کیا۔ جناب الہی میں رو کر اور گڑ گڑا کر یہ دعا مانگی کہ اے خدایتیری اعانت بغیر انسان کا کوئی کام پورا نہیں ہو سکتا سلطنت کا مدار تیری حمایت ہی پر موقوف ہی میں اس بار سلطنت کو تیرے ہی بھروسہ پر سر اٹھاتا ہوں۔ تو ہی میری پناہ اور قوت ہے۔ بعد اسکے اُمرانے تاج شاہی سر پر رکھا۔ بادشاہ نے اس اپنے ماتمی لباس پر لباس شاہی پہنا۔ جب امرائے کہا کہ اس ماتمی لباس کو دور کیجئے تو اُس نے کہا کہ میں نے مصالحت ملکی کے لئے لباس شاہی پہنا۔ مگر میں لباس ماتمی نہیں اتاروں گا یہ اُس شخص کے ماتم کا لباس ہے جو میرا مربی۔ میرا استاد۔ میرا آقا۔ میرا رہنما میرا مالک تھا۔ غرض فیروز شاہ نے لباس شاہی ماتمی لباس پر پہنا۔ سواری کے لئے ہاتھی آیا ہاتھی پر چب دہ سوار ہوا تو باجوں کا غل شور تھا اور خوشی کے مارے خلقت آپے سے باہر ہوئی جاتی تھی گھر گھر شادیاں بچ رہے تھے ایک شادی عام کی چل پھل ہو رہی تھی۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر حرم میں گیا۔ وہاں جا کر خداوند زادہ کے قدموں پر سر رکھا۔ اس نے سر کو اٹھا کر گلے لگایا اور اس پر اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ ٹنکے کی قیمت کا تاج سر پر رکھا۔ یہ تاج اُس پاس سلطان تغلق شاہ و سلطان محمد شاہ کی تاجداری کا یادگار تھا۔ اسکی تخت نشینی کی تاریخ ۲۴ محرم ۷۲۷ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۳۲۷ء تھی۔ اُس نے تخت پر بیٹھے ہی شیر ابرو چشم کو عا د الملک کا عہدہ بادشاہی سلطنت کا بڑا کام کیا۔

فیروز شاہ کی لڑائی مغلوں اور اورس کشوں سے

مغلوں سے لوگ ڈرے ہوئے بیٹھے تھے فیروز شاہ کے بادشاہ ہونے سے ان کی بنیاد جان آنی بنگالہ شکر شاہ کر کے شکر گاہ دہلی کے رو برو آئے۔ سلطان نے اپنے لشکروں کے سواروں اور پیدلوں اور ہاتھیوں کو مرتب کر کے اور سب امراد خوانین و ملوک کو اپنے ساتھ لیکر نیمین پر حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی اور بہت کشت و خون ہوا۔ سلطان کو فتح ہوئی اور بنگالہ ایسے بھاگے کہ اپنی بنگالہ اور پرتل کو بھی چھوڑ گئے۔ بازار بزرگ کے کل آدمی جو مغلوں سے قید کئے تھے وہ ان کے ہاتھ سے رہا ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ کو یہ اول فتح کابل حاصل ہوئی۔ پھر

اس حال میں خواتین ملوک، علماء، مشائخ اہل سلوک جو سلطان نخر کے ساتھ ٹھٹھے میں تھے جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ بغیر کسی پیشوا کے چارہ نہیں ہے۔ ہنوز دہلی دور سلطان محمد بنیت میں آرام کرتا ہے۔ طائفہ تغلق ہم سے دو بدو لڑتا ہے اور لوٹ چاتا ہے۔ غرض بعد بہت بحث و مکرار کے فرقہ ملوک اور اہل سلوک کا اتفاق اس پر ہوا کہ فیروز شاہ کو بادشاہ بنائیں۔

جب بادشاہی کے لئے فیروز شاہ کے منتخب ہونے کی خبر خداوند زادہ کو پہنچی تو اس نے ملوک پاس پیغام بھیجا کہ باوجودیکہ اس کا بیٹا ملک داوڑ ملک خسرو سے موجود ہے اس کے ہوتے یہہ انصاف نہیں ہے کہ تم اس پر بادشاہی کے لئے امیر حاجب کو ترجیح دیتے ہو میں سلطان تغلق شاہ کی بیٹی اور سلطان محمد شاہ کی بہن ہوں جب میرا بیٹا موجود ہے تو دوسرا بغیر کیسے بادشاہ ہو سکتا ہے بعض راوی روایت کرتے ہیں کہ اس نے کچھ الفاظ نامناسب لکھ کر دل کی بھڑاس نکالی۔ جب ملوک پاس خداوند زادہ کا پیغام پہنچا تو کسی نے اس کو پسند نہ کیا اور سب سانپ کی طرح بل کھانے لگے۔ جمیع ملوک اور اہل سلوک نے متفق ہو کر نعر گفثار حکام ملک سیف الدین خوجو کو خداوند زادہ پاس بھیجا اس نے خداوند زادہ پاس جا کر یہ تقریر فصیح تصریح کے ساتھ کی۔ اے عورت اگر فیروز شاہ کے ہوتے تیرے بیٹے کو بادشاہی کے لئے اختیار کریں تو نہ تھکوا پنا گھر دیکھنا نصیب ہو گا نہ ہکو اپنے گھر میں بیوی بچوں کے دیکھنے سے خوشی خرمی ہوگی۔ تیرا لائق بیٹا بادشاہی کے لائق نہیں ہم پردیس میں پڑے ہوئے ہیں مغلوں کی سپاہ ہماری جان کھا رہی ہے۔ اگر تو اپنی جان کی سلامتی اس سپاہ کے ساتھ سے چاہتی ہے تو جو ہم نے تجویز کی ہے اس سے راضی ہو جا تیرے بیٹے کو نائب بار بک کا خطاب بجا لگایا۔ یہ تقریر سن کر خداوند زادہ سالت ہوئی اور ملک سیف الدین واپس آیا۔

ملوک و اہل سلوک نے متفق ہو کر فیروز شاہ سے کہا کہ بادشاہ نے آپ کو ولیعهد مقرر کیا تھا سو اب آپ کے کوئی سلطنت کے لائق بھی نہیں ہے۔ پس بہتر ہے کہ سلطنت کے کاموں کو معطل نہ کیجئے اور تخت پر رونق افروز ہو جئے۔ اس پر خدا ترس ملک فیروز نے فرمایا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مجھے معاف کیجئے اور اس بار سلطنت کو میرے سر نہ رکھئے۔ مگر لوگوں نے اس کا یہ عذر نہ مانا اور تباہ رخاں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھانا چاہا تو اس نے تاتار خان سے کہا کہ تم نے مجھے

امور مملکت رانی اور آئین شہریاری میں کامل ہو جائے۔ عوام حویہ کہتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ فیروز شاہ کو اکثر اوقات محنت و مشقت میں رکھتا تھا تو اس کا سبب کوئی عداوت حسد نہ تھا اگر یہ ہوتا تو اس کو اپنے تخت سے فوراً جدا کر دینا کیا مشکل تھا بلکہ وہ فیروز شاہ کو علما نہ آداب شاہی سکھاتا تھا کہ آئین چاندی سے وہ ماہر ہو جائے۔ اس بادشاہ کے زیر تعلیم وہ پینالیس برس کی عمر تک رہا۔

سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی

جب ملک ٹھٹھ میں سلطان محمد شاہ کا بڑا حال بیماری سے ہوا تو اس کے علاج اور خدمت اور تیار داری میں فیروز شاہ ایسا مصروف ہوا کہ بادشاہ کی عنایت اور محبت اس کے مال پر وہ چند ہو گئی اور وقت رحلت جب قریب آیا تو یہ وصیت کی کہ میرے بعد فیروز شاہ پادشاہ ہو اور یہ شہر ٹھٹھا تو سرسبز باشتی بہ شاہنشہی کہ من کردہ ام سرزبالیں تہی جب محمد تغلق نے اس دنیا سے کوچ کیا تو دنیا میں ایک شور و غلب مچا۔ فساد برپا ہوا۔ ملک فیروز اور امیر اسکے دبانے اور مٹانے میں مصروف ہوئے۔ اس فساد کے پانی مابنی مغل تھے۔ بادشاہ کی اعانت کے واسطے امیر فرغن نے التون بہادر اور امیر بھیجے تھے انکو ملک فیروز نے انعام و صلحت دیکر سمجھایا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اپنے وطن کو تشریف لیجائیں۔ بہادر ہمارے ہمارے لشکر ہمیں ان بن و مٹ بھیڑ نہ ہو جائے۔ التون بہادر آدمی دانشمند تھا وہ بات سمجھ گیا اور چل دیا۔ مگر ترغشیرین جان وادامیر نوروز گرگین جو یہاں کے امرا و سلطنت میں سے تھا اس نے جا کر التون بہادر کو فہمائش کی کہ تو کس وقت گھر چلا ہی دیکھ بادشاہ ہند مر گیا ہی اسکی جگہ کوئی تخت پر بیٹھا نہیں لشکر بے سرد سامان شتر بے ہمار ہورہا ہی سپاہیانہ کام ہی ہے کہ کل الالچل اور خزانہ اور اسباب نقد و جنس چھین پھر چین۔ سے اپنے ملک کو جا۔ اس بہکانے میں التون بھی آگیا۔ دوسرے روز الالچل پھر آیا۔

منزل را بفارت اشارت دہی ازاں بہ کہ حینت بشارت دہی

اس نے چلتے لشکر پر کہ غیر مرثب تھا اور کا۔ دان کی طرح جاتا تھا حملہ کیا اور اس میں ایک ہل چل ڈال دی۔ خزانہ کے اونٹ چھین لئے۔ خوب دل کھول کر ہاتھ صاف کئے۔ ہزاروں بچے اس پر کئے ٹھٹھ کے مفسدوں نے بھی لشکر پر دست درازیاں کیں۔ لشکر میں دو روز تک کھانا پینا سونا حرام ہو گیا۔

بھیج دیا اور یہ سمجھو کہ ہماری ایک لڑکی کا بغل لے گئے۔ یہ لڑکی کی بات رانا مل سے جا کر اسکی ماں
 نے کہی۔ رانا مل نے بھی اس بات کو مان لیا۔ اور تغلق شاہ پاس بیاہ کے منظور کرنے کا پیغام
 بھیج دیا اور لڑکی دی بال پور میں آگئی۔ پہلے نیکے میں اس کا نام بی بی نامہ تھا اور سسرال میں سلطان
 بی بی کہ بانو خطاب ملا چند سال بعد فیروز شاہ پیدا ہوا۔ اس خوشی میں تغلق شاہ نے خاص دامام کو
 انعام اکرام دیا۔ فیروز شاہ سات برس کا نہ ہوا تھا کہ باپ کا سایہ سر پہٹے اٹھ گیا۔ بیچاری بیوہ ماں
 یہ کہہ کہہ کر روئی اور چھٹی تھی کہ ہاے میرا یہ بچہ کیونکر پلے گا اور کون پالے گا جب تغلق نے اسکا
 یہ حال سنا تو اسکی بڑی دلداری کی اور فرمایا کہ لڑکے کی طرف تو غم نہ کرو میرا فرزند بیکر گوشہ ہو بہن
 جیسا ہوں اسکی پرورش کروں گا۔ بی بی کہ بانو کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔ فیروز شاہ کے بھائی ملک
 قطب الدین اور ملک نائب باریک اور ماؤں سے پیدا ہوئے تھے۔

فیروز شاہ کا قوانین و آئین سلطنت میں تعلیم پانا

آئین ملک داری اور قوانین بادشاہی میں فیروز شاہ نے دو بادشاہوں سے تعلیم پائی ایک
 سلطان تغلق شاہ سے۔ دوم سلطان محمد شاہ سے۔ تا آرخان بزرگ کہا کرتا تھا کہ رسوم شریاری میں
 فیروز شاہ کے تعلیم پانے سے کسیکو کچھ خطرہ نہیں ہے۔ جسوقت سلطان تغلق شاہ بادشاہ ہوا بھئی تو فیروز شاہ
 کی عمر چودہ برس کی تھی سلطان ساڑھے چار سال تک اپنے ملک میں جولان گری کرتا پھر اس میں
 فیروز شاہ کو اپنے ساتھ وہ رکھتا تھا اور اسرار سلطنت اور روز حکومت سے اسے ماہر کرتا تھا۔ جب
 سلطان تغلق کا انتقال ہوا اور سلطان محمد شاہ بادشاہ ہوا تو فیروز شاہ اٹھارہ برس کا تھا۔ سلطان نے
 اسکو امیر نائب مقرر کیا اور نائب باریک کا خطاب دیا اور بارہ ہزار سوار اسکی سپاہ میں متعین کئے
 سلطان اس پر ہمیشہ مرحمت اور شفقت بہت کرتا تھا اور ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اور معاملات سلطنت
 جو اسکو پیش آتے انکو وہ فیروز شاہ کو بتلاتا اور سمجھاتا۔ اس زمانہ میں عام خلافت پر فیروز شاہ لطف اُسناس
 کرتا اور حاجت مند کی حاجت روائی جلد کرتا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص ایک معاملہ کے فرائض کو
 اچھی طرح ادا کر گیا وہ ملک کے کاموں اور سلطنت کے معاملوں کو بھی اچھی طرح سرانجام دے گا اسی لئے
 سلطان محمد نے جب مملکت دہلی کو چار حصوں میں منقسم کیا۔ تو ایک ربع فیروز شاہ کو حوالہ کیا کہ بادشاہ

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق

فیروز شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا کسی ولادت کا حال اس طرح لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام سپہ سالار رجب تھا وہ سلطان غیاث الدین تغلق غازی کا بھائی تھا۔ سلطان علاؤ الدین کے زمانہ میں تین بھائی تغلق۔ رجب۔ ابوبکر خراسان سے دہلی میں آئے اور اس بادشاہ کی عنایتوں اور اپنی لیاقتوں کے سبب مناصب جلیلہ پر وہ سرفراز ہوئے۔ سلطان نے انکی دلازدوزی دیکھ کر مشہور شہر دیبال پور کا حاکم تغلق کو مقرر کیا اور اور بھائیوں کو اچھے عہدے دیدیئے تغلق یہ چاہتا تھا کہ دیبال پور کے رایوں میں کسی رانا کی لڑکی سے اپنے بھائی سپہ سالار رجب کی شادی کروں۔ اس تلاش میں تھا کہ اُسکو دوستوں نے بتلایا کہ رانا لکھنؤ کی بیٹیاں بڑی صاحب جمال و بالکمال ہیں۔ اس زمانہ میں تہا ریاستیں اعلیٰ ادنیٰ اور سارا جنگل مٹیوں اور بھٹیوں کا قصبہ ابوہر مضافات دیبال پور سے متعلق تھا تغلق نے چند عاقل آدمیوں کو رانا لکھنؤ کے پاس بھیجا کہ اس شادی کا پیغام اُسکو دیا۔ رانا اپنی رعوت و سخوت کے سبب سے اس پیغام سے خفا ہوا۔ اور الفاظ ناہموار اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ یہ خبر تغلق کو پہنچی کہ رانا لکھنؤ کا کرتا ہے بعد مشورہ کے یہ صلاح ٹھہری کہ تغلق شاہ موضع تلوندی میں جو رانا لکھنؤ کے علاقہ میں ہے جائے اور اس سے ایک سال کا مال طلب کرے۔ دوسرے روز تغلق شاہ تلوندی میں گیا اور کل علاقہ کے مقدموں اور چودہریوں پر تشدد کیا اور تمام مال سالیہ نقد طلب کیا۔ رانا لکھنؤ کے سارے آدمی عاجز ہو گئے سلطان علاؤ الدین کا عہد تھا چیس چھتر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دو تین روز میں اُن کا ناک میں دم آ گیا اور سختی ایسی اُن پر ہوئی کہ وہ بنگ ہو گئے۔ رانا لکھنؤ کی ماں بڑھیا نے جب سنا کہ خلق پر تغلق سختی کر رہا ہے تو وہ مغرب کی نماز کے بعد رانا لکھنؤ کے پاس گئی اور روئی پیٹی بال کبیر سے اسوقت رانا لکھنؤ کی بیٹی جو سلطان فیروز شاہ کی ماں بنی صحن میں کٹری تھی۔ جب اس نیک اختر دختر نے دادی کو گریہ و زاری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت ایسی کیوں ہے دادی نے کہا کہ میں تیری جان کو روٹی ہوں کہ نہ تو ہوتی نہ ہماری رعایا کی چھاتی پر تغلق شاہ مونگ دلتا۔ تو اس لڑکی نے دادی سے کہا کہ اگر میرے دیدیئے نہ ہے تمہاری رعایا کو خلاصی ہوتی ہے تو فوراً اسکا پیغام قبول کر لو اور مجھے اس پاس

پانچ کمان الدین عبداللہ الغامسی کی خدمت میں رہنے لگا۔ پانچ مہینے شہج کی خدمت میں رہا پانچ دن کا ایک روزہ رکھا اور چاروں کے اسے کھولا کہ بادشاہ نے اُسے بلایا دہ اپنا کرتہ پہنی ہوئے بادشاہ کی خدمت میں گیا بادشاہ نے اُس پر مہربانی کی اور فرمایا کہ تجکو سیاحی کا بڑا شوق ہے تم تجکو خاقان چین پاس اپنا سفیر بنا کے بھیجے ہیں اُس نے یہ سفارت قبول کی۔ اُس کے لئے ضرورتی سامان سفار تیار ہوا۔

خاقان چین کا تحفہ تحایف بھیجا اور ابن بطوطہ کا روانہ ہوتا

اس زمانہ میں خاقان چین نے سلطان پاس یہ تحائف بھیجے تھے ایک سو غلام بچاس لونڈیاں۔ پانچو لباس المکبجہ۔ پانچو من مشک۔ پانچ لباس جواہر نگار۔ پانچ ترکش زرین۔ پانچ تلواریں مرصع کاراوریہ درخواست سلطان سے کی کہ ہم اپنا تہخانہ جو کہ قرا (چماچل) میں تھا اسکو دوبارہ بنالین ہندو پہاڑ کی جوتی پر جہان جانا بھی مشکل ہے اور میدان سو تین مہینے کی راہ تھی رہتے تھے اور وہاں ہمیں ہندو راجہ بھی راج کرتے تھے اس ملک کی حدود تک ملتی ہوئی ہیں جہاں غزالان شکی پیدا ہوتے ہیں میان کے پہاڑ و نمین سونے کی کانیں بھی ہیں اور ایسی زہریلی گھاسیں پیدا ہوتی ہیں کہ جب بادش ہوئی ہے اور اسکا پانی بہتا ہے تو ان زہریلی گھاسوں کے اثر سے پانی ایسا ہو جاتا ہے کہ کوئی آدمی نہیں پیتا اور جو پیتی لیتا ہے وہ مر جاتا ہے جب مسلمانوں کا اس ملک پر قبضہ ہوا تو انہوں نے یہاں کے تہخانہ کو جو پایہ کوہ میں تھا مسمار کر دیا مسلمانوں سے میدان میں پہاڑی ہندو لڑ نہیں کھتے تھے اور میدانوں کی ضرورت کمیتی کیلئے پہاڑیوں کو ہوتی تھی۔ اسلئے خاقان چین نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ میدان اسکو دیدیا جائے کہ تہخانہ بہر بنایا جائے سو اس تہخانہ کے اہل چین جاترا کیلئے سہل بنیں بھی آئے تھے۔ بادشاہ خاقان چین کو یہ جواب لکھا کہ وہ مسلمانوں کی آبادی میں تہخانہ بننے کی اجازت نہیں دیکھتا اور نہ اسکی عمارت میں جب تک جزیہ نہ دیا جائے کلیسا اور بت خانہ قائم رہ سکتا ہے اگر خاقان کو یہ جزیہ دینا منظور ہو تو بت خانہ بننے کی اجازت ہو سکتی ہے اس جواب کے ساتھ خاقان کیواسلئے تھے جو اسے تحفوں سے زیادہ محبت کے تھے ظہیر الدین البرنجائی والحق کا فور کو ویکر ابن بطوطہ کے ہمراہ گئے تھے اور ابن بطوطہ معبر کی راہ سے اپنے گھر افریقہ میں پہنچا۔

دروازہ پر حاضر ہوئے بادشاہ نے ان مسافروں سے دریافت کیا کہ کوئی زمین سودہ منشی دبیر تھیں
 وغیرہ کا چاہے تو میں اس پر مقرر کروں ہر شخص نے اپنے مناسب حال جواب دیا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ
 میرے باپ دادا عمدہ قضا کا کام کرتے چلے آئے ہیں وہ مجھے عطا ہو۔ یہ سب جواب بادشاہ نے
 رو بردیش ہوئے پھر ہر مسافر بادشاہ کے رو برد آیا اور ہر ایک کو اس کے حسب حال عمدہ عنایت ہوا
 خلعت واسپ دیا گیا اور ہر ایک کو زر نقد عمدہ کی تنخواہ کے موافق دیا گیا اور کچھ دہانت کی آمدنی
 اس کو عنایت ہوئی جب ابن بطوطہ بادشاہ کے رو برد پیش ہوا تو وزیر نے کہا کہ حضور نے تجھ کو
 دہلی کا قاضی مقرر کیا اور خلعت واسپ عنایت کیا ہے اور بارہ ہزار دینار بالفصل حسیج کے لٹو
 دیئے اور سالانہ تنخواہ بارہ ہزار دینار مقرر ہوئی اور اسی قدر آمدنی کے دہانت مرحمت ہوئے
 جب اس موقع پر بادشاہ نے اس سے کہا کہ دہلی کے عمدہ قضا میں ایسی محنت کی ضرورت نہیں ہے
 جیسی کہ تونے کی۔ اس کا جواب عربی زبان میں بادشاہ کو اس نے دیا میں امام ابن مالک کا مقلد
 ہوں اور اہل دہلی امام ابو حنیفہ کے اور میں ان کی زبان نہیں سمجھتا اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں
 دو عالم تیرے نائب مقرر کر دے ہیں جو کجاوہ بیان کے آدمیوں کی زبان سمجھا دیا کریں گے اس نے
 بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر چلا آیا وہ پچیس ہزار دینار کا قرضدار ہو گیا تھا بادشاہ نے
 یہ قرض بھی ادا کر دیا۔ بادشاہ کی مدح میں ابن بطوطہ نے ایک قصیدہ پڑھا جس کو بادشاہ نے
 نہایت متعجب ہوا۔ اس زمانہ میں میان اہل ہند عربی قضا کی بڑی قدر کرتے تھے۔
 بادشاہ معبر کی مہم سے جب واپس آیا تو ایک شیخ سے جسے پہلے بہت عقیدت
 تھی خفا ہو گیا اور اس کو تہ خانہ میں بھیجا اور اس کے پچوں سے پوچھا کہ شیخ پاس کون
 کون آتا تھا بے والوں میں ابن بطوطہ کا نام بھی تھا وہ شیخ سے اس کے عنار میں
 ایک دفعہ ملا تھا۔ اس پر اس کی طبعی ہوئی چار روزہ حاضر رہا کوئی شخص شیخ پاس جانے
 والا موت سے نہ بچا تھا۔ اسی صورت میں چار روز بڑے سخت اس پر گزرے اور اس نے
 حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کو تینیس ہزار دفعہ پڑھا۔ چوتھے دن رمائی ہوئی
 شیخ اور سب اس کے پاس جانے والے قتل ہوئے صرف ابن بطوطہ بچا۔ اس سبب سے
 اس نے عمدہ قضا سے استعفا دیدیا جو کچھ پاس تھا وہ فقیر دن کو تقسیم کر دیا اور فقط کرتہ پہنکر

مخدومہ جہان مادر سلطان کے قصر پر اسکو لے گئے۔ قصر پر اول وزیر وقافی نے اور پھر اس نے اور اسکے
 ہمراہیوں نے مراسم تعظیم ادا کیلئے ان میں سے ہر ایک نے حرب حیثیت اپنے اپنے ہڈیے پیش کئے ویر
 ملکہ نے انکو لکھا اور ملکہ کو اس کی اطلاع دی۔ ہدیے منظور ہوئے اور انکو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کہا
 آیا وہ نہایت دسے ان سب نے کہا یا پھر خلعت دیکر ان کو رخصت کیا کہ وہ ان مکانوں میں جو انکی محنت
 کے لئے تجویز ہوئے تھے جائیں رخصت کیوقت سر جہا کر اور ایک ہاتھ نہ زمین پر لگا کر انہوں نے سلام
 کیا اور اپنے اپنے مکانوں پر آئے یہ مکان سب طح سے فرش اور اسب سے آہستہ تھے اور کل ضروری
 چیزیں انہیں موجود تھیں مادر سلطان کی طرف سے انکے لئے کمانیکو آتا۔ وزیر کچہرست میں روز حاضر ہوتے
 اس نے ایک نالکو دو ہزار دینار دئے اور کہا کہ یہ آپ کی سرشت کے لئے ہیں اور ایک خلعت
 گران بہا بن بطوطہ کو عطا کیا اور اس کے ملازمین کو جو چاہیں تھے دو ہزار دینار دئے۔
 ڈیڑھ مہینہ یہاں آئے ہوئے ہوا تھا کہ ابن بطوطہ کی بیٹی مگر مئی۔ جب وزیر کو اس کی وفات کی
 خبر ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ پالم دروازہ کے باہر مقبرہ شیخ ابراہیم میں وہ دفن کیجائے اور سلطان
 کو بھی اسکی خبر کی وہ ابوقت دہلی سے دس دن کی راہ پر تھا اسکے جواب آنے پر اسکی بیٹی کا سوم امیر
 ہوا اور سارا خرچ وزیر نے اٹھایا۔ مخدومہ جہان نے اسکی بیوی کو بلا کر زیور و لباس اور ایک ہزار دنیا
 عطا کئے اور ایک دن مہمان رکھا۔ یہ ملکہ افضل النساء اور کثیر الصدقات تھی مگر انکوں سے
 معذور تھی۔

اس کے بعد خبر آئی کہ دہلی سے سات کوس پر بادشاہ کی سواری آئی پہونچی ہو۔ وزیر وہاں گیا
 اور اپنے ساتھ ان مسافر کو لگیا۔ جنگو بادشاہ کے روبرو پیش کرنا چاہتا تھا ہر شخص اپنی نذر
 لیتا گیا۔ بادشاہ جس قصر میں فروکش تھا وہاں یہ سب پہونچے۔ سب کی نذر و کو دیر لکھ کر بادشاہ کے
 روبرو لے گیا۔ پھر ان نذروں کو آدمی اٹھا کر لے گئے اور اہل ہدیہ سب بادشاہ کے
 روبرو بالترتیب پیش ہوئے ابن بطوطہ بھی سامنے آیا اور مراسم تعظیم بجالایا۔ بادشاہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر
 سب طرح کی عنایت فرمایا وعدہ فرمایا۔ ہر مسافر کو بادشاہ نے خلعت دیکر رخصت کیا۔ پھر کے باہر ہماری
 ضیافت ہوئی وزیر معہ اور امرا کے خادموں کی طرح کھڑا رہا۔ پھر بادشاہ نے اپنی خاصہ کاکڑا اصطبل سے
 لگا کر ہر مسافر کو دیا۔ انکو اپنی ہمراہ لیکر قہر دلی میں تشریف فرما ہوا تیس سو دن یہ سب مسافر ہر قیست کے

اس طرح قیدی قید خانہ سے آتے جمعہ کا دن قیدیوں کے لئے تعطیل کا تھا اس روز وہ نہایت
دہوتے اور آرام کرتے اعاذ اب اللہ فی البلاء

سلطان کا قتل کرنا اپنے بھائی کو

سلطان کا ایک بھائی مسعود خان تھا جس کی زبان سلطان علاء الدین کی بیٹی تھی وہ بڑا
خوبصورت تھا کہ اب تک میں نے دنیا میں اس کی مثل نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے اُس پر بہت محبت لگائی کہ وہ
اس سے بغاوت کرنی چاہتا ہو۔ اس سے یہی سوال پوچھا اُس نے عذاب کو خوف سے اس جرم کا اقرار
کیا جب کوئی اس جرم سے جسکا الزام بادشاہ لگاتا تھا انکار کرتا تھا اسکو عذاب پیدا جاتا تھا کہ وہ
موت کو اس عذاب سے آسان سمجھتا تھا سلطان کے حکم سے اُس کی گردن کاٹی گئی اور بازار کبھی
میں پہلی گئی اور حسب دستور لاش تین روز تک پڑی رہی اس سے وہ برس بعد مسعود کی ماں بھی زمانے کے
اقرار کرنے کے سبب سنگسار کی گئی۔ قاضی کمال الدین نے اُس پر یہ فتوے لگایا تھا۔

سارٹھے تین سو آدمیوں کا قتل ایک سناعت میں

ایک دفعہ سلطان نے ایک یوسف مغیرہ کے ساتھ ایک حصہ سپاہ کا ہندوؤں کو لڑنے کیلئے دہلی
کے قریب پہاڑوں میں بھیجا وہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ روانہ ہوا اگر ایک گروہ اس سے پیچھے رہ گیا جسکی
اطلاع سلطان کو پوسٹوں کی سلطان نے حکم دیا کہ سارے شہر میں ان آدمیوں کو تلاش کر کے گرفتار کر
سارٹھے تین سو آدمی گرفتار ہوئے ان سب کو قتل کرادیا۔

ایک داعظ اعظم خٹک جو اہر پیر دستھے وہ ہندوؤں کی دہبازی سے رات کو ان جو اہر کو چر اگر لگیا
اپر سلطان نے خود اپنے ہاتھ سے مار مار کر دم نکال دیا۔ ایک امیر فرغانہ جسکو بہت کچھ انعام و اکرام دیا تھا
جب اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو ایک مخبر نے سلطان کو اسکی خبر کی جس پر امیر تو مارے گئے اور ساری
دولت مخبر کو ملی۔ دستور تھا کہ جب دوسرے آدمی کے ہمارادے کی کوئی خبر خبر دیتا اور وہ سچ ہوتی
تو وہ شخص نارا جاتا اور اسکا سارا مال اسباب مخبر کو ملتا۔

ابن بطوطہ نے جو اپنا حال دہلی میں آئیکا لکھا ہوا اس کا مختصر بیان

جب ابن بطوطہ مولے اپنے ہمراہیوں کے دہلی میں آیا تو وزیر دقاسی اس کے استقبال کو آئے اور

کسی امیر مندو نے قاضی کے ہاں نالش کی کہ سلطان نے اس کے بھائی کو بے سبب قتل کیا ہے
قاضی نے سلطان کو بلایا۔ قاضی کی مجلس میں وہ گیا کوئی ہتھیار ساتھ نہ لے گیا۔ قاضی کو سلام کیا
جب تک قاضی نے بیٹھنے کو نہ کہا یہ بیٹھا اور قاضی کی مجلس میں ٹھیرا کہ وہ امیر مندو اپنے بھائی
کے خون پر رہنی ہو گیا اور ایسی اور چند حکایتیں لکھی ہیں۔

اقامت صلوٰۃ و احکام شریعت میں سلطان کا اشتداد

اقامت صلوٰۃ میں سلطان بڑا تشدد کرتا تھا اور ملازمین کو جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کا حکم
دے رکھتا تھا جو تارک الصلوٰۃ ہوتا اسے سخت سزا دیتا ایک دن تین سو آدمیوں کو تارک الصلوٰۃ
ہونے کے سبب مار ڈالا جن میں سے ایک ڈوم تھا اس نے بازاروں میں آدمی تھیں کر رکھے
تھو کہ وہ نماز کے وقت تارک الصلوٰۃ آدمیوں کو سزا دیں اسے حکم دے رکھا تھا کہ آدمیوں کو بلایا
فرائض و وضو نماز و مشرط الاسلام سکھائیں کوچہ و بوزن میں یہ احکام شرعی عوام الناس کو سکھاتے
جاتے تھے۔ ہوائے نماز کے اور احکام شرعی کی پابندی کے لئے بھی وہ تشدد کرتا تھا۔

بادشاہ کے ناگاہ قتل کرنے اور کیے و انتقام کا احوال

بادشاہ کے اوصاف تواضع و انصاف کے مساکن کے ساتھ رفاقت کے کرم و سخا کے
جسکی نوبت خرق عادت پر پہنچ گئی اس نے بیان کئے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے
کہ وہ بہت لوگوں کی جانیں لیتا تھا شاؤ و نادر کوئی دن ایسا ہوتا ہوگا کہ اس کے دروازہ پر کوئی
مقتول نہ پڑا ہو۔ اس نے اکثر مقتولوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا۔ ایک دن قہر شاہی کو جاتا تھا کہ
اس کا گھوڑا چپکا اس نے اپنے آگے ایک سفید قطعہ زمین کو دیکھا جب اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے
تو اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ ایک آدمی کا دھڑ تین ٹکڑے کیا ہوا ہے۔
اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ جرم صغیرہ کی بھی سزا دل گناہ کبیرہ کے دیتا اور اہل علم و صلاح و شرف
کا احترام قتل کرنے کیلئے کچھ نہ کرتا تھا ہر روز اس کے مشور پر سیکڑوں قیدی گلے میں طوٹی پڑے ہوئے
آتے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے ہوئے ہوتے تھے اور ان کے پانوں بندھے ہوئے ہوتے
تھے جن میں بعض قتل ہوتے بعض کو عذاب یا جاتا تھا بعض بے ضرر رہتے تھے یہ دستور تھا کہ جب کے سوا ہر روز

خلعت و اعزازات کے سوا چہرہ ہر آنکھ دینے کا حکم دیا اسپر بہادر الدین ابن فلکی نے کہا اے خداوند
نہی دہم بادشاہ نے کہا کہ شہنشاہ زحمت دارد۔ پھر سلطان نے کہا کہ بروہین زبان درخزانہ یک لک ٹنگہ
زرگیری و پیش او برسی تادل او خوش شود۔ مہر کے شیخ الشیوخ رکن الدین کو خلیفہ ابو العباس
نے حب اطلب سلطان کے یہاں بھیجا تھا تو اسکو بہت کچھ مال دیکر انصفت کیا مگر اس کا سارا
مال قاضی جلال الدین نے چھین لیا تو وہ سلطان پاس آیا تو اس نے فرج کے طور پر کہا کہ آئی
کہ زر برسی تا بادلر بائے صنم خوری زر نہ ہری و سر نہی۔ بادشاہ نے پہلے سو اس کو دو چاند دیا
ناصر الدین واعظ ترمذی جب سلطان پاس ممبر دلیبار میں گیا تو اس کے وعظ
سننے کا شوق ہوا اس کے واسطے ایک منبر سفید صندل کا بنایا اور اس میں سونے کی مخین اور
پیرے جڑوائے اور اس کے سرے پر بٹایا قوت پڑوایا اور واعظ کو خلعت گران بہا دیکر
بٹھایا اور وعظ سننا اور جب منبر سے واعظ اترتا تو اس سے معاف کیا اور ہاتھی پر بٹھایا اور بہت کچھ
مال اور بڑے بڑے سونے کے برتن عطا کئے۔

شمس الدین اندکانی حکیم و شاعر عام پسند تھا اس نے سلطان کی مع میں ایک قصیدہ فارسی
زبان میں لکھا جس کے تائیس شعر کے صلہ میں لاکھ دینار انعام کئے گئے چوتھ کسی بادشاہ نے
ایک شعر کے صلہ میں لاکھ درہم بھی کہی نہیں دئے تھے۔

عصدا الدین شونگار نی کو جو اپنے ملک میں بڑا فاضل کبیر القدر عظیم اللقب و شیراز ذکر تھا۔
جب اسکی خبر سلطان کو پہونچی تو اس کے پاس شہر شونگار میں دس ہزار دینار درہم بھیجے اور
ایسے ہی قاضی محمد الدین شیرازی کی شہرت سکر دسہزار دینار درہم بھیجے واعظ برہان الدین
صاغر جی جو اپنی سخاوت کے سبب قرضدار ہو گیا تھا اس کے قرض کی خبر جب سلطان کو معلوم
ہوئی تو چالیس ہزار اس پاس بھیجے جس سے اس کا سارا قرض اتر گیا۔

خواجہ جہان وزیر بے سلطان کو جب تین سپینان یا قوت دزد و مردارید سے بھی پیش
کیں تو انکو ماجی کا دان کو دیدیا یہی سخاوت کی بہت سی حکایتیں لکھی ہیں۔

سلطان کی تواضع اور انصاف کی حکایات

دوسری مرتبہ مجرا بجالاتے۔ پھر سب بیٹھ جاتے۔ ان سب حاضرین کی فہرست کتاب الباس لکھتا اور اُسکو بادشاہ پاس کوئی شہزادہ لے جانا اور کوئی امیر اُسکو پڑھتا۔ پھر کھانا شروع ہوتا۔ طعام طرح طرح کے ہوتے۔ مرغ مچھلی و حلوا و روٹیاں کئی کئی طرح کی عادت یوں تھی کہ دسترخوان کے صدر پر قصاۃ و خطافقا و شرفا و مشائخ ہوتے بعد اُن کے بادشاہ کے اقارب و امراء و کبار بعد اُس کے اور تمام آدمی۔ ہر شخص اپنے معین مقام کے سوا کہیں اور نہیں بیٹھتا۔ اور ایک دوسرے کا مزارع نہیں ہوتا۔ جب وہ بیٹھ جاتے تو شرب و آتے وہ سقے ہوتے۔ جس کے ہاتھ میں سونے چاندی تانبے سیسے کے برتن ہوتے اور اُن میں مصری کا شربت بھرا ہوتا ہے اور پہلے کھانا کھانے سے سب آدمی اس شربت کو پیتے۔ جب یہ پی چکے تو حجاب کہتا کہ بسم اللہ تو کھانا شروع ہوتا اور سب آدمی جو دسترخوان پر بیٹھے ہوتے اُن میں سے کوئی ایک دوسرے کے آگے برتن میں نہیں کھا سکتا یعنی و شخص ایک برتن میں نہیں کھا سکتے۔ جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو پھر پیسے کے لیے نقار (شراب خام کہ جو اور مویز وغیرہ سے بناتے) کوزوں میں آتی جب آدمی اُن کوزوں کو پی لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر طبقوں میں گوریاں آتیں جنہیں سے ہر ایک میں پندرہ پان اد چھایا ہوا کڑا ہوئی ہوتی اور شیشی تاکہ سے بندھی ہوئی۔ جب سب آدمی یہ گوریاں لے لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر آدمی کھڑے ہو جاتے اور جو امیر اس خدمت پر مقرر ہوتا اُس کو سلام کر کے اپنے اپنے گھر چلے جاتے۔ دکن و مرتبہ یہ کھانا کھلایا جاتا اول مرتبہ قبل ظہر اور دوسری مرتبہ بعد عصر۔

بادشاہ کی فیاضی کی حکایات

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ زمین ہند سے جو ملک متصل ہیں جیسے کہ چین۔ خراسان۔ فارس۔ ان میں اس بادشاہ کی خود و سخا کی حکایات بہت مشہور ہیں۔ وہ مسافروں پر ایسی نوازش کرتا تھا کہ اہل ہند پر انکو فضیلت ہو جاتی تھی۔ مواہب غیظہ اور عطا یا جزیلہ سے انکو ممتاز کر دیتا اور کسی مسافر کو شکستہ خاطر نہیں ہونے دیتا۔ شہاب الدین کا زرائی جو ہدیہ بادشاہ کے لیے لاتا تھا وہ لٹ گیا اور اُس کا حال سلطان کو معلوم ہوا تو اُس پاس نہروالہ میں تیس ہزار دینار بھجوائے مگر اُس نے اُنکے لینے سے انکار کیا اور یہ عرض کی کہ میرا قصد بادشاہ کی زیارت کا ہے۔ بادشاہ نے اُس کو آنے کی اجازت دی۔ جب آیا تو

چلتی اور شہر کے دروازے سے لیکر قصر کے دروازے تک رستے آراستہ کیے جاتے اور ان پر قیمتی فرش بچھائے جاتے۔ بادشاہ کے آگے ہزار غلام ہوتے اور بادشاہ کے پیچھے پاہ ہوتی۔ بادشاہ کیساتھ ہاتھیوں پر ارعاد رکھے ہوتے جو دینار و درہم چاروں طرف آدمیوں پر پھینکے جاتے اور ان کو جب تک چٹے رہتے کہ بادشاہ شہر میں ہو کر قصر میں داخل ہوتا۔

طعام خاص کی ترتیب کا ذکر

سلطان کے گھر میں طعام دو طرح کے ہوتے ایک طعام خاص دوسرا طعام عام۔ طعام خاص جس میں سے بادشاہ بھی کھاتا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ مجلس میں حاضرین کے ساتھ کھاتا۔ اور یہ حاضرین امرا و خاص ہوتے جیسے امیر عجب ابن عم سلطان و عماد الملک سر تیردا میر مجلس۔ اور سلطان جن اپنے اعزا اور امرا بزرگ کی تشریف و تکرم چاہتا ان کو دعوت میں کھانے کو بلاتا اور ان کے ساتھ کھاتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ جب بادشاہ کو حاضرین میں سے کسی خاص شخص کی تشریف منظور ہوتی تو وہ ایک کاس بزرگ لیتا اور اسپر روٹی رکھتا اور اس شخص کو اپنے ہاتھ سے دیتا اور یہ شخص اس کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دائیں ہاتھ کو زمین سے لگا کر سلام کرتا۔ بعض دفعہ اس آدمی پاس یہ کھانا بھیجا جاتا جو مجلس سے غائب ہوتا وہ ایسا ہی سمجھا جاتا کہ گویا حاضر ہی تھا۔ میں نے جب بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا تو اس کے دسترخوان پر اکثر آدمی دیکھے ہیں۔

طعام عام کی ترتیب کا ذکر

جب مطبخ سے طعام عام آتا تو امام نقیہ بسم اللہ کی آواز لگاتا اور نقیب النقباء جس کے ہاتھ میں سونے کا عصا ہوتا اور اس کے نائب کے ہاتھ میں چاندی کا عصا ہوتا وہ جب چوتھے باب سے داخل ہوتے تو وہ مشور میں یہ آواز لگاتے کہ سب کھڑے ہو جائیں اور سوائے بادشاہ کے کوئی میٹھا نہ رہے۔ پھر کھانا زمین پر رکھا جاتا اور نقباء اس کو صفوں میں بٹھتے اور ان کا امیر و پیشوا کھڑا ہوتا اور سلطان کی مدح و تعریف کرتا۔ پھر وہ اور نقیب و سب چھوٹے بڑے بادشاہ کو مبرا کرتے۔ عادت یوں ہے کہ جب وقت نقیب النقباء کا کلام لوگ منٹے تو اپنے موقف پر کھڑے ہو جاتے اور ذرا حرکت نہیں کرتے جب وہ نقیب النقباء اپنے کلام سے فارغ ہوتا تو پھر نائب اس کا اسی کلام کو مکرر کرتا پھر سب کے

چہرے کے جالتے یہ سر پر و بخرہ سوا غیدین کے کسی اور روز نہیں نکلتا۔ عید کے دن اس تخت پر بادشاہ بیٹھا۔ باقی اور دونوں مین سونے کے تخت پر بیٹھا۔ ایک بارگاہ (خیمہ عظیم) لگایا جاتا جس کے تین دروازے ہوتے اور اس کے اندر بادشاہ جلوس کرتا۔ اور باب اول پر عمارت سر تیز اور بایں دم پر ملک نکلیہ اور باب سوم پر یوسف منیرہ دائیں بائیں طرف امراء مالیک سلطنت اور آدمی اپنے مرتبے کی موافق بیٹھے۔ اور بارگاہ کا شہنشاہ ملک طہنی کے ہاتھ میں سونے کا عصا اور اس کے نائب کے ہاتھ میں چاندی کا عصا ہوتا وہ آدمیوں کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بٹھاتے اور صفوں کو برابر کرتے۔ اول وزیر اور اس کے پیچھے کتاب حجاب و نقبا کھڑے ہوتے۔ پھر اہل طرب آتے اور ان کے اول ہندو ملوک کی لڑکیاں جو سنہ حال میں کینزک بنائی جاتیں وہ آنکر گاتیں ناچتیں۔ سلطان انکو اپنے امراء اور اغرا کو بخش دیتا۔ اور بعد ان کے اور ہندوؤں کی لڑکیاں آنکر گاتیں و ناچتیں انکو سلطان اپنے اخوان اور اقارب و دامادوں اور ابناء ملوک کو عطا کرتا یہ جلوس بعد عصر ہوتا اور پہر دو سحر دن ہی اس وقت یہ جلوس ترتیب مذکور کے موافق ہوتا اور گانے والی عورتیں آنکر گاتیں اور ناچتیں اور امراء مالیک کو ہبہ کی جاتیں اور میسرے دن بادشاہ اپنے اقارب کے بیاہ کرتا اور انکو انعام دیتا جو تھے روز غلاموں کو آزاد کرتا اور پانچویں دن لونڈیوں کو عاق کرتا چھ روز لونڈی اور غلاموں کے نکاح کرتا۔ ساتویں روز صدقات جو کثرت سے ہوتے تقسیم کرتا۔

بادشاہ کا سفر کرانا

جب سفر اپنی دار السلطنت میں بادشاہ آتا تو ہاتھی آہستہ کے جاتے سونہ ہاتھیوں پر سوار ہو دے مرصع لگائے جاتے اور ان کے مستکنو نہر ایک ستارہ مرصع باجوہر و گوہر لگایا جاتا اور کئی کسی منزل کے جو بی قتبے بنائے جاتے اور پیریشی کیڑے پلیٹے جاتے اور انکی ہر منزل میں خوب صورت لونڈیاں بڑے کھف کیڑے اور زیور پہنکر گاتیں ناچتیں اور ہر تہ کے وسط میں ایک بڑا جھنڈا لٹکا ہوتا ہے اور انہیں گلابا اور بانی نہر لے تھیر اور سب اردھاد و شہری و سانسہ اسے پیتے۔ اور ان کو بان اور جہا لیا دیجاتی اور قبوں کے اندر ریشی فرش بچایا جاتا اور پیر سلطان کی سلواری

جلوس عیبر سریر عظم و منجرہ عظمیٰ

قصر میں فرش بچایا جاتا اور سکی بڑی آرائش و زیبائش ہوتی اور مشور کے اوپر ایک بارگاہ
یعنی خیمہ عظیم لگایا جاتا اور وہ بڑی بڑی جوبون پر کٹر کیا جاتا اور اس کے ہر طرف تین لگائے
جاتے اور حریر کے درخت جنہیں کلیان بھی لگی ہوتی بنائے لگائے جاتے اور مشور میں انکی تین
صفیں لگائی جاتیں اور ہر دو درختوں کے درمیان ایک سونے کی کرسی بچائی جاتی اور اُس پر گدا
بچایا جاتا اور صدر مشور میں سریر عظم قائم کیا جاتا جو خالص سونے کا تھا اور ہر ایک پایہ اسکا
جو اُس سے مرصع اور طول اسکا ۲۳ شہر (دالشت) تھا اور عرض اس کا نصف طول تھا۔ اس کے
احسن ایسے ہوتے کہ جب چاہو اُن کو چھپا لو اور جب چاہو جوڑ لو
ہر قطعہ سونے کا وزن رکھتا۔ پھر اس کی چھت مرتب کی جاتی اور بادشاہ کے سر
پر ایک چتر لگایا جاتا جو جو احصرات سے مرصع ہوتا تھا۔ جب سلطان تخت
پر قدم رکھتا تو نقیب بسم اللہ کا آوازہ بلند لگاتے اور پھر اس ترکیب سے بادشاہ
کے سلام کو لوگ جاتے اول قضاۃ و خطباء و علماء و شرفاء مشایخ اور سلطان کے بہائی
اور قاریب داماد پیر اعزہ پیر وزیر امراء لشکر پیر شیوخ الممالیک پیر کبار الابخاد ایک دوسرے کے
پیچے سلام کرتے اور کوئی اسکی فراحت و مدافعت نہیں کرتا عید کے دن کی عادات میں سب یہ عادت ہر کہ
جس شخص کے پاس کوئی قریہ عطیہ شاہی ہو وہ اشرفیوں کی تہنیل کہ چیرا سکا نام لکھا ہوتا لاتا اور اُس سے
سونے کے طشت میں کہ وہاں رکھا ہوتا ڈال دیتا۔ یوں بہت مال اکٹھا ہو جاتا اور بادشاہ وہ مال
جس کو چاہتا دیکھتا جب آدمی سلام سے فارغ ہوتے تو ہر ایک کے حسب مراتب طعام کی ضیافت کی
جاتی اور عید کے دن ایک منجرہ عظمیٰ نصب کیا جاتا اس کی شکل برج کی سی ہوتی اور خالص سونے
کا بنا ہوا تھا اور اس کے اجزاء کو چاہو جدا جدا کر لو اور چاہو جوڑ لو اور اس کے ہر قطعہ کو آدمی اٹھا کر لے
اور اُس کے اندر تین گھر ہوتے اور اُن میں خود قمار سی و قافلی اگر وغیرہ شہب و جادوی جھکا
جاتے اور کل مشور اس دہونی سے نہر جاتا اور خواہہ سرایوں کے ماتھوں میں سونے
چاندی کے برتن گلاب دہولوں کے عرق سے بہنے ہوتے اور وہ آدمیوں پر

خستہ یعنی نہیں بنا لیتے ہیں اور انکو فراموش جو بادشاہ کے غلاموں کی ایک صف ہوئی ہو یا ہتھون میں اٹھا کر سلطان پاس لے جاتے ہیں اور اگر ان ہدایا میں ہاتھی بھی ہوتے ہیں تو پردہ پیش ہوتے ہیں انکے بعد گھوڑے خیزین کے ہوتے ہیں اور لگامیں لگی ہوئی۔ بعد اس کے ساندیاں اور مال کے لدے ہوئے اونٹ پیش ہوتے ہیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ میں نے ایک فقہ خواجہ جہان جو دولت آباد سے ہدایہ لایا تھا اس ترتیب سے پیش ہوتے دیکھا۔ ان ہدایہ میں ایک سیسی یا قوتون سی اور دوسری سیسی زردون سی اور تیسری سیسی بیش قیمت ہوتیوں سے بھری ہوئی دیکھی۔

عیدین میں بادشاہ کا سوار ہونا

جب عید کی رات ہوتی تو لوگ دخوہ کو ارباب دولت و اہل عزت و کتاب و حجاب نقباء و غلاموں و اہل الاخبار کو بادشاہ خلعت دیتا ہے۔ جب صبح عید ہوتی ہے تو ہاتھی آہستہ کئے جاتے ہیں انپر زردوزی کی جھولیں ڈالی جاتی ہیں اور زر و جواہر سے وہ آہستہ کئے جاتے ہیں۔ سولہ ہاتھی بادشاہ کی سواری کے لئے مخصوص ہیں کہ انپر کوئی دوسرا سوار نہیں ہو سکتا۔ اور انپر سولہ چتر جواہر سے مرصع لگائے جاتے ہیں اور ہر چتر کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے۔ اور بادشاہ ان ہاتھیوں میں سے کسی ایک ہاتھی پر بٹھاتا ہے اس کے متک کے آگے ستارہ روشن لگا ہوتا ہے جس کے اندر نفیس جواہر لگے ہوتے ہیں پر اس ہاتھی کے آگے بادشاہ کے غلام و مالک ہوتے ہیں جن کے سر و ہنر سونے کی کلینان لگی ہوتی ہیں اور کمر میں پٹکا ہوتا ہے جن میں بعض جواہر سے مرصع ہوتے اور انکے آگے تین سونقہ چلتے جنکے سر سونے سے ڈھکے ہوتے ہیں اور کمر میں سونیکا پٹکا پڑا ہوتا اور اسکے ہاتھ میں مقرر ہوتا ہے جسکا دستہ سونیکا ہوتا۔ پیرامو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار ہوتے اور سبھا ہمارا ہوتی۔ اور باہمی مراتب ساتھ چلتے جب بادشاہ عید گاہ کے دروازہ پر پہنچتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور ثقافہ اور امراء کبار کو اس کے اندر جانے کا حکم دیتا اور پھر خود اترتا اور امام نماز پڑھتا اور خطبہ پڑھتا اور عید النسخہ ہوتی ہے تو بادشاہ کے ساتھ ایک اونٹ آتا ہے اور اس کے سینہ پر نیزہ مار کر بادشاہ قربانی کرتا ہے اور اپنے کپڑوں پر جیر کا ایک غلاف چڑھاتا ہے کہ اونٹ کے خون کی چینیٹیں اور سپر ٹرین اور پیر ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے قصر کو چلا جاتا ہے۔

ہوتا اور اسکے چار کونون پر چار علم کٹرے ہوتے اور ہر ایک ہاتھی ایک ایک معلوم ہوتا وہ جو قتل ہوتا
کا مجر اسی جاتا تو ہاتھی کے سر پر سوار ہوتا اور حجاب پکارتے بسم اللہ اور بعد اس مجر کے وہ آدھو دین
طرف اور آدھے بائیں طرف ایسا وہ آدمیوں کے پیچھے جا کٹرے ہوتے جب بائیں بائیں طرف آدمی جکے
کٹرے ہونے کی جگہ تعین ہوتی تو حجاب کے موقف کے قریب مجر اسی جاتا اور حجاب و رقیب بسم اللہ
اتنی بلند آوازی سے کہتے جتنا کہ مجرئی بلند مرتبہ ہوتا۔ بعد اس مجرے کہ وہ اپنے موقف پر حجت
کرتا اور پھر اسکا اعادہ نہیں ہوتا اور اگر یہ مجرئی ہندو ہوتے تو حجاب و رقیب بجائے بسم اللہ
کے ہلاک اللہ (دہیت کرے اللہ تجھے) آواز لگاتے اور سلطان کے غلام سب پیچھے کٹرے
رہتے اور ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور سپر ہوتی ممکن نہیں تھا کہ کوئی شخص ان کے درمیان گزر سکے
مگر حجاب کے اور سلطان کے درمیان گزر سکتا تھا۔

غریبا یعنی مسافرین اور اصحاب ہدیہ کا داخل ہونا

جب کوئی شخص سلطان کے دروازہ پر ہدیہ دینے کیلئے آتا تو موافق ترتیب کے حجاب سلطان کو
پاس جاتے۔ اول امیر صاحب کے بعد نائب کے بعد خاص صاحب و اس کے بعد اسکا نائب پر وکیل الدار
اور اسکا نائب پھر سید الحجابی شرف الحجاب اور یہ تین جگہ مجر اسی جاتا اور سلطان کو مطلع کرتے کہ
کون دروازہ پر آیا ہے پھر سلطان حکم دیتا تو ام الناس اس ہدیہ کو اس طرح پکڑتا کہ بادشاہ اسے
دیکھ لیتا۔ اور پھر صاحب ہدیہ کو بلاتا۔ وہ پہلے اس سے کہ سلطان سے ملے تین جگہ مجر اسی جاتا پھر
موقف الحجاب پر پہنچ کر مجر ا کرتا۔ اگر یہ کوئی بڑا آدمی ہوتا تو امیر صاحب کی طرف سے کٹرے ہوتا اور
اگر ایسا نہ ہوتا تو امیر صاحب کے پیچھے کٹرے ہوتا تو پھر سلطان خود اس سے لطف کیا ساتھ مخاطب
ہوتا اور مر جا کھتا اور اگر شخص مستحق تعظیم ہوتا تو اسے بادشاہ مصافحہ یا معاہدہ کرتا اور اس کے
بعض ہدیوں کو منگوا کر دیکھتا اور اگر وہ ہتھیار اور کپڑے کی قسم کے ہوتے تو انکو ہاتھ لگا کر دیکھتا
ہدیہ دینے والے پر غلط خواہ امتحان کر کے انکو خلعت دیتا اور اپنی عادت کے موافق سر شستی
کے لئے مال دیتا جسکا ہدیہ دینے والا مستحق ہوتا۔

عمال کہ دیون کا سلطان کے منہ

جب ملکوں سے دیون کی فتح کے بعد عمال ہر لئے لگتے ہیں تو وہ چاندنی ہونے کے برتن اور

اور کوئی چیز اور جو فقرا آتے ہیں مصلے و تسبیح و سواک ادا جماعت میں دہ گھوڑا اونٹ ہنٹیا
سلطان کو نذر دیتے ہیں باب ثلاث کا فضا قصر ہزار تون تک پہنچتا ہو۔ و تسمیہ اس قصر کی یہ ہو
اس میں ہزار تون چوبی ہیں اور اس کی چیت بھی چوبی ہو اور اس پر نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہو
ہیں اس کے نیچے آدمی بیٹھے ہیں اور بادشاہ جلوس عام کرتا ہے۔

جلوس عام میں آدمیوں کے نشست برخواست کی ترتیب

یہ جلوس اکثر عصر کے بعد ہوتا ہے کبھی کبھی اولیٰ روزین بھی۔ ایک مصطفیٰ (چوترا) حریفیہ فرس
بچا ہوتا۔ اور اُس کے پیچے کی طرف بڑے بڑے گاؤتیکے اور دائیں بائیں چوڑے گاؤتیکے لگے ہوتے
آدمی اس طرح بیٹھے جیسے کہ نماز کی تشدد میں یعنی التیمات پڑھنے میں جس وقت بادشاہ کا اس
چوترا پر اجلاس ہوتا تو وزیر اول امام کی طرح آگے کھڑا ہوتا اور اس کے پیچے اس کی سی آدمی کھڑے
ہوتے۔ کتاب حجاب کبیر الحجاب (فرز ملک بن عم سلطان) اسکا نارجہ اولیٰ الحجاب سلطان کا ہے
پہر خاص حاجب اور اسکا نائب وکیل الدار اسکا نائب شرف الحجاب اس کے ماتحت جماعت بہر حجاب
النقباء جو قوت بادشاہ تخت پر بیٹھا تو حجاب نقباء بلند آواز سے بسم اللہ پکارتے اور سلطان
کے سر پر ملک کبیر سو نچل جلتا کہ کہیا نہ بیٹھیں۔ پہر سلطان کے دائیں بائیں طرف سو سو سلمدار
کھڑے ہوتے جن کے ہاتھوں میں تلواریں اور کمانیں ہوتیں۔ پہر طول شور کے دائیں بائیں طرف قاضی
القضاۃ و خطیب الخطباء و پہر کل قضاۃ پہر کبار الفقہاء۔ پہر کبار الشرفاء و بہر شایخ پہر سلطان کے بہائی
اور دایا و بہر امرا و کبار پہر کبار الاعزہ و کبار الغرباء (مغز مسافر) پہر اس کے بعد ساتھ کوتل کے گھوڑے
کھڑے ہوتے جنکی شانہ نگاہ میں از زمین پوش ہوتے اور ان میں سے بعض کے زین پوش کالے زین حیر
کے ہوتے اور بعض سفید زین حیر کے اور ان پر سوار سلطان کے کوئی اور شخص نہیں سوار ہو سکتا تھا اور
ان میں آدھے دائیں طرف ہوتے اور آدھے بائیں طرف اس طرح کھڑے ہوتے کہ سلطان ان کے پیچے
بعد پیچاس ہاتھی کھڑے ہوتے جنکی جلوین حیر کی زردوزی کے کام کی ہوتیں اور ان کے دانتوں پر لوہا لگا ہوتا
کہ وہ مجسمہ من کو قتل کر سکیں اور بہر ہاتھی کی گردن پر فیضان سوار ہوتا اور اس کے ہاتھ میں
اس کے تاج و تاج کی تادیب کرتا اور اس کو اٹھاتا ہٹاتا اور حسانت و سخامت فیل کمبونی اسکی پیچھے ہوتا

ذکر بادشاہ کے ابواب مشور و آرایش گاہ کی ترتیب

سلطان نے دہلی میں دار سرانجامی ہے اُس کے ابواب دروازے بہت سو میں باب اول پہر
 سپاہ متعین اور دکان فیضی و ڈھول و قرنا بجانے والے رہتے ہیں جب کوئی امیر کبیر آتا ہے
 تو ان باجون کو بجاتے ہیں اور انہیں کی آواز میں کہتے ہیں کہ فلان فلان شخص آیا ہے یہی حال
 باب دوم و سوم کا ہے۔ باب اول کے باہر دکانیں ہیں جہاں جلاد کھڑے رہتے ہیں اور آدمیوں کو
 قتل کرتے ہیں۔ عادت یوں ہے کہ جب سلطان کسی کے قتل کا حکم دیتا ہے تو وہ اس کو باب المشور پر
 قتل کرتے ہیں اور لاش کو تین روز تک سین پڑا رکھتے ہیں باب اول اور دوم کے درمیان ایک
 بڑی دلیز ہے اور اس کی ایک جہت میں دکانیں ہیں جنہیں اہل الثوبت حفاظ ابواب کھڑے رہتے
 ہیں اور دوسرے دروازہ پر باب کھڑے رہتے ہیں اور باب دوم و سوم میں دکان کبیر ہے
 جنہیں نقیب انقباء کہلاتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں سونے کی جریب ہوتی ہے اُس کے سر پر کلاہ زین
 مرصع بجاہر جس کے اوپر مورن کے پر لگے ہوتے ہیں اور جو نقیب اُس کے پاس ہوتے ہیں
 ان میں سے ہر ایک کے سر پر دستار زین اور کمرن پیکا اور ہاتھ میں کوطر احکا بستہ سونیکا یا چاند
 ہوتا ہے اس باب ثانی کا فصا باب مشور تک ہوا اور بڑا وسیع ہوا سین آدمی کھڑے ہتے ہیں۔ باب ثانی
 پر دکانیں ہیں ہمیں کتاب لباب و مرغزار آدمی کھڑے رہتے ہیں کوئی شخص اس دروازہ میں نہیں
 داخل ہوتا جو بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے نہیں آتا۔ ہر شخص کے واسطے اُس کے صحابہ و ملاؤں
 کی تعداد مقرر ہے کہ وہ ان کو ساتھ لیکر داخل ہو۔ پس جو شخص اس دروازہ پر آتا ہوا اس کے کتاب لکھنا
 ہے کہ فلان عتبت فلان فلان شخص ان کو انعامات تک لائے بعد عشاء کے سلطان جلوہ افروز ہوتا ہے جو
 کچھ حال گذرتا ہے وہ بھی لکھا جاتا ہے اور انبار الملوک جو سلطان پاس آتے ہیں وہ بھی لکھے
 جاتے ہیں اور ان کے عوام بھی۔ جو شخص تین روز تک خواہ کسی عذر کے سبب یا بغیر عذر کے
 بغیر حاضر رہتا ہے وہ پھر اس دروازہ پر نہیں سلطان کے حکم نہیں داخل ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کا مرض
 یا کسی اور عذر کے سبب آنا نہیں ہوتا تو جب وہ آتا ہے تو سلطان کی خدمت میں مناسبت
 پر پیش کرتا ہے۔ سلطان کی خدمت میں جو سفیر و فضلا آتے ہیں وہ مصحف و کتاب یا مثل اُن کے

مسجدین کثرت سے ہیں محمدؐ اسے لوگوں نے کہا کہ جو عورتیں گایوالی اسپین رہتی ہیں وہ رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھتی ہیں اور مسجدوں میں ان کی جماعت ہوتی ہے اور انہیں سے ایک عورت نام ہوتی ہے اور اسکی مقدسی کثرت عورتیں ہوتی ہیں جو مردگانے والے ہیں انکو میں نے خود ایک شادی میں دیکھا کہ جو وقت نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اسوقت وضو کر کے نماز پڑھی۔

مزارات کا ذکر

ان مزاروں میں سے ایک مزار حضرت شیخ الصائم قطب الدین بختیار خلجی کا ہے وہ ظاہر البرکۃ کثیر العظیم ہے۔ وجہ تسمیہ خلجی کی یہ ہے کہ جب قرضدار اپنے قرض کی شکایت لیکر اور فقیر آدمی جنگی لڑکیاں جو ان ہو گئی تھیں مگر وہ ان کے حمیزہ کا سامان نہیں کر سکتے تو اپنی خلیج لیکر حضرت کے پاس آتے تو وہ انکو چاندی سونے کے کوٹے دیتے اسی سبب حضرت کا نام خلجی رحمت اللہ علیہ ہو گیا۔ کوک سحر کا کہ ہے جس کے معنی ہیں خشک آنے کی روٹی بغیر دودھ و گھی کے یہ کالاب بھی دہان ملتی ہیں غرض پہلے دہان کاک سونے یا چاندی کا ملتا اب خشک آئے گا۔

ابن بطوطہ نے جو سلطان ابوالجہاد محمد شاہ کا حال لکھا ہے میں سو انتخاب کر کے لکھتے ہیں۔

وصف سلطان محمد تغلق

وہ لکھتا ہے کہ عطا کئے دینے میں اور دما (خون) کے بہانے میں آسپین سے بڑھا ہوا ہے کلا دروازہ کسی روز اسے خالی نہیں رہتا کہ کوئی فقیر غنی نہ ہو اور کوئی زندہ آدمی مردہ نہ بنایا جائے اس کے کرم اور شجاعت کی مجرموں پر غیظ و غضب کرنے کی اور کئے قتل کرنے کی حکایات خلق میں مشہور ہیں۔ باوجود امتداد الناس ہونے کے وہ متواضع بھی ہے اور عدل و حق کیلئے اکثر تشدد کرتا ہو کل شعائر دین کو وہ محفوظ رکھتا ہے۔ احکام صلوٰۃ میں ہشتاد کرتا ہے اور تارک الصلوٰۃ پر بڑی عقوبت رکھتا ہے یہ ان بادشاہوں میں سے تو جنگی سعادت شاذ و نادر جنگی کامیابی خرق عادت ہوتی ہے مگر سخاوت کی صفت اگلی اور تمام صفات پر غالب ہے اس کی خودگی بظاہر کسی اور پہلے بادشاہ کی سخاوت نہیں سنی زمین خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں اسکی سخاوت کا حال سچا سچا آگے بیان کر دینگا گو آدمیوں کو وہ خرق عادت معلوم ہو اور اس پر یقین نہ آئے۔

بنایا ہے اور اس میں سچے کاری کا کام کیا ہے اور سولے سو منقر کیا ہوا تناؤ بنایا ہے کہ ہاتھی اس کے اندر رکھتا ہے اس کو مغز الدین بن ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین بلبن نے تعمیر کرایا ہے جو جن کی میں بڑا ایک در عبادت خانہ بنانا چاہتا تھا بناتا تھا کہ پہرہ چھوڑ دیا گیا سلطان محمد غفلت نے اس کے پورا بناتے کا ارادہ کیا تھا مگر پھر اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ یہ عبادت خانہ بھی عجائبات دنیا سے ہے گو وہ تہائی بنا ہوا ہے مگر ارتفاع میں رسیک بلند ہے۔ اس پر چڑھ کر سارا شہر نظر آتا ہے اور نیچے بڑے آدمیوں کے قد بچوں کے سے نظر آتے ہیں سلطان قطب الدین نے بھی سیری میں ایسی جگہ جامع بنانیکا ارادہ کیا تھا اور اس کو سفید دیوار و سرخ و سنہرے تیزوں سے بنانا شروع کیا تھا مگر اس کے احاطہ اور محراب میں بننے پائی تھیں کہ سلطان قتل ہو گیا سلطان محمد غفلت نے اس کے پورا بنانیکا ارادہ کیا تھا مگر اس سے پہلے کہ ۳ لاکھ روپیہ اس میں خرچ ہوتا نہ بنایا اس کو سنو اس سے جب سمجھ کر کہ بانی اول قتل ہوا تھا چھوڑ دیا۔ اگر یہ مسجد پوری تعمیر ہو جاتی تو دنیا میں اس کا جواب نہ ہوتا۔

دو حوضوں کا بیان

دلی سے باہر دو حوض تھے جن میں سے ایک حوض سلطان شمس الدین شمس کے منسوب ہے اسی کا پانی جو برسات میں بہتا ہے سارا شہر مٹتا ہے اس کا طو ل و سب ل اور عرض اس سے آدھا ہے غریبیت میں اس کے بہت سے مکانات مثل دکانوں نے بنے ہوئے ہیں جن کے ایک درجے میں پانی جاتا ہے اور کل دکانوں پر نلگین لگندے ہوئے ہیں جن میں لوگ بیٹھ کر تفریح میسر دیکھتے ہیں وسط حوض میں ایک بہت بڑا گنبد منقش بہت رون کا بنا ہوا ہے اور اس کے وسط میں جب پانی کی کثرت ہوتی ہے تو کوئی بغیر کشتی کے اس کے پاس نہیں جاسکتا جب پانی کم ہو جاتا ہے تو زمین آدمی جاتے ہیں اس کے اندر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اور اس میں اکثر اوقات وہ فقیر گوشہ نشین ہوتے ہیں جو دنیا سے انقطاع اور اللہ پر توکل کرتے ہیں اور اس کی اطراف میں جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو زمین ٹیکہ و کیر الگڑی خر بوزہ تر بوزہ کی زراعت ہوتی ہے یہ میوے شدید کھلاؤ اور صنیر الحرم ہوتے ہیں دہلی اور دار الخلافہ کے درمیان حوض خاص ہے جو اس حوض شمس سے بڑا ہے اور اس کے چاروں طرف چار گنبد ہیں اور اس کے گرد اہل طرب ہتے ہیں اس کے طرف یاد آنکھ رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں اس میں پڑے پڑے بازار ہیں اور جامع مسجد کے سوا اور

کے باپ نے آباد کیا تھا جس کے دربار میں ہم آئے ہیں۔ چہارم جہان پناہ اسی سلطان محمد غلق نے آباد کیا ہے اس بادشاہ کا ارادہ ہوا تھا کہ ان چاروں شہروں کے گز فیصل بنا کر ایک شہر بنا دے اور خود آئین رہے کچھ حصہ اسے بنوایا لیکن خرچ عظیم کے سبب فیصل بنی

دہلی کی فیصل اور اس کے دروازے

دہلی کے گز فیصل یہ وہ اپنا جو اینٹیں رکھتی گیا و کعبہ شروع لیکن ہی اس کے اندر مکان بنے ہوئے ہیں جن میں دروازوں کے محافظ اور رات کے چوکیدار رہتے ہیں اور انہیں میں غلوں کے خزان ہیں جنکو انبار کہتے ہیں اور انہیں میں خازن اسبب انگ درخازن مجاہد درعد رہتے ہیں میں غلہ مارتوں تک نہیں بگڑتا۔ اینٹیں چادل کالے ہو گئے تو مگر سرے میں کچھ نہیں بگڑے تو یہی حال اور انہا جوں کا تھا سلطان ملین کے عہد سے چیر نوے برس گزرے ہیں غلوں کی بہرتی ہوتی ہے اس فیصل کے اندر گھوڑے اور پیدل شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسکتے ہیں اس کے اندر شہر کی طرف کھڑکیاں روشنی کے لئے بنی ہوئی ہیں اسکا نیچے کا حصہ تہرکا اور اوپر کا اٹھنا کا بنا ہوا ہے اور کثرت سے برج نزدیک نزدیک بنے ہوئے ہیں اور اس شہر کے اٹھائیں دروازے ہیں جن میں سے سب میں بڑا دروازہ ہے اور اسی طرح اور دروازے کے نام ہیں

دہلی کی جامع مسجد

دہلی کی جامع مسجد بڑی وسیع ہے اور اسکا احاطہ اور چہرے بالکل سنگ سفید سے بنا ہوا ہے جو نہایت عمدہ طرح سے تراشا گیا ہے اور سیسے سے جوڑا گیا ہے اور میں کہیں لکڑی کا نام نہیں ہے میں تہر کے بنے ہوئے تیرہ گنبد ہیں محراب میں سنگین میں میں چار صحن ہیں اور عین وسط میں ایک گول مینار ہے جو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے بعض حکمائے سائناتوں کو آمیزش کر کے ہفت جوش بنایا ہے اور اس سے اس مینار کو بنایا ہے اگر کہیں سے اسکو انگلی کی برابر جلا کر تو آئین بجلی کی چمک نظر آتی ہے۔ نوہا سپر انہ نہیں کرتا طول اسکا تیس دس ہے اور اسکا دور آئیندہ اور سور کے دوع اور مسجد کے دروازوں میں سے شرفی دروازہ پر دوڑے بت زمین پر پڑے ہوئے ہیں جو مسجد کے آنے جانے والوں کے پاؤں تلے آتے ہیں یہاں پہلے تھانہ

میں بے شہر غزنین میں تیس گھوڑے اور اونٹ خریدے۔ اسے تاجر نے انکی قیمت مجھے ایسی لی کہ جس کے سبب اس کو فائدہ عظیم ہوا۔ اور بڑے تاجر وغیرہ میں ہو گیا۔

دریائے سند کے عبور کرنے کے بعد میں شہر جنائی میں آیا۔ دریائے سند کے کنارہ پر یہ شہر نہایت خوبصورت ہے اور اس میں بڑے بڑے بازار عمارتیں اور یہاں کے باشندوں میں ایک گروہ سامرہ (سومرہ) کا ہے جو یہاں مدت سے آباد ہے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں جب ملک سند فتح ہوا ہے تو فتح سند کی تاریخ میں لکھا ہے کہ اُنھے باب داواہان آباد ہوئے تو جنگی اولاد یہاں بڑھ کر ایک بڑا گروہ بن گیا انکا نام سامرہ مشہور ہے نہ وہ کیسے ساختہ کہاتے ہیں نہ اُنہیں کہاتے کو کسی کو دیکھتے دیتے ہیں نہ وہ غیر قوموں سے خود شادی بیاہ کرتے ہیں اور نہ اوروں کو وہ اپنے گمان بیاہ کرنے دیتے ہیں اس زمانہ میں انکا جو امیر ہراکنا نام آتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ جب میں دارالسلطنت ہند دہلی میں آیا تو بادشاہ حسن کی راہ پر قنوج میں گیا ہوا تھا اس لئے بادشاہ کی حفرة والدہ محترمہ جہان کی خدمت میں گیا بادشاہ کا وزیر خواجہ جہان ناما جب بادشاہ کو میرے آنے کی خبر پہنچی گئی تو تین دن میں ڈاک میں جواب آگیا۔ پھر تو میری زیارت کے لئے بڑے بڑے امیر و وزیر فقہ عالم آئے۔ میں نے دیکھا کہ دہلی ایک مشہور عظیم الشان شہر ہے اور اس میں دونوں حسانت اور خصانت موجود ہیں اور اسکے گرد ایسی تفصیل ہے کہ دنیا میں اسکی نظیر نہیں ہے اور مشرق میں اسلام کے شہروں میں کوئی شہر دہلی سے بڑا نہیں ہے۔

دہلی کے اوصاف

شہر دہلی بہت وسیع اور نہایت آباد شہر ہے اس میں چار شہر آپس میں ملے ایک دوسرے کے ہمسایہ میں ہیں اول دہلی یہ شہر قدیمی ہے جسکو ہندوؤں نے آباد کیا تھا اسکو مسلمانوں نے فتح کیا ہے۔ دوم سری جسکو دارالخلافت بھی اس سبب کہتے ہیں اسکو مستغیر کہا کے پوتے قطب الدین کو حیدر وہاں آیا تھا سلطان نے دیدیا تھا اس شہر میں سلطان علاء الدین اور امیر کا بیٹا قطب الدین رہتے تھے۔ سیم تعلق آباد ہے جو اس سلطان احمد کے

حقوق منزل مطلوب پر پہنچتی ہیں یہ قاصدوں کی ڈاک گھوڑوں کی راک سے زیادہ تیز رفتاری۔ اسی
 ڈاک کے ذریعہ سے خراسان کے میوے جو ہندوستان میں بڑے نامور سمجھے جاتے تھے انکو طاقون
 بین قاصد بند کر کے دہلی کے بادشاہ پاس پہنچاتے تھے معزز خطا دار مجرم قیدی ایک سر پر ہر
 بٹائے جاتے تھے اور انکے سر پر قلعہ اوڑھایا جاتا تھا اور یہ سر پر قاصدوں کے سر پر رکھا جاتا تھا
 اس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے تھے سلطان کے لئے گنگا کا پانی پینے کے لئے
 چالیس دن کے رستہ سے لایا جاتا تھا جو کوئی جہی مسافر سلطان کی عملداری میں آتا تو اس ڈاک
 مخبر تیر بھیجے کہ فلان شخص آیا ہے جس کی صورت اور لباس ایسا ہے اس کے ساتھ مصاحب غلام
 و خادم و دو اب تھے ہیں اور اس کے قیام و سفر کی ترتیب اس طرح ہے اور اسکا خراج اتنا ہے
 ان باتوں کی تفصیل میں کوئی بات چھوڑی نہیں جاتی جب ملتان میں جو ملک سندھ کا قاعدہ الملک
 ہے یہ مسافر پہنچتا تو اسکو یہاں جب تک قیام کرنا پڑتا کہ حکم شاہی آگے بڑھنے کا اور دربار شاہی میں
 حاضر ہونیکا آدرا اس کے ساتھ یہ بھی لکھا آتا کہ اس مکان مسافر کی صیانت حسب حیثیت اس کے
 کی جائے گو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکا حسب کیا ہو اسکا باپ کون ہو ابو محمد شاہ کی عادت یہ ہو
 کہ وہ غریب لوطن کے ساتھ اکرم و محبت کرتا ہے اور اپنی ولایت میں انکو مناصب علیہ و مراتب غیر
 پر ممتاز و مخصوص کرتا ہے اکثر اسکے خواص حجاب و وزراء و قضاة اور داماد غریب الوطن ہی ہیں
 دربار شاہی میں جب اجنبی مسافر جایگا تو اسکو ضرور ہے کہ وہ کوئی ہدیہ نذرین پیش کرے گا۔ اس کے
 عوض میں سلطان نذر سے دو چیز نہ چند قیمت خلوت میں دیگا سلطان کی یہ عادت ایسی مشہور ہوئی
 ہے کہ ملک سندھ و ہند کے تجار جو مسافر آتا ہے اسکو سلطان کی نذر کے لئے ہزاروں دینار قرض
 دیدیتے ہیں اور جن ہدیوں کو سلطان کی نذر میں دے دینا چاہتا ہو وہ درگھوڑے اونٹ اور
 اسباب متاع اور خادم سب کچھ مہیا کر دیتے ہیں جب یہ غریب لوطن بادشاہ کو نذر دیتا ہے
 اور اس کے عوض میں عطا یا کر ان بہا پاتا ہے تو وہ تجار کا کل قرض ادا کر دیتا ہو اور ان کے حقوق
 ایسے ادا کرتا ہے جس سے ان تجار کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے غرض جب میں رہنے یہ عادت
 مشہور دیکھی اور بلاد سندھ میں وارد ہوا تو میں نے یہی اسی طریقہ اختیار کیا کہ تجار سے گھوڑے
 اونٹ اور غلام وغیرہ خریدے۔ محمد الہوری ایک تاجر عراقی اہل تکریت سے تھا۔ اس

ہونے لگے بیشک اُس نے یہاں ایسے واقعات اور حالات اور رائے سنے ہونگے جن کے کہنے والے انکے لیکنے کی اور اشاعت کی نیکی خود جرات نہ کتے تو مگر لائے نکام بیان بے باکانہ اور دلیرانہ بغیر اس کے کیا ہو کہ عام رائے و فیصلہ کی معیار امتحان پر انکو کس ہو چنانچہ اس بیان کی قصداً ان بیانوں سے جو اوپر لکھے ہیں ہوتی ہیں مقدمہ میں اس سفر نامہ ویراجون کے سفر نامہ سے ایک بحث لکھی ہے اور وہ جو

ابن بطوطہ کا ہندوستان میں انا

یہ لکھا ہے کہ غرمہ ماہ محرم کو جسے آغاز ۷۳۲ھ کا ہوتا ہے وادی سندھ میں جو پنجاب میں مشہور ہے میں آیا یہ وادی دنیا کے وادیوں میں سب سے بڑا ہے اور موسم گرما میں سے ملک ہند میں زراعت اسی طور سے ہوتی ہے جس طور سے کہ مصر میں دریا نیل سے اسی دریا سے سلطان محمد غلق کی سلطنت کا آغاز ہوتا ہے مخبر جو یہاں مقیم تھے ہیں میرے پاس آئے اور انہوں نے ملتان کے امیر سرسبز کو جو سلطان کی طرف سے یہاں حاکم ہے میرے آنے کی خبر لکھی میں سیوستان میں اتنا تھا جکا فاصلہ ملتان سے دس دن کا رستہ تھا اور دارالسلطنت دہلی کا فاصلہ سند سے پچاس دن کا رستہ تھا مگر میرے (ڈاک) کے ذریعہ سے میرے آنے کی خبر سلطان کو پانچ ہی روز میں ہو گئی۔

برید یعنی ڈاک کا بیان

برید یعنی ڈاک ہندوستان میں دو قسم کی چلتی ہے ایک برید انجیل یعنی گھوڑے کی ڈاک ہے جکا نام الوالاق یا اودلاق ہے کل مسافت میں چار چار میل پر گھوڑوں کی چوکیاں ہیں یہ ڈاک سلطان کی واسطے ہر دو سہرے برید الرجا یعنی پیدل قاصدوں کی ڈاک ہے ایک میل کی مسافت میں اسکی تین چوکیاں ہوتی ہیں اور اوکو داوہ کہتے ہیں اور میل کو کردہ (کوس) یہاں کہتے ہیں اور ان چوکیوں کی ترتیب یہ ہے کہ ایک کوس کے اندر تین گانون آباد ہیں اور اس کے باہر تین تے یعنی خیمے لگے ہوتے ہیں جن میں قاصد چلنے کے لئے تیار رہتے ہیں وہ اپنے کردوں کو کہتے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں اور ایک مقررہ (چابک) و درع لبا لیتے ہیں جس کے سرے پر تانبے کے گونڈے لگے ہوتے ہیں جب قاصد چلتے ہیں تو ایک ہاتھ میں خطوط لیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں چابک جسکی آواز دوسری ہو کئی جہان قاصد کے کان میں پہنچی فوراً چلنے کو تیار ہوتا ہے اور دوسرے قاصد سے خطوط کو لیکر جقدر جلد پل سکتا ہے چلتا ہے اور چابک کو ہلاتا جاتا ہے

جان مال کی حفاظت نہ تھی غرض اس سوت سلطنت کے مسلمانوں کی حکومت کا حال ایسا ہو گیا کہ جیسا کوئی آدمی بہت موٹا ہو کر ایسا لہڑ پڑ ہو جائے کہ کوئی عضو اس کے قابو میں نہ رہے ایک اور بات اس بادشاہ کی سلطنت سے سمجھنی چاہیے کہ مشرقی ملکوں میں استبداد کا بہت کچھ خیال ہوتا ہے کہ وہ بدکردار اور ستم گار ظلم شعار بادشاہ ہونے کے پنجے سے رہائی حاصل کرین نہایت صبر و تحمل سے اس کے ظلم و ستم کو دیکھ سہا کرتے ہیں اور کان نہیں ملائے اگر یہ عادت یہاں نہ ہوتی تو کیوں ایک آدمی کے بدظلم اور ظالم ہونے سے ایسی مصیبتیں اور نقصان لوگ اٹھاتے۔

ابن بطوطہ نے جو ہندوستان میں کیا اور ہندوستان کا حال

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم اللواتی بطمی المعروف بابن بطوطہ اور بلاد شرقیہ میں معروف شخص لدین ایک نامور سیاح افریقہ کا رہنے والا تھا جس نے زمین کا طواف کیا اور بہت ملکوں اور شہروں کو دیکھا بہت قوموں سے ملا جلا کل ایشیا کو چھان مارا عرب عجم کی سیر کر کے ہند میں اپنا قدم رکھا یہاں کے بادشاہ کی خدمت میں آیا عمدہ قضا پایا اس نے ایک کتاب مسمیٰ تحفہ النظر لفرغ غرائب لامصار و عجائب الاسفار جس کو ہم کتاب رحلۃ ابن بطوطہ یعنی سفر نامہ ابن بطوطہ کہتے ہیں تصنیف کی جس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے صد ہا امصار و دیار کا مسلاطین و امراء و علماء و اولیاء کیار کا اور عجائب غرائب اشیاء کا بیان کیا ہے اور جو ہندوستان اور اس کے بادشاہ سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا بیان لکھا ہے اس کو انگریزی میں نہایت مقبر اور سچ جانتے ہیں۔ چنانچہ افسسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند میں تحریر کرتے ہیں کہ افریقہ میں جا کر ابن بطوطہ نے یہ حال لکھا ہے کہ یہاں اسکی کوئی اپنی ذاتی غرض جوٹ ملانے کی نہ تھی اسلئے اسے صحیح اور درست بے کم و کاست لکھا ہے یہ کہنا صرف ان کا خیال ہے۔ اس نے جو مفصل حالات بیان کئے وہ اور محقق مورخوں کے بیانات تاریخی کے ساتھ بہت کم ملتے جلتے ہیں اور مطابقت نہیں دیتے۔ لیکن اس کے بیان کے طرز و سیح ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بڑھنے والے کو اسکا یقین ہوتا ہے اور افریقہ میں اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر وہ حالات نہایت احتیاط و خوبی سے لکھے ہیں جو یہاں اسکو تحقیق کرنے سے اور مقبر اور باخبر آدمیوں کی ملاقاتوں اور گفتگوؤں میں معلوم ہوا

ٹھہرے میں پہونچا کہ ۱۲ محرم ۵۲ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۵۳۵ء کو اہل کالجکم نامہ پہونچا حالت نزع میں
یہ اشعار زبان پر تھے ۱۔ اشعار

بسیار درین جهان چسپیدیم	بسیار لغیم و ناز دیدیم
اسپان بلند یر نشستم	ترکمان گران بہا خریدیم
اگر دیم بے نشان آئند	چون قامت مادہ نوحیم

یہ بادشاہ ستائیس برس سلطنت کر گیا اور اپنی یادگار چھوڑ گیا کہ بنی آدم میں ایسے
آدمی بھی ہوتے ہیں کہ پرلے درجہ کے فضائل اور ذایل جن کی ذات میں جمع ہوتے ہیں
وہی ایک آدمی ہو کہ اپنے در دولت پر ہر روز غریبوں اور محتاجوں کو دولت مند کرے اور وہی
آدمی ہو کہ ہر روز بیگناہوں کے کشتوں کے پستے اپنے دروازہ پر لگایا کرے۔

محمد تعلق کے عہد میں مسلمانوں کی وسعت سلطنت

طالب علموں کو ہمیشہ اس بات میں غور کرنی چاہئے کہ جس وقت کوئی نیا بادشاہ ہو تو دل میں
سوچیں اور نقشہ میں دیکھیں کہ اس وقت کس قدر ملک اس کے تصرف میں تھا اور جب مرا تو کس قدر
چھوڑ مرا اس سے معلوم ہو گا کہ اس کی سلطنت کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس بادشاہ کی آغاز سلطنت
میں دریاے سندھ کے مشرقی جانب میں جہی مسلمانوں کی سلطنت وسیع اور فرخ ہوئی ایسی کہی
کسی اور بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوئی مگر آخر عہد میں اس کی عداوت سے جو ضوئے کل گئے وہ
اور نگ زیب کی سلطنت تک پہنچنے میں نہ آئے جن عہد میں بنو ات نہیں ہوئی تھی وہاں
بھی بادشاہی حکومت کو ایسے صدمے پہونچے کہ مغلوں کی سلطنت تک پہنچ نہی اس کے
کئی سبب معلوم ہوتے ہیں۔ اول ترکوں کے عہد میں جو ایک قوی اتحاد ملک حلال اور
دولت خواہ صوبہ داروں اور بادشاہوں کے درمیان تھا خلیجوں اور ترکوں کے عداوت
سے جاتا رہا۔ دوم سلطنت وسیع ہو گئی تھی مگر فوج بادشاہ کے قابو میں نہ تھی یہ سبب
ہے کہ بادشاہ جہاں جاتا وہاں فتح پاتا۔ مگر جہاں سے دور فاصلہ پر ہوتا وہیں جھگڑا کرتا
ہوتا۔ سوم بہستون اور راہوں کا انتظام کچھ نہ تھا۔ سارا ملک بے امن و امان تھا۔

مقدمہ رعایا میں پیراہو اتواہوں نے سلطنت ہاتھ اٹھالیا اور اپنی اولاد میں جسکو لائق فائق جانتا
 جزبہا دیا اور اپنی زندگی گوشہ عزلت میں چند جلیذ کے ساتھ بسر کی۔ دوسرے نسخہ یہ ہے کہ عیش و عشرت
 میں ایسے پدمست ہو گئے کہ انکو خبر نہ ہوئی کہ رعایا کس مرض میں مبتلا ہے۔ امیرن نے دزیوں نے جو
 چاہا سو کیا غرض ان بخون میں سر اکثر ایک ایک نسخہ رعایا کے فرائج کیونق پڑا ہے ہر ارض ملک میں بادشاہ
 کے واسطے بڑا مرض مہلک یہ ہے کہ خاص و عام اس سے بگشتہ ہو جائیں جب ضیاء الدین
 برنی یہ کہہ چکا تو بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ملک کا علاج میری آرزو کیونق ہو گیا۔ گو میرا کوئی بیٹا ایسا
 نہیں کہ میرا قائم مقام ہو سکے مگر میں دلی کی سلطنت سلطان فیروز شاہ اور ملک کبیر اور احمد یار کو حوالہ
 کرونگا اور خود مکہ معظمہ چلا جاؤنگا۔ مگر ان دنوں میں خلق مجھے آرزو ہے اور خلق سے آرزو ہوں میں
 اس کے فرائج سے آرزو ہے میرے فرائج سے آگاہ ہے اسکا علاج میرے نزدیک تلوار ہے جس سے سرش
 کو مخالف اپنے فرائج کے دیکھونگا اسکا سر اڑاؤنگا۔ اس کے سوا مجھے کوئی دوا یا د نہیں خلقت
 اپنی بغاوت سے جب تک باز نہ رہے میں سیاست سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا۔ ہرچہ شدنی است گوشتو مہر اع
 شود شود نشود گوشتو چہ خواہد شد تاب بادشاہ کو دو برس گجرات میں رہنا پڑا اول سال میں لشکر کی آرٹھی
 اور ترتیب میں مصروف رہا۔ دوسرے سال میں کرنال کے ستیج کا کام رہا۔ بیان سب مقدموں اور
 رعایا نے اطاعت اختیار کی اور راجہ کچہ بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں اختلاف ہے کہ
 حصار کرنال ہی فتح ہوا یا نہیں اب بادشاہ کو نندل میں کہ کرنال سے پندرہ کوس کے مریض
 ہوا اور کو نندل میں بادشاہ پہونچا تھا کہ ملک کبیر نے دہلی میں انتقال کیا اور خواجہ جہان اور
 عماد الملک نائب وزیر الممالک کو دہلی میں بھیجا اور محمد دوم زادہ اور خداوند زادہ کو دہلی سے
 کو نندل میں بلایا۔ جب بادشاہ کو نندل میں آیا تو یہ لشکر مع اہل و عیال وہاں آ پہونچا اور
 بادشاہ کو آرام بھی ہو گیا۔ دیبال پور اور ملتان اور راجپوتانہ کے لشکر تان ٹھٹھ
 کی جانب طلب کین اور کو نندل سے روانہ ہوا۔ اور دریائے سندھ سے عبور کیا اور اس
 وقت التون بہادر بھی پانچہزار سوار مغل ہمراہ لیکر امداد کے لئے آ پہونچا۔ بادشاہ اس لشکر
 کو نیکر ٹھٹھ کی جانب اس ارادہ سے چلا کہ قوم سومرہ کو جنتوں۔ نے طغی باغی کو پناہ دی تھی
 اسے تھمال کرے۔ کہ ایک دن عجلی کھائی اس سے بھارتے پھر معادوت کی خدا خدا کر کے

کیا اور خزانہ اور ہاتھی بادشاہ کے لشکر سے چھین لئے اور بہت سوا ڈیمین کا کشت خون کیا آخر سلطان
 بھڑچ میں پہونچا اور دریا کو نزدیک کے کنارہ پر مقیم ہوا تو بڑوچ کنبات میں طنی چلا گیا۔ بادشاہ نے
 ملک یوسف کو اسکے تعاقب میں بھیجا کنبات کی حوالی میں لڑائی ہوئی جس میں شکر شاہی کو شکست
 فاش ہوئی ملک یوسف کی جان گئی سہاگی سہوگی فوج بادشاہ پاس دوڑی آئی۔ اس پر بادشاہ
 جملہ کربکبات پر بڑوچ طنی وہاں سے ہٹا سا دل میں جب کو اب احمد آباد کتبہ میں چلا آیا۔ بادشاہ بھی
 اسکے پیچھے دوڑا گیا نہ والدین طنی سہاگ آیا۔ بادشاہ کو بارش کی کثرت کی سبب ایک میلہ احمد آباد
 میں رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ طنی اپنی جمعیت درست کر کے بادشاہ سے لڑنے کی واسطے احمد آباد
 آتا ہے۔ بادشاہ بھی اسکی طرف روانہ ہوا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی اور طنی باغی شکست کھا کر سہاگا اور
 فرصت پا کر ملک منہ میں ٹھہر گیا۔ اب بادشاہ گجرات میں آیا اور منہ والہ میں رہا اور خوب
 انتظام کیا اب یہ فساد فرو ہو گیا۔ مگر اور گل کھلا۔ امیران صده کا پھر اجتماع ہوا۔ اور حسن کا نگوی سرگودھ
 بنا اور عدا الملک بادشاہ کے داماد کو قتل کر ڈالا۔ اور تمام اسکی سپاہ پریشان کر دی اور سارے
 دکن پر قبضہ و تصرف کر لیا۔ حاکم مالوہ کو اپنا شریک بنالیا۔ دیوگڈہ کا محاصرہ بڑوچ میر کر رہے تو انکو بھی
 نکال باہر کیا اور جیل مح دولت آباد سے باہر کر شریک جمع ہوا۔ مگر سلطنت سے مستغنی ہوا۔ اس میں
 صده نے بالاتفاق حسن کا نگوی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اور سلطان علاء الدین خطا یا یہ سب خبریں
 حسن شکر بادشاہ متروک ہوا اور سبھ گیا کہ اس سلطنت کا حق کسی اور حسن کا نگوی سے لڑنے کی واسطے
 دہلی سے لشکر بلا یا جب یہ لشکر بادشاہ پاس پہونچا تو حسن کا نگوی پاس جمعیت فرادان جمع ہو گئی
 تھی۔ اسلئے اس لشکر کو وہاں لڑائی پر نہ بھیجا اور یہ ارادہ ہوا کہ گجرات کی محم و انفرار کلی حاصل
 کیجئے اور کرنال جب کو اب جو گڈہ کتبہ میں مسخر کیجئے۔ پھر خاطر حج سے حسن کا نگوی سے لڑنے ان
 ترددات میں ایک دن بادشاہ نے ضیاء الدین برنی کو بلالیا۔ اور فرمایا کہ میرا ملک ایسا مریض
 ہو گیا ہے کہ ایک مریض جاتا ہے دوسرا آتا ہے اگر دوسرے گیا بخاڑھا اور بخارا تر تو سیٹ میں سہہ پڑا
 کسی عنوان صحت نہیں پاتا تو نے بہت کچھ تاریخین دیکھی ہیں تباہ متقدم میں کیا اس مریض کا علاج
 لکھا ہے ضیاء الدین برنی نے عرض کیا کہ حضور اس مریض کے نسخے بہت لکھے ہوئے ہیں دو ان
 میں سے عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ جب بادشاہوں نے دیکھا کہ بغاوت اور اخلاف کا مرض

کہ وہ ہم کو مارے اس لئے کیا ضرور ہو کہ ہم کو سفزدن کی طرح اس خونخوار قصاب پرچم کے ہاتھ میں
 چیں اور ہاتھ پیر بند ہوا کر گئے پرچہری پھر دین بہتر ہے کہ اٹھے پھر چلیں اور نباتات اور مخالفت اختیار
 کریں اور ہاتھ پیر ملا کر جان دین غرض یہ صلاح و شورہ کر کے کوچ کیوقت ملک احمد لاچین کو مار ڈالا
 بیچارہ ملک علی جامہ در جان بچا کر لے پاؤں بہاگا اور دولت آباد میں ان میران صدہ نے اپنا جہنم
 گاڑا اور عالم الملک کا محاصرہ کیا اور قلعہ کی سپاہ کو اونچ نیچ سمجھا سمجھو کہ اپنا ساتھی کر لیا۔ عالم الملک
 کو جان سے مارا مگر قید خانہ میں ڈال دیا۔ باقی کسی عمل کو نہ چھوڑا اور پھر رکن الدین تہا تیبری کو
 بھی قتل کیا۔ اور سارے ملک میں قتل و غارت گری میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک اقطاع کے ساتھ ایک ہیر صدہ
 نامزد ہوا۔ اور سب اطراف کے میران صدہ جمع ہو گئے اور جو جو بادشاہ سے برگشتہ خاطر تھے ان
 سب کا دولت آباد گویا مرجع بن گیا۔ رعایا بھی انہیں کی ساتھی ہو گئی۔ اسماعیل مرغج برادر کل یا مل
 افغان بھی میران صدہ میں سے تھا۔ اور نہایت مروت و دلچسپی میں رکھتا تھا اور بڑا دانشمند و بلند ہمت
 تھا اس کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور نصیر الدین اس کو خطاب یا جب اس فتنہ عظیم کی خبر بادشاہ کو
 پہنچا تو اس میں بہو بختی۔ تو وہاں سے کوچ پر کوچ کرنا ہوا اور دولت آباد میں آیا۔ میران صدہ نے
 بھی لڑائی کی واسطے صفین باندہ کر استقبال کیا اور بڑی مردانگی اور جواہر دی سے لڑے
 مگر آخر کو شکست کھائی پھر آپس میں یہ صلاح پھیلی کہ اسماعیل مرغج تو اس قدر آدمیوں کو ہمراہ لیکر قلعہ دیو گدہ
 میں چلا جائے کہ اس کی حفاظت کی واسطے کافی ہوں اور باقی اور امیر اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر چلے جائیں
 اور اسی صلاح کی موافق عمل ہی کیا۔ اسماعیل مرغج تو دیو گدہ کے قلعہ میں چلا گیا وہاں سب باختر باختر
 موجود تھے اور امیر جن میں سے ایک حسن کا نگوئی بھی تھا اپنا اپنے اقطاع کو روانہ ہوئے بادشاہ
 نے تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ان باختر کے پکڑنے کیلئے عماد الملک کو گلبرگہ بھیجا غرض بادشاہ تین
 مہینے سے قلعہ کی تسخیر کی واسطے لڑ رہا تھا اور یہ کام ختم نہ ہوا تھا کہ گجرات میں فساد عظیم برپا ہو گیا
 ملک طغی نے ان میران صدہ کو کہ کوہتان میں سے شریک کر لیا۔ اور نہروالہ میں آنکر ملک مضطر کو
 کہ شیخ معز الدین حاکم گجرات کا نائب تھا مار ڈالا اور سب عمال شاہی کو قید کر لیا اور گنبدات کو غارت
 کیا اور قلعہ ٹھوڑی کو گیر لیا۔ اس خبر کو سنتے ہی بادشاہ خود گجرات کی طرف دوڑا۔ اور قلعہ دیو گدہ
 محاصرہ کا کام اور امیر جن کے تفویض کیا۔ جب بادشاہ گجرات کو چلا تو دو کمیتوں نے تعاقب

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانے کے لوگ بہو لکھائے میدے سادے سچے ہوتے تھے ان کے واسطے یہ سیاستیں کافی تھیں مگر اب کے زمانے میں ایسے شریر مفید اور منقری لوگ ہیں کہ ان کے واسطے ان میری سیاستوں کا ہونا واجب ہے۔ اب خدا سے یہ دعا ہے کہ کیا مجھے اس دُنیا سے اٹھائے یا رعایا کے دلوں کو فتنہ و شر سے خالی کر دے میرے پاس کوئی وزیر ایسا مدبر نہیں کہ اپنی حسن تدبیر سے اس ملک کو سنبھال لے۔ اب بادشاہ گجرات کے متصل کوہ ابو پر پہنچا۔ اور دہان سے شیخ معز الدین کو باغیوں کی سرکوبی کے واسطے بھیجا دیوئی کے نواح میں لڑائی ہوئی اور باغیوں کو ہزیمت ہوئی اور سب پرانگڑہ اور منتشر ہو گئے۔ ملک قبول اور عماد الملک وزیر ممالک بھڑوچ کے امیران صدہ کے ہمراہ باغیوں تعاقب میں روانہ کیا۔ عماد الملک نے دریا سے نزدیک باغیوں کو ہنگا دیا۔ اور جو امیران صدہ لگا لگا اُکھٹل گیا۔ اور ان کے بال بچوں کو پکڑ لیا۔ غرض جو زندہ امیر صدہ بچے وہ ماندیو خاں بطور بکھانا پاس بھاگ کر گئے اُس نے بادشاہ کے محاط سے انکو خراب خبر کر دیا۔ نزدیک سے گناہ پر عماد الملک چندے مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے حکم سے امیران صدہ کو قتل کو تار مارا اور جو باغیوں میں سے تلوار سے بچ گئے تھے۔ اطراف میں آوارہ اور پریشان ہو گئے۔ اب بادشاہ بھڑوچ میں چند روز مقیم رہا اور تمام ملک گجرات اور کہنات اور بھڑوچ سے اپنی باقی کار و پیہ بھر وصول کیا۔ اور فتنہ پردازوں کو اپنے کبھڑ کر دار کو پہنچا تار مارا۔ اس طرح فتنہ خواہ سیدہ کو بیدار کرتا رہا۔ زین الدین زند کو جبکہ خطاب مجد الدین تھا۔ اور پیر کن الدین تھا میری کو کہ چٹا ہوا شہر تھا۔ دولت آباد میں اس غرض سے بھیجا کہ امیران صدہ میں سے اہل فساد کو گرفتار کر کے خزا دین۔ مگر پھر اس حکم سے خود ہی وہ پیشان ہوا۔ اور اُس نے یہ چاہا کہ امیران صدہ کو خود ہلا کر اپنے سامنے سزا دے۔ چنانچہ ملک علی جامدار اور ملک احمد لاچین کا فتنہ عالم الملک براؤ قلع خان کے پاس اس صنمون کا فرمان بھیجا کہ جو امیران صدہ معروف اور شہو ہوں انکو حضور کے پاس بھیج دو اور ان کے ہمراہ چند سو سواری بھی کر دو۔ عالم الملک نے حسب حکم شاہی بھیجا اور گلیزہ وغیرہ مقامات سے امیران صدہ کو جمع کر کے ان دونوں میروں کے ہمراہ کیا اور چند سو سواری ساتھ لے کر ان امیران کو سیرت سلطانی کا منایت خوف تھا اس میں شور کیا کہ بادشاہ کا بلانا سوا اس غرض کے نہیں

گھوڑے گجرات سے لیکر بڑودہ کی راہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا کہ اثنار راہ میں بڑودہ کے امیران
 صدرہ نے یہ سب کرنے اور گھوڑے چپین لئے اور جو تاجر جس کے ہمراہ تھے ان کا اسباب بھی لوٹ لیا۔ غرض
 یونٹ لٹ کر ملک مقبل نہو الدین آیا۔ راستہ میں ساری جمعیت اسکی پریشان ہو گئی امیران صدرہ
 کو جو یہ دولت خرچ کرنے کے لئے اور گھوڑے سواری کی واسطے حاصل ہوئے تو انکو بڑی تقویت ہوئی
 اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا اسباب ہاتھ آیا اب وہ سپاہ کو جمع کر کے کہمات پر چڑھ گئے اور
 بغاوت کا ایک شور و غل ساری گجرات میں مچا دیا اور بک رخانے تہ دبالا کر دیئے اس خبر کے سننے پر
 بادشاہ بہت غضب میں آیا اور گجرات پر خود چڑھنے کا ارادہ کیا۔ بہ چند قتلخان لے معرفت ضیاء الدین
 برنی کے یہ پیغام بھیج دیا کہ گجرات کی شورش دبانے کی واسطے میرا بیٹا کافی ہوگا مگر اس نے کچھ نہ سنا
 اور خود گجرات پر چڑھنے کا سامان کیا اور دلی کو ملک فیروز اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور خود ^{۱۳۴۷ھ} ۱۳۴۷ء
 میں یہاں سے روانہ ہوا۔ پندرہ کوس چل کر سلطان پور میں مقیم تھا کہ لشکر سب جمع ہو جائے کہ اس
 اثنار میں غزیر کا عرصہ آیا کہ میں امیران صدرہ کے نفع کرنے کے لئے لشکر کو مرتب کر کے روانہ ہوا
 ہوں۔ اس پر بادشاہ کو یہ خطرہ ہوا کہ یہ ناخبر بہ کار حاضر در اس لڑائی میں مارا جائیگا چنانچہ یہ خطرہ آنکھوں
 سامنے آیا کہ جو قوت غزیر باغیوں کے سامنے آیا ہاتھ پیرا دس کے چھوٹ گئے اور گھوڑے سے نیچے گرا
 اور امیران صدرہ کے ہاتھ سے بہت بری گت ہو مارا گیا۔ اب بادشاہ سلطانپور سے بھی روانہ ہوا
 راہ میں بلا کر ضیاء الدین برنی سے کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میری اس سیاست سے یہ سکا
 فتنہ برپا ہوتے ہیں تو بتا کہ تقدیر میں نے سیاست کی کتنی قسمیں لکھی ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ
 تاریخ گسرتے میں یہ سات سیاستیں لکھی ہوئی ہیں اول جو شخص دین حق سے پہر جائے اسکی سیاست
 لازم ہے۔ دوم عداوت خون ناحق کرے۔ سوم مرد و زن یا زن و شوہر از رننا کرے۔ چہارم جو سلطان
 کے ساتھ غدر کا اندیشہ کرے۔ پنجم اہل فتنہ کا سرغنہ بنے اور فتنہ برپا کرے۔ ششم رعایا میں
 سے جو اہل بغاوت کی اعانت و پیروی اختیار دن سے کرے۔ ہفتم بادشاہ کے حکم کو ذلیل
 جانے اور مادیات طاعت نہ کرے۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس میں کتنی قسمیں ہیں موافق حدیث
 رکے ہیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ ان سات میں سے تین از رننا و قتل مسلم و زنا سے مخصوص
 موافق حدیث ہیں باقی چار سیاستیں صلاح ملک سے مخصوص بادشاہوں کے ہیں تو اس پر

جگہ اُس کا تہائی مولوی نظام الدین بھڑنچ سے دیوگدھ میں بھیجا گیا۔ مگر یہ مولانا سید سادے آدمی تھے ملک کے انتظام کا تجربہ نہ رکھتے تھے جو روپیہ کہ دیوگدھ میں جمع تھا اُس کو بھی راہوں کا بندوبست کر کے دلی نہ بھیج سکے۔

ملک غزنیہ چار کا دہارا اور مالوہ جانا اور لغاوتون کا ہونا

جب ملک غزنیہ مکینہ اور رذیل دہار میں بھیجا گیا اور ملک لودھ کو تفویض ہوا تو اس کی سخت کو بادشاہ نے یہ صلاح دی کہ جعفر دہار میں لغاوتین اور شورشین اور فتنے فساد کرتے ہوئے ہیں اُنکی اصل بانی مہانی امیر صدگان ہوتے ہیں (امیر صدگان مغلوں میں اس امیر کو کہتے ہیں جس کے زیر حکم سو سوار ہوں) پس جنگ تو شر یا و رفتہ انگیز دیکھے اُن کے دفع کرنے میں کوشش کیجیو۔ غزنیہ دہار میں آیا تو اُس نے مشیر کا بھی اپنے تمام رذیل اور ذلیل بہرے۔ اس کم اصل نے کیا کام کیا کہ شہر اسی امیر صدگان کو دعوت میں بلا کر علی الاعلان لعنت طاعت کرنی شروع کی کہ تم ہی ساری فتنہ پرداز یوں کے سبب اور موجب ہو اور کہہ سنکر اُن کی گردن اپنے دروازہ کے آگے اڑا دی۔ جب یہ خبر اور امیر صدگان کے کانوں تک پہنچی اُنکے گولنا ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہمارا امیر صدگان ہونا ہی باغی ہونا ہے۔ تو بالاتفاق سب نے علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ کو جب غزنیہ کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو اُس کو خلعت حرمت کیا اور بہت خوش ہوا۔ ضیاء الدین برہانی نصف تاریخ فیروز شاہی جو سترہ برس تین مہینے سے بادشاہ کی ملازمت میں رہتے تھے اس بات پر نہایت تعجب کرتے ہیں کہ میں نے بادشاہ کو ہمیشہ رذیل اور بد نسل اور کم اصل کمینوں سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا تھا اور ہمیشہ اُنکی بُرائی مٹنے سے اُس کے سینے سے لگا رہا معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا تھا کہ اُس نے تمام کج بڑے جولاہے اور ایسے ہی کیلئے معزز عہدوں پر ممتاز کر رکھے تھے یہ حرکت بھی منجملہ اُس کی عجیب حرکتوں کے ہے۔ سو اس کے بادشاہ شہر بدین کا بڑا دشمن اور اُنکو ہلاک کرتا تھا۔ مگر تعجب کہ اُس نے اپنے پاس نہایت اشراف اس جمع کر رکھے تھے۔

گجرات اور دکن کی لغاوتین

انہیں دونوں میں کہ سیدہ واقعہ وقوع میں آیا قبل تا بہم نیز گجرات خزانہ اور بادشاہ کے حلقے سے

میں اس نام کا ورد تھا۔

دہلی میں بادشاہ کا رہنا اور اس کے شہان

ابتداء میں چار برس تک دہلی میں ان اشغال میں بادشاہ مصروف رہا۔ اول اشغال زراعت کی ترقی کرنے کا اور عمارتوں کے تعمیر کرنے کا زراعت کی واسطے اس نے بہت کچھ سوچ بچار کیا اور جو اسلوب اس نے اختراع کئے اور وہ رعایا کے نزدیک محالیت سمجھتے تو ضرور کچھ نتیجہ ہوتا۔ اس نے چاہا کہ تیس تیس کوس مربعون کے حلقوں میں زمین تقسیم ہو اور خزانہ شاہی سے اسکا تردد ہو۔ زمین غیر مزدور و عذر دہ ہو اور مزدور و عذر بین کی زراعت کی اور ترقی ہو مگر یہ رویہ جن اہلکاروں کے سپرد ہوا وہ کم نجات ایسے طامع و حریص تھے اور قانون سوارے ہو کے بیٹھے تھے کہ انہوں نے اس رویہ کو خود اڑایا۔ اور تردد زمین کی واسطے خاک نہ دیا اور جو کچھ وہ رویہ صرف ہوا اسکا ہوا ان حصہ کیا ہزار دان حصہ ہی وصول ہوا۔ دو سال میں سات لاکھ ٹکڑے خزانہ کا بیج ہو گیا۔ اگر بادشاہ ٹھٹھ کی مہم سے زندہ پہرہ تاوان اہلکاروں سے خوب حساب سمجھتا اور ایک کو زندہ نہ چھوڑتا دوسرا اشغال یہ تھا کہ مغلوں پر رعایت بیعایت کرتا اور عظیم غلے عطا کرتا جاڑی کے موسم میں تمن کے تمن مغلوں کے بادشاہ کی خدمت میں آئے اور خلعت اور گھوڑے اور لاکھوں روپے انعام پاتے تیسرا اشغال یہ تھا کہ لشکر کو آراستہ کرے اور محصول و درآمدی ملک کو بڑھائے۔ چوتھا اشغال تھا کہ سیاست کو ایسا بڑھائے کہ سارا ملک ستیاناس ملایا اور تمام خلق کا دل اس سے پھر گیا۔ ملک کے ملک کے قبضہ سے نکلتے۔ پانچواں اشغال ان سالوں کے آخر میں تھا کہ مرہٹوں کے ملکوں اور دیوگڈھا کا خوب بندوبست کر کے اسے مرہٹوں کے ملکوں کو چار حقون یعنی ۴ ضلوع پر تقسیم کیا اور ہر ضلع میں جدا جدا حاکم مقرر کئے اور انکو حکم دیا کہ بادشاہ سے جو مخالف الوے ہو وہ زندہ رہے۔ آخر سال میں قلعہ خان کو سوا ہل عیال دلی میں بلا لیا اور غزنیہ حار خیشہ و حقیقت کو دہلی میں بھیجا۔ اور تمام مالوہ اس کے سپرد کیا۔ قلعہ خان کے بلا لینے سے دیوگڈھا والوں کی بڑی دشمنی ہوئی۔ وہ اس کو بادشاہی سیاست کے لئے پھر جانتے تھے اور اس کو نہایت مانوس تھے۔ اور بڑے چین اور آرام سے رہتے تھے اس کے چلے آنی سے انکا دل ٹوٹ گیا اور بہت پھر چھوٹے اور اجل کے فرشتے دکھائی دینے لگے غرض یہاں نتیجہ یہ تھا کہ ہندو مسلمان دونو بادشاہ سے دو نمین ہو گئے اور بعض نے علی الاعلان بغاوت اختیار کر لی۔ قلعہ خان کی

اوروں نے نہیں لئے۔ عین الملک زندہ گرفتار ہوا۔ مگر بادشاہ نے یہ کہا کہ اس کی ذات میں کوئی شرارت نہ تھی یہ فقط لوگوں کے بہکانے سکھانے میں آگیا تھا۔ اسکو خلعت دیکر مناصب جلیلہ پر سرفراز کیا۔ جب یہ بغاوت بالکل مٹ گئی تو بادشاہ بھرانج میں گیا یہاں سلطان محمود کے سپہ سالار سعد شہید کی قبر تھی اور ان دنوں میں وہ ایک زیارت گاہ سمجھی جاتی تھی یہ ۵۵۵ھ میں شہید ہوا تھا بادشاہ نے اس کی زیارت کی اور مجاوروں کو کچھ روپیہ دیا اور خواجہ جہان کو آگے بھیجا کہ جو کچھ سپاہ عین الملک کی کچی کچی ہو اسکو بھی نہ چھوڑے اور جو لوگ قحط یا بادشاہ کے خوف سے اوادہ اور ظفر آباد میں آئے ہیں انکو بہر وطن گوروانہ کرے اور خود دہلی میں آیا اور خواجہ جہان ہی ان سب باتوں کا انتظام کر کے دہلی میں چلا آیا ان دنوں حاجی رجب و شیخ الشیوخ مصری بادشاہ پاس آئے اور خلعت و منشور خلیفہ کا ساتھ لائے جس کی تعظیم و تکریم نہایت مبالغہ کے ساتھ کی گئی۔ اسی خلعت کی تاریخ بدر چانچ نے یہ لکھی ہے کہ ۵

۱۱۱ھ بمبار کئے کہ ماہ از ہفتصد و نوزد	زین سفر ماہ محرم سابق شعبان ۱۱۱ھ
---------------------------------------	----------------------------------

سات سو پراہ کے عدد یعنی ۶۴۷ زیادہ کر دو سو ستر ہوتے ہیں اور ماہ شعبان سے پہلے جب آتا ہے سو حاجی رجب اس خلعت کو لائے تھے۔ بادشاہ قرآن شریف و کتاب مشارق و حدیث کو منشور خلیفہ کے ساتھ اپنے آگے ہمیشہ رکھتا اور خلیفہ کے نام سے لوگوں کو مرید کرتا اور جو حکم بادشاہ صادر کرتا وہ خلیفہ سے منسوب ہوتا اور وہ کہتا کہ امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے کچھ دنوں بعد شیخ الشیوخ مصری کو ہمت انعام و اکرام دیکر رخصت کیا اور خلیفہ کی خدمت میں بہت مال اور جو اہر بھیجے۔ اور محمد دم زادہ بغدادی بھی ان دنوں میں یہاں آئے وہ بظاہر خاندان عباسیہ سے معلوم ہوتے تھے۔ پالہ تک بادشاہ ان کے استقبال کو گیا اور دو لاکھ منگہ و یک پرگنہ و کوشک سیرمی اور داخل حصار کی زمین کے محصول اور باغات ادن کو دئے۔ جس وقت محمد دم زادہ بادہ کی ملاقات کو آتا تو سلطان تخت سے اترتا اور چند قدم استقبال کرتا اور تخت پر اپنے پہلو میں بٹھاتا اور بادب تمام پیش آتا اب خلیفہ امیر المومنین کا جتو اسی اسکے سر پر ہوا ہوا کوئی کام نہ کرتا امیر المومنین کا نام نہ لیتا اٹھنے بیٹھنے لینے کہنے سننے میں کہانے پینے

پسند تین اور اس پر بہت کچھ عنایت تھی قتل خان کے اہلکاروں کی برابر کاتین بادشاہ سنتا
 تھا اور جانتا تھا کہ انکی رشوت ستانی و خود غرضی سے دولت آباد کی آمدنی کم ہو گئی ہے اس لئے اس کا
 ارادہ ہوا کہ عین الملک کو مع اس کے متعلقین کے دولت آباد بھیجے اور قتل خان کو بیان دے کہ
 اس پر عین الملک کو طرح طرح کے دہم پیدا ہوئے اور اسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ بادشاہ اپنے
 دستا و قتل خان کو جس لئے تمام دکن کا انتظام کر رہا ہے بیان کیوں بلاتا ہے اور مجھے وہاں
 کیوں بھیجا ہے۔ اس میں ضروریہ بات ہے کہ مجھے بادشاہ بیان کیوں اکثر مضامین کر ایسا اور یہ
 اتفاق کی بات ہے کہ انہیں دنوں بعض محرکہ خیانت سر حرم میں ماخوذ ہوئے اور اس پر قتل خان کا
 حکم صادر ہوا تھا وہ دلی سے بہاگ بیان عین الملک کے سایہ حمایت میں پرورش پانے لگے یہ
 بات بادشاہ کو شاق گذری اور وہ کچھ دنوں ضبط کئے ہوئے بیٹھا رہا لیکن ایک دن عین الملک
 کے پاس حکم بھیجا کہ جو دلی کے آدمی خوف سے بہاگ کر رہے ہیں اسے چلے آئے ہیں انکو باندھ کر
 میرے پاس سرگ دواڑی میں بھیج دو غرض اس حکم سے اور خطرہ عین الملک کو پیدا ہوا اور اب
 اسکو کوئی چارہ سوائے اس کے نہ سوجھا کہ بادشاہ سے بغاوت اختیار کرے یہ ارادہ بنا کر بادشاہ
 بظاہر حکم حاصل کیا کہ اس کے بہائی لشکر سمیت سرگ دواڑی میں آئیں ابھی یہ لشکر آنے نہ پایا تھا کہ عین
 آدمی رات کو چھپ چھا کر بہاگ اور اپنے بہائیوں کے لشکر میں جا ملا۔ اور اس کے بہائی تین چار ہزار سواروں کے
 ہمراہ قریب سرگ دواڑی کے اترے اور بادشاہ کے تمام ہاتھی گھوڑے جو جنگل میں چر رہے تھے انکو
 پکڑ کر اپنے لشکر میں لگے۔ اس بغاوت اور فتنہ کو دیکھ کر بادشاہ سرسیمہ ہوا اور سمانہ اور مہر وہ
 اور برن اور کوئل سے لشکر کو بلایا۔ اور احمد آباد سے بھی لشکر آپہنچا۔ غرض چند روز تو بادشاہ
 نے توقف کیا۔ پھر قنوج کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اس کی نواح میں خیمہ جمائے جس بادشاہ
 نے میں غلوں کا منہ پیر دیا ہو۔ اس کے سامنے عین الملک جیسے ناشر بہ کاروں کی کیا صل تھی
 باغیوں نے دریا گنگا سے بانگر مور کے قریب دریا سے عبور کیا اور اس تو قع میں تھو کہ بادشاہ
 سے لشکر ناراض ہے وہ ضرور ہم سے آنکر ملے گا۔ غرض جو وقت اس بادشاہ نے غضب
 میں آکر ایک حملہ کیا سب کے ہاتھ پیر چھوٹ گئے توڑی لڑی میں بہاگ گئے سیکڑوں قتل
 ہوئے ہزاروں دریا میں ڈوب گئے جو دریا سے پار ہوئے ان کے ہتھیار اور گھوڑے

اور اس کی بیعت کا یقین ہو گیا تھا۔

بغاوتیں

اس عرصہ میں کہ بادشاہ سرگ دواڑی میں تھا چار بغاوتیں بے دریغ واقع ہوئیں۔ اول کرٹھ میں نظام پائین نے فتنہ کھڑا کیا۔ یہ ایک شخص سنگڑ اور یا وہ گوارہ ہرزہ کار تھا اپنی عہدہ کا انصرام نہ کر سکا۔ ۴۵۵ھ میں بغاوت اختیار کی اور سر پرتاج لگایا اور سلطان علاء الدین اپنا لقب کھانچلے اس کے بادشاہ کا حکم اس معاملہ میں پہونچے عین الملک در اس کے نبھائی لشکر لیکر چڑھ گئے اور اس کو قید کر لیا اور سر اور سکھ بادشاہ پاس بھیج دیا اور جو اور شریک اس بغاوت میں تھے ان کو سزا دی دوسری بغاوت آسہ سال میں دکن کے اندر تھوئی کہ شہاب سلطان جب کو نصرت خان کا خطاب لیکر بیدریں صوبہ بنا کر بادشاہ نے بھیجا تھا اور ایک لاکھ ٹکہ خراج کا ٹیہرا تھا۔ اپنے عہدہ کا انصرام نہ کر سکا اور سر اڑو روپیہ غنیمت کر گیا۔ علانیہ بادشاہ سے برگشتہ ہو گیا۔ قلع خان کے نام حکم شاہی نازل ہوا کہ دیو گڑھ سے جا کر اس بغاوت کا علاج کرے اور دہلی سے اور امیر بھی اس کی کمک کو بھیجے گئے قلع خان نے جا کر حصار بیدری کا محاصرہ کیا اور قول قرار کر کے نصرت خان کو حصار سے باہر لایا اور بادشاہ پاس بھیج دیا۔ تیسری بغاوت اسی مہینہ میں یہ ہوئی کہ علی شاہ نے کہ امیر ان صوبہ سوتنا اور فخر خان کا کہا بنجا تھا۔ دولت آباد سے گلبرگہ میں محمول سلطانی کی تحصیل کیواسطے گیا جب اس نے دیکھا کہ یہ ملک عمال و فوج سے خالی ہے تو سب سپاہیوں کو کہ منجملہ ان کے حسن کا ٹکوی بھی تھا جمع کیا اور ۴۵۵ھ میں گلبرگہ کے صوبہ ارکو مارڈالا اور غدر مچا دیا۔ اور لوٹتا مارتا بیدریں آہونچا۔ وہاں بھی نائب کو مارڈالا اور سارے ملک کو دبا بٹھا۔ اس پر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قلع خان کی امداد کیواسطے متعین کیا جب قلع خان حوالی بیدریں پہونچا تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی لڑائی شروع کی۔ مگر شکست کھائی اور حصار بیدریں پر پناہ لی۔ مگر قلع خان نے اسے اس کے بھائیوں کو قول قرار کر کے اس حصار سے نکالا۔ اور سرگ دواڑی میں بادشاہ پاس لایا۔ بادشاہ نے علی شاہ اور اس کے بھائیوں کو ہندوستان سے نکال کر غزنین بھیج دیا۔ مگر کجمنت چل کر فتنہ بے حکم بادشاہی کے غزنین سے پھلے آئے اور بادشاہ کی رستیا میں گرفتار ہوئے۔ اب چوتھی بغاوت یہ تھی کہ عین الملک کی خدمات بادشاہ کو

مقرر کرے اور بخیر اور دیر مدار اور کینلہ کو مسلمانوں کے تصرف سے نکال لے اور کشنا نانکٹ رنجل کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لے یہ وقت بڑی فرصت کا ہے ایسا پہر نہیں ملے گا چنانچہ بلال دیو نے ایک شہر اپنے بیٹے سچین رائے کے نام سے آباد کیا اور اس کا نام بچین نگر رکھا مگر بہرہ بیجا پور مشہور ہو گیا اور یہ شہر ہپارون کے اندر گویا سپاہ اسلام کی راہ روکنے کی واسطے بنا اور کشنا نانک نے بہت سی سپاہ بلال دیو سے لیکر رنجل کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ بیان کا حاکم ملک مقبول نائب زیر بادشاہ پاس دلی بھاگ گیا بغرض تلنگانہ اور اور کرناٹک کے راجاؤں نے باہم اتفاق کر کے ۱۳۳۴ء میں دوبارہ آزادی چھل کر لی اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے ایک ایسے شہر کی بنیاد ڈالی جس کے راجہ بعد بلال بن کے ختم ہونے کے ہی سولہویں صدی تک مسلمانوں سے لڑتے رہے خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت سوا گجرات اور دیو گڑھ کے کمین اور امن نہ تھا۔ رعایا کا دل بادشاہ سے بالکل منحرف ہو گیا تھا۔ اور بادشاہ اپنی سیاست کے کاموں سے باز نہ آتا تھا جس سے یہ سیاست بڑھتی گئی اسی قدر بادشاہ سے رعایا بگڑتی گئی۔

بادشاہ کا سرگ دوا ری میں رہنا

دلی میں بادشاہ نے دیکھا کہ جن تک خلق پر خدا کی رحمت نازل نہ ہوگی روز بروز رحمت زیادہ ہوتی جائیگی اور میری تدبیر کوئی کام نہ کرے گی اس لئے اس نے حکم دیدیا کہ شہر کے دروازہ کھول دیے جائیں اور شہر میں جو باشندے بے سبب روکے گئے ان کو آزادی دیجئے کہ جہاں چاہیں جا سکیں جب رعایا اس سچے سے سحر ہوتی تو اتفاقاً خیزان بنگالہ کی طرف روانہ ہوئی اور بادشاہ خود بھی پیٹالی اور کینلہ (ضلع فرخ آباد میں یہ قصبے ہیں) سے ہوتا ہوا قصبہ کمور کے پاس بربٹ ریائے گنگ خیمہ زن ہوا اور تنہا رہے دنوں بیان ٹھیرا اور آدمیوں کو حکم دیدیا کہ جہو پورے جہر کے مزرعہ زمین کے قریب بال لین اس مقام کا نام سرگ دوا ری (یعنی جنت کا دروازہ رکھا) اب یہاں کڑھ اور اودھ سے غلہ آئے لگا اور دلی کی نسبت ازان بکھے لگا۔ اس وقت ملک دودھ اور ظفر آباد میں عین المملک صوبہ رہتا آئے اور اس کے بہائیوں نے یہاں طرح طرح سے ان کو کہتا تھا نقد جنس وغلہ دیکر ایسے بادشاہ کی عزت خوب اس وقت کر رہا تھا۔ اس سبب بادشاہ کو دلیل کی جگہ ہو گئی تھی اور اعتبار بڑھ گیا تھا

کسی کو جائز نہیں ہے۔ اہل اس اجازت کے فکر میں ہوا اور مسافروں کو اسکو دریافت ہوا کہ حکام
مصری کسی مصلحت کے سبب خاندان عباسیہ میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر کہا ہے؟ غرض بادشاہ نے غامیہ
اس خلیفہ سے بیعت کی اور سکے میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام کندہ کرایا اور شہر میں جملہ ورعیدین
کی نماز کو موقوف کرایا۔ اور تین مہینہ میں ایک عرضی لکھ کر تیار کی اور خلیفہ پاس ایچی کے ہاتھ دے دی
۱۱۴۱ھ میں بادشاہ ہی ایچی کے ساتھ حاجی سعید مصری منشور حکمت اور خلعت خلافت لایا۔ بادشاہ
نے سواہر کے چھ سات کوں تک اسکا استقبال کیا۔ منشور خلیفہ کو سر پر رکھا اور حاجی سعید کو قند
نوسہ دیا اور چند قدم اسکی جلی میں چلا۔ اور شہر میں قبہ بندی ہوئی اور زر تار کیا گیا۔ جمعہ و عیدین
کو نماز کا حکم دیا۔ اور خطبہ میں سے ان بادشاہوں کا نام نکلوادیا جنہوں نے خلیفہ کے حکم سے بیعت
کی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے باپ کا نام بھی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حاجی سعید کو بہت عمدہ جوہر
اور اپنی عرضی خلیفہ کے نام دیکر رخصت کیا۔ بادشاہ کی اس تعظیم و تکریم میں ہی وہ مبالغہ ہوا۔
کہ بادشاہ کی یہ حرکت بھی مجنونانہ معلوم ہوئی۔ قصاید بدر چلچ میں بہت سے قصیدے اور اشعار
کے جوہر سال آتا تھا اور اسکی تعظیم و تکریم کے باب میں لکھے ہیں۔ اس شاعر کا نام اصل بدر الدین ہے
وہ چارچ تاشقند میں ہے یہ اس بادشاہ کے عہد میں ہندوستان کے اندر آیا تھا۔ جب بادشاہ کو
خلوت خلیفہ کی طرف سے آتا تھا۔ ایک قصیدہ اسکی تہنیت میں دے لکھتا تھا۔ ان قصاید سے
خوب معلوم ہوتا ہے کہ خلوت کے آنے پر کیا کیا ہوتا تھا۔ چند اشعار لکھتے ہیں۔

جبریل از طاق گردن ابشر و گمان پید
کز خلیفہ سوئے سلطان جلوت فرمان رسید

کرناٹک کی بغاوت

انہیں دونوں میں کشتا مانک پس لہڑ دیو کہ ونگل کے نواحی میں پڑا تھا۔ جریدہ بلال پوراجہ
کرنالک کے پاس آیا اور کہا کہ تلنگ اذر کرنالک دونوں میں مسلمان گس آئے ہیں اور انکاراؤ
ہو کہ ہم تم دونوں کو نیست و نابود کریں۔ اس باب میں مشورہ اذکر کرنا چاہیے۔ بلال دیونے سب
اعیانِ سلطنت کو ملاکر مشورہ پوچھا۔ مشورہ قرار پایا کہ بلال دیو اپنی ملک کو چھوڑ کر سادہ اسلام کی راہ میں اپنا پایہ

جمع کیا۔ اور ملتان کو آنکر لے لیا۔ اور ہزاروں نائب کو مار ڈالا۔ ملک قوم الدین صوبہ ملتان بہاگ کر
بادشاہ پاس آیا۔ اسپر بادشاہ اپنا لشکر آگستہ پیراتہ کر کے خود ملتان کی طرف روانہ
ہوا دو چار منزل ہی چلا تھا کہ مان کی سنانوئی آئی۔ اس سے اسکو بہت بےخ و ملال ہوا۔
اس پاک دہن عورت کا نام محذومہ تھان تھا۔ اور اس کے سبب بھی سیکڑوں گہر آباد تھی۔ اور
ہزاروں آدمیوں کی آرام اور راحت سے اوقات بسر ہوتی تھی۔ وہ دولت آباد میں لوگوں
کے ساتھ بہت سلوک کرتی تھی۔ بادشاہ اپنی مان کا نہایت تابعدار تھا۔ جب ملتان تھوڑی منزل
باقی رہا تو شاہو افغان کی عرضداشت آئی۔ اس میں لکھا تھا کہ میں نے بغاوت سرکاتھ اٹھا
اور غاشیہ اطاعت سرپرکھا اور جو کچھ کیا اس سے پشیمان اور نادام ہوا اب آئندہ توبہ کرتا ہوں
کہ پہر ایسی حرکت نہ کر دوں گا۔ اور اپنے افغانوں کو لیکر افغانستان چلا گیا اور بادشاہ دلی میں چلا
آیا۔ اور زراعت کی تدبیر میں مصروف ہوا۔

بادشاہ کا سنم اور سامانہ کے متمرّدوں کا سزا دینا

سنم اور سامانہ کے متمرّدوں کے سزا کیواسطے بادشاہ کو دھان جانا پڑا۔ یہاں مینا اور چوہان
منڈا اور دیگر سرکشوں نے مندل یعنی گڈھیان بنالی نہیں اور خراج کی کوڑی بادشاہ پاس نہیں
بھیجی تھی۔ اور راستے ٹوٹے تھے۔ غرض سارے ملک میں ایک نڈمچا رکھی تھی۔ بادشاہ خود دھان گیا
اور سب گڈھیان توڑنا کر برابر لکین اور انکی جمعیت کو پریشان اور متفرق کر دیا اور سرغنون کو گرفتار
کر کے دلی لے آیا۔ ان میں سے بعض کو مسلمان بنایا بعض کا سر اڑایا بعض کو امیرون اور سرداروں
کے حوالہ کیا۔ اور اپنے بال بچوں سمیت دلی میں رہنے لگے اور اپنی قدیمی زمینوں اور سکون
سے جدا ہو گئے۔ غرض یہ شرد و فساد رفع ہوا اور امن و امان ہو گیا۔

گھکرون کی بغاوت

۷۳۳ھ میں گھکرون کے سردار تلک چند نے علم مخالفت بلند کیا لاہور کے حاکم تانار خان کو مار ڈالا
بادشاہ نے خواجہ جہان کو سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا اسنے گھکرون کو خوب ٹھیک بنایا۔

خلیفہ مصر کا خلعت

ابے لی کے بادشاہ کے دل میں بیٹے بیٹے یہ ترنگ آلی کہ بغیر اجازت خلیفہ عباسی کے سلطنت کرنی

اور انکا مطالبہ سختی سے شروع کیا احمد یاز کو اپنا نائب مقرر کر کے دلی پہنچا اور خود ملک تلنگ کو روانہ ہوا جب یہ نائب دلی میں آیا۔ تو وہاں لاہور میں فساد برپا ہوا اس نے اس فساد کو فروغ دے کر دیا اور سلطان خود درنگل پر پہونچا تو وہاں شروع ہوئی اور بڑے بڑے آدمی اس بلاء سے مر گئے بادشاہ اس مرض و بانی میں مبتلا ہوا۔ ناچار ملک نائب و عماد الملک نائب وزیر کو ملک تلنگ کا کام سپرد کیا اور خود حالت مرض ہی میں دیوگڈھ میں آیا۔ رہتہ میں یہ اتفاق ہوا کہ جب موضع بیر میں پہونچا تو ایک انت اپنا نکلوا یا اور بڑی دھوم دھام سے اسکو دفن کرایا اور ایک گنبد بڑا تکلف اس پر بنوایا وہ اب تک موجود ہے اور گنبد دندان محمد تغلق مشہور ہے۔ جب بادشاہ میں میں پہنچا تو چند درز بنیہ کر اپنا علاج کرایا۔ شہاب سلطان کو لقب نصرت خان کا دیا اور ملک بیدر اس کے سپرد ہوا اور ایک لاکھ ٹنکہ اس ملک کی آمدنی کا اس سے ٹھیر لیا۔ ادھر دیوگڈھ سے بادشاہ مریض ہی ملی کو روانہ ہوا ادھر دلی کے آدمی جو دیوگڈھ میں آباد ہو گئے تھے انکو پراسپنے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی مگر جب دیوگڈھ پہنچا گیا تھا وہاں وہیں ہے۔ باقی اپنے گہ آئے دیوگڈھ سے چلکر بادشاہ دہلی میں آیا۔ مرض کے سبب کچھ دنوں بیمان اقامت کی۔ پھر مالوہ میں ہونا ہوا دلی کی طرف چلا۔ سارے قصبے اور قریے اور دہات راہو پیرسان دیران پڑے تھے۔ ڈاک جو کیوں کے سب پاپک بہاگ گئے تھے غرض بادشاہ دہلی میں پہونچا۔ اور اسکو دیکھا کہ کیا شہر تنایا اب جنگل ہے جن میں جنگلی جانوروں کے سوا کوئی آباد نہیں۔ قحط نے اور آفت اٹھا رکھی ہے ایک سیر غلہ ترہ درم کو بکتا حضرت گندم ہی آدم سے کم قیمت نہ تھے اور چانول سونے کے مول بکتا۔ زمین کہیں سبز نظر نہیں آتی ہر چند بادشاہ نے زراعت کے آباد کرنے کی طرف کوشش کی اور خزانہ شاہی سے تقاد میئی مگر رعیت کی بہت ایسی پست اور ضعیف ہو گئی تھی کہ کچھ کام نہیں چلا۔ تقاد می کار وہ یہ کہانے پیسے میں صرف کیا۔ بارش کی کمی نے اور خون خشک کیا۔ اناج کی گرانی نے آدمیوں گھروں اور مویشی کا کام تمام کر دیا اور یہ خرابیاں ہو رہی تھیں بادشاہ بہت جلد تندرست ہو گیا۔

شہا ہوا فغان کی بغاوت

بادشاہ زراعت کی اصلاح کر رہا تھا کہ خبر آئی کہ شاہو افغان باغی ہو گیا اس ایک گڈہ افغانو نے

کھلیا نوں کو پہونکے یا اور بستی کو اجاڑ کر جنگوں میں چلے گئے۔ اس پر حکم شاہی نازل ہوا۔ ان کا لشکر کو جہان فوجدار و سردار پائین قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے کسی مقدم کو گردن سے مارا۔ کسی کو اندھا کیا۔ کسی کو زندہ زمین میں دفن کیا۔ غرض ان بیچاروں کو جنگل میں ہی بسنے نہ دیا۔ پھر ان میں شکار کھیلنے کے لئے بادشاہ آیا۔ اور سارے صوبہ برن کو بے چراغ کیا۔ ہزاروں ہندوؤں کے سر کٹولے اور قلعہ برن کے کنگروں پر لٹکوا لئے۔

بنگالہ کی بغاوت

انہیں نوں میں ایک بنگالہ بنگالہ میں رہا ہوا۔ بہرام خان حاکم سنا رگانو نے انتقال کیا۔ ۷۴۰ھ میں ملک نضر الدین نے جس کو فخر دکتے تھے اس نے اور اس کے لشکر نے بغاوت اختیار کی اور لکھنوتی کے حاکم قدر خان کو قتل کیا۔ اس کے زن و بچے کے کچڑے اڑائے خزانہ لکھنوتی پر قبضہ کیا۔ غرض سنا رگانو اور چٹگانو اور لکھنوتی پر فخر و کا ایسا قبضہ ہو گیا کہ بادشاہ یہ ملک اس سے پرانا نہ لے سکا۔ چوڑ دیا جائے تو ہمتی اس کو زمین پر چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہوا اور لاش کی کمال اتاری جاتی۔ جو زمین نے ان مردوں کی لاشوں کو کتوں کو کھاتے دیکھا ہے۔ سلطان ملک تلنگ میں پہونچا اور معبر میں شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ شہر بدر کوٹ میں جو ملک تلنگ کا دارالسلطنت تھا مقیم ہوا۔ جو معبر سے تین میسے کی راہ پر تھا۔ یہاں اس کے لشکر میں و باہیلی جس سے سلطان کے بہت عظام اور بڑے بڑے امیر مثل ملک دولت شاہ کے جو کو سلطان چچا کہتا تھا اور امیر عبدالعزیز کے مر گئے اور بادشاہ دولت آباد میں آگیا اس سفر میں بادشاہ بیمار ہو گیا اور اس کے مرنے کی شہرت ہو گئی۔ امیر موسیٰ تلنگ نے جب یہ افواہ سنی تو راجہ بورا ہرہ پاس جو کالنگن کا راجہ ٹانامین رہتا تھا چلا گیا۔

بادشاہی عمال اور امیر و کمواریڈالا اور ساری حکومت اختیار میں کر لی۔ بادشاہ یہ خبر سن کر دلی گیا اور وہاں سے لشکر مرتب کر کے دیوگڑھ کو روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں سے اس بغاوت کا مذاک کرے۔ دو چار ہی منزل چلا تھا کہ غلی کی گرائی شروع ہوئی اور قحط کی صورت نظر آئی۔ راہ میں سب نہروں کی زرخنی نے مسدود کر دیں۔ خیر جب بادشاہ دیوگڑھ میں آیا۔ تو ملک مہارہ پرا بواب و محصور سخت جاری

جو اس سازش میں شریک تھا وزیر کو اس کی خبر کر دی اور بتلادیا کہ جو شخص تیرے قتل کیلئے مقرر ہوا ہے لباس کے نیچے زرہ پہنے ہوئے ہے۔ وزیر نے اپنے آدمی بھیجا کہ اسکو گرفتار کر لیا اور سلطان کے پاس ان سازش کرنے والوں کو بھیج دیا۔ ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ لمبی داڑھی کا تھا اور سورہ یس کی تلاوت کرتا تھا کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھیر کے آگے وہ سب آئے جائیں جبکہ انسان کا قتل کرنا سکھایا جاتا ہو اور یہ ہتھی اس طرح قتل کرتے ہیں کہ ان کے انٹون پر لو پا کر ہوتا ہو جس کی پھال ہل کی سی ہوتی ہے اور ہار کی چاقو کی سی تیز ہوتی ہے ہتھی پر فیل بان میٹھا ہوتا ہے جب آدمی اس کے سامنے بیٹھا جاتا ہے تو وہ اپنی سونڈ میں اٹھو پکڑ کر ہوا میں پھرا کر زمین پر پٹکتا ہو اور کھجواٹی پر اپنا پاؤں رکھ دیتا ہے اور پھر سلطان کا حکم جو فیضان کو ہوتا ہو اس کے موافق وہ ہتھی کو ہدایت کرتا ہو۔ اگر سلطان کا حکم یہ ہوتا ہو کہ مجرم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں تو ہتھی اس کو ہے سے جھکا کر پڑ کر ہوا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہو۔ اور اگر سلطان یہ چاہتا ہو کہ وہ مقتول جھوڑا جائے تو ہتھی اس کو زمین پر چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہو اور لاش کی کمال اتاری جاتی ہے میں نے اس وقت کی لاشوں کو کون کو کھاتے دیکھا ہے۔ سلطان ملک تلنگ میں پہنچا اور بلا دمعبین شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو وہ شہر بدر کوٹ میں جو ملک تلنگ کا دارالسلطنت تھا مقیم ہوا جو ممبر سے تین مہینے کی راہ پر تھا۔ یہاں اس کے لشکر میں دو باپسیلی جس سے سلطان کے بہت غلام اور بڑے بڑے میرنمل ملک دولت شاہ کے جیسے سلطان چچا کہتا تھا اور امیر عبداللہ ہر دی کے مرگئے اور بادشاہ دولت آباد میں آگیا۔ اس سفر میں بادشاہ بیمار ہو گیا۔ اور اس کے مرنے کی شہرت ہو گئی۔ امیر ہوشنگا نے جب یہ افواہ سنی تو راجہ بورا ہرہ پاس جو کانکن کا راجہ ٹانامین رہتا تھا چلا گیا۔

بادشاہ کا دلی میں رہنا اور رعایا کا سزا دینا

ہم نے بیچ میں ابن بطوطہ نے جو حال اس بادشاہ کا لکھا تھا وہ نقل کیا ہو۔ اب پھر ہم ملتان کی بنوادت سے سلسلہ وار حال بیان کرتے ہیں۔ ہم ملتان سے فارغ ہو کر بادشاہ دہلی میں آیا اور دوبرس رہا۔ چونکہ ان دنوں دو آبہ میں تحصیل خراج میں جبر اور قہر بہت سا ہوتا تھا۔ اسلئے وہاں کے ہندو کا شہنکاروں نے زمین کا تردد چھوڑ کر تہر دھنیا رکھا۔ مگر وہ کواگ لگا دی

کے موتمن میں اُن کو پہاڑ پر سے اترنے کی اور بعد برسات کے پہاڑ کے اوپر پہر جانے کی اجازت ملجائے
 سلطان نے اُنکی یہ درخواست منظور کر لی۔ امیر نکبئیہ کے پاس جو خزانے دبیش قیمت جواہر یعنی مساوی
 کی قسم سے مال تھا وہ سب اُس نے اویو کو تقسیم کر دیا کہ انکو پہاڑ کے نیچے لیجائیں جہاں ہمنوں نے دیکھا
 کہ مسلمان یوں اُلٹے جا رہے ہیں تو وہ پہاڑوں کی تنگ راہوں میں گھات لگا کے بیٹھے اور مسلمانوں کے
 آگے کی راہیں روکنے لگے اور پُرسے درختوں کو کاٹ کر پہاڑوں کی بلندیوں سے اُن پر پھینکے لگے جو اُن کی
 زمین آیا وہ پہر زندہ نہ رہا بہت مسلمان اس طرح ہلاک ہوئے اور باقی مسلمان کفار کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے
 جن سے انہوں نے سارا مال متاع گھوڑے دھتیار چیتیں لئے کل لشکر میں سے یتیم ہر اکبر اسلامت آ
 نکبئیہ بدرالدین الملک ولس شاہ ادریس کے کانام میں بھول گیا۔ اس واقعہ سے لشکر ہند پر بڑا اثر ہوا اور نہایت
 ضعیف ہو گیا۔ سلطان نے جلد ان پہاڑیوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ کچھ مال اُس کو بطور
 خراج دیا کریں اور اپنے ملک میں پہاڑ کی ترائی کے اندر عمارت بغیر سلطان کی اجازت کے نہ بنائیں
 داخل کار و منزل کی بغاوت کا بیان جو آگے آئیگا اس طرح لکھا ہے۔

دلیبار کی بغاوت اور وزیر کے بھانجے کا قتل

سلطان نے شریف جلال الدین حسن شاہ کو میرین جو دہلی سے چھ مہینے کی راہ پر ہے مامور کیا
 تھا مگر اُس نے مخالفت کی اور خود بادشاہ بن بیٹا اور سلطان کے نائبوں اور عمال کو مار ڈالا اور
 دنیا راو درہم پر اپنا سکہ جمایا۔ دنیا کے ایک طرف یہ عبارت ہوتی تھ دایسر ابو الفقرا والمکین
 جلال الدین والدین دوسرے صفحہ پر الوائق تبا سید الرحمن شاہ السلطان جب اس بغاوت کی خبر
 ہوئی تو سلطان اُس کے قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور کوشک زرین اُترا اور آٹھ روز قیام
 کیا تاکہ آدمی اپنی سب حوائج سے فارغ ہو جائیں۔ انہیں دنوں میں وزیر خواجہ جہان کا بھانجہ مہ
 اور چار بیاتین ہر اکے مقید اور منقول آیا اس کا سبب یہ تھا کہ سلطان نے اپنہ وزیر کو اپنے آگے بھیجا
 تھا جب وہ شہر طہار میں جو دہلی سے چوبیس دن کی راہ پر تھا پہنچا۔ یہاں کچھ دنوں قیام کیا اس کا بھانجہ
 بڑا شجاع اور لڑنے والا تھا اُس نے اور امراء کے ساتھ اتفاق کے ماموں کے قتل کا ارادہ کیا اور
 اُسکے تمام خزانوں اور مال کو اور اکبر میرین شریف جلال الدین سے ملنے کا قصد کیا ملک نصرت چاہنے

خوب گرم ہوا تو خود چار ہزار فوج لیکر جدا ہو گیا۔ اب دشمنوں کو یہ دہوکہ ہوا کہ اس جتہ کے نیچے سلطان اس کے لینے کے لیے پیچھے پڑے اور عدا الدین کو انہوں نے قتل کر ڈالا اور یہ سمجھے کہ ہم نے سلطان کو قتل کر ڈالا جب یہ خبر شکر میں مشہور ہوئی کہ سلطان مارا گیا تو سارا لشکر لوٹ پر جھک پڑا اور اپنے سپہ سالار کو چوڑ دیا اس پاس چند آدمی رہ گئے کہ سلطان اس کے سر پر جا پڑا اور اس کا سر کاٹ لیا جب لشکر کو یہ معلوم ہوا تو وہ ہال گیا۔ سلطان ملتان میں داخل ہوا اور کریم الدین دہان کے قاضی کو گرفتار کر کے جلتی کھال کھجوائی اور حکم دیا کہ کشن خان کا سر شہر کے دروازہ پر لٹکایا جائے ابن بطوطہ نے جب ملتان میں آیا ہے تو اس سر کو لٹکے ہوئے دیکھا۔ سلطان نے عماد الدین کے بہائی رکن الدین اور اس کے بیٹے صدر الدین کو سو قریبے انعام دئے کہ وہ ان سے اپنا گذار کیا کریں۔ ابن بطوطہ اس ہم کا بیان جو ہم نے چوتھی نامتقول تدبیر میں بیان کی اس طرح لکھا ہے۔

جبل قریل (ہمالیہ) میں جو جیش سلطان پرافت آئی

جبل قریل (ہمالیہ یعنی ہمالیہ) بڑا وسیع پہاڑ ہے اس کا طول تین جینے کی راہ ہے اور مہلی سے دس روز کی راہ پر ہے۔ ہندو راجاؤں میں مان کا راجہ بڑا قوی اور زبردست ہے سلطان ہند نے ملک نکبہ جو امیر دوات دار تھا اس پہاڑ پر لڑنے کو بھیجا۔ اس لشکر میں ایک کھسوار اور بہت سی پیادے تھے۔ پہاڑ کی ترانی میں اس لشکر نے شہر جدیہ کو اور اس کے آس پاس کے ملک کو لیلیا۔ لوگوں کو قید کیا اور ملک کو دیران کیا اور جدایا اور پہاڑیوں کی بلندیوں پر بگایا۔ انہوں نے اپنا ملک اپنی موتی کے گلے اور اپنے راجہ کے خزانے میں چھوڑ دئے۔ پہاڑ کا ایک ہی سہتہ تھا جس کے نیچے وادی تھی اور اوپر پہاڑ تھا اور اس میں سوار اس طرح جا سکتے تھے کہ ایک ایک سوار آگے پیچھے ہو۔ اس راہ سے مسلمانوں کا لشکر اس پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ کے سب سے زیادہ بلند حصہ پر جو شہر درنگل تھا اُسے لے لیا جو چیز وہاں تھی اب اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی فتح سے سلطان کو مطلع کیا۔ سلطان نے قاضی و خطیب بھیجے اور انکو حکم دیا کہ وہیں ٹہرے رہو۔

جب برسات آئی اور بارش کی کثرت ہوئی تو لشکر پر امراض کا غلبہ ہوا اور نہایت ضعیف ہو گیا گھوڑے مگے گمانین ڈھیلی ہو گئیں امراء نے یہ حال سلطان کو لکھا کہ اس سے درخواست کی کہ برسات

خزائن بھیجے کہ اپنے زن و فرزند یہاں دولت آباد میں ہی بچیں اور گہر بنائیں۔ اسی واسطے علی نامی محصلی کو ملتان بھیجا تھا کہ وہ بہرام ایبہ کو کہے کہ اپنا گہر بار و دولت آباد میں بنائے جیسا کہ محصول کا دستور ہے اس نے کشلو خاں پر درستی کی اور تہدید و وعید کے الفاظ درشت کہے۔ ایک دن بہرام ایبہ کا داماد گہر سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں جاتا تھا کہ علی نے اُسے کہا کہ کس واسطے تم گہر بار کو دولت آباد نہیں بھیجے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دل میں حرزدگی ہے۔ اس نے کہا کہ حرام زادہ کس کو کہتے تو علی نے جواب دیا حرام زادہ اُس کو کہتے ہیں کہ گہر میں بیٹھ کر احکام شاہی کی تعمیل نہ کرے۔ غرض اس طرح ان میں جھگڑا بڑھ گیا کہ علی نے ملک بہرام کے داماد کے بال پکڑ کر چند گونسے لگائے اُس نے اپنے بال چھڑا کر علی کو زمین پر مارا اور اس کے حکم سے ایک سلاح دار نے اس کا سر اڑا دیا اور اس کے شہر میں اُس کو بھرا یا۔ جب بہرام ایبہ نے یہ حال دیکھا تو سلطان محمد غلق کے قہر و غضب سے ڈر کر کوئی چارہ سوا بغاوت کے نہیں دیکھا۔ بادشاہ خود اس بغاوت کے بدلے کے لئے دولت آباد سے ملتان کو لشکر لیکر روانہ ہوا۔

ملک ایبہ بھی بہت سا لشکر لیکر بادشاہ کے ساتھ صف آرا ہوا اور سخت لڑائی ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ بادشاہ کو فتح ہوئی اُس کا ارادہ ہوا کہ ملتان میں قتل عام کرے مگر شیخ رکن الدین جو یہاں بڑے ولی اللہ تھے اُنکی شفاعت سے وہ اس حرکت سے باز رہا تو امرا ملک کو ملتان میں حاکم مقرر کیا اور ایک جماعت ملک بہرام ایبہ کے تعاقب میں گئی تھی اُسے اس کا سر کاٹ کر ملتان میں بادشاہ پاس بھیج دیا۔ بادشاہ وہلی آیا۔

اس واقعہ کو ابن بطوطہ یوں بیان کرتا ہے کہ جوہیں سلطان کو یہ خبر ہوئی کہ کشلو خاں نے بہاء الدین اور بہادر بوراکی سپہی کہا لو نکو دفن کر آیا ہے تو اس نے کشلو خاں کو بلایا۔ کشلو خاں اسے سمجھا کہ سلطان مجھے سزا دینی چاہتا ہے سو اُسے جانے سے انکار کیا۔ اور مخالفت کی۔ روپیہ دینا شروع کیا اور لشکر جمع کیا اور ترکوں اور افغانوں اور خراسانیوں کو جاسوس بھیج کر بلایا۔ اس پاس ایک جسم غصیر آکا ایسا جمع ہو گیا کہ اس کا لشکر سلطان کے لشکر کے برابر یا اُس سے برتر ہو گیا۔ سلطان خود اُس سے لڑنے لگا۔ ملتان سے دو قندل پر ابوہر کے صحرا میں دونوں لشکر آتے پہنچے۔ اس لڑائی میں سلطان بڑا زخمی ہو گیا کہ شیخ عماد الدین کے سپہر جو اس کا ہم شکل تھا چتر شاہی لگایا اور ہنگامہ جنگ جو وقت

انہی ٹانگیں سکڑا دی گئیں سے ہاتھ باندھ کر سلطان کے روبرو لائے۔ اُس نے حکم دیا کہ اسکو اسی صورت سے اس کی رشتہ و اجورتوں میں لیجاؤ۔ جب ماں گیا تو عورتوں نے اُسکے اوپر لعنت ملامت کی اس کے منہ پر تھوکا سلطان نے زندہ کی کہال کچوائی اور اُسکے گوشت کو چاولوں کے ساتھ پکوا یا اور اُسکے اہل و عیال کے پاس کچھ یہ پلاؤ بھجوا یا اور باقی پلاؤ ایک برتن میں ہاتھوں کی روبرو رکھا جنہوں نے اُسے بالکل نہ چکھا۔ پھر سلطان نے بہاء الدین کی کہال میں بیوسہ ہر دیا اور اسکو بہادر پوراد غیاث الدین بورا شاہ بنگال جسکو اُس نے سلطنت بنگال پر بحال کیا تھا پھر اُسکو شکست بیکر قتل کیا اور اسکی کہال میں بیوسہ ہر رکھا تھا۔ اُس کے کہال کے ساتھ سائے ملک میں پرنے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں کہالیں بلاؤ سندیں آئیں جبکہ حاکم کشنوجا ہندوہ سلطان تغلق کا بڑا دوست تھا اور ملک کی تسخیر میں اسکا معین تھا اور سلطان اُس کو اپنا چچا کہتا تھا اور اسکی نہایت تعظیم کرتا تھا اور اُسکے استقبال کو جاتا جب وہ اپنے بلاؤ سے اُس پاس آتا اُس نے اپنے دونوں کہالوں کے دفن ہونے کا حکم دیا۔ جب سلطان پاس اسکی خبر پہنچی تو اُسکو نہایت شاق گذری اور اُسکے انتقام کے لیے ہوا۔

قلعہ کنڈمانہ

یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر نواح دولت آباد میں واقع تھا۔ ناک نایک کہلیوں کا سردار تھا یہاں قلعہ دار تھا۔ بادشاہ دولت آباد سے یہاں آیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ ناک نایک نے بھی اُسکی مدد و نصرت میں جنگ مردانہ کر کے نام پیدا کیا۔ مگر بادشاہ نے آٹھ مہینے تک قلعہ کے گرد سا با طنائے اور غریبی لگاؤ لقب کہہ دئے اور بہت سعی اور کوشش کی تو ناک نایک مضطرب ہو کر اپنے تئیں بادشاہ کے حوالہ کیا بادشاہ نے اُسکو اپنے امراء اعظم میں منسلک کیا۔ پھر دولت آباد میں بادشاہ آیا اور چین و آرام سے زندگی بسر کرتا تھا کہ لاہور سے خبر آئی کہ ملک بہرام ایبہ حاکم ملتان نے مخالفت اختیار کر کے پنجاب کو کوتاہی سے تاراج کرنا شروع کیا اور جمعیت عظیم بہم پہنچا کر ملک گیری کا داعیہ کیا۔

ملتان کی بغاوت ۹۳۳ھ

ملک بہرام ایبہ جبکہ خطاب کشنوجاں تھا اور وہ بادشاہ کے باپ کا بڑا دوست بہائی کی برابر تھا وہ ملتان کا حاکم تھا۔ بادشاہ نے جب دولت آباد کو آباد کر کے پایہ تخت بنایا تو تمام امراء و مضبداروں کو

وہ بڑا شجاع لڑنے والا تھا۔ سلطان نے اس کے لئے لشکر بھجوا جس میں امر اور کبار مثل ملک
 مجیر و وزیر خواجہ جہان۔ سبائیوں پر امیر تھا۔ لشکر میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ سپردوں
 لشکر بھر گئے دو بار لڑائی میں لشکر سلطان کو فتح ہوئی اور بہادر الدین راجہ کنیلہ پاس بہاگ۔ اس
 راجہ کا ملک بلند پہاڑوں کے درمیان تھا اور وہ ہندوؤں کے بڑے راجاؤں میں سے تھا جب بہادر الدین
 اس پاس بہاگ لڑا تو لشکر سلطانی اس کے پیچھے گیا اور اس نے راجہ کے ملک کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کی
 زراعت کو برباد کر دیا۔ اور راجہ کا ناک میں دم کیا جس سے اس کو خوف ہوا کہ کہیں میں گرفتار نہ ہوجاؤں
 اُسے بہادر الدین سے کہا کہ تو دیکھتا ہوں کہ ہم تیرے سبب کس حال کو پہنچے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ
 اپنے اہل و عیال و تابعین کو اپنے سمیت ہلاک کروں تو فلاں راجہ پاس جسکا نام اس نے
 لیا چلا جا اور وہاں ٹھہر۔ وہ راجہ تجھے بچا لے گا۔ اور اپنا لشکر اس کے ساتھ کر دیا کہ وہاں اس کو
 پہنچائے۔ پھر اسے کنیلہ نے حکم دیا کہ بہت سی آگ جلائی جائے۔ اس میں اس نے اپنا سارا
 مال و اسباب جلا دیا۔ پھر اس نے اپنی رانیوں اور بیٹوں سے کہا کہ میں مرنے کو جاتا ہوں جنگ میرے
 ساتھ موافقت کرنی ہو وہ اس آگ میں جل جائیں۔ رانیوں میں سے ہر ایک نے نشان کیا اور بدن
 پر صندل ملا۔ اور راجہ کے آگے زمین کو چوما اور آگ میں اپنے تئیں ڈال کر خاکستر کیا اور یہی راجہ کے امرا و
 وزرا اور ارباب دولت کی بیویوں اور باقی ساری عورتوں نے کیا۔ پھر راجہ نے غسل کیا اور
 بدن پر صندل ملا اور بھتیجا لگا لئے مگر زہن نہیں پہنچی یہی اسکے آدمیوں نے کیا جنہوں نے مرنے کا ارادہ
 کر لیا تھا۔ وہ لشکر سلطانی سے جا کر لڑنے لگے اور جب تک لڑتے رہے کہ سب نے قتل ہو گئے۔ مسلمانوں نے
 شہر فتح کر لیا اور اہل شہر کو اسیر کیا اور راجہ کے گیارہ بیٹے اس کے سلطان پاس لئے سلطان ان کی
 عالی خاندانی اور راجہ کی شجاعت کے سبب بہت تعظیم کی اور ان کو مسلمان کیا اور بڑا امیر بنا دیا۔ ان
 بہائیوں میں سے ابن بطوطہ نے سلطان کے پاس حاضر ہوتا ہوا دیکھا کہ وہ مہر دار سلطانی تھا۔ اس نے پاس
 وہ مہر رتی رتی جو بادشاہ کے پینے کے پانی پر لگی تھی اور ابو مسلم اسکی کنیت تھی اور اس کے ساتھ ابن
 بطوطہ کی بڑی صحبت رتی رتی تھی انیس آسمیں بڑی محبت تھی۔ اسے کنیلہ سے لڑنے کا عہد بادشاہ کے
 لشکر نے اس راجہ کو جاگیر جس پاس بہادر الدین بہاگ کر گیا تھا۔ اس راجہ نے بہادر الدین سے کہا
 کہ مجھے وہ کام تو نہیں ہو سکتا جو اسے کنیلہ نے کیا۔ اُسے بہادر الدین کو پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالہ کیا

مالوہ کی بغاوت

سب سے پہلے بغاوت مالوہ میں بہاء الدین نے اختیار کی۔ وہ بادشاہ کا بہا بن جاتا تھا اور گرشاپ اس کا لقب تھا اور مالک و کن میں سے ساگر میں وہ حاکم تھا جب اس نے اموں کے ساتھ کار و بار کو بگڑتے ہوئے دیکھا اور اپنے پاس دیکھا کہ قلعہ ساگر مستحکم اور لشکر و زور وافر موجود ہے تو اس کا ارادہ ہوا کہ خود بادشاہ بن جاؤں بادشاہ سے بگڑ بیٹھا اور امرار و کن کو اپنے ساتھ متفق کر کے وکن کے آبا اور عمدہ حصہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور بہت صاحبِ رت ہو گیا جن امرار وکن نے اس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا تھا وہ اسکی تاب و مقاومت نہیں رکھتے تھے اسلئے حیران و پریشان ہو کر منڈا و وشادی آباد میں چلے آئے۔ جب اسکی خبر بادشاہ کو پہنچی تو خواجہ جہاں اور بعض امرار کو لشکر گجرات کے ساتھ اس بغاوت کے دور کرنے کے لئے بھیجا جب خواجہ جہاں دیو گد میں آیا تو گرشاپ بھی اس سے ٹرنے کو کہے گئے بڑے تباہیوں دونوں لشکر و کنی مٹ بیٹھ ہوئی اور لڑائی شروع ہوئی۔ اس اثنا جنگ میں خضر بہرام کہ گرشاپ کے بٹے امرار میں سے تھا اس سے روڑواں ہو کر خواجہ جہاں آئے ملا اسلئے خواجہ جہاں قوی ہو گیا اور بہاء الدین کے لشکر میں فتور چمک گیا۔ بہاء الدین نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ میدانِ جنگ میں توقف نہیں کیا اور سید باساگر کو آیا۔ یہاں بھی جب دشمنوں نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا تو وہ مع زن و فرزند کنبدہ میں کر کر ناٹک میں بے چلا گیا۔ یہاں کاراجہ اسکا دلی دوست تھا۔ اسی اثنا میں بادشاہ بھی ولت آباد میں آگیا اور اسنے خواجہ جہاں کو کنبدہ پر بہاری لشکر کے ساتھ بھیجا۔ یہاں خواجہ جہاں نے گرشاپ سے دو شکستیں کھائیں۔ لیکن جب ولت آباد سے ایک اور نیا لشکر اسکی کمک کو آیا تو وہ تیسری فتح غالب ہوا اور اسے کنبدہ کو گرفتار کر لیا۔ گرشاپ بہاگ کر بلال دیو پاس پہنچا۔ بلال دیو اسلام کے خوف سے مضطرب ہوا اور گرشاپ کو گرفتار کر کے خواجہ جہاں پاس بھیجا اور اپنے تئیں بادشاہ کے دولت خواہوں میں شمار کر لیا۔ خواجہ جہاں گرشاپ کو پابنخیر بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکی کھال کچھو اگر گہاس بہری جلبے اور شہر میں پھرائی جائے اور یہ سنائی کی جائے

ہر آنکس بتا بد سے از شہر یار سزا ایش میں است انجم کار

اس بغاوت کا بیان ابن بطوطہ اسطرح کرتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کا ایک بہا بن جہاں، الدین تھا وہ کسی صوبہ میں امیر مقرر ہوا تھا جب اسکا ماموں مر گیا تو اسنے اموں کے بیٹے کی سیوتے اسکا کر کیا

چند صفحوں کا خط لکھا اور اپنے مہر لگا کر لفافہ پر یہ الفاظ لکھے اے شاہ عالم تجھے اپنے سر کی قسم ہے جو اس مکتوب کو سوار اپنے کسی اور کو پڑھنے سے پہر اس خط کو اُسکے محل کے دروازہ پر پہنچ دیا جنہوں نے اس خط کو پڑا دیکھا اُن کو سوار اس کے چارہ نہ تھا کہ وہ سلطان کو دیں۔ سلطان نے اس خط کو کہولا تو اس میں بالکل گالیاں اور لعن طعن لکھی ہوئی تھیں۔ اسلئے اُس نے دہلی کے غارت کرنے کا قطعی ارادہ کیا۔ اُس نے دہلی کے رہنے والوں سے تمام اُنکے گہر اور سرائیں خرید لیں اور پھر اُنکو حکم دیدیا کہ اب دولت آباد میں جا کر آباد ہو۔ اول باشندے حکم عدولی پر مائل ہوئے مگر سلطان نے حکم دیدیا کہ تین روز بعد کوئی آدمی دہلی میں زندہ نہیں دکھائی دیگا۔ یہ سنکر بہت سے آدمی دولت آباد کو روانہ ہوئے۔ بعض گہروں کے کوٹے کھدے میں چپ رہے۔ سلطان کو اُنکی خبر ہوئی تو اُنکی تلاش کے واسطے سخت حکم دیا اور غلام بھیجے۔ اُسکے غلاموں نے دو آدمیوں کو شہر میں پایا ایک اپانچ تھا اور دوسرا اندھا دونوں کو بادشاہ کے روبرو لائے اُس نے اپانچ کو تو بخنقیق سے اڑا دیا اور اندھے کو حکم دیدیا کہ اسکی ٹانگ میں رسی ڈال کر دہلی سے دولت آباد گھسیٹ کر لیجائیں۔ چالیس دن کا سفر تھا۔ اس سفر میں اس بیچارے اندھے کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ ایک پاؤں دولت آباد میں پہنچا۔ غرض دہلی کے بالکل باشندے شہر سے باہر نکل گئے۔ اپنے گہر کے اسباب اور تجارت کے مال کو چھوڑ گئے۔ شہر بالکل جنگل ہو گیا۔ ایک شخص جسکے کہنے کا مجھے اعتبار ہے اُس نے مجھے کہا کہ یہ امر تحقیق ہے کہ سلطان نے اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ سارے شہر میں نہ کہیں آگ جلتی تھی نہ دھواں اُٹھتا تھا نہ کہیں روشنی تھی تو اُس نے کہا کہ اب میرے کچھ میں ٹھنڈک پڑی اور دل کو مسرت ہوئی۔ بعد ازاں اُس نے مختلف اضلاع کے باشندوں کو لکھا کہ وہ دہلی میں جا کر آباد ہوں اس حکم کے موافق گو انہوں نے اپنے شہروں و قصبوں کو ویران کیا۔ مگر وہ اس بڑے وسیع شہر کو آباد نہ کر سکے۔ وہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ جب میں یہاں آیا تھا تو اُسکو دنیا کے بڑے شہروں میں سے دیکھا تھا یا اب اس کو ویران خالی پڑا دیکھا۔

بغاوتیں و ستم

جب بادشاہ کے ماتھے سے رمایا کا ناک میں دم آیا تو اُس نے جا بجا بغاوتیں اختیار کیں جنگی تفصیل یہ ہے

واقف تھے اس کام کو واسطے آئین کو تجویز کیا اور یہ بتلایا کہ وہ وسط ہند میں واقع ہے اور بکرا جیت نے جو کل ہند کا راجہ تھا اسی سبب اسکو اپنا پایہ تخت مقرر کیا تھا۔ بعض نے بادشاہ کا میلان خاطر دیکھ کر کہا کہ دیو گدھ وسط ہند میں واقع ہے۔ بادشاہ تو خدا سے یہ چاہتا تھا۔ اُس نے مطلق یہ خیال نہیں کیا کہ بڑے بڑے قوی دشمن ہمسایہ میں ایران و توران کے بادشاہ وجود ہیں۔ حکم دیدیا کہ دہلی میں جو چوہ ٹے بڑے نوکر بے نوکر مرد و عورت بچے ہیں وہ سب کوچ کر کے دیو گدھ میں جا کر متوطن ہوں بہت آدمیوں کو اُسے خرچ راہ دیا۔ اور اُنکے گہروں کی قیمت خرانہ سے دلائی۔ شہنشاہ کے الجلا را شد الہلار والغر بہ اصعب الکربہ۔ اہل دہلی کو اس انتقال سے بڑی تحلیف ہوئی۔ اکثر ضعیف مسکین بچے عزتیں رستہ ہی میں مر گئے اور جو جاگرواں آباد ہوئے بقیہ رہے۔ اُس نے دولت گدھ کا نام دولت آباد رکھا اور دہلی اور دولت آباد کے درمیان سڑک بنوائی۔ دورویہ اسکے سایہ دار وخت لگائے اور ہر منزل پر مکان اور سرائے تیار کرائی اور اسیں آدمی متعین کئے کہ مسافروں کے واسطے ہمیشہ کھانے پینے کا سامان تیار رکھیں رہبانوں کو حکم تھا کہ مسافر کو کسی طرح کی ایذا نہ ہونے پائے۔ انکا اثر مدتوں باقی رہا۔ عرض اسطرح دہلی جو ایک سو ساٹھ یا ستر برس میں آباد ہو کر بغداد و مصر سے مساوات کا درجہ رکھتی تھی اور ایک قصر جامع تھی وہ ایسی ویران ہوئی کہ کتے بلی تک اسیں آباد نہ رہے۔ جو مصیبت وہ یہاں کے دولت آباد میں زندہ پہنچے انہوں نے دولت آباد کو ایسا آباد نہیں کیا جیسا کہ گورستان کو۔ دولت آباد کے آباد کرنے کے لئے امراء و رؤسا کو حکم تھا کہ وہ یہاں آنکر اپنے مکانات بنوائیں اور آباد ہوں۔ اسلئے بڑے بڑے صاحب کمال وہاں آباد کر گئے۔ اور نہایت عمدہ عمارات وہاں تعمیر کرائیں۔ قلعہ اس شان و عظمت کا بنوایا جو اُسکی ابو الغزنی و عالی جہتی کی آنکھ شہادت دیتا ہے۔ اس قلعہ میں سوار ایک راستہ کے دوسرا راستہ نہیں رکھا گیا اور یہ راہ اس راہ سے بنائی ہے کہ ایک پہاڑی سے پہاڑ کا ٹکڑا ۸۰ فیٹ کا عمود وار ہوا جو تراشا ہے اور اس کے عین وسط میں ایک چکر دار راہ بنائی ہے۔ قلعہ کے گرد پہاڑ میں سے کاٹ کر ایک عمیق خندق بنائی ہے۔

دہلی کی بربادی کا بیان ابن بطوطہ نے جو لکھا ہے

دہلی کے کچھ آدمی باقی ہوئے تھے باقی اُنکے چوہ گار۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ دلی کے آدمیوں نے

معروض کیا کہ یہ تدبیر مناسب نہیں ہے۔ چین کی زمین ایک چپہ ماتھ نہ آئیگی۔ یونہی لشکر کی جان جاگی مگر وہ کب سنا تھا۔ جب خسرو ملک اور لشکر جنکو سوار اطاعت کے کوئی اور چارہ نہ تھا روانہ ہو کر کوہستان میں آئے اور مناسب مقامات پر قلعے بنائے۔ انکی حفاظت سوار پیا دوں کو سپرد ہوئی۔ آب آگے بڑھے جب بہتے پہاڑوں کو طے کر کے سرحد چین پر پہنچے اور امر چین کی عظمت شان کو اور قلعوں کی ہتواری اور راہوں کی تنگی اور غلف کی کمی کو دیکھا تو انکے دلوں میں خوف ہر سبب ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ لیکن برسات آگئی تھی۔ اور تمام راہیں پانی کے تیلے ٹپک گئی تھیں۔ باہر جانے کی راہ معلوم نہوتی تھی یوں ہی سر اسیمہ ٹکڑ لیس امن کوہ میں چلتے تھے۔ پہاڑیوں کو یہ موقع ملا کہ مسلمانوں کو انہوں نے قتل و غارت کرنا شروع کیا۔ ادھر پھبصبت تھی اور قحط کے آثار ظاہر ہوئے۔ ایک ہفتہ میں مشقت شاقہ اٹھا کر لشکر اسلام ایک میدان میں آیا اور استراحت کے لئے اس مکان میں توقف کیا۔ اتفاق سے رات کو ایسا موسلا دار مینہ برسا کہ لشکر کے گرد پانی اتنا کھڑا ہو گیا جس سے نہ تیر کر گذر سکتے تھے نہ گھوڑے پر سوار ہو کر خسرو ملک اور اسکے لشکر کے بہت آدمی دس پندرہ روز میں آذوقہ و قوت لایموت کے نہ ہم پہنچنے سے ہلاک ہوئے۔ اور جو لشکر بچے اترے پڑے تھے انہوں نے ہندوستان کی راہ لی۔ جب ہماچل کے آدمیوں کو اسکی خبر ہوئی تو وہ کشتیوں میں بیٹھ کر لشکر کے مقامات پر پہنچنے اور انکے سامنے ہتیار اور اسباب چھین لئے اور وہ سپاہ جو برسر راہ پاسانی کے لئے چھوڑی تھی اُس کو انہوں نے قتل کیا۔ اور کوئی نشان اسکا باقی نہ رہا اور جو قلیل آدمی آدمی ہنر اجر قتل جان سلامت لیکر بادشاہ سلامت پاس آئے وہ اس جرم میں تیغ قہر سے قتل ہوئے کہ بادشاہ کے نزدیک انہیں کے سبب بے شکست ہوئی تھی۔

پنجم نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے علم کے سایہ میں بہت ملک آگئے ہیں دارالملک ایسی جگہ مقرر کرنا چاہئے کہ اسکو اطراف مملکت وہ نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تاکہ ممالک محروسہ اطراف میں جو خیر و شر و صلاح و فساد واقع ہوں انکی خبر علی السویرہ دارالملک میں پہنچے اور اگر کسی دیار میں کوئی حادثہ واقع ہو تو اسکا جلد تر علاج کیا جائے و انشعندوں نے جو اقلیم کے طول و عرض سے

زوال دولت میں معاون ہوئی۔ بقول شخصے کہ اونٹ کی کوئی کھ سیدھی نہیں۔ جو چال چلا وہ بیڑی چلا جو نذیر کی اس سے دولت ملک کا انتظام بگڑ گیا۔ زوال آیا۔ خرابی۔ اتری۔ پریشانی پیدا ہوئی خواص عام پر پایا اس سے متفرق ہوئی۔

سوم نامعقول تدبیر

بادشاہ کو بیچ مسکوں کی تحیر کا اور لشکر کے بڑھانے کا خط تھا۔ امیر نوروز داماد ترمشیرین خاں شاہزادہ چغتائی بہت سے امیران ہزار و صدہ کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا ملازم ہوا اسواق اور خراسان سے اور امیر اور شاہزادے بھی یہاں آنکر بادشاہ کے ملازم ہوئے انہوں نے بادشاہ کو ایران و توران تحیر کرنے کی راہ نہایت آسان بتائی۔ یہاں کیا تہا دیوانہ را ہوئے بس بہت۔ جو اس طرف آیا بادشاہ نے تالیف قلوب کے لئے اسکو سونیکا ڈلا حوالہ کیا۔ اس طرح سرمدوں اور ممالک کی حفاظت کے واسطے جس سپاہ کی ضرورت تھی اسکے سوا تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر تھے۔ اول سال میں تو انکی تحوا خزانہ شاہی سے دی گئی۔ اسکی فرصت نہ لی کہ اس لشکر سے کوئی ولایت تازہ فتح کرتا کہ اسکی آمدنی سے لشکر کا وظیفہ دیا جاتا۔ کوئی غنیمت بھی ہاتھ نہ لگی جس سے لشکر کی تسلی ہوتی گھر کے خزانہ میں بھی کوڑی باقی نہیں رہی۔ روپیہ ہی لشکر کو تھا متا ہی۔ جب وہ نہ رہا تو لشکر بھی متفرق اور منتشر ہوا اور بادشاہ کا دوا لانکا۔ اور بادشاہی کا نہیں بے رونق ہوئی۔ عراق خراسان ہی ہاتھ نہ آیا

چہارم تدبیر نامعقول

بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ وہ ہماچل دھالیا جو چین اور ہندوستان کے درمیان ہر اسکی راہ سے ملک چین کو فتح کیجئے۔ اور وہاںکی دولت و غنیمت سے خزانو کو معمور کیجئے۔ اسلئے اسلئے میں امرانہ ارادہ و فرمان آرمودہ کاراہ ایک لاکھ سوار اپنے بہانے خسر و ملک کے ماتحت روانہ کئے اور کہہ دیا کہ اول کوہستان ہماچل کو تصرف میں لائیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں قلعہ بنائیں اور اُس میں لشکر کو چھوڑ کر آگے قدم بڑھائیں اور ہر حد چین میں پہونچکر وہاں ایک قلعہ عظیم نہایت مستحکم و استوار تعمیر کرائیں اور وہاں رہیں۔ اور ولایت ہماچل کا انتظام کریں اور مجھے اطلاع دیں۔ اور جب اور لشکر کمک کیلئے بیجوں تو بتدیج آگے بڑھ کر ملک چین کی تحیر کے دیو ہوں۔ ہر چند ارکان دولت نے بکثرت یہ نصیحت

خاندان کے خاندان ملہامیت ہو گئے۔ بادشاہی کے سارے کام بے رونق ہو گئے۔

دوم نام مقول تدبیر

بادشاہ کو یہ تمنا تھی کہ میں سکندر کی طرح ساتوں اقلیم کو تسخیر کروں مگر اس سے اول لشکر کی ضرورت تھی اور لشکر کے لیے خزانہ و درکار تہادہ کافی پاس نہ تھا۔ اس کے بڑھانے کی یہ تدبیر کی کہ تانبے کا سکہ چلایا۔ یہ تدبیر سو جہی یوں تھی کہ اسکو معلوم ہوا کہ چین کے اندر زر جاد چلتا ہے (جاد ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے اس پر خاقان چین کا نام و لقب منقش ہوتا ہے) تو اسے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی بجائے اس کاغذ زر کے تانبے کا سکہ چلاؤں۔ چنانچہ دار الفرب میں تانبے کا سکہ بننا شروع ہوا۔ مگر اسے یہ نہیں سوچا کہ ایسے سکوں کا چلنا سلطنت کے اعتبار پر اور استقلال پر موقوف ہوتا ہے جیسے کہ آج کل ہندوستان میں کاغذ زر برٹش گورنمنٹ میں چل رہا ہے۔ بھلا اسکی بے اعتبار سلطنت میں وہ کب چل سکتا تھا۔ اس تانبے کے سکے کو دور کے ملکوں نے تو ماتھ بھی نہیں لگایا وہ تو اسکو تانبے کے بدلے میں لیتے تھے۔

برائے نمونہ کہ پاس بود ہم عیار یہ نرخ مس آرندش از ہر دیار۔ یہ نرخ مس آرندش از ہر دیار۔ مگر ہندوؤں نے اور بایز تاجروں نے دار الفرب میں تانبے کے ڈیمبر لاکر لاکھوں کروڑوں کے ڈبلوائے اور اسے اجناس اور ہتھیار خرید کر کے اطراف میں لپکا کر سونے چاندی کے سکوں میں بیچے یوں کہیمیا انکے اتھ آگئی کہ تانبے کو سونا بنانے لگے۔ زر گروں نے بھی اپنے گہر میں دار الفرب کی نقل اتاری۔ تانبے کے سکے بنائے۔ اور بازار میں سونے چاندی کے سکوں سے بدل لیا۔ ممالک دور دست میں تو یہ تانبے کا سکہ چلا ہی نہیں مگر رفتہ رفتہ ایسا ہوا کہ تخت گاہ کے قریب مو اصنع میں بھی وہ درجہ اعتبار سے گر گیا۔ بادشاہ یہ حال دیکھ کر اپنے حکم سے پشیمان ہوا۔ اور کوئی چارہ اسکے سوا نہ تھا کہ اسے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس سکے مس ہو وہ خزانہ میں داخل کر کے ٹنڈہ نقرہ و زر لے لے۔ اس سے اسکو یہ امید تھی کہ ٹنڈہ مس کا اعتبار ہو جائے اور داد و ستد میں اسکا رواج ہو جائے۔ مگر لوگوں نے ٹنڈہ مس کہ گہروں میں کلوح و سنگ کی طرح پڑے ہوئے تھے خزانہ میں لا کر ٹنڈہ زر و نقرہ سے بدلوا لئے۔ پس اسطرح خزانہ شاہی تو خالی ہوا مگر ٹنڈہ مس بے رواج رہا۔ تجارت و داد و ستد میں خلل پڑا۔ روز بروز رعایا کا افسوس اور پڑا۔ آمدنی میں گھاٹا آیا۔ حاصل شاہی غیر منتظم ہو گئے۔ غرض یہ تدبیر بھی

تھوڑے دنوں میں وہ انتظام کر لیا کہ پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں برسوں میں نہ ہوا تھا۔ اب چال تو اوّل سلطنت میں تھا مگر بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ سلاطین سابق کے ضوابط کو منسوخ کرے اور قواعد جدید تیار کرے ہر روز ایک ضابطہ تازہ اور حکم جدید صادر ہوتا۔ مگر چونکہ وہ انہیں عدالت الصاف بعید ہوتا اور مصرت عام و خاص کا سبب ہوتا اس لئے جاری نہ ہوتا۔ عمان کی کمنجی آتی۔ اگر کوئی حکم اتفاقیہ جاری ہوا تو عام خلائق تباہ ہوتی کار ملک میں خلل عظیم پڑتا۔

بادشاہ کے نامعقول منصوبوں اور تدبیروں کا بیان

بادشاہ نے زمین تین چار منصوبے ایسے سوچے کہ جس سے ساری دنیا قح ہو جائے۔ اور ان منصوبوں کے پورا کرنے کے لئے کسی سے کچھ صلاح اور شور نہ لیا۔ جو منصوبہ دل میں آیا اسی کو عواب جانا۔ اس کا جب کسی سے نہ پوچھا۔ نتیجہ اس کا یہ تھا کہ رعایا برباد ہوئی۔ خزانہ خالی ہوا۔ جگہ جگہ بھاؤ میں اور سازشیں ہونے لگیں۔ برتری پر بدترتی اور درمی پر برتری بڑھتی چلی گئی۔ طرفہ یہ ہو کہ جیسا کہ انتظام بگڑا گیا۔ بادشاہ کا خزانہ بھی بگڑتا گیا۔ جس کام کو بادشاہ نے چاہا جب وہ نہ ہوا تو بادشاہ کو غصہ آیا۔ اور رعایا کو کھیرے گھڑی کی طرح کاٹا۔ شروع کیا۔ ساری رعایا اس سے برگشتہ ہو گئی۔ اور سوار گجرات اور دیو گڈہ کے اور سارا ملک اس سے پر گیا اور قبضہ سے نکل گیا۔ اب ان منصوبوں و تدبیروں کی تفصیل یہ ہے۔

اول نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دس بعض خیالات ایسے پیدا ہوئے کہ اُس نے دو آج کے خراج کو لگنا چو گنا اضافہ کر دیا اس سے رعایا کے سر پر خراج کا بار ایسا پڑا کہ اسکی گردن چمک گئی اور کوٹھ گئی۔ غریب کا شکار کہیت چھوڑ چھوڑ کر بھاگے۔ آسودہ حال رعایا نے سرکشی پر کمر بستہ کی۔ غرض ایسا ملک برباد ہوا کہ کسی کی ظالم بادشاہ کے عہد میں بھی نہیں خراب ہوا تھا۔ ادھر کاشتکاروں نے کھیتی سے ہاتھ اٹھایا اور ہار شریاں نے میدان نہ بنایا اس سبب دہلی اور عالی دہلی میں ایک قحط عظیم مہلک پڑا۔ کئی برس تک یہ قحط عام ہوا۔ ہزاروں آدمی مر گئے انج چھ دینار فی من بکنے لگا۔ گو بادشاہ نے علم دیا کہ اہل شہر کو اتنا غلہ دیدیا جائے کہ وہ بچے مہینہ تک کھائیں۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے اہلکاران شاہی نے پہلے شہر کے محلوں کے آدمیوں کی فہرست بنائی پھر ہر ایک شخص کو اتنا غلہ دیدیا کہ وہ بچے مہینے تک کھائے۔ مگر اس سے مصیبت نہ ٹلی۔ گہر کے گہر دور

تھوڑائی سے عقل مصلحت اندیش کے خلاف ہموں اور کاموں ارادوں کے منسوبے باندھنا۔ اور انکے پورا کرنے کے لئے کسی صلاح اور مشورہ نہ لیتا۔ اور رعایا کی تکلیف کا ذرا خیال نہ کرتا۔ اس سببے جو جو مصیبتیں اور آفتیں اور بلائیں رعایا کے سر پر پڑیں وہ کسی ظالم بادشاہ کی سلطنت میں بھی نہیں واقع ہوئیں۔ ان منصوبوں اور ہموں کا بیان دو چار صفحوں کے بعد آئیگا۔

مغلوں کے حملے روکنے کی عجب تدبیر

تیمورین خاں یا تمش زین خاں بن داؤد خاں حاکم الہس چغتائی ایک بڑا مشہور اور نامور سردار مغلوں کا تھا اُس نے پیشہ میں ہندوستان کی تخریب کا ارادہ کیا۔ اور بہت سی مغلوں کی فوج لیکر پنجاب میں گھس آیا۔ لغمان سے ملتان تک لوٹ مار کرتا ہوا دلی کے دروازہ پر پہنچا۔ بادشاہ نے لڑنا مصلحت نہ جانا اور اس بلا کو یوں ٹالا کہ بیچ میں لوگوں کو واسطہ بنایا۔ اور انکی معرفت تیمورین خاں پاس بہتے جو اسرات اور بہت سا چاندی سونا بھجوا یا۔ اور اس بات پر راضی کیا کہ وہ ہندوستان سے جلد چلا جائے۔ یہ شرط دلی روانہ ہوا۔ اور گجرات کے لوٹ مار کرتا ہوا اور سندھ اور ملتان میں ہوتا ہوا اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ یہ ہندوستان میں پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ تدبیر کام میں آئی۔ اور ایسی راس آئی کہ پھر مغلوں ہندوستان پر حملہ نہ کیا۔ حالانکہ مغلوں کی لالچی اور طامع اور حرص ہوئی یہ نظر آتا تھا کہ یہ دولت ان سے ہندوستان پر پھر حملہ کرائے گی۔

بادشاہ کی عمدہ تدبیریں

اب سلطان محمد تغلق کو ترتیب لشکر کا خیال ہوا۔ اور اسکو خوش اسلوبی کے ساتھ تربیت کیا اور مالک ہندوستان گجرات مالوہ مرہٹو ملک تلنگ۔ کنبد۔ دوار۔ سمدر۔ طیمبار۔ لکھنوتی۔ چھٹ گاؤ۔ سارگاؤ۔ تربت کو اپنے قبضہ میں لایا۔ اور خوب انکا انتظام اور بندوبست کیا۔ سب اجدر اسنے زمیندار باجگزار فرمانبردار تھے۔ کوڑی کوڑی پیسا پیسا خراج کا ادا کر دیتے تھے۔ اور ایک ادبی باقی نہ رہتی تھی۔ اسقدر روپیہ خزانوں میں آتا کہ باوجود بادشاہ کی شاہ خرچی کے انہیں کمی نہ ہوتی کسی تہمید اور کسرش کو طاقت سرانہائی نہ تھی۔ اسوقت دور دراز کے صوبوں میں بھی ایسا ہی اچھا انتظام تھا جیسا کہ دارالسلطنت کے قریب جواہیں۔ دور و نزدیک کے ملکوں سے خرچ بے خرخشہ وصول ہوتا تھا۔ اس بادشاہ نے

صاحب کمال اسکے دربار میں آتے اور اپنی آرزو سے زیادہ دولت پاتے ایک ایک دن کا خرچ اٹکا اور بادشاہوں کے برسوں کے خرچ کے برابر تھا محتاجوں کے واسطے محتاج خانے۔ بیماروں کے واسطے شفا خانے مسافروں کے واسطے مسافر خانے ہوائے اسلام اس کو دراشت میں ہاتھ لگاتا۔ پانچویں وقت کی نماز پڑھتا۔ کبھی رمضان کے روزے نافذ نہ کرتا۔ نشہ کو کبھی نہ چھوٹا۔ حرام کاری سے کوسوں بہاگتا۔ قمار بازی کے پاس کبھی نہ جاتا۔ مگر باوجود اس اطاعت شریعت کے پاک اور مقدس بھائیوں کا خون کرنا اُس کا پیشہ تھا۔ کوئی ہفتہ جاتا ہو گا کہ جس میں کوئی مولوی۔ مفتی۔ قاضی۔ صوفی۔ قلندر قتل نہ ہوتا ہو۔ مسلمان کے مارنے کا اُس کو اتنا بھی افسوس نہ ہوتا کہ جتنا پانوں تلے چنیوٹی کے پس جانے کا ہوتا ہے۔ فرعونی اور فرودی ارادوں سے بھی اس کا دماغ خالی نہ تھا۔ حضرت سلیمان کی طرح چاہتا تھا کہ سیمبہدی اور سلطانی دونوں اُس کی ذات میں جمع ہو جائیں اور جن و انس پر فرمانروائی کرے۔ شیریں گفتار ایسا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے اُس کی باتوں سے کبھی دل نہ بہرتا۔ خوش نویس ایسا کہ جس کو استادان خط استاد کہتے تھے۔ زبان عربی فارسی میں ایسا منشی تھا کہ اور دیر اسپر رشک کرتے تھے۔ غرض اپنے وقت میں تخریر و تفسیر میں بے نظیر تھا۔ بعد مرنے کے بھی اس کا کلام یادگار روزگار رہا۔ فارسی شعر خود خوب کہتا۔ اور متقدمین کے اشعار کو خوب سمجھتا۔ قوت حافظہ اس کی ایسی قوی کہ جوابات کہ ایک دفعہ سن لے عمر بھر یاد رہے۔ اشعار ہزار یاد آتے۔ کتابیں کی کتابیں ہزار زبان تھیں۔ شاہنامہ۔ سکندر نامہ اور قصہ ابو مسلم اور امیر حمزہ حفظ تھا۔ معقولات میں منطق اور الہیات اور طبیعیات اور ریاضیات سے طبیعت کو خوب لگاؤ تھا۔ خصوصاً فن طب میں کمال تھا۔ مریضوں کا علک کھرتا۔ اور تشخیص امراض میں اہلہا سے طالب علمانہ بحث کرتا۔ اور انکو قائل کرتا۔ اکثر صرف وفات علم فلاسفہ میں کرتا۔ معقول مولویوں کی صحبت میں رہتا۔ فقہاء اور ارباب منقول کو اس کی مجلس میں بارگاہ تھا۔ وہ انہیں منقولات کو معقول جانتا جو عقل کے موافق اور نظر کے مطابق ہوتیں۔ باقی سب منقول کو بے حصول گنتا اسکے دل میں معقولی خیالات ایسے پس گئے تھے کہ منقولات کے لئے کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ لطیفہ بھی اور ہزلہ گوئی سے بھی اس کی صحبت خالی نہ تھی۔ ایک شاعر عبید ہزلہ گوئی کے واسطے موجود تھا۔ سپاہ گری سے خوب آگاہ تھا۔ گو یہ سب خوبیاں اُس کی ذات میں کمال درجہ کی تھیں۔ مگر بہت سی حرکات اور اس کی عادات ایسی تھیں کہ جس سے اسپر جنون کا شبہ کرنا اور اسکو خونی بادشاہ کہنا بجا نہیں ہے۔ اپنی

عمارت کو باپ کے ماریں کئے۔ لئے بنایا تھا ورنہ اُسکے بنائیکی ضرورت کیا تھی۔ مگر فقیر نے مکر ز ثقات سے یہ بات سنی ہے اور وہ یہ کہ شیخ نظام الدین سے سلطان تغلق رنجیدہ تھا اُسے شیخ پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں دہلی کے اندر آیا ہوں۔ آپ اس سے باہر چلے جائیے تو شیخ نے فرمایا ہنوز دہلی دور است جو اب تک ضرب المثل ہے۔ مگر ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا انتقال اس سے پہلے ہو چکا تھا۔

قلعہ تغلق آباد

اس بادشاہ کی یہ یادگار دہلی کے قریب موجود ہے۔ اہلی منات اور تحکم کا شہر خاص عام میں ہے یہیں اسکی قبر ہے۔ ایک ضمیمہ میں اہل اسلام کی عمارتوں کا ذکر کریں گے وہاں اس قلعہ کا حال مفصل لکھیں گے۔

سلطان مجاہد ابوالفتح محمد شاہ تغلق کی سلطنت

غیاث الدین تغلق اس جہان سے وداع ہوا تھا تو سوم کے بعد تغلق آباد میں جو ناخاں بڑا میا اور بعد اُسکا شہسپا میں حضرت شاہی پر جلوسہ افروز ہوا۔ اور سلطان محمد شاہ اپنا خطاب رکھا چلم کے بعد تغلق آباد سے دہلی میں وہ آیا۔ اور پرنس بادشاہوں کی تخت گاہ پر جلوسہ فرمایا۔ اور یہ اجلاس اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ تھا کہ وہ کسی اور تخت نشین کو نصیب ہوا۔ سونے چاندی کا مینہ اس طرح برسا کہ امراتھیں پر سوار تھے اور پشت روپے اشرفیوں سے بھرے ہوئے آگے رکھے تھے وہ شہر کے بازاروں کے فرش اور کوٹھوں پر ٹھیاں بہہ بہہ کے پھینکتے تھے اور لوگ انکو چھتے تھے جسے غریب مفلسوں کو مال مال کر دیا۔ عمر بھر کی روٹیوں سے انکو ان فراغ ہوا۔ رفقا و امرا کو بڑے بڑے جاہ و منصب دئے اور علما اور فضلا کے بڑے بڑے وظیفہ مقرر کئے۔

سلطان محمد شاہ تغلق کی عادات

یہ بادشاہ عجائب روزگار سے تھا۔ اسکی ذات جامع اضداد تھی۔ بھلائیوں بُرائیوں پر پردہ ڈالتی تھیں۔ اور بُرائیاں بھلائیوں کو خاک میں ملائی تھیں۔ فیاض ایسا کہ روپیہ کو ہیکری سمجھتا تھا عالموں اور فاضلوں کو لاکھوں روپیہ دیدیتا۔ یہی سبب تھا کہ جیسے اُسکی لیاقت اور دماغ میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوئے ہیں۔ ایسے کسی اور بادشاہ کے نہیں تھے اس سخاوت کا حال سن کر سب اطراف کے

سلطان کو یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ منجوں نے پہلے سے کہہ دیا ہے کہ دہلی میں سلطان دو بارہ اپنی مہم سے
 پرکھیں آئیگا۔ اس پر سلطان نے منجوں کی تہدید خوب کی تھی۔ مہم پر مراجعت کر کے سلطان اپنی اسطنت
 کے قریب آیا۔ تو اُس نے بیٹے کو حکم دیا کہ اُسکے واسطے ایک کوشک دریا کے کنارہ پر افغان پور کے پاس تیار
 کرے بیٹے نے اس کوشک کو تین دن میں تیار کرایا۔ اکثر حصہ اُسکا چوٹی بنوایا۔ وہ زمین سے اونچا تھا اور
 اور کاٹھ کے ستونوں پر قائم تھا۔ اسکی تعمیر کا اہتمام ملک نے اُدھ کو جو اسوقت میر عمارت تھا سپرد کیا۔ اور
 اُسکو ایک حکمت بتادی کہ اُسکے موافق مکان کو بنائے اور حکمت یہ تھی کہ مکان کے خاص حصہ کو ایسا
 بنائے کہ جب ہاتھی کے پیر کی دھمک اُسکو پہنچے تو وہ دھم دینی گر پڑے۔ بادشاہ اُن کو اس
 کوشک میں اُترا اور دسترخوان بچھا۔ لوگوں نے اُسے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اُسکے بیٹے نے جنگی ہاتھیوں
 کی قواعد کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اجازت دیدی۔ شیخ رکن الدین لٹانی نے مجھے کہا ہے کہ میں
 سلطان غیاث الدین کے پاس تھا اور اُس کا سب سے پیارا چھوٹا بیٹا محمود بھی اُس کے ساتھ تھا
 الغ خاں نے مجھ سے کہا کہ اُسدا آپ کی نماز کا وقت آگیا ہے جائیے نماز پڑھئے۔ شیخ کہتا ہے میں
 نماز کو گیا ہی تھا کہ شہزادہ کے آدمی اس طرف کہ پہلے سے ان کو بتلادی تھی ہاتھیوں کو لائے
 ہاتھیوں کے آتے ہی مکان گرا۔ اور سلطان اور اس کا بیٹا محمود اس کے اندر دبا جب شیخ نے
 گرنے کی آواز سنی بے نماز پڑھے وہ آیا اور دیکھا کہ عمارت گری پڑی ہے اور الغ خاں زبان سے
 تو یہ حکم دے رہا ہے کہ لوگ جلد اوزار لاکر عمارت کے اندر سے سلطان کو نکالیں۔ مگر اُسکے
 بیکر رہا ہے کہ اس کام میں دیر لگائیں۔ غروب آفتاب کے بعد یہ آلات آئے سلطان کی لاش
 نکالی گئی جس کی میت سے معلوم ہوتا تھا کہ جب مکان گرا تو سلطان اپنے بیٹے کی جان بچانے
 کے لئے اُسپر چبکا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نکلا تھا پھر اس کا کام تمام کیا گیا ہے۔ رات ہی
 کو اسکا جنازہ شہر تعلق آباد میں لے گئے اور یہاں جو قبر اُسے اپنی بنوائی تھی اُسی میں دفن کیا۔ حکمت
 مکان گرنے کی ملک زادہ کی تھی جسکا اس نام احمد بن ایاس تھا۔ اسی وجہ سے خواجہ جہاں اس کا
 خطاب ہوا۔ وزیر اعظم کا عہدہ ملا اور سلطان اسکا طرز از ہمیشہ رہا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ صاحب
 تاریخ فیروز شاہی نے اپنی تاریخ سلطان فیروز کے عصر میں تصنیف کی ہے اور سلطان فیروز کو سلطان محمد
 تعلق (الغ خاں) سے اعتقاد بہت تھا اُسکے ملاحظہ کے سبب سے اس واقعہ کو نہیں لکھا کہ الغ خاں نے

جلدی میں کہ بادشاہ اس دم سوار ہو چکا ہو بغیر ہاتھ دھوئے باہر نکل آئے۔ الخ خاں جو گھوڑے ہاتھی
پیشکش کے لئے لایا تھا انکی درستی میں باہر آکر صرف ہوا۔ کہ اتنے میں چوبی محل کی چھت گری۔ او
بادشاہ اور اس کے پلخ رفیق دُوب کر گر گئے۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۷۲۷ مطابق ماہ فروری ۱۳۲۷ء میں واقع
ہوا۔ اب اس واقعہ پر مورخ مختلف آرا لکھتے ہیں جب اصل حال نہیں معلوم ہوتا تو ایسے ہی قیاسات صلیب کر کے
لگایا کرتے ہیں بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ مکان بنایا تھا۔ ہاتھی گھوڑے جو دوڑے اس کے صدمہ سے گر پڑا
حاجی محمد قندھاری یہ لکھتا ہے کہ بجلی مکان پر گری۔ اس کے صدمہ سے یہ حال ہوا۔ بعض مورخ یہ رائے دیتے ہیں
کہ اس نے مکان کا بے ضرورت بنانا اور پھر اسکا اسوقت گرنا کہ الخ خاں باہر ہو۔ اور اسکا چھوٹا بھائی
کہ بادشاہ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اندر ہو۔ ان باتوں سے یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ الخ خاں نے باپ کے
کام تمام کرنے کے لئے یہ مکان بنایا تھا۔ مگر یہ امر عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے الخ خاں ہتر
خوان پر موجود تھا۔ یہ کرامت اس میں کہاں سے آئی تھی کہ جس وقت وہ دہان سے اٹھ کر باہر آئے
اسی وقت مکان گر جائے۔ سب سے زیادہ لطیفہ صدر جہاں گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے
کہ الخ خاں نے ایک طلسم بنایا تھا۔ جس وقت اس کو توڑا اسی وقت مکان گر پڑا۔ غرض کچھ ہی
ہوا جو بادشاہ نے اب چار گز زمین کے اندر آرام کیا۔ اور چار سال کچھ بھینے بادشاہی کی۔ ابن
بطوطہ سیلح افریقہ اس واقعہ کو دلچسپ طور پر یوں بیان کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں دہلی میں ایک
ولی اللہ نظام الدین رہتے تھے ان کی خدمت میں اکثر سلطان کا بیٹا جایا کرتا تھا اور ان کے
مریدوں کے سامنے بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اپنے حق میں دعا و خیر کی استدعا کرتا تھا۔ حضرت پر بعض اوقات
بخود کی حالت طاری ہوتی تھی کہ وہ اپنے آپ میں نہیں رہتے تھے۔ الخ خاں نے اپنے لوگوں کو کہے
تھے کہ جب حضرت پر یہ حالت طاری ہو تو اُسے اطلاع ہو۔ چنانچہ ایک دن یہ حالت جب طاری ہوئی تو اسکو
اطلاع ہوئی اور وہ آیا۔ جو میں اُس پر شیخ کی نظر پڑی تو انہوں نے چلا کر کہا کہ ہم نے تجھ کو سخت دیا۔
دہلی میں سلطان نہ تھا کہ حضرت کا انتقال ہو گیا۔ ان کے جنازہ کو اس شہزادہ نے کندھا دیا۔ باپ کی راحال
معلوم ہوا تو بیٹے سے بدگمان ہوا۔ اور اسکو ہم گایا۔ اور بعض اور حرکات بھی شہزادہ سے ایسے سرزد
ہوئی تھیں کہ جس سے باپ کا دل اُس سے صاف نہیں رہا تھا اور رنجیدہ ہو گیا تھا۔ اُسے بہت غلام خریدے
تھے اور امر کو بہت تھک چکا تھا دیگر اپنا دوست بنالیا تھا۔ اب اور بھی بیٹے سے زیادہ باپ خفا ہو گیا

میں لکھا ہے کہ جب تغلق شاہ ترہت میں آیا تو یہاں کا راجہ جنگل میں بھاگ گیا۔ سلطان اُس کے تعاقب میں جنگل میں آیا اور خود اُس نے اپنے نفس نفس سے تبر ماتھ میں لیکر چند دخت کاٹے۔ جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو سب چھوٹے بڑے دخت کاٹنے لگے اور کچھ دنوں میں جنگل ایسا صاف کر دیا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پہلے کبھی گھاس بھی نہیں لگی تھی۔ دو تین روز میں بادشاہ قلعہ ترہت پر پہنچا تو اُس نے یہاں دیکھا کہ قلعہ کے گرد سات خندقیں پانی سے بھری ہوئی ہیں اور قلعہ کی راہ صرف ایک نہایت باریک سے باوجود اُس کے اُسے دو تین ہفتے میں اس قلعہ کو فتح نہ کر لیا اور وہاں کے راجہ کو کچل لیا۔ اور ترہت کو احمد خاں پسر بلوچہ کے حوالہ کیا۔ یہ سب کام بادشاہ نے ۶۲۵-۶۲۶ھ کے درمیان کئے۔

ابن بطوطہ جو ہر زم کی نسبت ایک ایسی بات کہتا ہے کہ وہ اور تاریخوں سے نہیں ملتی۔ اُسے اس زم کی نسبت یہ لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین پاس امیر بھاگ کر گئے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ مر گیا اور اپنے بیٹے شہاب الدین کو اپنا جانشین کر گیا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو اُس کے بھائی نے اُس کی سلطنت چھین لی اور اپنے بھائی قتلوا خاں اور اور بھائیوں کو قتل کیا مگر انیس سے اُس کے دو بھائی سلطان شہاب الدین اور ناصر الدین سلطان تغلق شاہ پاس آئے۔ وہ سلطان اپنے بیٹے سلطان محمد کو دہلی میں اپنی جگہ مقرر کر کے لکھنوتی لڑنے کو بہت جلد گیا۔ غیاث الدین کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیکر دہلی کو چلا (یاور کہو کہ جو ناخاں۔ الغ خاں۔ سلطان محمد یہ سب نام ایک ہی شخص کے ہیں)

وفات تغلق شاہ

ترہت سے چند منزلیں طے کر کے بادشاہ اپنے لشکر سے جدا ہو کر خود دہلی کی طرف روانہ ہوا جب الغ خاں نے سنا کہ باپ الیغار کرتا ہوا دہلی آتا ہے تو اُسے افغان پور کے قریب ایک کنارہ پر تغلق آباد سے تین چار کوس پر ایک کوشکستین چار روزیں نیا کر آیا کہ جب بادشاہ آئے تو رات کو وہاں آرام فرمائے اور صبح کو جب شہر سب طرح سے آراستہ ہوا دس لاکھ سواری تیار ہو تو شاہانہ جلوس کے ساتھ تغلق آباد میں آئے۔ غرض بڑی خوشی بادشاہ کے آنے کی یہاں ہو رہی تھی کہ بادشاہ آپہنچا۔ اور اسی چوبی محل میں شب باس ہوا۔ دوسرے روز الغ خاں اور اور امراء بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوئے۔ اور بادشاہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ جب کھانا تناول کر چکے تو سب امراء

تلنگ میں آیا اور ہاتھیوں کو دہلی سلطان پاس بھجوا یا۔

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی ہمسنگالہ

جن دنوں در بکھل فتح ہوا اور جاج نگر سے ہاتھی آئے۔ سرحد پر مغلوں نے حملہ کیا مگر لشکر اسلام نے انکو اسیر کر کے زیرِ پرور کر لیا اور انکے دوسرے دار و ملک کو پکڑ کر بادشاہ پاس لائے۔ سلطان غیاث الدین تغلق انکو اپنا دار الملک بنایا تھا اور یہاں امور و ملک و معارف و اکابر مع اہل عیال کے آباد ہوئے اور مکانات اپنے بنائے۔ ان ہی دنوں میں شہر میں کھنوتی و سنار خانو سے بادشاہ پاس ضیاں آئیں کہ یہاں کے حکام امر نے ظلم کا ہاتھ دراز کر رکھا ہے۔ اور یہاں کے مسلمان اس سید کے عاجز ہو رہے ہیں اسلئے بادشاہ غیاث الدین تغلق نے کھنوتی کا غم مصمم کیا اور الف خاں کو در بکھل سے اک میں ہلی بلا کر نیابتِ نیت اور سارے دار و ملک کے تفویض کئے اور خود لشکر کے ساتھ کھنوتی کو کوچ کیا۔ بٹے بٹے دریاؤں سے چور کر کے اس دور دراز راہ کھنوتی کو اس طرح طے کیا کہ کسی کی تکبیر بھی نہیں بھوئی۔ تغلق شاہ کی ہیبت و سطوت کا وہ شہر سارے ہندوستان میں پھیل رہا تھا کہ جو بڑے بڑے شہر میں قدم رکھا۔ سلطان ناصر الدین ضابط کھنوتی کی قدم بوسی کیلئے دوڑا اور بہت تحفے پیشکش کئے۔ یہ سلطان ناصر الدین سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا۔ عہدِ خلجی میں اسکی سلامت و سی کے سبب اسکی افطاع میں تئیر نہیں ہوا تھا اور کھنوتی میں ایک گوشہ میں پڑا ہوا چالیس برس سے حکومت کر رہا تھا۔ تغلق شاہ کی توار میرانج باہر نہ ہوئی کہ اس میرا کے رایوں اور راجوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان تغلق شاہ کا منہ بولا بیٹا تا رجاں تھا اور افطاعِ ظفر آباد اس پاس ہے وہ یہاں سے منتظم مقرر ہوا۔ سنارگانو کا ضابط بہادر شاہ تھا اور بہت امانیت کا دم بہتا تھا اسکو غلوں کے اور گھلے میں سی ڈال کے سلطان کی خدمت میں لے بھجوا یا۔ اور اس ملک کے تمام ہاتھیوں کو بادشاہی فیل خانہ میں داخل کیا لشکر اسلام کو یہاں کی تاخت سے بہت غنائم ہاتھ لگیں۔ سلطان تغلق شاہ نے سلطان ناصر الدین ضابط کھنوتی کو جسے اطاعت میں ہدیت کی تھی خیر و دور باش عنایت کیا اور کھنوتی اس کے حوالہ کی اور واپس جانیکی اجازت دیدی۔ سنارگانوں (ڈھاکہ) و گور کی محافظت بھی اسکی سپرد کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ بنگالہ میں پہلے ڈھاکہ داخل نہ تھا۔ یہ واقعہ بھی کیا زمانہ کا انقلاب دکھاتا ہے کہ بادشاہ کی خاص اولاد کو اپنے خانہ زاد غلاموں کے ہاتھ سے ملک و خیر و دور باش ملتا ہے۔ فتوح السلطان

ابن بطوطہ اُس واقعہ کو اور یہی طرح سے بیان کرتا ہے کہ جب الغ خاں ملک تلنگ میں پہنچا تو اسے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے مصاحب عبید شاہ غرقیہ کو یہ سکھایا کہ وہ مشترک کرے کہ دلی میں غیاث الدین مر گیا اسکو یہ گمان تھا کہ اس خبر کے سننے سے سب اسکی جلد ہیٹ کرینگے۔ سپاہ میں جب یہ خبر پھیلی تو امیر نے اسے یقین نہیں کیا۔ ہر ایک امیر نے اپنا انکار دیا اور اُس سے سرکشی کی۔ کوئی شخص اُسکے ساتھ نہ رہا اور اسکے قتل کے درپے ہوئے۔ ملک نمر نے انکو روکا اور الغ خاں کی حمایت اُسنے کی۔ وہ باپ پاس بھاگا صرف دو سوار اُسکے ساتھ تھے جب کا نام لسنے یا ران موافق رکھا۔ باپنے اسکو سپاہ و دولت دی اور ملک تلنگ کو پھر روانہ کیا۔ سلطان کو اپنے بیٹے کے ارادہ پر علم تھا اُسنے عبید کو قتل کیا اور ملک کا فوراً اسطرح مارا کہ زمین میں ایک میچ کو گاڑ کر اسکی نوک کو اوپر تیز کیا اور کا فوراً اٹکا کہ اُس کے حلق میں گھسائی گئی جو اسکی پسلی سے باہر نکل گئی۔ باقی امر سلطان شمس الدین بن ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین پاس بھاگ گئے و ماں لکھنوتی کے دربار میں اپنا نقشہ جمایا۔

دوبارہ ہم تلنگانہ کے لئے الغ خاں کا ورنگل جانا

اس شکست پر چارہینے کا عرصہ گزرا تھا کہ سلطان غیاث الدین نے الغ کو پھر لشکر عظیم دیا اور وہ دیوگڈہ کی راہ سے ورنگل روانہ ہوا اور تلنگانہ کی سرحد پر شہر بیدر کے حصار کو جو راجہ ورنگل سے متعلق تھا فتح کیا اور اُسنا راہیں جو اور قلعے آئے وہ بھی سحر و فتوح کئے اور اپنے مقدمہ کے حوالہ کئے اور راہوں کی حفاظت اُنکے سپہ دہیں اور خود ورنگل گیا اور دوبارہ اُسکے حصار گلی کا محاصرہ کیا اور چند روز میں تیر و ناول سنگ اندازی سے جبراً حصار بیرونی اور اندرونی دونوں کو فتح کر لیا اور بہت ہندو نو قتل کر کے انتقام لیا اور راجہ لدردیور سے کہ بال بچوں و رایوں و مقدمہ کے ساتھ امیر کیا اور انکو گھوڑوں اور ہاتھیوں اور خزانہ کے ساتھ جو ہاتھ لگے تھے ہمراہ ملک بیدار الخطاب بقدر خاں و خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے فتح نامہ لکھ کر دہلی پہنچایا۔ یہاں اس فتح کی خوشی میں تعلق آباد اور سیری اور دہلی میں قیہ بندی ہوئی اور نو طرح کے طبل بجے۔ الغ خاں نے ورنگل کا نام سلطان پور رکھا اور سارے ملک تلنگ پر قبضہ کیا اور اُسکو مقطعون اور دلات کو دیا اور متصرفت عمال نصب کئے اور ایک سال کا خرچ کل ملک تلنگ سے لیا اور ورنگل سے جارجنگر لشکر لیکر الغ خاں گیا اور چالیس زنجیر فیل یہاں سے لئے اور پھر ملک

کثرت سے گھوڑے ہاتھی اس دنیا سے چلنے شروع ہوئے۔ اس آفت سے بچاؤ تنگ ہوئی تو آدمیوں نے
متوحش خیریں اڑائی شروع کیں۔ راہوں کے بند ہونیکے سبب ایک جہینے سے دہلی سے کچھ خیر نہ آئی
حالانکہ ہر ہفتہ میں دلی کی ڈاک دو دفعہ قاصد لاتے تھے۔ اور بادشاہ کے دو تین فرمان آتے تھے
شیخ زادہ دشتی اور عبید شاعر نے بوالغ خاں کے گھر سے مصاحبین میں سے تھو خوش طبعی سے میضون تراش کر
منتشر کیا کہ دلی میں ایک حادثہ عظیم ایسا برپا ہوا کہ اس سلطان غیاث الدین مارا گیا اور کوئی اور تخت سلطنت
پر بیٹھ گیا۔ ان شیرمفسدوں نے اسی پر لکھا نہیں کی بلکہ انہوں نے امراد علانی ملک مل افغان ملک کافور و
ملک تلکین ملک تھر کے گھروں پر جا کر یہ کہا کہ دلی کا حال یہ ہے اور لغ خاں تم کو برابر کا شریک سلطنت جانتا
اس لئے اس کا یہ ارادہ ہو کہ تم چاروں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالے۔ ان باتوں کو سن کر وہ بہت مضطرب ہوئے اور لغ خاں
سے الگ ہو گئے اور اپنی اپنی سپاہ کی لٹولیاں ہمراہ لیکر ادھر ادھر چلے گئے۔ اس سے سپاہ کو ہر اس عظیم ہوا
اور اس میں بھٹی پڑ گئی۔ لغ خاں نے بھی سر اسیمہ ہو کر اپنے خاص امر کے ساتھ دیوگرہ کی زاہلی۔ دھنوں نے
فلحہ سے نکل کر ملک کی سرحد تک تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ اسی حال میں دلی سے ڈاک میں
فرمان شاہی آیا جس سے بادشاہ کی خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ اطمینان ہوا۔ اور لغ خاں صحیح سلامت
دیوگرہ میں پہنچ گیا۔ اور وہاں اپنی منتشر سپاہ کو جمع کیا۔ اور وہ چاروں سردار جو تھیں ہو کر لشکر
سے نکلے تھے آپس میں جدا ہو گئے اور ان کی سپاہ و نوکر بھی ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور ان کا
سارا اسباب اور ہتھیار ہندوؤں کے ہاتھ لگے ملک تھر تو چند آدمیوں کے ساتھ زیندار
لنگ میں جا کر دنیا سے رخصت ہوا۔ ملک تلکین کی مرہٹوں نے کھال کچھ اکر لغ خاں پاس
بچا دئی۔ اور ملک مل افغان اور عبید شاعر و ملک کافور اور وقتنہ پروازوں کو زندہ گرفتار
کر کے لغ خاں پاس بھیج دیا۔ اُس نے ان سب کو مقید سلطان غیاث الدین پاس دہلی بھیج دیا
بادشاہ نے ان سب کو سیر می میں زندہ درگور کیا۔ اُس وقت ان کو اپنی خوش طبعی کا مزہ آیا ہو گا
انکی اولاد جو پہلے سے گرفتار تھی ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالی جس سے سارا شہر لرز گیا۔ بعد ان
خراہیوں کے لغ خاں دہلی میں آیا۔ اور اپنے لشکر عظیم میں سے صرف دو تین ہزار آدمیوں کو بچا کر لایا
اس لشکر کی تریاوی کو لغ خاں کی نا تجربہ کاری پر محمول کرنا ایسا سزاوار نہیں ہے جیسا انکی خود رائی
پر جس کا اظہار اس نے اپنی سلطنت میں کیا۔

کبھی وہ لغو و جھوٹ اور اپنی شیخی و نمود کی باتیں نہ بنایا کرتا۔ غرض کو دیکھ کر سے جوانی تک اور جوانی سے پیری تک نیکی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اپنے اہل و عیال پر ہمیشہ نظر شفقت رکھی کبھی ان سے نخوت بادشاہی نہیں کی۔

مہم تلنگانہ

وزنگل کے راجہ لد دیو نے خراج نہ پہنچا اور بغاوت اختیار کی اور دیوگڈہ کی طرف میں بھی انتظام ملکی میں طرح طرح کی بد نظمیاں وقوع میں آئیں اُنکی اصلاح اور درستی کیواسے سلطان نے اپنے بٹے بیٹے انج خاں کو خیر سر پر رکھا اور لشکر دیکر وزنگل اور تلنگانہ فتح کر نیکی کے لیے پہنچا۔ دونوں علاقوں اور تعلق خاندان کے امیر مثل ملک تیمور و ملک تکیں ملک کافور مہر دار و ملک بیرم خاں ساتھ گئے شاہنشاہ نے بڑی حشمت و شوکت کے ساتھ سفر شروع کیا اور دیوگڈہ میں پہنچا یہاں کے افسر مع لشکر کے اُسکے ہمراہ ہوئے اور اُسکے ساتھ تلنگ کو روانہ ہوا۔ یہاں کاراجہ لد دیو سلطان اور خان کے خون سے بھاگا اور وہ ڈو اور پُرس مقدمہ قلعہ میں پناہ گزین ہوئے میدان میں انہوں نے انج خاں سے لڑنیکا خیال نہیں کیا۔ انج خاں نے وزنگل میں پہونچ کر گلی قلعہ کا محاصرہ کیا اور اپنے چند افسروں کو پہنچا کہ وہ ملک تلنگ کو غارت کریں اور غنائم اور غلف لشکر اسلام میں لائیں۔ لشکر اسلام کی اس غارت گری سے لشکر گاہ میں غنائم اور غلف بہت پہنچے تھے اور لشکر اسلام حصار کے لینے میں اہتمام کرتا تھا۔ تیاری فرشتہ میں لکھا ہے کہ یہاں راجہ لد دیو ایسی لڑائیاں لڑا کہ پہلی نامرئی کی بھی تلافی کی مگر آخر کو ناچار عاجز ہو کر حصار وزنگل میں محصور ہوا۔ اس نے اپنے قلعہ کے برج و بارہ کو مستحکم کر لیا تھا۔ انج خاں نے جب اسکا محاصرہ کیا اور خوب اپنی جلالت و شواعت دکھائی اور کسی آثار عجز کا اظہار نہیں کیا۔ ہر روز طغین سے جمع کثیر قتل ہوئی مگر انج خاں نے سر کو بے لقب ایسے تیار کر لئے تھے کہ وزنگل کا قلعہ فتح ہونے کے قریب تھا۔ راجہ نے عاجز ہو کر اپنے معتمد و نیکے ہاتھ پیغمبر پہنچا کہ میں مال اور اخیال جو اہر و تقایس دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ اور آئندہ سالوں میں جو پیشکش کہ سلطان علاء الدین کے عہد میں پہنچا تھا دیتا رہوں گا۔ لیکن انج خاں اس صلح پر رضی نہ ہوا۔ اور حصار کے فتح کرنے میں اور زیادہ اہتمام کرنے لگا اس اثناء میں برسات سر پرائی۔ عذونت اور آب و ہوا کی ناسازی سے لشکر میں طرح طرح کی ذباؤں و بیماریاں بکھار گرم ہوا بہت سے آدمی اور

کہ لشکر کو گراں نہ معلوم ہو۔ سلطان نے خود بھی لشکر کو بہت کچھ روپیہ دیا اور ہمیشہ اسکا اہتمام رکھا کہ کوئی ان کے زروا جب میں سے پیسا نہ کھا جائے۔ عہد علانی میں جو کسی کے لئے زمین اور زروا عام و وظیفہ مقرر تھے وہ سب بدستور رہتے تھے۔ وہ زمرطالبہ یوانی کے وصول کرنے میں نرم بہت تھا۔ لاکھوں میں سے ہزاروں اور ہزاروں میں سے سیکڑوں وصول کرتا۔ اگر ایک شخص ہرطالبہ یوانی دولاکھ روپے ہوتے اور وہ مقید ہوتا اگر دس پانچ ہزار روپیہ کا بھی کوئی ضامن ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا اور اتنے روپیہ پر رخصتی ہو جاتا غرض وہ دل سے چاہتا تھا کہ ملک دولت کے سارے کام قانون کے حکم کے موافق جاری رہیں۔ اور اس نے اعوان انصار و دولت ایسی باتیں نہ پیدا کیں کہ جس سے خلق کے خواص و عوام مشتوش ہوں۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ رعایا کو کسی طرح کی ناامیدی اس کے نوکروں کی ناہنجاری سے پیدا ہو اور وہ اس پر حکم بے وجہ کریں۔ مگر باوجود اس انصاف عدالت کے ہی غیاث الدین کے جبر اکہنے والے۔ سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کے یاد کرنے والے سلطنت میں موجود تھے ان کے نزدیک بادشاہ اچھا وہی تھا جو ناخوگواروں سے ہزاروں روپے لے لے اور ناخوگواروں کو ہزاروں روپے سلطان غیاث الدین کی ذات میں یہ صفات جمع تھیں شجاعت۔ شہامت۔ درایت۔ رزانت۔ داد دہی۔ انصاف ستانی۔ دین پروری۔ دین پناہی۔ صلاح نواری۔ تہرہ نگداری۔ حق نگداری۔ حق شناسی۔ اُسے مغلوں کے آئینے رستے سرحد پر ایسے بند کئے کہ کبھی مغلوں نے اس کے عہد سلطنت میں اس طرف آئینے لئے رخ نہیں کیا۔ اُسے بہت سی نہریں کھدوائیں۔ بانات کو اُسے سرسبز کیا حصا تعمیر کرائے۔ عام رعایا پر زراعت حرارت کو آسان کیا ویرانوں کو آباد کیا۔ جو زمینیں کہ بالکل مردہ ہو گئی تھیں انکو زندہ کیا۔ اگر وہ زیادہ دنوں زندہ رہتا تو معلوم نہیں کتنے ویران بیابانوں کو میوہ کا باغ اور پھولوں کا بوستان بناتا اور گنگا جمنہ جیسی نہریں کھدوا دیتا اسکو عمارات کی تعمیر میں بڑا اہتمام تھا۔ حصا تعلق آباد اس بادشاہ کی یاد دلائیگا۔ اس کے عہد میں زہرن پاسبان بن گئے تھے انہوں نے کما بئر پیچڈالیں۔ تنواروں کو نوکر آلات زراعت بنا لئے۔ سوار اس کے سلطان غیاث الدین تعلق مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اسکا اعتقاد پاکیزہ تھا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت پڑھتا تھا۔ جمعہ کی نماز کبھی ٹانہ نہ کرتا۔ رمضان کے روزہ رکھتا۔ اور فیسیوں دن تہذیب کی نماز پڑھتا۔ اکثر اوقات با وضو رہتا کبھی اُسے زنا نہیں کیا۔ کبھی شراب نہیں پی۔ اور سب خواص و عوام کو شراب پینے کی سخت ممانعت کرتا

انے روپیہ وصول ہوتا۔ ایک سال میں اس طرح روپے کے واپس لینے سے خزانے علانی جیسے پہلے صورت تھے
 ویسے ہی اب پھر روپے ہو گئے۔ سلطان میں چھت بھی جو محل روپیہ کے لینے کا ہوتا وہاں لیتا اور جو محل
 دینے کا ہوتا وہاں دیتا۔ نہ بے وجہ کسی سے لیتا نہ ناحق کسی کو دیتا۔ انعام میں تو سب کا طریقہ اختیار کیا
 تھا نہ یہ کہ ایک شخص کو اس قدر انعام ناحق دیدیا کہ اس کے اور ساتھ ہی احمد کے ماہے مرے جانے لگے نہ یہ کہ
 مستحق کو انعام سے محروم رکھا کہ وہ آرزو خاطر ہوا۔ غرض اس انصاف سے انعام تقسیم کرتا کہ انعام پانیوالوں
 میں حسرت حسد نہ پیدا ہوتی۔ کل خواص عام کو وہ اپنے انعام سے مستفید کرنا چاہتا تھا جب کوئی فحاشی
 آتا یا بیٹا پیدا ہوتا یا شانہ زادوں کی اور تقریبات شادی ہوتی تو وہ شہر کے صدور و اکابر و علماء و
 مفتیوں و مدرسوں اور علموں کو اپنی دولت سراسر میں طلب کرتا اور ان کے مرتبے کے موافق ہر ایک کو انعام دیتا
 اور جو مشائخ و گوشہ نشین حاضر نہ ہو سکتے تھے ان کے پاس یہ قیوم ہوا دیتا۔ غرض بادشاہ کو جو خوشی ہوتی
 اس کا حصہ سب کو پہنچا دیتا۔ اگرچہ تھوڑا دیتا تھا مگر بہت آدمیوں کو دیتا تھا اور بار بار دیتا تھا۔ اس سبب
 سے ہر شخص کو بہت کچھ ملتا تھا۔ سلطان غیاث الدین کی ذات میں عجب نیک خوئی ہی عام تھی کہ وہ یہ
 چاہتا تھا کہ اہل مملکت آسودہ اور غنی ہوں اور رعایا اور لشکری کل طوائف سب فراغت سے رہیں اور
 راحت سے زندگی بسر کریں اور کوئی محتاج ویسے نہ لوانہ رہے۔ ساری رعایا خواہ ہندو ہو یا مسلمان
 اپنے کاموں کی اجرت ایسی پاتے تھے کہ جسے آسودہ حال ہوتے تھے اور سائل اور بیچارہ اور در ماندہ
 نہ ہوتے تھے۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ لوگ گداہی چھوڑ دیں اور کسب معاش میں مشغول ہوں۔ لوگوں کے
 دروازوں پر فقیروں کا اجتماع نہ ہو۔ اس گداہی سے جو اور خسریاں پیدا ہوتی
 ہیں وہ نہ ہوں۔

سلطان غیاث الدین لشکر جو سرمایہ لگاری ہر مادر و پدر سے زیادہ مہربان تھا۔ وہ صلہ کی کیفیت
 کو خود دیکھتا اور کبھی اسکا روادار نہ تھا کہ کوئی امیر سپاہی کی کوڑی مار رکھے۔ وہ لشکر کے زن و فرزند کے
 خرچوں کو خوب سمجھتا تھا اس لئے اسے علیہ و امتحان تیر و داغ قیمت اسب کے باب میں جو فوائد علانی
 تھے وہ بدستور قائم رکھے۔ خسرو خان نے جو لوگوں کو روپیہ دیا تھا وہ سب واپس لیا اور روپیہ لشکر سے اس طرح
 وصول کیا۔ ایک سال کی تنخواہ لشکر کی تنخواہ میں سے وضع کی اور لشکر کو جو واجب نے زیادہ مل گیا تھا اس کی
 نسبت حکم دیا کہ اس کو ابھی نہ طلب کریں فاضلات ختم کے دفتر میں دے دیں اور بہترین رج وصول کریں

تو یہ اُن کا حق مفدی سمجھنا چاہئے اگر وہ اور رعایا کی طرح خراج دین تو پھر اپنی غلطی و مقصدی سے اُنکو
 فائدہ کیا حاصل ہو جن امر اولک کو وہ اقطاع دیتا اُنکو وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مال خراج کے
 طلب میں دیوان وزارت میں اُنکی ذات کی طلبی ہو جس سے ان کی بے عزتی و بے حرمتی ہو بلکہ اُنکو
 وہ نصیحت کرتا کہ وہ اپنے اقطاع میں طبع کو کام میں نہ لائیں اور اپنے کارکنوں کو ان کا معمول دیتے
 ہیں اور چوٹ بکڑ کے موجب مفدی ہیں اس میں ایک دام و دانگ بھی کم نہ کریں۔ اپنی طرف سے
 لشکر کو کچھ دویا نہ دو اس کا تم کو اختیار ہے مگر ان کی تنخواہ کی کوڑی باقی نہ رکھو جو امیر نوکر کی
 تنخواہ کھا جائے اس سے بہتر ہے کہ خاک کھائے۔ اُس کو امیر نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن اگر بیواں
 یا بیٹیوں یا دسواں پندرہواں حصہ خراج کا ولایت اور اقطاع سے وہ لے لیں تو اُنکی
 ممانعت نہیں ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ مطالبہ خراج کی علت میں امیر راخو ذکے جائیں۔ اگر
 اقطاع داروں پر دس پانچ ہزار کی باقی ہو تو اُس کے لئے وہ فضیحت نہ کئے جائیں اور لت و شکنجہ
 و تہ بند و زنجیر کی تعزیر سے معاف رکھے جائیں مگر جو بالکل نادہند و خان روچور ہوں اُنکی خوب
 فضیحت و رستوائی کرنی چاہئے۔ اور جو کچھ انکے ذمہ چاہئے ہو اُنکے گھر بار سے وصول کیا جائے
 غرض اس بادشاہ نے جاگیر داروں اور مقدموں اور خطیوں کی رسوم ایسی مقرر کر دیں کہ اُن کی وہ
 فضیحت رسوائی جو ہوتی تھی پھر نہ ہوئی اور اُس نے دیوان وزارت میں کار و ارد کارکن نیک نام
 مقرر کئے تھے کہ جو کام وزارت اور مقدموں اور اقطاع داروں سے متعلق تھے وہ نہایت خوش سلوکی
 سے ہونے لگے چونکہ خزانہ شاہی پر خسرو حال جھاڑ پھیری تھی اسلئے سلطان غیاث الدین نے ایک دو
 سال تک ان لوگوں پر جو اس خزانہ کو ناقض اُڑا کر لے گئے تھے طلب مال میں تشدد کیا۔ اس لوٹکے
 مال کے واپس دینے والوں کے کئی فریق تھے۔ ایک فریق نے تو خدا ترسی سے جو مال خسرو خاں سے
 لیا تھا خزانہ سلطانی میں بے کم و کاست داخل کر دیا ایسے ایماندار تھوڑے تھے۔ دوسرا فریق مال کو
 دوست رکھتا تھا وہ مطالبہ زر کو تاخیر میں ڈالتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منت سماجت شہوت سے اس
 مطالبہ کو سر سے ملے مگر سلطان خلجی شاہ اُنکے عذرات کو مستانہ تھا اور بڑی سختی سے اُن سے
 روپیہ لیتا تھا۔ تیسرا فریق طماع و حریص فہارت گرجے دیانت و چور تھا۔ اس میں بہت آدمی تھے
 ہر چند وہ دلیل رسوائی کے جاتے مگر روپیہ ہاتھ سے نہ دیتے۔ جو تیاں کھاتے قید ہوتے پٹے تو کہیں

اسکوانغ خاں کا خطاب درپترو یا اور ولیعہد کیا۔ اور اپنے اڈ چاریٹوں کو یہ خطاب عطا کئے بہر خاں
طفہ خاں - محمود خاں - نصرت خاں - بہرام ایبہ کو اپنا بھائی بنایا اور کٹلو خاں
کا خطاب دیا۔ اور ملتان اور سندھ کی حکومت اس کو دی۔ اور اپنے بھتیجے ملک اسد الدین
کو نائب بار بک اور اپنے بھانجے ملک بہاؤ الدین کو عرض ملک مقرر کیا اور مانہ جاگیر میں دیا اور اپنے
داماد ملک شادی کو دیوان وزارت کا کارفرما بنایا۔ اسنے اپنی فراست سے اپنی ہماری سلطنت میں
نیکسی کو یکبارگی سرفراز کیا کہ وہ اپنے آپ میں نہ رہے اور جو کام نہ کرنے کے ہیں وہ کرنے لگے اور نہ
کسی شخص کی خدمت قدیم اور استحقاق ذاتی کو فرو گذاشت کیا کہ جس سے وہ آزدہ خاطر اور دل
شکستہ ہو حضرت امیر خسرو کا یہ شعر اس کے حسب حال تھا کہ

کائے نکر و جز کمالات علم و عقل گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

سلطان غیاث الدین کی طبیعت میں انتظام و انقیاد و اتیلاف فراہمی و زیادتی عمارت اور آبادی کی
کثرت تھی کہ بمقتضائے طبیعت خراج بلاد و ممالک کے باب میں اس نے عدل و انصاف سے
دیوان وزارت کو حکم دیا کہ اقطاع اور زمینوں پر تخمینہ سے سایعوں کی سعایت سے
قیمت زیادہ کرنے والوں کے بتلانے سے ایک دسویں اور ایک گیارہویں حصہ
سے زیادہ خراج نہ بڑھایا جائے کرے۔ دیوان وزارت ایسی کوشش کرے کہ
ہر سال زراعت کی افزائش ہوتی جائے۔ یہ نہ ہو کہ خراج پر کچھ نہ کچھ ایسا ہمیشہ بڑھتا
رہے کہ خراج کی گرائی سے دفعہ ملک خراب ہو جائے یا اسکی ترقی کی راہ مسدود ہو جائے۔ رعایا سے خراج
اس طرح لیا جائے کہ رعیت کی جو زراعت بالفعل ہو وہ قائم رہے اور اس پر کچھ اور اضافہ ہر سال ہوتا جائے
اس سے اس قدر خراج نہ لیا جائے کہ حال کی زراعت کا تنزل ہو اور آئندہ زراعت کی ترقی نہ ہو جب
باو شاہ ملک زیادہ خراج طلب کرتا تو وہ ویران ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں پر اتنا خراج مقرر کیا کہ نہ وہ
ایسے تو نگر ہو گئے کہ دولت کے نشہ سے بدست ہو کر سرکش ہو جائیں نہ ایسے بینوا اور مفلس ہو گئے
کہ زراعت و حراشت نہ کر سکیں اور جاگیر داروں کو حکم تھا کہ وہ خراج لینے میں اس امر کی طرف توجہ
رکھیں کہ غوطی و مقدم خراج ملطانی سے خراج رعایا سے کوئی جتنے سکیں۔ غوطیوں اور مقدموں کے
عہدے ایسے ہیں کہ انکی گردن پر بہت بوجھ رہتا ہے اسلئے اگر وہ خاص اپنی زراعت و چرائی نہ دیتے ہوں

پہاڑوں کے درمیان رہتی ہے پہلے وہ ضعیف الحال تھا۔ سندھ میں آنکر ایک سوداگر کی نوکری گھوڑوں
 کے چرانے کی کی جبکو گلوانی یا حلویان کہتے ہیں۔ یہ مانہ وہ تھا کہ سلطان علاء الدین کا بھائی الغیاں
 سند کا حاکم تھا۔ اسکو اپنے ہاں پیادوں میں اُسے نوکر کر لیا۔ اُس نے اپنی سجاوٹ و شرافت
 ایسی دکھائی کہ سواروں میں بھرتی ہو گیا اور امراء و صغاریں سے ہو گیا اور میراخور مقرر ہوا اور آخر
 کو امراء و کبار میں سے ہو گیا۔ اُس نے طمان میں مسجد بنائی ہے اُسکے مقصودہ (دار امام) پر یہ لکھا
 میں نے خود پڑھا ہے کہ میں تاناریوں سے اونٹیں دفعہ لڑا ہوں اور ان کو شکست دی ہے
 اس واسطے غازی ملک میر القتب ہوا۔ یہاں میں کو شک سیری میں تخت سلطنت پر سلطان
 غیاث الدین تغلق نے جلوس فرمایا خسرو خاں اور خسرو خانیوں کے سبب سے جو انتظام
 ملک میں خلل پڑ گئے تھے اور کارخانے کے کارخانے درہم و برہم ہو گئے تھے ان کا انتظام ایک
 ہفتہ میں کر لیا۔ اس نے رعیت کی صلاح و فلاح کی طرف ایسی رعیت کی کہ وہ خاص و عام
 کا مقبول دلی ہو گیا۔ اور طغیان و تمرد جو ہر طرف اٹھ رہا تھا وہ اطاعت و انقیاد سے
 مبدل ہو گیا۔ جس روز وہ تخت پر بیٹھا اس نے حکم دیکر خاندان علانی اور قطبی میں سے جو
 حرام خوروں کے ہاتھ سے بچکر باقی رہے تھے ان کو جمع کیا اور ان کا حق خدمت ادا کیا اور
 اپنے ولی نعمتوں کے اہل حرم کی وہ حرمت کی جو اسپر واجب تھی اور سلطان علاء الدین
 کی لڑکیوں کے نکاح بڑے اچھے گھرانوں میں کر دئے۔ اور جن لوگوں کے سلطان قطب الدین کی
 بیوی کا نکاح تیسرے روز خاوند کے مرے کے بعد خلاف شرع کر دیا تھا انکو سخت سزا دی اور علانی لوگ
 اور امراء و کارداروں کے جو اقطاع و واجبات عہدے تھے مستقل برقرار رکھے اور ان کو اپنا
 خواجہ تاش سمجھا۔ اسکی ذات میں نہایت وفاداری اور حق گذاری تھی اپنے ملک کے عہد میں جسے
 کہ وہ شناسائی رکھتا تھا یا کسی وقت میں کسی نے اسکی خدمت کی تھی یا اُس سے اخلاص رکھتا تھا تو
 اپنی پادشاہی میں اُسے سلوک جو اُنکے مناسب حال تھے فرموا کر دئے۔ اور کسی کا حق خدمت ضائع نہیں کیا
 وہ جمیع معاملات ملک داری میں طریقہ اعتدال اور رسم میانہ روی کو مرمی رکھتا تھا صاحب حق کو محروم
 نہ رکھتا تھا اور ناتقی کو سزا فرما نہیں کرتا۔ اسکے ہاں یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص کو ہزار روپے دیدیں
 اور دوسرے کو جو اسکی برابر کا مستحق ہو کوڑی نہ دیں۔ اُسکے بڑے بیٹے جو نانے بڑے دلیر کام کہا کرتے تھے

ارشاد کیا کہ اے امیر اور شریفوں بھی ایک تم میں سے ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے اپنے ولی نعمت کا انتقام ایک بے ایمان سے لیا۔ اگر کوئی شخص ہمارے آقا کے خاندان کا باقی ہوا ہو تو اس کو لے آؤ اور تخت پر بٹھاؤ۔ اور سب متفق ہو کر اس کی خدمت بجالاؤ۔ اور اگر کوئی باقی نہ رہا ہو تو جس کو لائق جانو اس کو بادشاہ بناؤ۔ میں بھی اس کی فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں۔ میرا مطلب یہاں آنے سے فقط انتقام لینا تھا۔ کچھ تخت اور سلطنت حاصل کرنا مقصود نہ تھا۔ اس بات کو سن کر سب امیروں نے عرض کیا کہ خاندان غلجی میں کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ ہم سب کا تو ہی سرتاج ہی تو ہی ہم سب اہل ہند کی سپر بنا رہا ہے۔ مغلوں کو تو نے یہاں نہیں آنے دیا ہی تخت اور سلطنت تیرے ہی لیاقت کا حق ہے۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔ یہ کہہ کر سب نے غازی خاں کا ہاتھ پکڑا اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اور غیاث الدین تغلق کا خطاب دیا۔

باب دوم شاهان تغلق کا بیان سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شاہان تغلق کے اصل نسب کو نہ متقدمین نہ متاخرین مورخوں نے تحقیق کر کے لکھا ہے۔ میں نے لاہور کے امیر کے جو تاریخ سے شوق رکھتے تھے اور سلاطین ہند کے حال سے مطلع تھے دو دمان تغلق کی اصل نسب کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے بھی کسی کتاب میں بالضریح لکھا ہوا نہیں دیکھا۔ مگر اس ملک میں مشہوریوں کے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا باپ ملک تغلق سلطان غیاث الدین بلین کا ترکی غلام تھا اس نے یہاں کی کسی جاہلی سے نکاح کر لیا تھا اس سے سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پیدا ہوا تھا۔ لطافت میں مسطور ہے کہ تغلق اصل میں قلع تھا یہ ترکی لفظ تھا ہندوؤں نے اسے مغلوب کر کے تغلق بنا لیا اور بعض نے تغلق کا قلمو بنا لیا ہے۔

ابن بطوطہ یہ لکھتا ہے کہ لٹان کی خلفاء میں مجھے شیخ امام رکن الدین نے یہ بیان کیا کہ سلطان تغلق کی قوم ان ترکوں میں سے ہے جو کوعرف میں کرو نہ کہتے ہیں اور وہ مسعود اور ترکستان کے

پاس ایک باغ تھا اُس میں چلا گیا۔ تغلق کے گرد خلعت کا ہجوم ہوا۔ اور وہ شہر کی طرف چلا۔ حاکم قلعہ کنجیاں لایا۔ وہ محل میں داخل ہوا اور اُس کے ایک جانب میں بیٹھ گیا۔ اُس نے کشلو خاں سے کہا کہ تو بادشاہ ہوخان نے جواب دیا کہ آپ کے ہوتے مجھے کیا سلطنت زیبائی۔ غرض یہ دونوں آپس میں بحث کرنے لگے کہ تو بادشاہ ہو خاں نے کہا کہ اگر آپ بادشاہی نہیں قبول کرتے تو آپ کا بیٹا سارے اختیارات بادشاہی لیتا رہے۔ تغلق کو بیٹے کی بادشاہی پسند نہ تھی۔ اس لئے اُس نے بادشاہی اختیار کی اور تخت سلطنت پر بیٹھا۔ کل امرا نے اُس سے بیعت کی۔

خسرو خاں تین دن تک اسی باغ میں چھپا رہا۔ بہوک کے مارے جب برا حال ہوا تو وہ باہر آیا اور باغ کے محافظ سے کھانے کو کچھ مانگا۔ اُس پاس کچھ کھانے کو نہ تھا کہ دیتا۔ خسرو نے اُس کو اپنی انگوٹھی دی کہ اسے چکر کھانے کو خرید لائے۔ جب یہ شخص بازار میں انگوٹھی بیچنے گیا تو لوگوں کو اُس پر شبہ ہوا۔ وہ اُس کو پکڑ کر کو تو ال پاس لے گئے۔ کو تو ال اُس کو تغلق پاس لے گیا۔ اُس شخص نے تغلق کو بتلادیا کہ کنسے انگوٹھی دی تھی۔ تغلق نے اپنے بیٹے جو نا کو بھیجا کہ خسرو کو پکڑ لائے اُس نے خسرو کو گرفتار کیا اور ٹوپی پر سوار کر کے باپ پاس اُس کو وہ لایا۔ جب خبر و تغلق کے روبرو آیا تو اُس نے کہا کہ میں مجھو کا ہوں کچھ کھلاؤ۔ تغلق نے اس کو کھانا کھلایا۔ شربت چلوایا۔ پان بھی دیا۔ جب خسرو کھانا کھا چکا تو وہ کھڑا ہوا اور بولا اے تغلق تو مجھے ذلیل نہ کر میری مہربانیاں ایسی کر جیسی کہ بادشاہوں کو سزاوار ہے۔ تغلق نے کہا بہت اچھا اس کے حکم سے خسرو کی گردن اسی طرح اُسی مقام پر اڑائی گئی جس طرح اوجس مقام پر قطب الدین کی گردن اُس نے اڑائی تھی۔ اُس کا سر اور دھڑ محل کی چھت سے اسی طرح پھینکا گیا جس طرح کہ اُس نے بادشاہ کو پھینکا تھا۔ بعد ازاں تغلق نے اس کی لاش کو حکم دیا کہ اُسی قبر میں دفن کی جائے جو اُس نے اپنے لئے بنوائی تھی۔ ازاں ابن بطوطہ سلطان تغلق کا یہ کام نہایت انسانیّت اور قابلیت کا تھا۔

غزوہ شعبان ۸۷۵ھ کو سب امیر اور شریف مبارکباد فتح کی دینے کو آئے۔ اور قلعہ دار نے کنجیاں دروازہ کی پیشکش کیں۔ غازی ملک سوار ہوا اور شہر میں آیا۔ جب قصر نزار ستون کے پاس پہنچا تو بے اختیار روئے لگا۔ قطب الدین اور اُس کی اولاد کی تعزیت کی۔ بعد ازاں آواز بلند یہ

ارادہ کیا تو اسکے پاس صرف تین سو سپاہی تھے جن پر وہ میدان کارزار میں پورا اعتماد رکھتا تھا۔ اُسے
 کشلو خاں جو نشان میں دیپال پور سے تین روز کے رستہ پر تھا لکھا کہ میری امداد کو آؤ اور قطب الدین
 کے احسانین کو یاد کرو اور اسکے قاتلوں سے انتقام لو۔ کشلو خاں کا بیٹا دہلی میں تھا اس سبب
 اُسے یہ جواب تعلق کو دیا کہ اگر میرا بیٹا میرے پاس ہوتا تو ضرور میں آپ کی مدد کرتا۔ تعلق نے اپنے بیٹے
 جو ناکو اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور اُس سے درخواست کی کہ تم دہلی سے بھاگ کر میرے پاس چلے آؤ
 اور اپنے ساتھ کشلو خاں کے بیٹے کو بھی لاؤ۔ یہ نوجوان اشرف ایک دانو چلا اور وہ چل گیا۔ اُسے
 خسرو خاں سے کہا کہ گھوڑے موٹے اور بھاری بہت ہو گئے اگر پہلے نہ جائیں گے تو تیار ہو جائیں گے
 خسرو خاں نے گھوڑے کو پھرانے کی اجازت اسکو دیدی۔ پس یہ میرا خورسرو روز گھوڑے پر سوار
 ہوا تو اپنے ماتحتوں کو اپنے ساتھ لیجا تا۔ اور ایک گھنٹے سے تین گھنٹے تک گھوڑے پر اگر شہر میں آجاتا
 پھر وہ چار گھنٹے تک اسی طرح غیر حاضر بنے لگا۔ پھر ایک دن گھوڑے پھر انے ایسے گئے کہ دوپہر کے
 بعد تک وہ پہر نہ آئے۔ یہ وہ وقت ہی جس میں اہل ہند کھانا کھاتے ہیں۔ بادشاہ نے ہر چند اُسکے پیچھے
 گھوڑے دوڑائے مگر اُسکی گرد کو نہ پہونچے۔ وہ اپنے باپ پاس مع کشلو خاں کے بیٹے کے پہونچ گیا
 اب تعلق نے کھلی بغاوت اختیار کی اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ کشلو خاں بھی
 اپنی سپاہ لیکر اُس سے آن ملا۔ خسرو خاں نے اپنے بھائی خانخاناں کو اُس سے
 لڑنے بھیجا مگر وہ شکست کھا کر اپنے بھائی پاس آتا چلا آیا۔ اُس کی سپاہ کے افسر قتل
 ہوئے۔ خزانہ چھینا گیا۔ پھر تعلق دہلی میں گیا وہاں خسرو آسیا باد (ہوا چکی) کے پاس اس
 لڑنے کھڑا ہوا۔ اُسے خزانہ کارپوین کر نہیں دیا بلکہ تھیلوں میں لٹا دیا۔ لڑائی دونوں شروع ہوئی۔ ہند
 بڑی خوشی سے لڑے۔ تعلق کی سپاہ کو شکست ہو گئی اور اسکا خیمہ ڈیرہ لٹ گیا۔ اور صرف اُسکی ذات خاص کے
 تین سو سپاہی اُسکے گرد رہ گئے۔ جنکو اُس نے چلا کر کہا کہ کہیں تم بھاگ جاسکتے ہو۔ جہاں جاؤ گے مائے جاؤ گے
 خسرو خاں کے سپاہی بوٹ پر ایسے جھمکے کہ پرانگندہ ہو گئے کہ چند ہی آدمی اُسکے پاس رہ گئے۔ تعلق اور اُسکے
 سپاہی پھر اُس پر حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں لڑائی ہوئی خسرو خاں کے لشکر کو شکست ہوئی
 اور کوئی آدمی اس پر پاس باقی نہیں رہا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سے اتر کر بھاگا۔ اپنے لہڑے اور تھپاٹا تار کر
 پیٹک دے مرنے میں قیص پہنے رہا اور اپنے بالوں کو کندھے پر پھیلادیا۔ اور جوگی کی صورت بن گیا

میںجا یار و خضر شہزادہ ہما و ہمنان یوسف
 فغانی آفتاب من بایں اغازی آید
 اب خسرو خاں خزانہ سے تمام روپیہ نکال کر لشکر میں لایا اور سارالشکر کو تقسیم کر دیا۔ دو دو ڈھائی ڈھائی سال
 کی تنخواہ پیشگی دیدی۔ غرض اس فیاضی میں یہ بھی کہ غازی خاں ملک کو خزانہ میں کٹوری ہاتھ نہ لگے اس
 طرح خزانہ میں جھاڑو دیدی۔ سپاہی جو صادق الاعتقاد مسلمان تھے وہ اس طرح ہزار ہا روپیہ لیکر اور خسرو خاں
 پر سیکڑوں لغتیں بھیج کر اپنے گھر کو چلے گئے وہ اپنے عقیدہ کے موافق ملک غازی سے لڑنے کو فخر سمجھتے
 تھے۔ خسرو خاں کا پرمضویہ بن پڑا کہ میں بھی علاء الدین کی طرح زر پاشی کر کے ہر دل عزیز ہو جاؤں گا
 خسرو خاں سے عین الملک ملتانی باغی ہو کر اجین و دہار کو روانہ ہوا۔ اس سے خسرو خاں کا
 دل اور بھی شکستہ ہو گیا۔ مگر باوجود اسکے وہ اندر پرت کے میدان میں غازی ملک سے صف آرا ہوا
 ملک تبلیغہ ناگوری جو دل جان سے خسرو خاں کا یار غار تھا۔ وہ مارا گیا اسکا سر غازی ملک کے روپرو
 لایا گیا۔ اوپر قرۃ قیام کہ شائستہ خاں و عرض ممالک تھا۔ اُسے جب دیکھا کہ کام بگڑا تو وہ بھاگتا اور
 آشنا راہ میں غازی ملک کی بہرہ نگاہ کو غارت کرتا گیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کے بعد غازی ملک نے
 دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور اُس کو پریشان کر دیا۔ خسرو خاں بھاگ کر تلپت میں گیا تو ایک
 آدمی اس کے ساتھ نہ تھا۔

صدیاری بود بناں شکے نیست
 چوں کا رفت بجای یکے نیست
 تلپت سے وہ اپنے مالک ملک شادی غلامی کے باغ میں چھپا اور ایک رات وہیں چھپا رہا۔ اسکے
 آدمی جہاں گئے وہاں کے لوگوں نے نہیں مار ڈالا۔ اور گھوڑے اور تھپیار انکے چھین لئے۔ دوسرے
 روز برغان میں خسرو خاں گرفتار ہوا۔ ۲۳۔ جب ۱۱۷۱ مطابق ۲۶۔ اگست ۱۷۵۸ کو یہ غاصب کا ولایت خان سے
 مارا گیا۔ اوپر جو کچھ بیان ہم کیا ہے وہ زیادہ تر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی سے لکھا ہے اُس
 زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر وہی ہے۔ مگر ابن بطوطہ نے جسکا ذکر ہم آئندہ کریں گے اس
 اوپر کے بیان کو اس طرح لکھا ہے۔

جب قطب الدین بادشاہ ہوا تو غازی ملک تغلق کو شہر و ضلع دیپال پور کا حاکم مقرر کیا اور اُسکے
 بیٹے جو ناز آفتاب کو میر آخر مقرر کیا جسے بادشاہ ہوئے پر اپنا لقب محمد تغلق رکھا۔ قطب الدین مر گیا او
 خسرو خاں بادشاہ ہوا اُسے جو ناگو میر آخر کے عہدہ پر بدستور برقرار رکھا جو وقت تغلق نے بغاوت کا

خیال اسی طرح نہیں کیا جس طرح سے کہ کوئی صفت شکن کارزار میں دشمن کے پیادہ و سوار کا خیال نہیں کرتا وہ تنہا دیوال پور کو رواں ہوا جب خسرو خاں کو اُسکی خبر ہوئی تو ہسکی جان نکل گئی۔ سوار اس کے پیچھے دوڑا۔ بے مگرا سکا پتا نہیں لگا۔ سوار خاک چھان کر اُسے چلے آئے۔ جو ناخاں رات درمیان سرستی میں پہونچا۔ یہاں باپ نے محمد سرتیہ کو دو سو سوار کے ساتھ دیو پال پور سے بھیج کر قلعہ سرستی کو محفوظ کر رکھا تھا۔ جو ناخاں سرستی سے سوار ہو کر اپنے باپ پاس دیو پال پور پہونچا۔ باپ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خوشی کے شادیانے بچائے۔ وہ اپنے ولی نعمت کے خون کے انتقام لینے پر آمادہ ہوا خسرو خاں نے اپنے بھائی کو جسے خانخاناں کا خطاب ہے رکھا تھا اور یوسف صوفی کو جس کا خطاب یوسف خاں تھا لشکر کا سردار بنا کے دہلی سے دیو پال کی طرف روانہ کیا۔ وہ سرستی پہونچے مگر اپنی ہستی کے سبب اُسکو غازی ملک کے سواروں سے خلاص نہ کر سکے۔ غازی ملک نے پہلے اس سے کہ خسرو خاں کا لشکر دہلی سے روانہ ہو ملک بہرام ایبہ کو اچھ سے بلایا اور وہ سوار و پیادوں سمیت دیو پال پور میں غازی ملک سے آن ملا اور رستہ میں ملتان کے حاکم غلطی کا کام تمام کرتا گیا۔ اس نے ملک غازی کو طلب معاونت کا جواب یہ دیا تھا کہ مجھے اور تجھے دہلی کے بادشاہ سے لڑنا نہیں چاہیے۔ ملک غازی تعلق نے ملک یک لکھی حاکم سمانہ سے بھی معاونت کی درخواست کی تھی مگر اُس نے یہ دعا بازی کی کہ تمام خط و کتابت ملک غازی کی خسرو خاں پاس بھیج دی۔ اور خود ملک غازی پر لشکر کشی کی مگر اول ہی حملہ میں شکست پائی خسرو خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ زمینداروں نے رستہ ہی میں اُسے مار کر ہلاک کیا۔ اب ملک غازی اور جو امرا، ملک حلال تھے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ سرستی کے قریب پہونچے تو دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ خسرو خاں کے لشکر کے سردار نا آزمودہ کار تھے بھلا وہ کہ ملک غازی جیسے تجربہ کار جو امرا و لشکر کے سامنے ٹھیر سکتے تھے۔ فتح کے بعد ملک غازی ایک ہفتہ تک میدان جنگ میں مقیم رہا۔ اور دشمنوں نے جو غلام ہاتھ آئیں وہ لشکر کو تقسیم کرتا رہا۔ اور اب وہ لشکر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کے قریب پہونچا۔ خسرو خاں مضطرب ہو کر دہلی سے باہر نکلا مگر سفر بکرا سکا خوش غلامی کے پہلو میں مقیم ہوا احمد ابراہیم پشت اور باغات روبرو تھے۔ ملک غازی کمال تحمل کے ساتھ دہلی میں آیا۔ زمانہ اسی امر لیت میں یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ۵

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس خسرو خاں کی تین چار مہینے کی بادشاہی میں مسلمان تین چار قسم کے ہو گئے تھے۔ ایک قسم کے تو وہ مسلمان تھے جو حرص و طمع دنیا کی شدت اور ضعف ایمان اور سستی اعتقاد کے سبب سے خسرو خاں کے دل جان سے دوست یار تھے۔ اور وہ اسکی دولت و ملک کی افزائش چاہتے تھے۔ اور اس سے خوب دولت لیتے تھے۔ دوسری قسم کے مسلمان ایسے تھے کہ وہ خسرو خاں کے انعام و اکرام خوب لیتے تھے اور بیچ و تمیز سے خوب روپے کماتے تھے لیکن وہیں اس سے وہ ناراض رہتے تھے اور اسکی سلطنت سے خوش نہوتے تھے ایسے مسلمان بہت تھے تیسری قسم کے مسلمان ایسے بہت تھے جو تھے کہ جب سے خسرو خاں تخت پر بیٹھا تھا انکو دن کا کھانا خوش معلوم ہوتا تھا نہ رات کی نیند رات دن وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسکا قلع قمع کیجئے۔

ملک فخر الدین جو ناخاں کا (جو آخر کو سلطان محمد تغلق ہوا) خسرو خاں کے پاس سے بھاگنا اور اپنے باپ غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پاس دیال پور جانا اور پھر وہاں سے دہلی میں فتح پاکر اور خسرو خاں کو قتل کر کے غازی ملک کا بادشاہ ہونا

خسرو خاں اپنی سلطنت کے احکام کو واسطے ہی نہیں کام کیا تھا کہ اپنے ہندو بھائی ہندو کو بڑی بڑی عہد و عہد مقرر کیا تھا بلکہ مسلمان پرانے امیر و نیکو بھی اعلیٰ عہد و عہد مقرر کیا تھا۔ ان کے ملک فخر الدین جو ناخاں تھا جسکو میر آخو مقرر کیا تھا۔ اسکو بہت انعام و اکرام دیتا تھا اور سب اسکا یہ تھا کہ جو ناخاں کا باپ ملک غازی تھا جسے بڑی بڑی اڑانیوں میں ملو نکو شکست دی تھی وہ دیال پور میں حاکم تھا خسرو خاں اس سے بہت ڈرتا تھا بیٹے کی اسلئے وہ خاطر کرتا تھا کہ باپ دہلی میں آجائے تو وہ دم میں پھنس جائے اور یہ کانٹا بھی جو کھٹکتا ہے پھل جائے خسرو خاں کی حرکات ناظم کو جو اسلام کی نسبت وہ کراتاج ملک غازی سنتا تو اسکی چھاتی پر سانپ ٹوٹا اور سلطان قطب الدین کے قتل کے انتقام کا جوش اٹھتا مگر وہ دیال پور (دیال پور) سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ بیٹا جو ناخاں دہلی میں پھنسا ہوا تھا اب اس بیٹے نے یہ جو آخر دانہ کام کیا کہ غازی تو کول کر کے چند نفر غلام ہمراہ لیکر دہلی سے بھاگ گیا۔ اسنے جمعیت خسرو خاں

اسکا بھائی تھا۔ گری کا مٹھ تھا بادشاہ چھت پر سوتا تھا اور اسوقت اُس پاس سوار چند جوانوں کے کوئی اور نہ تھا۔ ہندو ہتیار بند ہو کر چار دروازوں سے نو گزر گئے مگر جب پانچویں دروازے پر پہنچے یہاں قاضی خاں موجود تھا انکی صورت کو دیکھ کر اُسکو شبہ ہوا کہ ان کا ارادہ شرارت کرنے کا ہے اسلئے انکو اندر جانے سے منع کیا اور جب تک بادشاہ کا حکم صاف صاف نہیں لاؤ گے میں اندر نہیں جانے دوں گا۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ ہم کو وہ اندر نہیں جانے دیتا تو اُسکو مار ڈالا۔ جب اس ہنگامہ کا غل شور ہوا اور بادشاہ کے کان تک وہ پہنچا تو اُس نے پوچھا کہ کیا ہے تو خسرو خاں نے کہا کہ ہندو جو مسلمان ہونیکے لئے آئے تھے اُنکو قاضی خاں نے آنے سے روکا ہے۔ اس بات کے سننے سے بادشاہ خائف ہوا اور چاہا کہ محل کے اندر چلا جائے مگر دروازہ بند تھا اور جوان اُسپر کھڑے تھے بادشاہ نے دروازہ کو کھٹ کھٹایا کہ خسرو خاں اُسکے پیچھے لپک کر پہنچا۔ بادشاہ زبردست تھا وہ خسرو خاں کو نیچے لے بیٹھا مگر اُس نے ہندوؤں کو پکار کر کہا کہ جو فوج سوار اُسے قتل کروں انہوں نے قتل کیا اور اُسکا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔

خسرو خاں کی سلطنت

جب یہ حکم خسرو رات کو اپنے عاشق زار کو قتل کر چکا اور خاندان خلجی کے متعلقین کو مار چکا تو صبح کو تخت پر بیٹھا۔ اور ناصر الدین خسرو خاں اپنا لقب رکھا۔ اور خطبہ میں یہ نام پڑھوایا۔ اور سکہ میں بھی یہی نام جاری کرایا۔ اہل اسلام کی پیشانی پر یہ ایک داغ لگا کہ یہ ہندو بیچہ بادشاہ ہو گیا اُس نے دیول دلی سے نکاح کیا۔ اور بڑے بڑے باعصمت امیروں کی بیویوں کو ہندوؤں کے حوالہ کیا اگرچہ بظاہر لقب اور نام اُسکا مسلمانوں کا تھا۔ مگر باطن میں کٹا ہندو تھا۔ مسجد کی محرابوں میں بت رکھواتا اور ہندوؤں سے چچواتا۔ قرآن کو اذیر تلے رکھ کر مونڈھے کرشی بنواتا اور ان پر ہندوؤں کو بٹھاتا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اسے گا کا فوج ہونا بند کر دیا۔ اگر یہ خسرو خاں کوئی عالی خاندان ہوتا تو ضرور ایسا زبردست راجہ ہوتا کہ مسلمانوں کو یہ سلطنت کا ماتھ آنا مشکل ہوتا۔ مگر ذات اُسکی پرواری تھی اور پرواری اسی قوم ناپاک ہندوؤں کی ہے کہ اُنکو شہر میں ہندو گھر تک نہیں ہند نہ دیتے تھے اسلئے ہندو اُسکے ساتھ دینے کو بے عزتی سمجھتے تھے۔

خسرو خاں کی چھاتی سے دُٹا۔ اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دیا۔ پھر وہ محل میں گھس گئے۔ وہاں چوچا ہاسوکیا سلطان علاء الدین کے بیٹوں فرید خاں و منگو خاں کو ماؤں سے چھین کر مار ڈالا۔ اور خاندان علاء الدین کے پس ماندوں کو بالکل قتل کر کے اس خاندان کو مٹا بیٹھ کر دیا۔ گویا خاندان غلجی کا مقطع نامبارک یہ مبارک تھا۔ اُسے چار برس چار مہینے سلطنت کی۔

ابن بطوطہ خسرو خاں ناصر الدین کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ وہ سلطان قطب الدین کے امرا کبار میں سے تھا اور شجاع حسین تھا۔ اُسے چندیری اور شاداب ملک معبر (ملیدار) کو جو دہلی سے چھ مہینے کی راہ تھا فتح کیا تھا۔ قطب الدین اُس پر عاشقِ زار تھا اس لئے وہ مشوق کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ قطب الدین کا مسلم قاضی خاں صدر الجہاں تھا وہ امرا کبار میں سے ایک تھا اور کلید دار تھا یعنی محل کی کنجیاں اُسکے پاس رہتی تھیں۔ اُسکی عادت تھی کہ بابِ سلطانی پر وہ رات کو رہتا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہزار آدمی اہل النوبت (باری باری سے پہرہ دینے والے) رہتے تھے وہ چار رات تک پہرہ باری باری سے دیتے تھے۔ ابوابِ قصر کے درمیان انکی دو صفیں مسلح رہتی تھیں۔ اور وہ کسی غیر آدمی کو اپنی صفوں کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ جن وقت رات تمام ہوئی تو دن کو اہل نوبت آئے اور اہل نوبت کے افسر امرا ہوتے جو رات کی اہل نوبت کی حاضری وغیرہ حاضری لکھتے۔ خسرو خاں اہل میں ہندو ہونے کے سبب سے ہندوؤں کی طرف میلان رکھتا تھا اور ان پر عطا و بخشش کرتا تھا۔ قاضی خاں اسی سبب سے اُسکو اور اسکے مثال کو دل سے بُرا جانتا تھا اور انکی بد افعالیوں پر ہمیشہ بادشاہ کو مطلع کرتا تھا۔ مگر وہ کب سنتا تھا۔ خدا کو تو یہ منظور تھا کہ اُسکے ہاتھ سے قطب الدین قتل ہو۔ سلطان سے خسرو خاں نے کہا کہ ہندوؤں کی ایک جماعت کا ارادہ ہے کہ مسلمان ہو۔ اس وقت ہند میں یہ دستور تھا کہ جو ہندو اسلام میں آتا وہ بادشاہ کے رو بہرہ جاتا اور علی قدر مراتب اُس کو لباسِ فاخرہ سونے کے کنٹھے و کمرے بادشاہ دیتا۔ جب بادشاہ نے اُنکے آئینکی اجازت دی تو یہ عرض اُسنے کی کہ وہ دن کو آنے ہوئے شرماتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں سے دُشمن ہیں تو سلطان نے کہا کہ رات کو اُنکو میرے پاس لے آؤ۔ اُسنے شجاع ہندوؤں کی جماعت کو جمع کیا جنہیں سے پڑا امیر خان ظاہر

گردن اڑوائی بہت سے میسوں کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ زند و نکو مرد و سب بدتر کر دیا۔ باقیوں پر ایسا رعب و اب ٹھایا کہ ان پیاروں نے دربار سے علیحدہ ہو نیکو غنیمت جانا۔ اب اسکورات و درجہ بہ دہن لگی رہتی کہ کس طرح خود بادشاہ بنے اور خاندان علانی کا کام تمام کر ایسے مگر سب منصوبے دیکھ دیکھ کر بادشاہ کے ہوا خواہ دل ہی دل میں جلتے۔ مگر کسی کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے خسرو خاں کے معاملہ میں چوں بھی کر سکے۔ جب بادشاہ یہ کہتا ہوا کہ اسکے سوا ایک بال مجھے سلطنت اور بادشاہی سے زیادہ عزیز ہے تو کس کی کم بختی آئی تھی کہ وہ اُس کافر نعمت کی نسبت بادشاہ سے کچھ کہتا۔ غرض خسرو خاں کو اب میدان خالی ملا سب مقررین و رگاہ اُسے اپنے بھائی بند مقرر کرادے۔ محل شاہی سارا ہند و سپاہیوں سے محصور تھا۔ ساری سلطنت میں اُسی کے آوے اور شتہ دار مرز و عہد و پیر مقرر ہو گئے۔ جب یہ سارا کام بختم ہو گیا تو اُسے بادشاہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا قتل ہونا اور علاء الدین کے خاندان کا بالکل مٹ جانا

پانچویں ربیع الاول ۶۲۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۲۳۱ء کی رات کو ایک نمک حرام نے سلطان مبارک کو قتل کیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ کچھ رات ہی تھی کہ قاضی ضیاء الدین چوکیداروں کی تحقیقات کے واسطے آئے تھے۔ خسرو خاں کے چچا مندل نے قاضی سے ملاقات کی اور کچھ اوجھڑا دھڑکی باتیں کر نیلگا بیان اپنے ہاتھ سے قاضی صاحب کو دیا کہ اتنے میں جاہریا زاری نے ایک تلوار پیچھے سے آنکر نہ پر لٹکے لگائی اور کام تمام کیا۔ دو تین آدمی جو انکے ساتھ تھے انہوں نے غل جپایا کہ قاضی صاحب مائے گئے آدمی تلواریں لیکر قصر ارستون میں بادشاہ کے قتل کے لئے چڑھ آئے۔ خسرو خاں بادشاہ کے ساتھ سوتا تھا۔ بادشاہ نے یہ غل سنکر خسرو سے کہا کہ دیکھ یہ کیا ہو رہا ہے اس کہنے پر وہ اٹھا اور برب بام آیا۔ اور جا کر بادشاہ سے کہہ دیا کہ گھوٹے چھوٹ گئے تھے انکے پکڑنے کے واسطے غل مچ رہا ہے اب جاہریا اور قاتل بادشاہ کے روبرو ہی آگے تو اسوقت وہ سمجھا کہ وقت آپہنچا۔ غل سر لکی طرف بھاگا۔ مگر خسرو نے اسکے بال پکڑے۔ اگرچہ بادشاہ اسے پیچھے لے آیا۔ مگر بالو نکونہ چھٹا سکا۔ جاہریا نے ایک ہاتھ میں بادشاہ کا کام تمام کیا۔ ۱۔ جسم بے جان کو

سرکشوں کو مٹا دیا وہ ہر طرح سے یہاں کی حکومت کے لائق تھا۔

ملیبار خسرو خاں کا جانا۔ ملوک علانی کو دہلی بھیجنا۔ بادشاہ کا انکے

ساتھ بدسلوکی کرنا

جب دیوگدہ سے ملیبار میں خسرو خاں آیا تو برسات شروع ہو گئی ناچار توقف کرنا پڑا۔ خواجہ نقی ایک سنی سوداگر تھا اور مال کثیر اسکے پاس تھا وہ یہ سمجھ کر نہیں بھاگا کہ لشکر اسلام آیا ہے مگر اس نے یہ نہ جانا کہ خسرو خاں نام کا مسلمان بڑا کافر بنی اس نے اس سوداگر کو دہڑا دھڑا کر لیا اور اس کو پکڑ کر بہت مال اُس سے لیا۔ ایک سال میں اسے ملک پر اسنے اپنا خوب قبضہ کر لیا اور یہاں کے دولت مندوں کو خوب دولت چھین کر دلی بھیجی۔ مگر جب یہاں وہ آیا تھا اسکی نیت میں یہ فساد تھا کہ بادشاہ سے بغاوت کر کے یہیں بادشاہ بن بیٹھوں اور دہلی نہ جاؤں۔ جب بادشاہ کے خیر خواہوں ملک متمر اور ملک ملتبعہ تغدہ کو یہ نیت اسکی معلوم ہوئی تو انہوں نے اس پاس پیغام بھیجا کہ ہم ایسا سنتے ہیں کہ تیرا ارادہ دہلی جانے کا نہیں ہے اور یہیں بغاوت کرنے کا ہی ارادہ ہے سو تو ہم ابھی تجھے باندھ کر دہلی بھیج دیں گے۔ یہ بادشاہ کے پاس اس تک حرامی کی اطلاع کی عرضیاں گئیں مگر بادشاہ اسپر دل و جان سے فدا تھا کب کھینکی سنتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خسرو خاں جہاں ہو اسکو پاکی میں بٹھا کر جس طرح جلد ممکن ہو یہاں لاؤ۔ سات روز کے عرصہ میں دیوگدہ سے دلی میں خسرو خاں آیا۔ اور بادشاہ کے روبرو گیا تو رو کر عرض کرنے لگا کہ میری اطاعت کو امر اپنا تنگ سمجھتے ہیں اور حضور کی عنایت کے سبب میری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور میری تک حرامی کی شکایت کرتے ہیں۔ عرض اس لگانے بجھانے پر وہ امیر جو اس ہم میں انعام و اکرام کی توقع میں بیٹھے تھے گردن مار لگئے یا قید خانہ میں ڈال دیے۔ آئندہ کیلئے جو اخواہوں کو معلوم ہو گیا کہ سلطان کی خیر خواہی کا صلہ یہ ہو۔

خسرو خاں کے اختیارات اور ہندوؤں کا پادشاہ کے دربار میں بھرتی ہونا

اب خسرو خاں دلی میں آکر بالکل سلطنت کے کاموں کا مالک ہو گیا۔ ہر ایک آدمی کی جان و مال اُسکے قبضے میں تھی جسے چاہے نہال کرے جسے چاہے پامال کرے۔ بہت سے امراء عظام کی

تجھ کو میں کسی ملک پر کارفرما کر دیتا لیکن تیرے دل میں دول رانی کی محبت پیدا ہوئی ہے جو تیری
 علوئے ہمت کے لائق نہیں ہے وہ تیری لوندی ہے۔ بھلا یہ کب تجھ کو سزاوار ہے کہ تو پرستار کی پرستاری
 کرے۔ وہ یہیں سے گئی ہے یہیں اس کو بھیجے۔ جب خضر خاں نے اپنی دلارام کی طلبی کا
 پیغام سنو دل بے آرام ہو گیا۔ اُس نے یہ پیغام کا جواب دیا کہ پہلے میرے سر کو جدا کر دو اور پھر اس میرے
 ہمسرے کو مجھ سے جدا کر دو۔ جب بادشاہ نے اُس کا یہ جواب سنا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور ہر سلاجی کو طلب
 کیا اور حکم دیا کہ گو الیا رطلہ جاؤ شمشیر سے اُن کا سر اڑاؤ کہ من امین شوم زانباری ملک
 حسب الحکم وہ گو الیا رطلہ دور آگیا۔ وہاں جا کر شادی خاں اور خضر خاں کو ہلاک کیا گل اندام دل رانی
 کہ خضر خاں کے لئے اب حیات تھی اپنے عاشق خوں فشاں کے گرد اگر دوپھرتی تھی اور اپنا خون
 اُس پر تار کرتی ۵

بجائے آب ازاں گل خوں کشیدند نگہ کن تا گلابلش چوں کشیدند
 قطب الدین مبارک شاہ کو اس خونریزی کا خیال خواہ ان شارشوں کے سبب جو اوپر بیان ہوئیں
 پیدا ہوا ہو یا حضرت امیر خسرو کے بیان کے موافق اس سبب پیدا ہوا ہو کہ دول رانی کو خضر خاں نے
 اس پاس نہ بھیجا اُسے اپنے نزدیک یہ ہوشیاری کا کام کیا کہ جب سفر کرتا ہو اچھائیں میں آیا تو شادی
 کتہ کو گو الیا بھیجا اور اس کتہ سے شیر و نکو شمشیر سے قتل کرا دیا۔ وہاں جو عورتیں تھیں انکو دہلی بھجوا دیا۔
 قطب الدین کے دماغ میں وہ فرعونیت سمائی کہ حضرت سلطان نظام الدین کے سبب بیرباند ہوا کہ
 خضر خاں کے وہ پیر تھے۔ انکی جان کے ورپے ہو گیا۔ منع کر دیا تھا کہ کوئی انکی زیارت کو غیث پور
 جانے پائے۔ شراب کے نشہ میں انکو بے لفظ سنا تا اور کتا کہ جو کوئی اُن کا سر کاٹ کر لے ہزار تھانہ انعام
 پائے۔ ایک دن اتفاق سے جو دونوں کی ملاقات ہو گئی تو اسے حضرت کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ وہ پتو
 بڑے بڑے افسروں کو شراب کے نشہ میں گالیاں دیتا تھا۔ اپنے خسر ملک شاہین کا خون گردن پر لیا اور
 بغیر کسی جرم کے خضر خاں الی گجرات کو اسے قتل کیا اور اسکی جگہ گجرات میں خضر خاں کے ناموں الم الدین
 کو بھیجا۔ مگر اُسے وہاں جا کر امیر و نکو ایسا لگ گیا کہ انہوں نے اسے پکڑ کر سلطان پاس بھیج دیا سلطان نے
 ایک طمانچہ اس کے منہ پر مار کر چھوڑ دیا اور اپنا مقرب بنایا مگر اس مدہوشی میں یہ ہوش کا کام کیا کہ
 گجرات میں ملک حید الدین کو حاکم مقرر کیا جسے سب طرح سے یہاں تکا بند و بست خوب کر لیا۔ اُس پر

خاک برہمیک مانگیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین دیوگندہ کی ہم عمر میں مصروف ہوا تو دہلی میں امر نے سازش کر کے یہ چاہا کہ اس کے قیدی بھائی خضر خاں کے بیٹے کو جسکی عمر دس برس کی تھی تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ یہ نوعمر لڑکا بادشاہ کے پاس تھا جب سلطان کو اس سازش کی خبر گئی تو اس نے اپنے بھتیجے کی مانگیں پکڑ کر دیوار پر لیا اس کو ٹپکا کہ بھیجا اسکا پاش پاش ہو گیا اور اس نے اپنے ایک امیر ملک شاہ کو گوالیا بھیجا کہ جہاں اس لڑکے کے باپ اور چچا قید تھے اور اسکو حکم دیا کہ انکو قتل کر ڈالے۔ اس واقعہ کو قاضی نے جسکا نام زین الدین تھا ابن بطوطہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جس صبح کو یہاں ملک شاہ آیا ہے تو میں خضر خاں کے محبس میں تھا جب خضر خاں نے اس کے اینکلی خبر سنی تو وہ ڈر کر چہرہ کا رنگ فق ہو گیا جب ملک پاس آیا تو اس شہزادہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں میری جان کی خیر ہے تو اس نے جواب دیا کہ خداوند عالم کا ایک کلام ہی اس کے لئے آیا ہوں آپ کی جان کی خیر ہے بعد اس کے ملک شاہ باہر گیا اور اس نے کو تو ال کو جو صاحب المحسن تھا بلایا اور اپنے مفروں یعنی سپاہیوں کو جو تین سو تھے طلب کیا اور قاضی زین الدین کو بھی حکم شاہی کی تصدیق کے لئے بلایا اور فرمان شاہی دکھلایا۔ اہل قلعہ نے اسکو پڑھا اور سلطان مغول شہاب الدین کے پاس آئے اور اس کی گردن اڑائی۔ وہ ایسا مستقل مزاج تھا کہ اس نے اپنی گردن اٹنے پر آم نہیں کی پھر انہوں نے ابوبکر و شادی خاں کی گردن کاٹی۔ پھر خضر خاں کا سر اڑانے آئے تو وہ خوف زدہ ہوا اور او بیلا مچائی اسکی ماں وہاں موجود تھی مگر دروازے ایسے بند کر دئے تھے کہ وہ اس پاس نہ آنے پائے۔ ان چاروں کو بغیر غسل و کفن کے خندق میں ڈال دیا جہاں وہ برسوں سوکھائیں اس کے بعد وہ اپنے بزرگوں کی ہڑواڑ میں دفن ہوئیں۔ یہ بیان تو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔ اب حضرت امیر خسرو جیکایاں یہ نسبت ابن بطوطہ کے زیادہ وقعت رکھتا ہے اپنی شہنوی عشقیہ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان مبارک شاہ نے اپنی صلاح ملک اس میں دیکھی کہ ملک کے جو عویداریں ان کی تیغ تیز سے خونریزی کرے۔ اس نے خضر خاں پاس آدمی بھیجا اور یہ عذر کیا کہ

تنت بیتاب و رخ بے نور ماندہ

ستمش ماند و یک سو شد ستمگار

چو وقت آید ہموں یکشاید اس بند

کہ اسے شمع ز مجلس دور ماندہ

تو میدانی کہ از من نیست ایں کار

گرت بند لیٹ از گیتی خداوند

بڑا رستہ بنا ہوا جنہیں ہاتھی گھوڑے آتے جاتے ہیں۔ قلعہ کے دروازہ کے پاس ایک فیصل مع
 فیلبان پتھر کا ترشا ہوا رکھا ہوا جو دو سے سچ سج کا ہاتھی معلوم ہوتا ہے قلعہ کے نیچے خوبصورت شہر بستا ہے
 جس میں مکانات اور مساجد سنگ سفید کی بنی ہوئی ہیں۔ سوار دروازوں کے کہیں گھاٹ کا کام نہیں یہی
 حال محل سلطانی کا ہے اس میں گنبد اور مجالس بنی ہوئی ہیں اکثر دکاندار یہاں ہندو ہیں اور
 بادشاہی چھ سو سوار رہتے ہیں جو ہمیشہ ہندوؤں سے لڑتے رہتے ہیں اس قلعہ کا حال سننے
 آخر میں ایک ضمیمہ میں لکھا ہے وہ دیکھو۔

دہلی میں سلطان قطب الدین کا مراجعت کرنا و خوش واقارب کا

قتل کرنا۔ اور یہودہ حرکات

دہلی کو قطب الدین شہر میں پتیا اور عیش اڑاتا ہوا روانہ ہوا۔ وہ راہ ہی میں تھا کہ سلطان علاء الدین
 کے چچا ملک اسد الدین سپہریش خاں کو یہ خیال آیا کہ بادشاہ تورات دن بدست رہتا ہے اور
 انور بادشاہی اور مصلح شہر باری سے خبر نہیں ہوتا۔ چند نوجوان نو دولت دنیا کے کامنوں میں متغیر بہ کار
 اور اسرار ملی سے ناواقف صلاح ملک میں لے زن ہوتے ہیں۔ بادشاہی کو لڑکوں کا کھیل بناتے
 ہیں تو ایسے دیوگد میں چند اور فسدوں کے ساتھ سازش کر کے یہ تجویز کی کہ نرنل گھٹی ساکون میں جب
 بادشاہ اپنی مجلس میں جائے اور شہر ایک بیکر بدست ہو اور کوئی پہرہ کا سپاہی بھی اس پاس نہ ہو تو چند
 آدمی حرم سرے میں جھسکر اُس کا کام تمام کریں اور پھر میں اور سلطان علاء الدین کا بھائی تخت و
 تاج کے مالک ہو جائیں۔ سب لوگ قطب الدین سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے اس کے بعد ہم سے رغبت کرنے
 لگینگے۔ مگر ابھی سلطان قطب الدین کی اہل نہیں آئی تھی عیش اڑانے کے دن ابھی اُس کے کچھ باقی
 تھے کہ اس سازش کا سارا حال ایک شخص نے اُس سے کہ دیا۔ اسے رات ہی کو نرنل گھٹی ساکونیں ملک
 اسد الدین اور اس کے ساتھیوں کو پکڑا بولا یا اور اپنی دیہیز کے آگے انکی گردن اڑوائی اور دہلی حکم بھیج کر
 ملک اسد الدین کے انیس بچے کچے جھنوں نے اپنی خرد سالی کے سب سے ماہر قدم بھی نہیں کھاتھا اس
 سازش کی تو انکو کیا خبر ہوتی وہ بھیڑ بکری کی طرح فوج کرائے اور اُسے سلطان علاء الدین کے چچا
 کے زمانہ کا سارا مال اسباب جمع کیا ہوا چھین لیا اور عورتوں کو گھر سے باہر بازار میں نکال دیا کہ وہ بدر

بادشاہی آدمیوں کو سامنے دکن سے مار کر کمال دیا تھا۔ قلعہ دیوگڈہ لے لیا۔ ۱۹ جولائی اور ۱۹۱۹ء میں قطب الدین بذات خود بہت سا لشکر لیکر دکن پر چڑھا۔ اور دلی میں ایک ناخبر بہ کار کم عمر غلام بچہ شاہیں نامی کو وفار الملک کا خطاب دیکر نائب اپنا مقرر کیا۔ ہریال جیو اور اور راجا جو دکن میں جمع ہوئے تھے وہ بادشاہ سے مل گئے اور ادھر ادھر بھاگے۔ بادشاہ نے اپنے آدمی اپنے تعاقب میں روانہ کئے۔ اور وہ ہریال کو زندہ پکڑ کر لائے۔ بادشاہ نے نہایت بے رحمی سے جیتے جی کھال اُسکی کھوائی۔ اور دیوگڈہ کے دروازہ پر لٹکوائی۔ برسات کے سبب سے سلطان نے دیوگڈہ (دولت آباد) میں توقف کیا اور مہار اسٹریٹری مرہٹوں کے ملک کا بندوبست بخوبی کیا۔ اور ملک یک لکھی کو جو سلطان علاء الدین کے غلاموں میں سے تھا یہاں تک بندوبست پر کیا اور خود دلی کی مراجعت کا قصد کیا۔ اور ملے بار (مبصر) کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔

دولت آباد اور دلی کے درمیان سڑک

جن وقت قطب الدین دولت آباد گیا تو اس وقت کا حال اس سڑک کا ابن بطوطہ نے یہ لکھا کہ دلی سے دولت آباد تک چالیس روز کا راستہ تھا ان دونوں شہروں کے درمیان سڑک بنی ہوئی تھی جس کے دونوں طرف پیچہ وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے اگر مسافر اس پر چلتے تو اُنکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ ہریال میں داوہ یعنی ڈاک کی چوکیاں تھیں جسکی ترتیب کا ذکر آئینگا۔ ہر داوہ میں مسافر کو کل یا تھانچ اتار ملتے تھے کہ سفر پر جاتا تھا کہ اس چالیس دن کے سفر میں سڑک پر نہیں چلتا بلکہ بازاریں پھر رہا ہوں۔ یہاں سے اور سڑکیں چھ مہینے کی راہ کی مبصر (میلیار) و تلنگ تک بنی ہوئی ہیں۔ ہر منزل پر بادشاہ کے اترنے کے لئے ایک مکان بنا ہوا ہے اور مسافروں کے لئے ایک گوشہ بنا ہوا ہے۔ مفلس مسافروں کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ زور راہ اپنے ساتھ لے جائیں اُنکو سب چیزیں مفت ملتی تھیں۔

قلعہ گوالیار کا حال

اس قلعہ کا حال ابن بطوطہ یہ لکھتا ہے کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ میں سے کاٹ کے بنایا گیا ہے۔ اُسکے محاذی کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ اُسکے اندر زمین دو درجن ہیں اور ہمیں خوشی کنوئیں ہیں۔ فیصلہ پر بخینق اور عدد لگے ہوئے ہیں۔ قلعہ میں جانے کے لئے ایک

آ رہا تھا۔ اب خدائے انکے حال پر رحم کیا کہ انکو آزادی حاصل ہوئی۔ اجناس کے بیچنے میں جو بازاری
مجبور تھے انکے بھی نصیب کھل گئے کہ اپنے مال کو خاطر خواہ بیچنے لگے۔ نوکر جو اپنی کمی تنخواہ پر رو
رہے تھے ہنکا بھی اضافہ ملنا چوگنا ہو گیا۔ محصلوں کے کم ہو جانے سے ہندوؤں کے
ہاں بھی گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اناج کی گرائی سے دکانداروں کے ہاں شادیانے بچنے لگے
جن ہندوؤں کے بدن پر پہلے ایک چھترانہ تھا اب باریک لباس اور تن زیب زیب تن کرنے
لگے۔ جنکے پیر میں ٹوٹی جوتیاں نہ تھیں وہ اب رانوں تلے گھوڑا چلنے لگے۔ غرض علاء الدین
کے مرنے سے ہندوؤں کے بھاگ جاگ گئے۔ انکی مصیبت اور نکت کا زمانہ ختم ہوا۔ عیش و عشرت
کا وقت آہنچا۔ ہر شخص عیش اور نشاط میں اپنی بساط کے موافق مصروف ہوا۔ جیسی اس سلطنت کی
ابتدا اچھی تھی ایسی اسکی انتہا بڑی ہوئی۔ اس بادشاہ کے ان بھلے کاموں کو ہوا پرستی اور شہوت
رانی اور بھیمائی نے خاک میں ملا دیا۔ جو جو کام اس بھیمیا بادشاہ نے بھیمائی کے کئے ہیں ہنکا
بیان کرنا بھی کسی بے حیا کا کام ہے۔ اسے ساری اپنی سلطنت میں ایسے جلی کام کئے جو تھوڑے
بہت تعریف کے قابل ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔

گجرات اور دیوگدھ کی مہم

گجرات میں الپ خاں نے کمال الدین گرگ انداز کو مار ڈالا اور کل گجرات میں فساد ایسا مچا دیا
کہ وہ بادشاہ کے قبضے سے بالکل نکل گیا۔ وہاں عین الملک ملتان کو سپہ سالار بنا کر پاہ کے ساتھ
بہجا۔ اس جو اندر منتظم پہ سالار نے دشمنوں کو شکست دی اور ہندوالہ اور تمام ملک گجرات کو تسخیر کیا
اور سب زمینداروں کو تابع دار بنالیا۔ اور انتظام کرنے پر بادشاہ نے طغر خاں کی بیٹی شادی
کی۔ اور اسکو صوبہ دار گجرات کا مقرر کیا۔ اسے تین چار مہینے میں تمام فساد اور جھگڑے گجرات
کو پاک صاف کر دیا اور اس خوش اسلوبی سے انتظام کر دیا کہ لوگ الپ خاں کو بالکل بھول
گئے اور بہت سارے پوتے تحصیل کر کے بادشاہی خزانہ میں روانہ کیا۔

جب ملک نائب کا فوراً مر گیا تو وہ دیوگدھ کے بادشاہ کی عملداری سے نکل گیا اور رام دیو نے
دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کر کے تمام مہٹوں کے ملک پر اپنا تصرف اور قبضہ کر لیا۔ اور

یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ بنانا ہمارا ہی کام ہے سب ارباب سلطنت سے مرتبہ ہمارا بڑ تر ہے۔ اُن کی برابر بیٹھے
کا ارادہ کیا۔ ان گستاخانہ حرکات پر اول بادشاہ نے اُنہی کو قتل کیا۔ اور باقی اور پانگوں کو اُدھر اُدھر تر
بتر کر دیا۔ ان کا پہرہ پادشاہی توڑ دیا۔ غرض جن لوگوں کی بدولت سلطنت ہاتھ آئی تھی اول انہیں درت
کیا۔ پھر امیروں کو بقدر مراتب سرفراز کیا۔ اور اپنے غلاموں کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کئے۔
ایک نو عمر پرواری حسن نامی تھا اور ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اور اُس کو بادشاہ کے نائب حاجب ملک
شادی نے پرورش کیا تھا۔ اس پر بادشاہ کا دل آیا اور اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال میں اُس کو خیر و خا
کا خطاب دیا۔ اور ملک کا فوراً تمام شکر و ملک اُس کے سپرد کیا۔ اور آخر کو وزارت کا منصب اُس کو عطا
ہوا۔ سلطان علاؤ الدین تو کیا ملک کا فوراً دم بھرتا تھا جو یہ بادشاہ خسرو غالب پر جان دیتا تھا۔ ایک عات
ایک لمحہ اُس سے جدا ہونا قیامت تھا۔

قطب الدین کے بُرے بھلے کام

قطب الدین ابھی قید خانہ کی کوٹھری سے نکلا ہی تھا اور موت کے منہ سے نکل کر ابھی بچا تھا اُس کی
آنکھیں نکلتے نکلتے ابھی بچی تھیں۔ غرض ان سب آفتوں کو بھگتا بیٹھا تھا۔ اس نے اول اول خوش طبع
اور نرم دل تھا۔ تخت شاہی پر بیٹھے ہی سارے ملک میں فرمان جاری ہوئے کہ قید خانہ سے قیدیوں
کو جو سترہ ہزار کے قریب تھے رہائی ہو۔ اور جلا وطنوں کو وطن آنے کی اجازت ہو۔ اگرچہ یہ کام ناقابل
اندیشی کا تھا۔ مگر سلطان علاؤ الدین کی سلطنت کے بعد تو یہ کام پرے ہی درجے کا اچھا لگنا گیا۔
سپاہ کو چھ مہینے کی تنخواہ کا انعام مرحمت ہوا۔ اور امرا و ملوک کی جاگیریں اور منصب بڑھائے۔ مال
کے کاموں میں کڑے کڑے محصولوں کو موقوف کیا۔ اور تحصیل محصول کے جو یہ طریقے تھے کہ
کہ باج گزاروں پر جوتے پڑے ہیں لائیں لگ رہی ہیں۔ کہیں قید میں بھیجے جاتے ہیں کہیں
زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔ کہیں تختوں میں شکنجہ ہوتے ہیں۔ ان سب کو ایک قلم
موقوف کر دیا۔ عہد علانی کے جو قواعد سخت نہایت تکلیف رساں تھے اُن سب کو کالعدم کر دیا
اور ان سب سختیوں کو اٹھا دیا کہ یہ کرو اور نہ کرو۔ یہ کہو اور وہ نہ کہو۔ یہ کھاؤ وہ نہ کھاؤ۔ یہ پیو
وہ نہ پیو۔ یہ پہنو وہ نہ پہنو۔ یہاں بیٹھو وہاں نہ بیٹھو۔ ان قیدوں سے خلق کا ناک میں دم

اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ملک اختیار الدین سہیل کو قلعہ گوہیار روانہ کیا بلکہ وہاں جا کر خضر خاں اور شادی خاں بادشاہ کے نورختیوں کو اندھا کر دے۔ یہ کافر نعمت دہاں گیا اور اپنا کام کیا۔ ملکہ جہاں کہ خضر خاں کی ماں تھی اُس کو کافر نے قید کیا اور تمام زیور اور ہنسیاب اُس سے چھین لیا۔ اور باوجود خوجہ ہونے کے سلطان شہاب الدین کی ماں سے نکاح کیا۔ دو چار گھڑی کے لئے اس بادشاہ خرد سال کو بھی تخت پر بٹھاتا۔ اور تمام ارکان سلطنت کا سر اُس کے سامنے جھکاتا۔ اور پھر حرم ہیرا میں لیجاتا۔ محل میں اپنے ہم جنوں اور جلیسوں سے اس باب میں اصلاح اور مشورہ کرتا کہ کیونکر خاندان غلامی کا خاتمہ کیجئے۔ ایک دن مبارک خاں کی مجلس میں چند پاکوں کو اس نظر سے بھیجا کہ اُس کو بھی ٹھکانے سے لگایا مگر مبارک خاں کی نظر جو نہیں ان پاکوں پر پڑی دین اپنے گلے کا ہار مرصع جواہرات کا اُن کی نذر کیا۔ اور اپنے باپ کے حقوق کو جتنا ناشروع کیا۔ اس سبب سے یہ پاک اپنے آنے پر بڑے منفعل ہوئے۔ اور وہاں سے ہار لیکر چلے آئے۔ اور اپنے سردار مبشر اور بشیر کے پاس گئے اور سارا قصہ سنایا ملک کافر کو تو کوئی اور موقع مبارک خاں کی جان لینے کا ہاتھ نہ آیا۔ مگر جن پاکوں کو مبارک خاں کی جان لینے کے لئے بھیجا تھا وہی اُس کے لئے یکب اجل بنے۔ بادشاہ کے مرنے پر پینتیس دن گزرے تھے کہ نہ وہ ملک کافر رہا اور نہ اُس کا کوئی مصاحب قتل ہونے سے بچا۔ سب کا رخاں ملک کافر کا بکا فور ہوا۔ شاہزادہ مبارک کو قید خانہ سے نکالا اور سلطان شہاب الدین عمر کا نائب بنایا دو مہینہ تک تو چپ چاپ مبارک نیابت کا کام اس نظر سے کرتا رہا کہ سب ارباب سلطنت کو یار بنا لے پھر تخت سلطنت پر خود بیٹھا اور نہایت سنگدلی کا کام یہ کیا کہ اس نئے سے بادشاہ کی آنکھوں میں سلاخی بھڑا کر قلعہ گوہیار میں بھیج دیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اُنکلی کٹوا کر قلعہ گوہیار بھیج دیا۔ تین مہینے کئی روز تک اس لڑکے نے بھی مزہ بادشاہی کا چکھ لیا۔ اب اس مبارک خاں کا خطاب سلطان قطب الدین مبارک شاہ ملکی ہوا۔

سلطان قطب الدین مبارک شاہ ملکی

محرم ۷۱۷ھ ہجری مطابق ۲۲ مارچ ۱۳۱۷ء کو اس بادشاہ نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ مبشر اور بشیر جنہوں نے ملک کافر کو گور میں پھونچایا تھا اب اُن کا وہ دماغ آسمان پر چلا کہ اپنے تئیں یہ

اُڑتے۔

سوم ضابطہ بازاری اور دکانداروں کے لئے جب وہ دغا اور فریب کریں اور جھوٹ بولیں وہ سب
مقرر کریں کہ ان کو سوائے راست بازاری اور درست کرداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ جھوٹ بولنا کم توانا
گو یا جان کا کھونا تھا۔ چہارم اگر کوئی شخص بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت پاس جاتا تو وہ بھی ایسی
مضیبت میں پڑنا کہ بہارنی زندگی کا ہرہ بھول جاتا۔ غرض یہ سب اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے کہ جن سے
مسلمانوں کو اپنے مذہب کی طرف زیادہ توجہ ہو گئی تھی۔ سوائے ان کے اولیائے کبار اور صوفیان
با اقتدار کے انھیں قدسیہ کا بھی فیض ایسا تھا کہ اس وقت اسلام اسلام نظر آتا۔ سلطان نظام الدین کی
ذات بابرکات سے ہزاروں مسلمان فیضیاب ہوتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ دس باتیں عجیب غریب تھیں کہ کسی اور بادشاہ کے عہد
میں سننے کے اندر نہیں آئیں۔ اول غلے اور کپڑے اور اشیائے ضروری کی ارزانی۔ دوم ہمیشہ لڑائیوں
میں قیام ہونا۔ سوم مغلوں کا استیصال۔ چہارم تھوڑے پچ میں بہت سے لشکر کا بھنا۔ پنجم ستمزدوں اور
سرکشوں کو سخت سزا دینا اور ان کا مطیع اور فرمان بردار رہنا۔ ششم چاروں طرف راہوں کا امن و
امان۔ ہفتم بازاری آدمیوں کا بیچ بولنا۔ ہشتم بہت سی عمارتوں کا بھنا۔ مسجدیں اور منارے اور
تھے اور حوض ہزاروں بن گئے۔ ہر وقت ستر ہزار نماز اور کاریگر موجود رہتے تھے کہ دو تین روز میں ایک
محل کھرا کر دیتے تھے۔ نهم عہد علانی کے آخر دس سال میں مسلمان احکام شرعی کے پابند بہت تھے۔
عبادات اور معاملات میں نہایت صداقت برتتے تھے۔ دهم باوجودیکہ بادشاہ کو نہ علم کا دنیا
تھانہ دین کا پاس تھا مگر پھر بھی اولیائے کبار اور زبردست عالم اور ہر فن کے باکمال اس کے عہد
میں موجود تھے۔

ذکر سلطنت شہاب الدین عمر

جب سلطان علاؤ الدین نے انتقال کیا تو دوسرے ہی روز ایک کافر نے ایک سلطان کا نوشتہ
اس مضمون کا دکھایا کہ بادشاہ نے شہاب الدین عمر کو ولی عہد سلطنت مقرر کیا اور خنجر خاں کو ولی عہد
سے معزول کیا۔ اس پانچ چھ برس کے لڑکے کو گڈا بٹا کے تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کاروبار سلطنت کا

کی وہ رونق ہوئی ہو کہ کسی اور بادشاہ دیندار اور عالم کے عہد میں نہ ہوئی ہو جس بادشاہ کو ذرا عیب علم کی طرف نہ ہو اسی کے زمانہ میں وہ عالم اور فاضل جمع ہوں کہ جن کا جواب کہیں نہ ہو جو بادشاہ خود ایسا لاندہ بھٹ ہو اسی کی بادشاہی میں مسلمانوں کو وہ پابندی احکام شہری کی اور اتالی اور پرہیزگاری ہو کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی ہو۔ اگر اُس کے عہد کے عالموں اور شیوخ الاسلام اور مہر فن کے ماہر اور ہر علم کے استاد اور صاحب کمالوں کا بیان کیا جائے تو اُس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ حضرت نظام الدین اور امیر خسرو کے حال لکھنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے۔

گویہ بادشاہ شرع کا پابند نہ تھا مگر اُس کے بعض ضوابط اور آئین ایسے تھے کہ جنہوں نے فسق و فجور کا باب بند کر دیا تھا۔ اُن میں سے ایک ضابطہ مسکرات کے باب میں تھا۔ شراب کی بیع و شرک سخت ممانعت تھی۔ می خواروں کے واسطے طوق زنجیر اور چاہ زندان موجود تھا۔ شراب کی بدستی بھی ایسی ہے کہ ہزاروں گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔

دوم وہ ضوابط جن کے سبب امیر غریب زمیندار کا شتکار سب برابر ہو گئے تھے ہر زمیندار کے لئے زمین اور مولشی اور ہالی اور کیمروں کی تعداد معین تھی۔ کوئی اُن سے زیادہ رکھنے نہ پاتا تھا ایسے ہی چرواہوں کے واسطے بھی چروائی اور ریوڑ کی تعداد مقرر تھی۔ عہدوں کی تنخواہیں تخفیف کی آئی تھیں۔ اراضیات کا محصول زیادہ کیا گیا تھا۔ اُن کی تحصیل کا طریقہ جبر و قہر کے ساتھ تجویز ہوا تھا۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہندو مسلمانوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ اس طرح اُس نے تمام رعایا سے مال چھین لیا۔ یہ مال اور زرہی سب سے زیادہ دین اور ملک میں فقہ پر دازی کراتا ہے۔ ہوا پرست اُس کے سبب سے مصیبت میں دست درازی کرتے ہیں۔ جریں اور بخیل اور نامرد دولت کی بدولت ربا خوار اور دغا باز بنتے ہیں۔ مفتری اور متغنی اور مفند اسی کے بل پر بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ مفتی اور مولوی اور متقی ڈاکر عابد سب کے سب اُس کے چھتے میں چھن کر اپنی عبادت اور پرہیزگاری کو کھوتے ہیں۔ غرض سب بُرے کاموں کی اصل دولت ہے۔ جب بادشاہ نے طرح طرح سے رعایا کے پیچھے سے وہ چھڑالی تو افلاس اور مصیبت کی حالت میں لوگوں کو مستیاں کہاں سے آئیں۔ پچارے خدا نہ کرتے تو کیا کرتے۔ ہلے بال و پر کیوں کر

و ہم ظن یقین ہوا۔ اُن سب کے لئے ایک حکم عام صادر ہوا۔ پھر اُس میں مجرم اور غیر مجرم کردہ اور ناکردہ سب برابر تھے۔ سیکڑوں بے گناہ ایسے قتل ہو جاتے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ہم کس خطا پر مارے جاتے ہیں۔ اُس کی سطوت اور تہ کے رو برو کسی شخص کا مقدور بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بے گناہ بھائی واسطے بھی زبان سے کچھ کہہ سکتا۔ جس شخص سے وہ ایک دفعہ ناراض ہوا، عمر بھر ناراض ہی رہا۔ جس شخص کو جلا وطن کیا اُس کو وطن میں کبھی آنے نہ دیا۔ جس کو قید خانہ میں قید کیا اُس کو کہیں جانے نہ دیا۔ مگر یہ تشدد اور ظلم اُس کا ظلم کاہ تھا۔ کسی اور ظالم اور بھٹاکار کا مقدور نہ تھا کہ کسی مظلوم پر ہاتھ اٹھائے۔ قزاق اور راہ زن راہ زنی کے عوض میں رہ بری اور حفاظت کرنے لگے تھے۔ مفرد کا کیا مقدور تھا کہ فساد کا نام بھی لیں۔ چاروں طرف رستے کھلے پڑے تھے۔ مسافر بے خوف خطر سفر کرتے تھے۔ کارواں کے کارواں ادھر ادھر آتے جاتے تھے۔ تجارت کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ خود سودا گروں کو ہزاروں روپیہ نقد اسباب و جنس کے لئے دیتا تھا۔

پہلے تو علاؤ الدین الف کے نام بے نہیں جانتا تھا۔ مگر تخت سلطنت پر بیٹھ کر حرف آشنا ہو گیا تھا۔ مگر اُس کم علمی پر وہ گہم نہ تھا کہ کسی عالم کو اپنے رو برو کچھ نہ گنتا تھا۔ کسی فاضل کا معتدور نہ تھا کہ اُس کے آگے زبان ہلا سکے۔ اس جاہل کے سامنے عالموں کو جاہل اس خوف سے بننا پڑتا تھا کہ انہیں اُن کی تحصیل علم بادشاہ کی تحصیل علم سے زیادہ نہ ظاہر ہو جائے۔ جب سلطنت کی ابتدا تھی تو وہ امور ملکی میں صلاح اور مشورہ لیتا۔ مگر جب سب کام بن گئے تو پھر اُس نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ جو دل میں آیا وہ کیا۔ اُس کا یہ مقولہ تھا کہ بادشاہ دان کی رائے ایک مجمع مختلف الزامے کی رائے پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے صلاح اور مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ یہ علم کی کیفیت بھی اب مذہب کی یہ صورت تھی کہ نماز کے لئے کبھی سر نہ جھکاتا۔ رمضان کے روزوں کے چٹ کرنے سے نہ شرماتا۔ اُس کا یہ مقولہ تھا کہ مذہب کو سلطنت کے کاموں سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ مذہب فقط گھر کی باتیں اور دل بہلانے کے ڈھکوسلے اور چوخیلے ہیں۔ غرض کسی کام میں شریع اُس کی رہ نمائے تھی کچھ وہ اپنے احکامات میں مشروع اور غیر مشروع کا پابند نہ تھا۔ آغا ز سلطنت میں پیٹیری کی سوچھی تھی جب یہ بات بن نہ پڑی تو سکندری کی کو لی۔

کیا قدرت آگئی ہے کہ جس بادشاہ کے علم اور مذہب کا یہ حال ہو اسی کے عہد میں اسلام

انغ خاں بیچارے کو بے گناہ قتل کرایا۔ اور بہت سے امر کو ذلیل اور خوار کر کے بُری گت سے اس دنیا سے رخصت کرایا۔

گجرات کی بغاوت اور چتور گڑھ کے نکل جانے کا حال

یہاں یہ حالات گزر رہے تھے۔ وہاں عجب ملک میں غدر مچ رہے تھے۔ گجرات میں جو صوبہ بن کے جاتا، انغ خاں کے آدمی اُس کی گردن پکڑ کر بُری طرح کھلا کھونٹے۔ رانا ہمیر نے چتور گڑھ پر قبضہ کیا۔ رام دیو کے داماد ہریال دیو نے دکن میں فساد کھڑا کیا۔ غرض اس طرح مسلمانوں کی سلطنت بہت جگہ اکھڑ پھڑ گئی۔

سلطان علاؤ الدین کی وفات

جہان پظیوں کی متوش خبر بادشاہ کے کان میں پہنچیں۔ تو وہ اُٹھکلیوں کو دانتوں سے کمر تلے دباتا۔ اس غم اور بے چارے کی طرح گھلتا جاتا۔ اُٹپا کا علاج کچھ اثر نہ کرتا۔ آخر کار ان صدمات نے موت گئے پاس اُس کو پہنچایا۔ ۶ شوال ۱۲۹۷ء مطابق ۱۹ دسمبر ۱۲۹۷ء کو بیاناہ عمر لبریز ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ملکاف نے زہر اُس کو دیا۔ میں برس تخت سلطنت پر جلوہ افروز رہا۔

سلطان علاؤ الدین کی عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی عجیب و غریب باتیں اور انتظام ملکی کے ضوابط اور آئین

سلطان علاؤ الدین کی عجیب عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی نرالی باتیں تھیں۔ بد خوئی اُس کی خصلت، سخت گوئی اُس کی عادت۔ بیمہری اور بے باکی اور ناخدا ترسی اور خود پرستی اُس پر ختم۔ جس وقت سیاست پر آتا نہ اپنے کو پہچانتا نہ پرانے کو جانتا۔ ملکی معاملات میں جن پر جرم کا شبہ

امراض میں مبتلا ہوا۔ بی بی اُس کی ملکہ جہاں کچھ اپنے میاں کی تیمارداری نہ کرتی، خضر خاں اُس کا بیٹا
 خبر نہ لیتا کہ باپ پر کیا گزر رہا ہے۔ شب و روز اپنی مجالس آرائی میں مصروف رہتا۔ اس بیماری کی
 حالت میں بادشاہ نے دکن سے ملک کا فور کو اور گجرات سے الغ خاں کو بلایا۔ یہ دونوں بہت جلد
 موجود ہوئے۔ ملک کا فور جیسا لائق تھا ویسا ہی مکار اور دغا باز تھا۔ بادشاہ کا مزاج بیماری میں چڑچڑا
 ہو ہی رہا تھا۔ بات بات پر غصہ اور غضب موجود تھا۔ اُس نے ملک کا فور کو خلوت میں بلایا۔ اور بیوی
 بیٹے کی بے پروائی کی شکایت کی۔ ملک کا فور کو خود بادشاہ ہونے کا خیال تھا اُس کو یہ موقع خوب
 ہاتھ لگا کہ جن کو وہ اپنا رقیب اور حریف سمجھتا تھا اُن کو برباد اور خراب کرے۔ اس نے عرض کیا کہ
 حضور کی جان کے خواہاں یہ اور الغ خاں بیشک ہیں۔ اس اثنا میں والدہ خضر خاں نے بادشاہ سے
 کہا کہ آپ اجازت دیجئے کہ شادی خاں کی شادی الغ خاں کی بیٹی سے کی جائے۔ اس پر ملک کا فور
 کو اور موقع ملا کہ بادشاہ کا دل بیوی بیٹوں سے بڑا کرے۔ بادشاہ نے احتیاطاً خضر خاں کو سیر و شکار
 کے واسطے رخصت کیا اور کہا کہ جب میں اچھا ہو گا بلانے لگا۔ اس شہزادے نے یہ منت مانی کہ اگر
 باپ اچھا ہو جائے تو حضرت نظام الدین کی خدمت میں دلی ننگے پاؤں جائے۔ جب اُس نے باپ کی
 کچھ صحت کی خبر سنی تو وہ بغیر ہلائے امر و ہم سے پیادہ پا روانہ ہوا۔ جب وہ یہاں پہونچا ملک کا فور کو
 ایک بہانہ ہاتھ آیا۔ بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ دیکھئے خضر خاں بغیر حضور کی اجازت کے یہاں چلا آیا۔
 اُس سے اُس کا کچھ اور ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ علاؤ الدین گونسک دل اور درشت مزاج تھا مگر اپنے
 اہل و عیال کو دل سے چاہتا تھا۔ ملک کا فور کی اس بات پر کچھ خیال نہ کیا۔ بیٹے کو بلایا گئے لگایا۔
 گھر میں جانے کو اور ماں بہنوں سے ملنے کو کہا۔

یہاں تک تو خیر گزری مگر آگے چل کر بیڈھب بگڑی اور ملک کا فور کی بن پڑی۔ خضر خاں گھر
 میں جاتے ہی عیش و آرام میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ اپنے یار دوستوں کا جدا ہی ایک دربار جمایا۔
 اس پر ملک کا فور نے بادشاہ کے کان خوب بھرے اور دل پر اُس کے اس امر کو نقش کر دیا کہ خضر
 اس فکر میں ہے کہ شادی خاں اور اور امر کے ساتھ سازش کر کے حضرت کا کام تمام کرے۔ غرض
 اس اپنی شیطنت اور حکمت سے خضر خاں اور شادی خاں کے لئے جس دوام کا حکم دلوایا دیا اور قلعہ
 گوہار میں بھجوا ہی دیا۔ خضر خاں کی ماں کو بھی محل سے نکلوا دیا۔ اور پرانی دلی کے اندر قید میں ڈلوایا۔

ہوتی ہے۔ اُن میں سے چند بد معاش مغلوں نے یہ ارادہ کیا کہ سیرگاہ میں روز بادشاہ جاتا ہے۔ اور اُکھرا لباس اُس کا ہوتا ہے وہ شکرہ اُڑاتا ہے۔ سب کی نظریں اوپر کو ہوتی ہیں۔ کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتا اس لئے یہ کوئی بات مشکل نہیں ہے کہ ہم دو تین سو سوار اکٹھے ہو کر اس سیرگاہ میں اُس کو اور اُس کے ہمراہیوں کو شکا رکریں اس کے مارے جانے سے یقینی خلق خدا خوش ہوگی۔ کیونکہ اُس نے تمام دولت اُس کی زبردستی سے چھین لی ہے۔ محصول اور خراج بڑھا دیا ہے۔ شراب اور مسکرات بند کر دیے ہیں۔ غرض طرح طرح کی تکالیف دے رکھی ہیں۔ اس تدبیر اور ارادہ کی خبر جب سلطان علاؤ الدین کو ہوئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ سارے ملک میں ایک دن کے اندر نو مسلم مغل قتل ہوں۔ اور کہیں اُن کا نام بھی باقی نہ رہے۔ اس فراموشی حکم سے بیس بیس یا سولہ ستر ہزار نو مسلم مغل جن میں سے اکثر کو خبر نہ تھی کہ کیوں مارے جاتے ہیں قتل ہوئے۔ اور اُن کے زن و بچہ برباد ہوئے۔ اور لونڈی غلام بنائے گئے۔

دیوگڈھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان

جب دوبارہ دیوگڈھ میں ملک کا فور ہو گیا تھا تو رام دیو وہاں کا راجہ مر گیا تھا۔ اُس کا بیٹا جانشین ہوا تھا۔ وہ باپ کی طرح بادشاہ کا مطیع نہ رہا تھا۔ بلکہ اُس پر بغاوت کا شبہ ہوا تھا۔ اور حقیقت یہ بھی وہ باغی ہو گیا تھا۔ اور نذرانہ معمولی بھیجنا موقوف کیا تھا۔ اور کچھ ایسے فساد کرنا ملک میں بھی برپا ہوئے تھے۔ ان سب جھگڑوں کے رفع دفع کرنے واسطے ^{۱۲۷۱} ۱۲۷۱ء میں ملک کا فور روانہ ہوا۔ اس نے دیوگڈھ کے راجہ کو قتل کیا۔ اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹک پر چڑھائی کی اور بعد اس کے جن راجاؤں نے خراج دینا قبول کیا۔ اُن کا ملک اُن کے حوالہ کیا اور سب طرح سے ان کاموں سے فارغ ہو کر دلی میں واپس آیا۔ اور سارے ملک میں وہ رعب داب بٹھایا کہ کسی کو سرگوشی کا یا رادت تک نہ ہوا۔ سب راجا بجز اُور فرماں بردار ہو گئے۔

ملک کا فور کی حکمتیں

عیاشی اور شامش بینی کی مارا مار سے علاؤ الدین نہایت ضعیف اور ناتوان ہو گیا۔ اور سخت

کرناٹک اور ملیبار سے اس کماری تک فتح ہونا

کابل اور سندھ سے لیکر بنگالہ اور گجرات کا سارا ملک فتح ہو گیا تھا اور دکن میں بھی فتوحات کا ملہ حاصل ہوئیں۔ اب علاؤ الدین کا ارادہ ہوا کہ ساحل سمندر کے ملکوں کو فتح کرے۔ دوسرے برس ۱۳۱۳ء میں ملک کانور اور خواجہ حاجی کو کرناٹک کی فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ دیو گڈھ کی راہ سے پٹن میں دریائے گوداوری کے کنارے پر پھونچے۔ اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی اور مارتے دھاڑتے راجہ کی دار السلطنت، دوڑا سمندر پہنچے اور اُس کو بھی فتح کر لیا۔ اور راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُس کے خاندان کو تیس ناس کیا۔ اور تمام بُت خانوں کو توڑا اور چاندی سونے کے بتوں کو لے لیا۔ اور بیت بندہ رامپور میں ایک مسجد بنائی۔ اُس میں اذان ہوئی اور علاؤ الدین کا خطبہ پڑھا گیا۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ مسجد میرے زمانہ تک موجود تھی۔ اور مسجد علانی مشہور تھی یہاں سے ملک کانور کو بہت خزانے اور دھننے ہاتھ لگے۔ اور وہ ان سب کو لیکر دلی میں لائے۔ وہاں سے واپس آیا۔ تین سو بارہ ہاتھی اور بیس ہزار گھوڑے اور پھیلاؤ سے من سونا اور موتیوں کے صندوق بہت سے کو شک ہزار ستون کے آگے بادشاہ کی نذر میں گزرنے۔ بادشاہ ان خزانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور برخلاف اپنی عادت کے خزانہ کا دروازہ کھول دیا۔ امرا میں سے ہر ایک کو پانچ من سونا دیا اور مشلخ و مستحقین میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ من سونا یا اس سے کم علی قدر مراتب دیا باقی طلاے مسکوک اپنے سامنے گلا کر مہر علانی بنوائی۔ کرناٹک کی فتوحات میں کہیں چاندی کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں چاندی کی قدر کچھ نہ تھی۔ یہاں چاندی کے زیور پہننے کو ذلت سمجھتے تھے۔ یہاں کے امرا متوسطین سونے کے برتنوں میں کھانا کھاتے تھے۔

مسلم مغلوں کا قتل

اب علاؤ الدین کی درشت مزاجی اور تند خوئی اور سخت گیری سے لوگ تنگ آ گئے تھے۔ نو مسلم مغلوں کو ایک قلم موقوف کر دیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جس امیر کی نوکری چاہو کر لو۔ آدھرت تک بیکار رہنے سے وہ اپنی جان سے عاجز ہو گئے تھے۔ مغلوں کی اصل طبیعت قذرت خیز اور فساد خیز

کوئی نہیں لکھی۔ اور نہ بیان ہے کہ وہ کتنے دنوں تک رہی اور کتنا جات و مال کا نقصان ہوا۔ شاید یہ بڑی راہ سے گئی تھی اس لئے یہ مصیبت اس پر پڑی۔ ملک کا فوراً دوبارہ سلطان نے بھیجا اور اس کو سمجھا دیا کہ اگر درنکل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرے تو صلح کر لینا اور قلعہ ورنکل اور ملک تلنگانہ کی فکر نہ کرنا۔ اور خواجہ حاجی سے صلاح و مشورہ کرنا۔ اور لشکر اور سپاہ کی نہایت خاطر دہی کرنا۔ غرض ملک کا فوراً اور خواجہ حاجی دونوں دیوگڈھ میں آئے رام دیو نے استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا آرزو بازار بھجوا دیا۔ اور تاکید کر دی کہ فرخ شاہی کے موافق اجناس فروخت ہوں۔ غرض تمام رسد کا سامان کر دیا۔ ملک کا فوراً دیوگڈھ سے شمالی تلنگانہ میں اندڑ کے اندر قدم رکھا۔ اور اس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور اس قدر آدمیوں کو قید اور قتل کیا کہ ایک تہلکہ عظیم برپا گیا۔ ورنکل کا راجہ اور گرد نواح کے راجے بارے خوف کے قلعہ ورنکل میں داخل ہوئے۔ یہ قلعہ باہر سے مٹی کا بنا ہوا تھا اور اس کے اندر ایک قلعہ سنگین تھا۔ راجہ ورنکل قلعہ سنگین میں اور اور راجہ قلعہ کلی میں محصور ہوئے۔ یہ قلعہ بیرونی بڑی مشکل اور محنت سے کسی مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا اور سب راجہ مع زن بچہ قید ہوئے۔ اور بہت خون ہوا۔ راجہ بہت سنا روپیہ اور خراج دینے پر مجبور ہوا۔ اب ملک کا فوراً نے مراجعت کی اور بادشاہ کو فتح نامہ لکھا۔ دلی میں اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ علاؤ الدین کا دستور تھا کہ جہاں لڑائی کے واسطے لشکر بھیجتا وہاں ڈاک کی چوکیاں بٹھاتا۔ اور قاصد مقرر کرتا۔ روز اس پاس لشکر کی خبر آئی۔ جب ورنکل میں ملک کا فوراً محاصرہ میں مصروف تھا تو تلنگانہ کی فوج کی کثرت کے سبب سے کسی ڈاک کی چوکیاں اٹھ گئیں۔ اس لئے لشکر اور محاصرہ کی خبر نہ آئی۔ تو نہایت تردد پیدا ہوا۔ گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی و ملک قراہنگ بھیجے۔ اور دعا کی استدعا کی۔ اس پر حضرت نے ایک بادشاہ کا ذکر فرمایا جس میں یہ کنایہ تھا کہ یہ فتح بھی ہو اور اور فتوحات بھی ہوں۔ اسی روز ورنکل کا فتح نامہ آیا۔ اس سے حضرت کی درگاہ میں بادشاہ کا اعتقاد اور راسخ ہو گیا۔ تعجب یہ ہے کہ کبھی شیخ اور سلطان میں ملاقات نہ ہوئی۔ ہمیشہ عائد و رسل و مسائل کی معرفت اظہار اخلاص کر کے ان کی باطنی استدعا چاہی۔

کہ جب تک تم خود نہ آؤ گے کچھ نفع نہیں ہو گا۔ ناچار تسلطیو قلعہ سے نکلا اور ملازمت میں حاضر ہوا۔
 بادشاہ نے قلعہ میں جو کچھ تھا یعنی چھری و سونی تک لے لیا اور جو چیز کام کی تھی ان کو کارخانوں
 میں بھیج دیا اور باقی کو سیاہ دشاگرد پیشہ کی تنخواہ میں دیدیا۔ اور اس ولایت کو امر میں تسلیم کر دیا۔
 قلعہ تسلطیو کو دیدیا۔ انھیں سنوں میں قلعہ بھالو ر فتح ہوا کہتے ہیں کہ اس قلعہ کا راجہ کانیر دلو تھا۔ وہ
 دلی میں بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا کہ ہندوستان میں کوئی زمیندار
 ایسا نہیں ہے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ کانیر دلو نے جہالت سے کہا کہ اگر میں مقابلہ کروں اور
 کامیاب ہوں تو گردن مارا جاؤں۔ بادشاہ کو اس پر غصہ آیا مگر اس سے کچھ نہ بولا۔ چند روز بعد
 راجہ کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ جب دو تین ماہ گزرے تو اپنے اظہار قدرت کے لئے اپنی لونڈی
 گل بہشت کو ماہور کیا کہ وہ قلعہ بھالو کو جبراً و قہراً فتح کر لے۔ گل بہشت نے جا کر قلعہ کا محاصرہ کیا اور
 ایسی شجاعت و مردانہ کام کیا کہ کبھی کانیر کے تصور میں بھی نہ گذرا تھا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے
 کہ دفعتاً گل بہشت بیمار ہو کر بہشت کو رخصت ہوئی۔ اس کا بیٹا شاہین اس کی طرح محصوروں کو تنگ
 کرنے لگا۔ راجہ کانیر اپنے مارے جانے کو یقینی جانتا تھا وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر شاہین سے باہر
 لڑنے نکلا اور اتفاق سے شاہین ہی اس کے روبرو آیا جس کو اس نے مار ڈالا۔ اور امر ابھی تاب
 مقابلہ نہ لاکر کئی منزل پیچھے ہٹے۔ بادشاہ اس بات کو سن کر نہایت آشفہ ہوا اور اس نے سید
 کمال الدین کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا۔ سید نے کمال شجاعت سے قلعہ فتح کر لیا اور راجہ کو مع فرزند
 اور اتباع کے قتل کیا۔ اس کے خزانوں پر قبضہ کیا۔ فتح نامہ دلی کو بھیجا جس کے یہاں شادیاں
 بچے۔ جہاں اور سیوانہ ماڑ و اڑیس گجرات کے شمال میں آباد ہیں۔

مہم تلنگانہ

۹۱۳ھ میں ملک کافور کو دوبارہ دیوگڈھ کی راہ سے ورنکل پر سلطان علاؤ الدین نے
 روانہ کیا اور بہت سی سپاہ ساتھ کی۔ پہلے بھی فوج یہاں روانہ کی تھی۔ وہ نیگالہ کی راہ سے گئی تھی
 آدلیہ کا راجہ اپنے ہمسایہ کے زور اور قوت کو دیکھ دیکھ دل ہی دل میں جلتا تھا۔ اس نے بادشاہ
 کی منت سماجت کر کے نیگالہ کی راہ سے فوج بھجوائی۔ مگر وہ ناکامیاب رہی لیکن ناکامیابی کی وجہ

نوعر آپس میں ملتے جلتے اور پیار و اخلاص کے ساتھ کھیلتے اور آپس میں کمال محبت رکھتے۔ خضر خاں کی ماں اس شادی کا ہونا نہیں چاہتی تھی وہ اپنے بھائی الپ خاں کی لڑکی سے بہت جلد بیاہنا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے یہ دیکھ کر دیول دئی پر خضر خاں عاشق ہو گیا ہے اُن کو جدا جدا کر دیا۔ اس جدائی کی حالت میں بھی اُن کے درمیان پیغام و سلام ہوتے رہے۔ خضر خاں رو تا پختیار ہا۔ مگر الپ شادی الپ خاں کی بیٹی سے ہوئی۔ پھر جب عشق نے خضر خاں کا حال تپکا کیا تو اُس کی شادی دیول دئی سے بھی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خضر خاں مرید ہو گیا تھا جس کے سبب سے اُس کی یہ شکل آسان ہوئی۔ پھر خضر خاں اور علاؤ الدین میں بخشش ہو گئی باپا نے بیٹے کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دیول دئی ساتھ رہی جب گواہیا میں خضر خاں قتل ہوا تو دیول دئی کے دونوں ہاتھ خاوند عاشق کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے اور وہیں قتل ہو کر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔ فقط

ان دونوں کا عشق بھی ایسا مشہور ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں کا ایک شاعرانہ افانہ بن گیا۔ بہت سے قصے اُس کے ہندی فارسی زبانوں میں موجود ہیں اور صد ہا برس تک اُس کے گیت گائے گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ دیول دئی اپنے عاشق کے مرنے کے بعد زندہ رہی اور اسکی دو شاہیاں ہوئیں ایک خاوند کے قاتل سے دوسری غاصب سلطنت خمر سے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں ناٹے رشتے ہونے لگے تھے۔ اس دہستان کا بھی ذکر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی میں نہیں ہے۔ اس زمانہ کی تاریخ سے زیادہ معتبر یہی تاریخ ہے۔

جھالور سیوانہ کی فتوح

جب ملک کافور دکن میں تاجا بادشاہ خود سیوانہ کی فتح میں مشغول ہوا۔ لشکر دئی نے کئی سال سے اُس کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بادشاہ نے خود قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اہالی قلعہ کو تنگ کیا۔ یہاں کے راہب تل دیول نے انظار عجز کے لئے اپنی سونے کی پیکر بھیجی اور اُس کے گلے میں زریں ریشمان ڈالی۔ اس کے ساتھ سو ہاتھی اور بہت سے تحف و نقائس بادشاہ پاس بھیجے اور بادشاہ سے عنون کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ان سب چیزوں کو لیکر خوش طبعی سے پیغام بھیجا

دیو گڈھ روانہ کیا۔ ادھر لہیاں بادشاہی فوج میں بھی خبر آئی کہ پری کو دیو گڈھ لے کر آیا ہے اس
 النغ خاں نے ایک کڑا حملہ راجہ کرن پر کیا۔ اور شکست دیکر فوج کو پریشان کر دیا۔ راجہ دیو گڈھ
 کی طرف بھاگا۔ غنیمت میں سب کچھ ہاتھ لگا۔ مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا۔ اس لئے فتح کی کچھ مسرت
 نہ ہوئی۔ بلکہ بادشاہ کے عتاب اور کئی دہائی کے لال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اسی تجسس میں وہ
 گھبراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دیو گڈھ ایک روز کا رستہ رہ گیا۔ کچھ سپاہی الورہ کے غاروں کے سیر
 تماشے کے لئے گئے۔ ان غاروں کی بھی دستکاریاں عجب نمونہ انسان کی صنعت کا ہے۔ غرض
 یہ صنعت انسانی کا تماشا دیکھتے پھرتے تھے کہ وہاں قدرت کا تماشا اور نظر آیا۔ کہ کچھ سوار سامنے دوچا
 ہوئے۔ انہوں نے جانا کہ رام دیو کی فوج ان کے تعاقب میں آئی مگر وہ درحقیقت بھیم دیو کی فوج تھی
 کہ دیول دیہی کو لئے جاتی تھی ناچار جان بچانے کی ضرورت سے ان سے مقابلہ ہوا۔ ایک ہی حملہ میں
 تتر بتر کر دیا۔ دیول دیہی کے گھوڑے کے ایک تیرا سا لگا کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ ایک قدم آگے
 نہ چل سکا۔ سپاہی اس پاس پھونچے اور بولے نکال جو کچھ پاس ہے۔ اتنے میں ایک لونڈی پکار کر
 بولی کہ یہ دیول دیہی ہے جس وقت سپاہیوں نے دیول دیہی کا نام سنا اس کو سکھیاں میں بھا
 الرنغ خاں پاس لائے۔ یہ دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہو گیا اور جامہ میں پھولانہ سما یا۔ بادشاہ کو ایک جڑی
 لکھی اور گجرات میں آکر یہاں سے پاکی میں دیول دیہی کو سوار کر کے دلی بھیجا۔ جب دلی میں پہنچی
 تو ماں بے اختیار دوڑی گئی اور بیٹی کو اتروایا گلے لگایا۔

خضر خاں دیول دیہی (دیول دیہی) کی عاشق معشوقی

حضرت امیر خسرو نے ثنوی عشیقہ لکھی ہے جس میں خضر خاں و دیول دیہی کے عشق کا حال
 بھی لکھا ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ جس وقت دیول دیہی ماں پاس آئی ہے تو سکی عمر ٹھسال
 کی تھی۔ بادشاہ خضر خاں سے اس کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ کہلا دی (کو لا دیہی) نے بھی اسے منظور
 کیا تھا۔ وہ خضر خاں کو اپنی سبب سے زیادہ چاہتی تھی کہ اس کے بھائی کے مشابہ تھا۔ غرض یہ دونوں

میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے اپنے بڑے بیٹے سنگل دیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اور بہت سے متحدہ تحالف
 لیکر ملک کا فوراً کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کا فوراً فتح نامہ لکھ کر ولی بھیجا اور اس کے ساتھ رام دیو
 خود بہت سناڑا لے لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان علاؤ الدین نے راجہ کی بڑی تعظیم و
 تکریم کی۔ چتر اور اسے رایان کا خطاب دیا۔ اور اپنے راج پر اس کو رخصت کیا۔ اور ایک لاکھ تنکا اس کو
 دیا۔ اس مہم کے زمانے میں قابل لکھنے کے ایک سانچہ واقع ہوا کہ گجرات کے راجہ راسے کرن کی
 ہمدانی کلا دی گجرات کی مہم میں گرفتار ہوئی۔ اور بادشاہ کے ہاں آئی اور اس کی شاہانہ شادی
 بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بادشاہ اس کی حسن صورت اور سیرت پر دل و جان سے قربان تھا۔
 جب اس نے سنا کہ الگ خان حاکم گجرات کو بھی دیو گدھ جانے کا حکم ملک کا فوراً کے امداد کے واسطے
 ہوا ہے تو اس نے ایک رات بادشاہ کو خوش دیکھ کر عرض کی کہ جب میں راجہ کرن کے گھر میں رانی
 تھی تو خدانے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں۔ بڑی بیٹی تو خاک کے اندر منزل گزیر ہوئی۔ مگر دوسری
 لڑکی دیول دلی زندہ اور سلامت ہے۔ یہی میری شاخ جوانی کی دو کلیاں تھیں۔ مجھے اقبال کی خواہش
 وہاں سے یہاں لے آئی۔ مگر وہ دونوں گل اپنے گلشن ہی میں رہے۔ ایک گل پژمردہ ہو گیا۔ مگر
 دوسرا باقی ہے۔ میرا دل بغیر اس کے مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔ اگر وہ کسی طرح سلامت آجائے تو
 آنکھوں تک کھینچے ٹھنڈک ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اسی وقت الگ خان اور
 ملک کا فوراً کے نام فرمان سلطانی صادر ہوا کہ راجہ کرن دکن کی لڑائی میں آوارہ پھر رہا ہے اس سے
 دیول دیو کے لئے پیغام بھیجو۔ خواہ صلح سے خواہ لڑائی سے جس طرح ہو اسے یہاں روانہ کرو۔ دو
 مہینے تک راجہ کرن سے اس بات پر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور الگ خان نے شرائط صلح ایسی پیش
 کیں کہ وہ راجہ کے حق میں نافع تھیں۔ راجہ کو دیول دیو کے حوالہ کرنے کے لئے سمجھایا۔ مگر اس نے
 ایک نہ سنی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا بھی سنگل دیو اس پر عاشق تھا۔ مگر
 وہ قوم کا مہربان تھا۔ راجہ کرن رجوت تھا۔ رجوت مرہٹوں کو ذات کا بیٹا جان کر بیٹی دینا بے عزتی
 جانتے تھے۔ جب بادشاہی فوج کے ساتھ یہ معاملہ پیش ہو رہا تھا۔ اس نے یہ سب خبریں سنیں اور
 کچھ باپ سے نہ پوچھا۔ اپنے چھوٹے بھائی ہمیم دیو کو بہت سے متحدہ تحالف دیکر شادی کا پیغام راجہ کرن
 پاس بھیجا۔ راجہ مصلحت وقت اس نازک زمانہ میں یہی سمجھا کہ دیول دیو کو کچھ سپاہ کے ساتھ

جس طرح ہوائے پکار گولاؤ۔ راجہ کے پیچھے سوار پر لگا کر لیکے اور کئی جگہ تلوار پر بھی نوبت پہنچی۔ اور بہت سے راجوت مار گئے مگر راجہ کی گرد کو کوئی نہ پہنچا۔ وہ پیچھے و سالم اپنے اہل و عیال میں بھاگنے لگا اور اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ بادشاہ کو تو یہ مہم کی لو لگی ہوئی تھی اس کے دل کو کب چین تھا۔ اور اس پر یہ اور چوٹ لگی کہ راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعہ سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ نے پھر راجہ کا قلعہ لے لیا۔ مگر انی پد مہم نے اپنی عصمت بچانے کے واسطے سات چٹائیں حنڈ کی جوئیں۔ ان میں سارا خاندان کا خاندان ایک دن میں جل کر بھسم ہوا۔ بادشاہ قلعہ میں گھستے ہی پد مہم کے محل پر پہنچا۔ وہاں چند عورتیں ایک راکھ کے ڈھیر پر زور ہی تھیں۔ انہوں نے ایک مٹھی خاکستر کی آرا کر دکھائی کہ یہ پد مہم ہے بادشاہ رنج اور افسوس کرتا باہر آیا۔ اور دار الخلافہ کو چلا آیا۔ یہ دیکھ کر واقعہ تاریخ فیروز شاہی میں نہیں لکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہستان شاہراہ گھری گئی ہے۔

دکن کی مہمات

جب سے علاؤ الدین تخت پر بیٹھا شب و روز اور مہمات میں گومر صرف رہا۔ مگر ملک کن جو بھی نہیں بھولا۔ یہ وہی ملک تھا جس میں اس نے اپنے عہد شباب میں کارہائے نمایاں کئے تھے اور ان کے سبب سے آج اس رتبہ پر پہنچا تھا۔ ملک کا فور کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ اس خواجہ سرا پر دل و جان سے فدا تھا۔ اس کو سب پر ممتاز اور سرفراز کرنا چاہتا تھا۔ جب رام پلو والی دیو گدھ نے تین سال سے نذرانہ نہ بھیجا تو بادشاہ نے ایک سپاہ جڑا اس کے زیر حاکم دکن کو روانہ کی اور بہت سے امرا اس کے ہمراہ گئے۔ الغ خاں حاکم گجرات اور بین الملک ملتان کے حاکم مالوہ کو بادشاہ کا تاکید حکم صادر ہوا کہ اس مہم میں وہ ملک کا فور کی امداد اور کمک کریں۔ سارے برتاؤ جو افسران سپہ کے ساتھ سپہ سالار کو برتنے چاہئیں وہ سب ملک کا فور کو بادشاہ نے خود بتلادیئے۔ ملک کا فور نے دکن میں جا کر دکنیوں پر بڑی شہادت کی اور کسی کو آزار نہ پہنچایا اور ان کو منطیع منقاد بنایا۔ اور ولایت مرہٹہ کو امرا میں تقسیم کیا اور خود پٹنہ میں مالوہ میں ہوتا ہوا گذرا۔ اور خاندیس کی راہ سے سلطان پور میں ہوتا ہوا دیو گدھ میں آیا۔ رام دیو نے دیکھا کہ لڑنے

نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ راجہ کی رانی پر منی نام حسن و جمال میں بہ مثال ہے اُس کے سُن
 کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ یہ تکر بادشاہ اُس کا مشتاق ہوا۔ بیچارے قیدی راجہ پر تشدد
 شروع ہوا کہ راجہ پر منی کو بلا دے تو قید سے نجات پاوے۔ قید بُری بکلا ہوتی ہے۔ ناچار راجہ نے
 اس بات کو منظور کیا۔ کوہستان سے اہل و عیال بلانے کے واسطے اپنے لوگوں کو بھیجا۔ جب
 راجپوتوں نے یہ سنا تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے کہ معلوم نہیں راجہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اُس
 ہمارے نام کو ڈبویا۔ اُن سب نے یہ تجویز کی کہ یہاں سے مٹھائی میں زہر ملا کر راجہ پاس بھیجے
 کہ کام اُس کا تمام ہو اور راجپوتوں کا نام بدنام نہ ہو۔ اس تدبیر کو راجہ کی ایک بیٹی نے پسند نہ کیا
 اپنے سارے کہنے میں یہ بیٹی عقل و شعور میں مشہور تھی۔ اُس نے اپنے سب بزرگوں کو بلا کر وہ تدبیر
 بتلائی کہ جس میں راجہ کی جان بچے اور تنگ و ناموس پر بھی کوئی آفت نہ آئے۔ اُس نے یہ کہا
 کہ ٹوٹے پھوٹے نمک حلال سپاہی زمانے کپڑے پہن لیں۔ اور سلاح جنگ سنبھال کر یا لکیوں میں
 بیٹھ جائیں اور مشہور کریں کہ راجہ کی رانیاں دلی جاتی ہیں جب شہر کے قریب پھونچیں۔ تو رات کو
 شہر میں گھسٹیں اور سیدھے قید خانے پر تلواں سنوت سنوت کر چڑھ جائیں۔ جو کوئی مانع ہو اُسکو
 ٹھیک بنائیں۔ اور ایک گھوڑا کہ ہوا سے باتیں کرتا ہو کسا کسا یا تیار رکھیں۔ قید خانے سے راجہ
 کو نکال کر اُس پر بٹھائیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ غرض سات سو سپاہی ڈولیوں میں سوار
 ہو دلی چلے۔ اور بادشاہ کو خبر پھونچی کہ راجہ کی رانیاں آتی ہیں۔ اُس پر بادشاہ نے راجہ کی
 قید بھی ہلکی کر دی۔ اور کل سامان اور بار برداری کا حکم دیدیا۔ غرض یہ ڈولیاں منزل بہ منزل
 چلی آتی تھیں۔ اور اُن کے گرد خیمے اور قناتیں کھینچی جاتی تھیں۔ ہر جگہ بادشاہی ملازم اُن کی
 آؤ بھگت کرتے تھے۔ مگر قناتوں پاس پرندہ پرندہ مار سکتا تھا۔ غرض یہ پردہ نشین قافلہ شہر میں
 پہرات گئے داخل ہوا۔ ساری دلی میں غل مچا کہ رانی پر منی کی سواری آگئی۔ جب قلعہ کے قریب
 جہاں راجہ قید تھا یہ ڈولیاں پھونچیں تو راجپوت ان میں سے نکل کر ننگی تلواں نکال کر دوڑا
 جو سامنے آیا اُن کو مار کر برابر کیا۔ راجہ کو زنجیر سے بھال کر گھوڑے پر سوار کیا۔ یہاں پر منی
 کے اشیقان میں بادشاہ خوش بیٹھا تھا۔ جو یکایک یہ غل مچا کہ کل جو رانی کے آنے کی خبر اُڑی وہ
 سب بہانا تھا۔ غرض راجہ کا لیبا نانا تھا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور

اور کرسی (گھروں پر محصول) و چری (چرائی کا محصول) رعایا دینے لگی۔ اُس کے دلوں میں سے فضا
سرسختی۔ خام طبعی دور ہوئی۔ رعایا کے ملک کے خواص و عوام فارغ البال ہو کر اپنے کاموں و پیشوں میں
لگے۔ رنجش و چوڑ، منڈل کھیر، ہار او جین، ماند و کھیر، علانی پور، چندیری، ایرج، ہوانہ، چالور،
جن میں انتظام استحکام کے ساتھ نہ تھا وہ منضبط ہوئے۔ گجرات میں ہائے خاں۔ ملتان و سوستان میں
تاج الملک کا فوری، دیپال پور میں غازی ملک تغلق شاہ و سامانہ و سنام میں ملک آخور بگ تاکہ
و ہار و اجین میں عین الملک ملتانی، جھان میں فخر الملک میسنری، چتوڑ میں ملک ابو محمد و چندیری میں
میں ملک قمر، بدایوں و کونلہ و کرک میں ملک دینار تختہ پیل و اودہ میں ملک بخت و کرہ میں ملک نصیر الدین
سوتلیہ مستقل حاکم مقرر ہوئے۔ کول، برن، میرٹھ، امر وہہ، افغان پور، کابہر، تمام ولایت و دوا بہ حاکم
مثل ایک دہ کے تھامیہ سارا ملک خالصہ میں تھا۔ اسکی آمدنی لشکر کے خرچ کے لئے تجویز ہوئی۔ اُس کی
آمدنی کار و پیہ خزانہ میں اور خزانہ سے لشکر میں اور کارخانوں کے اخراجات میں صرف ہوتا۔

سلطان علاؤ الدین کی بادشاہی کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اُس کے دارالملک سے فسق و فجور دور
ہوا۔ مقدم و زمیندار سربراہ کھڑے رہ کر کاروانوں کی حفاظت کرتے مسافر اسباب و نقد و جنس لیکر
جنگلوں میں بے خوف و خطر پھرتے۔ اس نے ایسا انتظام کیا تھا کہ دارالملک کے رہنے والوں کی تمام
خیر و شرم معاملات نیک و بد کی خبر اُس کو پہنچتی اور ممالک کا حال اُس سے پوشیدہ نہ رہتا۔ اُس کے
فرمان کی ہول و ہیبت و سختی اور اُس کے مزاج کی درشتی ملک کے خواص و عوام کے دلوں میں بھگی
تھی۔ غرض جب اُس کو سب طرف سے فراغت نصیب ہوئی اور قلعہ سیری بالکل تیار و مستحکم ہوا تو اُس نے
ملک گیری کا ارادہ کیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے۔

چتوڑ گڑھ کی فتح

سن ۶۸۵ھ میں چتوڑ گڑھ پر علاؤ الدین چڑھ گیا۔ یہ قلعہ میواڑ میں بڑا مشہور ہے اور اب تک اہل اسلام
کے قبضے میں بھی نہ آیا تھا۔ چھ مہینے کے محاصرہ میں اُس کو بڑے زور لگا کر فتح کیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے
خضر خاں کو دیکر خضر آباد اُس کا نام رکھا۔ اور یہیں اُس کو دلی عہد اپنا بنایا۔ راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُس کے
اہل و عیال کو کوہستان کی آوارہ گردی نصیب ہوئی۔ راجہ کی قید خانہ میں مدت بسر ہوئی کہ کسی خوشامد

گرم ہو میں اُنے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ہمارا خیمہ حیات دشمنوں کے ہاتھ میں ہے ناچار جان سے ہاتھ دھو کر سپاہ ہندوستان کے ساتھ حرکت مذہبی کی اکثر قتل ہوئے اور کنگ گرفتار ہوا۔ اور جو جو مغل معرکہ سے جان بچا کر نکل گئے وہ پیاسے ہی بیابان مرگ ہوئے اور زن و فرزند ان کے اسیر ہوئے۔ پچاس سالہ ہزار مغلوں میں سے تین چار ہزار زندہ رہے۔ مغلوں کا لشکر یانی کو ترستا تھا اور منہ میں سو انگلیاں ڈال کر پانی بھیک مانگتا تھا۔ کنگ بہت سے مغلوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ بادشاہ نے کونٹک ہزار ستون کے آگے اُس کو اور اُس کے یاروں کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے چھلایا۔ دلی کے بادلوں دروازہ کے آگے ایک برج بنا تھا اُس میں بجائے پتھروں کے مغلوں کے سروں کو جو اس دفعہ اسیر ہوئے تھے لگوا یا۔ اس برج کو مدتوں تک لوگ دیکھ کر سلطان علاؤ الدین کو یاد کرتے رہے اور ان مغلوں کے زن و فرزند دلی کے بازاروں میں اسیران ہند کی طرح فروخت ہوئے۔ پھر ایک مدت بعد اقبال ہند مغل ہندوستان میں لشکر لایا اور اُس نے بہت فساد مچایا۔ پھر غازی ملک نے اُس پر لشکر کشی کی اور اُس کو قتل کیا اور کئی امیران ہزارہ و صده قید ہوئے اور دلی میں ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے ہلاک ہوئے۔ اس دفعہ اقبال ہند کے کشتہ ہونے سے اور کسی مغل کے زندہ سلامت نہ جانے سے لشکر اسلام کا خوف مغلوں کے دلوں میں ایسا چھایا کہ ہندوستان کے آنے کی وہیں پھر اُن کے خواب میں بھی نہ گذری۔ وہ خواب میں بھی دیکھتے کہ لشکر اسلام کی تلوار اُن کے سروں پر چل رہی ہے۔ اب دلی اور ان ممالک میں مغلوں کی طرف سے تشویش جاتی رہی۔ اور سب طرح سے امن و امان ہو گیا۔ اور جن ملکوں کی طرف سے مغل آتے تھے اُن کی رعایا اپنی زراعت و کھیتی میں بے خوف و خطر مشغول ہوئی۔ سلطان قلعہ شاہ کا جو اس زمانہ میں غازی ملک کہلاتا تھا خراسان و ہندوستان میں بڑا مشہرہ ہوا۔ اُس کے پاس اطلاع و خیال پورا اور لاہور تھے وہ ملک قطب الدین کے عہد تک مغلوں کو روکے رہا گو یاد شیر خاں کا قائم مقام ہو گیا۔ ہر سال جازسے کے موسم میں مغلوں کی سرحد پر جاتا اور وہاں چراغ لیکر مغلوں کو ڈرتا تو اُن کو نہ پاتا۔ مغلوں کا مقصد نہ تھا کہ اپنی سرحد پر بھی آتے۔ غرض سلطان علاؤ الدین کی آتش مزاجی نے مغلوں کے لوہے کو نرم بنایا اور دریائے جیون کے جوش کو ایسا ٹنڈا کیا کہ ہندوستان کی چینیوں کے بہانے کا زور اُس میں نہ رہا۔ اور اہ زانی اسباب معاش سے لشکر بھی خوب فراہم ہو گیا۔ چاروں سمتوں میں ملک و متمدنندگان و متمدن مقرر ہو گئے، متمدن و سرکش مطیع ہو گئے۔ خراج سلطانی نے مساحت کے موافق

کا بندہ بنست ہو گیا تو سپاہیوں کے موجب سالانہ اس طرح مقرر کئے کہ اول دو سو چونتیس ٹنگہ سوم اٹھتر ٹنگہ۔ جب عامل نے اس طرح عمل کیا تو سپاہ میں چار لاکھ بہتر ہزار سوار تھے۔ اس کثرت سپاہ نے مغلوں کو جب انہوں نے دلی کا قصد کیا بہت ذلیل کیا۔ ہزاروں مغل مارے جاتے اور سیکڑوں قید ہوتے اور ہاتھوں کے پاؤں تلے روندے جاتے اور ان کے سرؤں کے برج بنائے جاتے، لاشیں ان کی بنودیوں میں پڑی سڑا کرتیں۔ غرض شکر اسلام کو مغلوں پر وہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا کہ ایک دو مسلمان سوار دس مغلوں کی گردن میں رستی ڈال کر مکر لاتے تھے اور ایک مسلمان سوار ستر مغل سواروں کو آگے بھگاتا تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل ذیل میں بھیجی جاتی ہے۔

مغلوں سے لڑائیاں

مغلوں کے سرداروں و تر تاک اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے علی بیگ تیس چالیس ہزار سوار لیکر ہٹاڑ کے نیچے نیچے آن کر امر وہہ پر چڑھ آئے۔ سلطان علاؤ الدین نے ملک تغلق آخریگ کو لڑائی کے واسطے لشکر دیکر امر وہہ بھیجا۔ امر وہہ میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ لشکر اسلام مظفر پور۔ مغلوں کے کشتیوں کے پستے لگ گئے۔ علی بیگ و تر تاک کو ایک ہندو نے زندہ اسیر کیا۔ باپ کی بارگاہ میں ان کو اور امیروں کو اور بہت سے مغلی قیدیوں کے گلے میں رستی ڈال کر اور بیٹوں گھوڑے مغلوں کے بھیج دیئے۔ سلطان نے چو ترہ سجانی پر دربار عام کیا۔ دورویہ لشکر کو کھڑا کیا۔ اس قدر آدمیوں کا ہجوم ہوا کہ ایک پانی کا آنجورہ بیس عیتل و آدھے ٹنگہ کو بٹھاتا تھا اس دربار میں علی بیگ و تر تاک اور مغلوں کے ساتھ بادشاہ کے تخت کے روبرو لائے گئے۔ بادشاہ نے سب قیدیوں کو برابر سب امر میں تقسیم کر دیا۔

۸۵۵ھ میں علی بیگ و خواجہ تر تاک کے خون کا انتقام لینے کے لئے دوا خاں کا امیر بزرگ کنگ بہت سا لشکر لیکر نواحی ملتان میں گذر کر سواک میں آیا۔ غازی ملک تغلق نے لشکر جمع کیا اور آبادہ جنگ ہوا۔ اور آب نیلاب کے کنارے پر مغلوں کی راہ کو بند کیا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت سلطان علاؤ الدین نے کی تھی کہ وہ دریا کے کنارے پر اپنا لشکر گاہ بنائے کہ مغل پیاسے لشکر ہاں سڑا پائیں۔ غرض یہ منصوبہ بن پڑا کہ تاخت و تاراج کے بعد مغل جو تشنہ لب تھے جگر دیا پر

شکر تری فی سیر ایک جیل۔ شکر مسخ فی سیر نیم جیل۔ کج تین سیر فی جیل۔ روغن گاؤ دو سیر
پنج جیل۔ نمک پانچ سیر فی جیل۔ ذیل سے ذیل چیز جو بازار میں فروخت ہوتی اُس کی قیمت شاہ
خود مقرر کرتا۔ بازار یوں کے اور قیمت اشیاء کے حال دریافت کرنے میں بادشاہ کو نہایت اہتمام تھا
کہ شہنشاہ منڈی، رئیس بازار کے مخفی مخبروں کے اطلاع دینے پر اکتفا نہ کرتا بلکہ ایسے لڑکوں کو کہ خرید
فروخت کا دوقف نہیں رکھتے تھے چہ ننگہ دیکر بازار میں بھیجتا کہ جن چیزوں کی طرف اُن کی رغبت
ہو وہ مول لے کر بادشاہ پاس لائیں۔ اگر ان چیزوں کے نرخ یا وزن میں فرق ہوتا تو فروشنده
کو سزا دی جاتی اور کمرہ سزا تھی کہ ناک کان کاٹے جاتے۔ جتنا کوئی کم تولتا اُتنا ہی گوشت اُس کے
گوشتے میں سے کاٹا جاتا اور اُس کے آنکھوں کے سامنے پھینکا جاتا۔ یہ بھی تاریخ میں ذکر ہے کہ
مجلس شاہی کے ندیموں میں سے ایک شاہ باز تھے سلطان کو خوش وقت دیکھ کر عرض کی کہ کچھ چیز
کا نرخ حضور نے تجویز کر دیا ہے لیکن ایک چیز کا نرخ نہیں مقرر کیا اور اُس کا نرخ مقرر کرنا ضرور ہے
بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے اُس نے عرض کی کہ قحبہ دلولی کی قیمت جو لشکر کو خراب کر رہے
ہیں۔ بادشاہ ہنس اور ہلکا کہ تیری خاطر سے میں اُن کی قیمت بھی مقرر کرتا ہوں۔ پس میر بازار اور
کو تو ال کو ہلکا کر حکم دیدیا کہ قحبہ دلولی دخواندہ و سازندہ کو خبردار کر دو کہ وہ نرخ بادشاہی سے زیادہ
طعن نہ کریں اور قسم اول و دوم و سوم میں اُن کی جس مقرر کر کے نرخ و اجرت اُن کی مقرر کر دی۔ نرخ
اشیاء کے باب میں جب احکام شاہی کو استحکام ہو گیا تو اُس کو گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کے
سودا گروں پر رحم آیا اور ان کو خرید و فروخت کی اجازت دیدی مگر پیشہ رطھیرانی کہ نرخ سلطانی
سے تخلف نہ کریں گے۔ اگر گھوڑا قسم اول عربی، عراقی، یا غلام کینزک خطائی و چرکس و ترکی اور دلائیو
سے ہندوستان میں وہ لائیں تو اول سلطان کے سامنے پیش کریں اُس کے خریدنے کے بعد جو باقی
رہیں وہ ان امیروں کے ہاتھ فروخت ہوں جن کے نام حکم ہو۔ اس وقت میں ننگہ ایک تولہ طلا کا ایک
تولہ چاندی کا سکو کہ ہوتا تھا۔ اور ہر ننگہ نقد کے پچاس دینے تانبے کے ہوتے تھے جس کو جیل کہتے
تھے مگر ان کا وزن نہیں معلوم کیا تھا۔ بعض اس کا وزن بھی ایک تولہ تانا بتاتے ہیں۔ بعض سکو
پونے دو تولہ کا کہتے ہیں۔ اُس وقت من کے چالیس سیر ہوتے تھے۔ اور ہر سیر چوبیس تولہ کا ہوتا تھا۔
ہم نے جہاں ننگہ لکھی ہے وہ چاندی ہی کا ہے۔ غرض جب اسباب لباس و آلات سپاہ کی ازبانی

دوم خراج کی سختی سے جس کے رعیت محتاج ہو گئی تھی اور غلہ و کپڑا نرخ شاہی پر پہنچتے تھے۔ سوم خلق کی بے روزگاری سے یہ اُس کے زمانہ میں ضرب المثل تھی کہ اشتر بہ انگے و دانگے کو۔ چہارم کار فرما کو تہ دست و درشت مزاج کسی سے رشوت نہ لیتے تھے نہ کسی کی زور رعایت کرتے تھے۔ اب گھوڑوں۔ برودہ و ستودہ کے واسطے چار ضابطے مقرر ہوئے۔ گھوڑے کی قیمت کا یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ اپنے آگے گھوڑوں کی تعین جنس و تشخیص قیمت کرتا۔ اسب از قسم اولیٰ ٹوٹنکے سے لیکر ایک سو بین ٹنکے تک۔ قسم دوم کی قیمت اسی سے نوے ٹنکے تک۔ قسم سوم کی پیٹھ ٹنکے سے ستر ٹنکے تک۔ ٹہلو کی قیمت بارہ ٹنکے سے لیکر بیس ٹنکے تک۔ اس نرخ کے قائم رہنے کے لئے یہ چند ضوابط مقرر کئے۔ ضابطہ اول حکم دیدیا کہ سوداگران کیسے دار گھوڑوں کو نہ خریدیں اور نہ سودا گردوں کے ہاتھ گھوڑوں کو بیچیں۔ بازار میں گھوڑے بیچے جائیں۔ اس باب میں مشتری اور بائع دونوں سے اقرار نامے لئے گئے، لیکن کیسے داروں کو ادا زان غری اور گراں فروشی کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ وہ اس متدبیر پر بھی اپنے کام کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان میں سے بعض جان سے مارے گئے اور باقی سب شہر سے باہر نکالے گئے۔ ضابطہ دوم، دلالان اسب کی تعذیب و تنبیہ کے باب میں تھا، اگر یہ معلوم ہوتا کہ بازار میں بادشاہی نرخ کے خلاف ایک گھوڑا بھی فروخت ہوا ہے تو کل دلالوں پر عتاب و عذاب ہوتا۔ مجرم و غیر مجرم میں کچھ فرق نہوتا۔ ضابطہ سوم، ہر مہینے بعد اجناس اسب اور ان کی قیمت میں نقص ہوتا اور دلالوں کے احوال کی تحقیق ہوتی اگر سربم بھی خلاف عمل ہوتا تو سب دلالوں کو سزا ہوتی۔ کینز و غلام کے باب میں یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ غلام اعلیٰ تلو سے دو سو ٹنکے تک۔ اور متوسط تلو سے چالیس ٹنکے تک۔ ادنیٰ پانچ سے دس ٹنکے تک فروخت ہو سکتا ہو گا و گا و میش و شتر و بز میش اور اسی قسم کے جانوروں کے بھی وہی ضوابط جاری ہوئے جو گھوڑے کے باب میں اوپر لکھے ہیں۔ جو کچھ بازار میں واقع ہوتا وہ ہر روز روزنامچے میں لکھا جاتا۔ بازار یوں کے احوال کی جاسوسی کے واسطے جاسوس مقرر تھے۔ کہ اگر بازار کے متصدی کچھ غلط بادشاہ سے عرض کرتے تو وہ اُن کو سزا دلاتے۔ سب چیزوں کی قیمتیں جو بازار میں ہوتی ہیں مقرر تھیں۔ کلاہ سے مونہ سے تک شانہ سے سوزن تک نیٹھر سے بنری تک ہر لہ سے شور و سے تک حلوئی صابونی سے پوٹری تک کاک و بریان سے نان بھی و ماہی تک برگ تمبول و سپاری دھول سے ساگ پات تک بعض چیزیں جو اہل دلی کی ضروریات سے مخصوص تھیں اُس کا بھادو یہ تھا۔ مصری فی سیر و خیل

ہو یا سود اگر ان شہر کا یا اطراف شہر کا مال ہو وہ سب سراسرے عدل میں لے کر نرخ سلطانی کے موافق
 فروخت ہو اور اگر کوئی گھر میں یا بازار میں کپڑا لائے یا نرخ سلطانی سے ایک حیل زیادہ بیچے تو کپڑا
 ضبط ہو اور جہاز سے ڈنڈا لیا جائے۔ اس ضابطہ کے سبب سے سب طرح کا کپڑا سراسرے عدل میں ہی
 آتا اور کہیں اور نہیں جاتا۔ ضابطہ دوم بادشاہ کی طرف سے یہ نرخ کپڑوں کی جنسوں کا مقرر ہوا۔ چہرہ
 سولہ ٹکے۔ چہرہ کولہ چھ ٹکے۔ سری صاف اعلیٰ یا بیچ ٹکے۔ سری صاف میانہ سہ ٹکے۔ سری صاف ادنیٰ دو ٹکے۔
 سلاہنی مہین اعلیٰ چار ٹکے۔ سلاہنی میانہ سہ ٹکے۔ سلاہنی ادنیٰ دو ٹکے۔ کرپاس اعلیٰ میں گزنی ٹکے، کرپاس
 میانہ سی گزنی ٹکے۔ کرپاس ادنیٰ چالیس گزنی ٹکے۔ کرپاس سادہ وہ حیل۔ اسی بھاؤ پر اور قسم کے کپڑوں
 کا قیاس کر لینا چاہئے۔ حکم تھا کہ سراسرے عدل میں صبح سے لیکر نماز پیش تک دکانیں کھلی رہیں اور
 اسی وقت سے پہلے نہ بچھے کپڑے کی خرید و فروخت ہو۔ اگر کوئی اس حکم کے برخلاف کام کرتا تو مجرم
 ٹھہرتا۔ کوئی دکان اس وقت کے سوا بے ضرورت نہ کھلتی۔ ضابطہ سوم، شہر اور اطراف شہر کے سوداگروں
 کے نام دفتر میں لکھے جائیں۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ دیوان ریاست کے دفتر میں جن سوداگروں
 کا نام لکھا گیا ہے سب سے خواہ شہری ہوں خواہ بیرونی اقرار نامہ لیا جائے کہ اس قدر کپڑا ایسا
 ہر سال سراسرے عدل میں لایا کرینگے اور نرخ سلطانی پر بچا کرینگے۔ اس ضابطہ کے سبب سے اتنا کپڑا سراسرے
 عدل میں آتا کہ وہ بکنا بھی نہیں یونہی پڑا رہتا اور سلطانی کپڑے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ضابطہ چارم ملتانوں
 کو خزانہ سے روپیہ دیا جائے کہ وہ بلاد ممالک سے کپڑے خرید کر کے سراسرے عدل میں لاکر فروخت کریں۔ یہ
 روپیہ میں لاکھ خزانہ سے مال دار ملتانوں کو ملتا تھا اور وہی سراسرے عدل کے عہدہ دار تھے۔ ان کو یہ حکم تھا
 کہ سراسرے عدل میں جس وقت سوداگر کپڑا لائیں تو وہ اطراف بلاد ممالک سے کپڑا خرید کر کے سراسرے عدل
 میں سلطان کے نرخ کے موافق فروخت کریں۔ ضابطہ پنجم، امرا اور معارف میں جس کسی کو پارچہ نفیس کی
 ضرورت ہو تو وہ رئیس بازار کا پروانہ حاصل کرے۔ وہ حسب حیثیت امرا ملوک و اکابر معارف کے جن کو
 وہ جانتا کہ سوداگر نہیں ہیں نفیس پارچوں کا پروانہ دیتا۔ جاہلے نفیس کے لئے پروانہ کی شرط اس لئے
 لگائی گئی تھی کہ شہر و اطراف شہر کے سوداگر معین و نفیس کپڑوں کو سراسرے عدل سے ارزاں خرید کر کے او
 اور مقامات میں جہاں یہ کپڑے سیس نہیں ہوتے لیجا کر گراں نہ بیچیں۔ غرض ان ضوابط نے کپڑے کو مدتوں
 تک ارزاں رکھا۔ یہ نرخوں کی ساری ارزانی ان چار باتوں سے حاصل ہوئی تھی اول سختی فرمان سے

سے کسی کا بقدرتہ تھا کہ ایک من غلہ احتکار کرے یا غنیہ ایک من آدھ من غلہ اپنے گھر میں بھیجے۔ اگر ایسا
کوئی کرتا تو کپڑا جاتا اور اُس سے ڈنڈ لیا جاتا اور دو آہ کی ولایات کے نوابوں اور کارکنوں سے اقرار لیا
لیا جاتا کہ کوئی شخص اُن کی ولایت میں غلہ بھرتی نہ کرے۔ اور اگر یہ غلہ کی بھرتی معلوم ہوتی تو ناسب
متصرف دونوں مجرم ہوتے اور بادشاہ کے روبرو جواب دہی کے لئے آتے۔ ہشتتم ولایت کے متصرف
کارکنوں سے اقرار نامہ لیا جاتا کہ وہ رعایا سے اُن کے کھیتوں ہی پر پنجاروں سے یہ قیمت دلا دیں اور
بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ دو آہ میں دیوان اعلیٰ و شہنوں و متصرفوں سے اقرار نامہ لیا جائے کہ وہ رعایا سے
خراج اس شدت سے طلب کریں کہ وہ غلہ کو نہ اپنے گھر میں لاسکیں اور نہ بھرتی کر سکیں اور کھیتوں ہی پر
غلہ ارزاں پنجاروں کے ہاتھ بیچیں۔ اس ضابطہ کی تعمیل سے پنجاروں کو منڈی میں غلہ کے بچھپانے
کے اندر کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا اور متواتر وہ منڈی میں غلہ لاتے اور اپنی منفعت کے واسطے
دہقان جس قدر جلد ممکن تھا اپنے کھیتوں سے غلہ منڈی میں لاتے۔ ہتھم نرخ غلہ کی اور منڈیوں کے
مضامع کی خبر بادشاہ پاس بچھپانے کا کام ان تین اہل کاروں کو سپرد تھا۔ اول شتخہ منڈی، دوم برہنڈی
توم جاسوین منڈی۔ اگر ان تینوں کی خبروں میں آپس میں تفاوت ہوتا تو شتخہ منڈی کی کم بختی آتی
اُس سے باز پرس ہوتی۔ ان وجہ سے ممکن نہ تھا کہ نرخ غلہ اور منڈی کا حال خلاف واقعہ بادشاہ کے
سمان تک بچھپایا جاتا۔ علانی زمانہ کے سارے دشمنوں کی عقل حیران تھی کہ اگر نرذل باران اور
نفل کی فراخی میں غلہ کا یہ نرخ برقرار رہتا تو کچھ عجیب تھا، مگر تعجب یہ ہے کہ اُن برسوں میں بھی کہ امنا
باران ہوتا جس سے قحط پڑتا مگر دلی میں قحط کا اثر کچھ نہ معلوم ہوتا نہ غلہ سلطانی کا نہ غلہ کاروانی کا بھاد
ایک کوڑی کی برابر بھی بڑھتا۔ یہ بات سوائے اس بادشاہ کے دوسرے بادشاہ کو نہیں حاصل ہوئی۔
ایک دو دفعہ امساک باران میں منڈی کے شتخہ نے بھاد آدھی جیل فی من بڑھانے کی درخواست
کی تو اکیس چوب بار کھائی۔ منڈی سے بنے اس قدر غلہ ہر محلہ کو دیتے کہ اُس کے رہنے والوں کو دیکھن
کی خوراک کے لئے کافی ہوتا۔ کوئی شخص خرچ یومیہ سے نیم من سے زیادہ نہیں خرید سکتا تھا۔ اگر قحط کے
سبب مسکین اور ضعیف منڈی میں زیادہ گھس آتے اور زیر بار ہوتے اور اُس کا انتظام کچھ نہ ہوتا تو
منڈی کے شتخہ کو سزا ملتی۔ کپڑے کی ارزانی کے واسطے یہ پانچ ضابطے مقرر ہوئے۔ اول سراسرے عدل
کا بنانا۔ وہ شہر کے اندر ایک میدان میں بنائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کپڑا خواہ مال سلطانی سے

دفعہ بنایا جائے اور وہ شمشہ کی رعیت بنائے جائیں۔ پیچ دو آبہ اور سو سو کوہن تک دہلی کے گرد رعیت سے خراج اتنا لیا جائے کہ وہ دس من غلہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے کا مقدور نہ رکھیں اور ایسی شدت بھی خراج کی طلب میں نہ کی جائے کہ کھیتوں میں کھڑا غلہ بنجاروں کے ہاتھ رعایا پیچ ڈالے۔ ششم کارکنوں کی ولایت سے اقرار نامہ لیا جائے کہ غلہ کو کھیتوں کے کناروں پر بنجاروں کے ہاتھ فروخت نہ کر دیا کریں ہفتم منڈی میں بڑے معتبر ہا کریں کہ بادشاہ سے غلہ کی کیفیت وہ عرض کیا کریں ہشتم ایام امساک باران میں غلہ کا ایک دانہ بے حاجت کے کسی منڈی سے کوئی شخص نہ لے سکے۔ یہ آٹھ ضابطے ارزانی غلہ کی استقامت کے لئے سخت علانی کی پیشگاہ سے جاری ہوئے۔ نزول باران اور امساک باران میں ایک دانگ کی برابر بھی بھاؤ نہیں بڑا۔ اول ضابطہ غلہ کے نرخ کا اس طرح مقرر ہوا کہ گہیوں فی من ساڑھے سات جیتل چوئی من چار جیتل۔ شالی یعنی جوار فی من پانچ جیتل۔ ماش فی من پانچ جیتل۔ چانی من پانچ جیتل۔ موٹی فی من تین جیتل۔ دوم ملک قبول افغانی کہ ایک دانہ شمشہ ملک اور کاردان اور مقرب شاہی تھا وہ منڈی کا کاشخہ مقرر ہوا۔ اس کو اقطاع بزرگ دیئے گئے سوار و پیادے اس کے سپرد ہوئے اور اس کے دوستوں میں سے ایک ہوشیار نائب مقرر ہوا۔ سوم انبار ہائے سلطانی کے باب میں سلطان علاؤ الدین نے حکم دیا کہ دو آبہ کے درمیان جو قصبات خالصہ ہیں ان سے خراج کے بدلہ میں غلہ لیا جائے اور عسکہ انبار ہائے سلطانی میں شہر میں بھیجا یا جائے اور حکم ہوا کہ نئے شہر میں اور نئے شہر کی ولایت میں نصف حصہ سلطانی غلہ ہی ہو اور وہ قصبات میں جمع ہو اور شہر کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ جب امساک باران ہو یا منڈی میں بنجارے غلہ پہنچانے میں کوتاہی کریں تو ان انبار ہائے سلطانی سے منڈی میں غلہ لائیں اور منڈی کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ وہ نرخ سلطانی سے فروخت کریں اور کسی شخص کو احتیاج سے زیادہ نہ دیں۔ چہارم سلطان علاؤ الدین نے حکم دیا کہ تمام بلاذ ممالک کے بنجارے شمشہ منڈی کی رعیت بنائے جائیں اور شمشہ منڈی ان کے مقدموں کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر جتک ڈالے رکھے کہ وہ سب متفق ہو کر ضمانت ایک دوسرے کی اس امر کی نہ دیں کہ وہ دریائے جمنہ کے کنارے کے دیہات میں مع زن و بچہ دہشتی کے سکونت اختیار کریں گے۔ اس ضابطہ سے یہ فائدہ ہوا کہ منڈی میں غلہ اس افراط سے آتا کہ سلطانی غلہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ پیچ احتکار یعنی غلہ کی بھرتی کرنے کی علی العموم ممانعت کر دی گئی۔ عبد علانی میں اس منع احتکار کا نتیجہ یہ تھا کہ سوداگروں اور دہقانوں اور دیہیوں میں

بھر کر گھاس و لکڑیوں کے گٹھلیوں میں چھپا کر لاتے اور سیکڑوں جیسے دہانے نوکر و فریب و ادغاسے شہر کو اندر لے جاتے۔ دروازوں پر تلاشی میں پکڑے جاتے اور چاہے زندان میں لٹکائے جاتے مگر اپنے کو تنکوں سے باز نہ آتے۔ غرض اس زمانہ میں ہزاروں لاکھوں آدمی ایسے ہیں کہ وہ دین دنیا دونوں کی پروا نہیں کرتے ایسے بدکاروں کا علاج نہ کسی انسان نے پہلے کیا ہے نہ مجھ سے ہو سکے۔ مگر سارے کاموں میں میری نیت میں یہ ہوتا ہے کہ خلق اللہ کی رفاہیت ہو اس لئے غفور الرحیم کی ذاتِ آمید ہے کہ وہ میرے گناہ معاف کرے گا۔ در توبہ باز ہے۔

مغلوں کی مہمات اور ان کے اسناد کے واسطے قوانین اور ضوابط

قواعد کا مقرر ہونا

اب سلطان علاء الدین نے ارادہ کیا کہ اس قدر لشکر کو بڑھائے کہ وہ مغلوں کی لڑائی سے عمدہ ہر ہو سکے اور ممالک محروسہ کا بندوبست بھی رکھ سکے۔ خزانہ جس قدر اس کے پاس تھا وہ اس قدر تھا کہ کسی لشکر کثیر کے لئے پانچ چھ سال سے زیادہ دفا نہ کر سکے۔ پس اس باب میں اربابِ راے سے جن میں ملک خلیفہ الدین سب سے زیادہ بزرگ تھے مشورہ کیا اور پوچھا کہ لشکر بڑھانے کے لئے کوئی تدابیر ہیں۔ تمام بلادِ ترکستان میں چنگیزی سپاہیوں کی تنخواہ نہایت قلیل مقرر ہوتی ہے۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے کہ سپاہیوں کی تنخواہ اسی قدر قلیل مقرر کروں۔ اربابِ راے نے کہا کہ بادشاہ کا یہ ارادہ جب پورا ہو سکتا ہے کہ سپاہیوں کے تمام مایحتاج غلے و گھوڑے ہتھیار و سارے آلاتِ سپاہ گری کے ارزاں کر دئے جائیں کہ جس سے کسی تنخواہ کا معاوضہ اس ارزانی سے ہو جائے۔ بادشاہ کو یہ راے پسند آئی اور اپنے دانشمند وزیروں کے اتفاق سے اس باب میں چند قواعد و ضوابط مقرر کئے جن کے سبب اسبابِ معاش ارزاں ہوئے اور مقصود حاصل ہوا۔

اول قاعدہ۔ ارزانی غلہ کے باب میں مقرر ہوا۔ جس میں سب سے زیادہ نفع عام تھا اور اس کے یہ ضوابط قرار پائے۔

ضابطہ اول۔ غلہ کا نرخ بادشاہ مقرر کرے۔ دوم سلطانی غلہ کے انبار لگائے جائیں۔ سوم۔ زراعت کی منڈیوں میں سچے مقبر و با اختیار اشخاص مقرر ہوں۔ چہارم۔ بلادِ ممالک کے پنجابوں کا ایک

اُسے سختی بناتا ہوں اور عورت کو قتل کرتا ہوں۔ سرکشوں میں نیک و بد و خشکے ترک نہیں دیکھتا سب کو ہلاک کرتا ہوں اور اُن کے جو رو بچوں کو بے نوا اور تلف کرتا ہوں۔ مال واجب الادا کو ضرب چوبے وصول کرتا ہوں اور جتیک ایک جیل باقی رہتا ہے قید و زنجیر و تخت بند کو کام میں لاتا ہوں اور ایذا دیتا ہوں تو ان سب کاموں کو کئے گا کہ میں نامشروع کرتا ہوں۔ قاضی صاحب مجلس سے اُسٹے دور جا کر سربر زمین ہوئے اور کہا یہ سب نامشروع ہیں۔ بادشاہ غضبناک ہو کر حرم سرا میں گیا اور قاضی صاحب اپنے گھر جلدی سے آئے اور اپنے اہل بیت سے رخصت ہوئے اور قتل کے مترصد ہوئے۔

چوں سخن رنست تو آری بجائے

ناصر گفتار تو باشد خداے

دوسرے روز قاضی صاحب کو برخلاف اُن کی توقع کے بادشاہ نے بلا کر بہت عنایت کی اور بھاری خلعت انعام دیا اور فرمایا کہ آپ کو علم ہے تجربہ نہیں اور مجھے علم نہیں تجربہ ہے۔ میں مسلمان و مسلمان ^{زاد} ہوں تو جو کچھ کہتا ہے حق ہے لیکن مہمات دنیا خصوصاً ہندوستان محض شریعت کی پابندی سے رونق نہیں پاسکتا اور نہ اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔ جتیک سیاستمہ غیلم نہ ہوں۔ ملک آرام سے نہیں رہ سکتا اور تعزیرات شرعی سے اس زمانہ کے آدمی راہ مستقیم پر نہیں آسکتے۔ میں جاہل ہوں۔ نوشتہ و خواندہ سے نہ آشنا ہوں۔ سوائے الحمد اور قلی اللہ و دعاے قنوت و التیحات کے کوئی اور خیر پڑھنی نہیں جانتا میں نے ایسے سخت سخت حکم جاری کئے کہ کوئی شخص جو دوسرے شخص کی بیوی سے زنا کرے تو ضعیف کیا جائے لیکن باوجود اس سختی کے پھر بھی ایسے زنا کار روزِ کرے آتے ہیں جو سپاہی کے موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے اُن سے تین سال کی تنخواہ واپس لیجاتی ہے اُس پر بھی سو دوسرے سپاہیوں کو یہ سزا ہمیشہ ملتی ہے۔ میں نے مال چوری کرنے پر دس ہزار محروروں و عاملوں سے گدائی کرائی اور ان کے بدنوں کو کیڑوں سے کھوایا تو بھی اس جامعہ نے چوری سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نو سینہ گی و دزدی ہم زاد مادر زاد ہیں۔ شراب فروشوں و می نوشوں کے میں نے چاہہ زنا دل بنایا اور اس میں اُن کو ڈال کر ٹرایا مگر اس چاہہ زنا دل میں بھی شرابیوں نے شراب پینا نہ چھوڑا۔ اور یہاں بھی شراب بیچنے والوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ گھروں میں بھلیاں بنائیں اور ان میں چوری جیسے شراب بنائی۔ اُس کو خوہا اور چھپا کر منگوا بیجا۔ شہر کے باہر سے مشکیں

مسلمانوں کا حصہ بھی ہے یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ اُس میں بادشاہ کا حق ایسا ہی ہے جیسا کہ اور تمام اُن مسلمانوں کا حق ہے کہ جو آپ کے ممد و معاون ہوتے ہیں۔ اُس پر بادشاہ آشفۃ ہو کر بولا کہ کہ ایامِ ملکی میں ولایت کفار سے کہ جس مال کو میں محنت کر کے لایا ہوں اور بادشاہ کے خزانہ میں اس نے داخل نہیں کیا ہے وہ بیت المال کس طرح ہو سکتا ہے۔ قاضی نے کہا کہ بادشاہ جو اپنے نفسِ نفس سے پیدا کرے وہ اُس کا حق ہے لیکن جو لشکریوں کی اعانت اور مدد سے پیدا کرے اس میں سب برابر کے شریک ہیں۔ سوال چارم۔ اس مال میں میرا اور میری اولاد کا حق کس قدر ہے۔ قاضی نے دل میں کہا کہ اب میری پوری موت آئی۔ پہلے جواب سے بادشاہ آزرہ خاطر تھا اور دوسرا جواب پہلے سے زیادہ سخت ہو گا۔ اس سے بادشاہ اور زیادہ آشفۃ ہو گا۔ بادشاہ سے جان کی امان مانگ کر قاضی نے عرض کی کہ آپ تین طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر عدالت محض اور خلفائے راشدین کا اتباع منظور ہو تو بادشاہ اس میں اس قدر لے جس قدر اُس نے اپنے اور نوکروں کے لئے مقرر کیا ہے اور اگر میانہ رومی اختیار کرے تو امراءِ معارف میں سے جس امیر کا وظیفہ زیادہ ہو اُس کی برابر بیت المال میں سے لے لے اور اگر اُن علمائے دین کی اجازت کے موافق عمل کرے جو ایسے وقت میں روایاتِ ضعیف کی سند پر بادشاہ کا منکر کے ہم زبان ہوتے ہیں تو جو سب سے زیادہ بزرگ امیر کو دیا جائے اس سے کچھ تھوڑا زیادہ لے کہ جس سے بادشاہ کو ایک طرح کا امتیاز حاصل ہو اور سلطنت کی عزت ہو۔ اس سے زیادہ لینا جائز نہیں اور فرزندانِ عظام کا حصہ موافق سائر الناس کے یا بطریقِ امرائے متوسط کے ہے ایسے جواب سے بادشاہ آگ بگولا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ مال جو میرے قصر میں ہے اور سائر البواب میں خرچ ہوتا ہے یہ سب نامشروع تو بتائے گا۔ قاضی نے کہا کہ جو آپ نے مسئلہ شرعی پوچھا اُس کا جواب کتبِ شرع کے موافق میں نے دیا اگر مصلحتِ ملکی کے موافق استفسار ہوتا تو میں یہ کہتا کہ جو بادشاہ کرے وہ عینِ صواب۔ اور قواعد و قوانینِ ہدایت کے مطابق ہے بلکہ تمنا اور زیادہ لے شوکت و عظمت بادشاہ کا سبب ہے یہ بات قواعدِ ملکی کے انتظام سے متعلق ہے۔ بعد ازاں بادشاہ نے کہا کہ جو سپاہی موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے اُن سے تین سال کی تنخواہ واپس لیتا ہوں یا تین سال تک ایک مہینے کی تنخواہ نہیں دیتا۔ شراب و خمر اور شراب فروشوں کو چاہے زندان میں بند کرتا ہوں اور جو کوئی شخص کسی کی بیوی سے زنا کرتا ہے

خوف کے بارے میں علم کا ایک حرف زبان پر نہ لاتے۔ بادشاہ ابتدا میں تو الف کے نام بے بھی نہیں جانتا تھا مگر آخر میں اُس کو کچھ لکھنا پڑھا آگیا تھا کہ وہ مخبروں کے خط و فارسی کتابیں آپ پڑھ لیتا تھا۔ اور اہل فضل سے بھی ہم زبان ہوتا۔ اُس کا اعتقاد فاسد پہلا سامنہ رہا تھا۔ اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ علماء و فقہات و ارباب ثنائی کو صفائی نیت اور نفس الامر منظور ہوتا ہے وہ طبع دینی سے کوئی اپنی طرف سے مسئلہ نہیں گھڑتے۔ برعکاف عادت کبھی کبھی وہ فضلاء کی صحبت میں بیٹھتا اور مسئلہ شرعی پوچھتا۔ چنانچہ ایک ن قاضی مغیث الدین بانیوی سے کہا کہ میں چند مسئلے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ علماء کو متکار و محیل جانکر اُن سے بات نہ کرتا تھا۔ اور اب تک اپنی بادشاہی میں اس نے شریعت کی طرف کبھی رجوع نہیں کیا تھی یہ سنکر قاضی صاحب کی جان بھکی اور زمین بوس ہو کر عرض کی کہ پوچھنے سے پہلے مجھے حضور قتل فرمایاں تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ حضرت پوچھنے لگے اگر سچ کونگا تو بادشاہ کے مزاج کے موافق نہ ہوگا۔ اور اگر خوشامد کہہ لیں تو جھوٹ ہو لینگا جو بادشاہ پر کسی دوسرے شخص سے پوچھنے سے ظاہر ہو جائیگا وہ بھی میرے قتل کا باعث ہوگا۔ اُس پر بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ شریعت کے موافق مجھے سچ سچ جواب دو کہ راستی کے سبب آپ کو کوئی ضرر نہیں پہونچے گا۔ اب بادشاہ نے یہ چند سوال کئے۔ اول شریعت پاک میں کس کس ہندو کو خراج گزار و ذمی کہتے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ وہ ہندو خراج گزار و ذمی ہے کہ محصل بادشاہی اُس سے جو مال و خراج طلب کرے و تواضع کے ساتھ بے مضائقہ تمام ادا کرے اور اگر محصل سے کوئی ادا ایسی صادر ہو کہ وہ اُس کی اہانت کا سبب ہو تو اُس کو بے انکار و متغیر قبول کرے۔ بادشاہ ہنسنا اور کہا کہ جو کچھ تو نے از روئے کتاب کہا وہ میں نے اپنی رائے کے اجتہاد سے کر رکھا ہے اور میں نے ہندوؤں کو اس طرح ذمی بنا رکھا ہے۔ سوال دوم عامل جو رشوت لیتے ہیں اُس کو از قسم و زدی سمجھ کر چوروں کی سزائیں اُن کو دے سکتا ہوں یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ عامل بظاہر رشوت جو کچھ لے لیں تو اُن پر ایسی تادیب کرنی چاہئے کہ وہ اُس کو بھیر دیں۔ مگر ہاں کاٹنا کہ زدی کے ساتھ مخصوص ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی یہی کرتا ہوں کہ عامل جو مال خیانت کرتے ہیں اُن کو شکنجہ میں کھینچ کر وہ مال لے لیتا ہوں تاکہ خیانت کی راہ مسدود ہو اور ظالم لالچیوں کا ہاتھ کوتاہ ہو۔ سوال سوم ایام بادشاہی سے پہلے جو دیو گندہ سے بہ ضرب شمشیر میں مال لیا ہوں وہ میرا حق ہے یا بیت المال کا۔ اور اس میں اور

مقرر ہوں کہ رئیس کے درمیان ضعیف و قوی برابر ہوں اور زیر دست رعیت پر مقدموں و چودہریوں کا تسلط موقوف ہو پس اول یہ قانون مقرر ہوا کہ مساحت کے بموجب نصف محصول بلا قصور وصول ہو اس میں مقدم و چودہری و کل رعایا سب برابر ہوں۔ زیر دستوں کا بوجھ زیر دستوں کے سر پر نہ پڑے مقدمی کی وجہ سے جو چھل ہو وہ نرانہ میں داخل ہو خواہ مقدم ہنوار رعیت وہ چارہل کشت کاری کے اور دو حسینین اور دو گائیں اور بارہ بکریوں یا بھیراؤں سے زیادہ نہ رکھنے پائے۔ دوسرا قانون یہ تھا کہ بھینس یا بکری غرض جو دودھ دینے والا جانور ہو اس کی چرائی لی جائے اور چرائی کی مقدار مقرر ہو سوم جو گھر آباد ہو اس سے کرنا طلب کیا جائے۔ اس کام میں عمال اور اہل قلم نے ایسی احتیاط کی کہ خیانت کے پھٹی کوڑی نہیں لی اور اگر عمال سوا سے اپنی تنخواہ کے کسی اور چیز پر متصرف ہوتے تھے تو نیواری کے کاغذ سے جو کچھ ان کے نام برآمد ہوتا وہ اسی ساعت لیا جاتا تھا۔ بہت سے محرر ایسے تھے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ عمال کے عہدے میں کچھ اوپر کی یافت نہیں ہے تو انہوں نے اس اپنے پینے کو چھوڑ دیا ان عہدہ داروں کو خیانت کی سزائیں ایسی سخت ملتی تھیں کہ برسوں وہ قید میں رہتے تھے اور پٹے تھے جس کے سبب ان عہدوں سے لوگ ایسے ڈرتے تھے جیسے کہ بخار و موت سے۔ غرض جن سے یہ محصول لیا جاتا اور ہلپتے وہ ذرا سا بھی قصور کرتے تو سخت سزا پاتے۔ مقدموں اور چودہریوں کا حال پہلے یہ تھا کہ وہ سوار بھرتے تھے ہتھیار باندھتے تھے لباس فاخرہ پہنتے تھے نیکار کھیلے تھے مگر اب ان کا حال ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ ان کی عورتیں لوگوں کے گھروں میں جا کے محنت مزدوری کرتی تھیں جب اس سے اپنا پیٹ بھرتی تھیں۔

بادشاہ اور قاضی مفت الدین کی گفتگو

بادشاہ علاؤ الدین کبھی کبھی کہا کرتا کہ بادشاہی کے احکام و ضوابط بادشاہوں کی رائے سے متعلق ہیں شریعت کو ان میں دخل نہیں۔ علمائے عبادات کے طریقوں کا فیصلہ کرنا متعلق ہے۔ غرض بادشاہی کی اصلاح کے لئے جو کچھ اس کے ذہن میں آتا وہ کرتا۔ اس میں مشروع و غیر مشروع کو نہ دیکھا۔ علمائے عصر میں سے قاضی مفت الدین بیانوی بڑے دانشمند عالم تھے وہ فی الجملہ زیادہ قریب رکھتے تھے اور بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور امر کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے مگر بادشاہ کے

اکہ جو امرا اپنے گھرنی بنی بچوں سے باہیں کرتے اُن کی باتوں کی نذر بادشاہ کے کمانوں تک پہنچتی یہاں تک لوگ ان جاسوسوں کے ہاتھ سے تنگ ہوئے کہ گھر میں پکار کر آدھی رات کو بات نہ کرتے۔ ان شخص سے تمام ملک میں انتظام ہو گیا۔ اور رہتوں میں امن و امان۔ مسافر تنہا جہاں چاہتے وہاں جاتے۔ سوداگر سونا اچھالتے چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ اُن کے منہ میں کسے دانت ہیں۔ اور دوسرے مفیدہ کے دکر کرنے کے لئے اُس نے شراب علانیہ بینی چھوڑی۔ عیش خانہ کو طلاق دی اور جلیوں کا آراستہ کرنا موقوف کیا۔ تمام شراب لندھا دی۔ شراب پینے کے چاندی سونے کے برتن توڑ پھوڑ نذر کر کے اور اُن پر سیکہ لگوایا۔ اور سب جگہ متادی کر دی کہ بادشاہ نے شراب بینی چھوڑ دی۔ اور تمام ممالک محروسہ میں شراب کی مخالفت کے اشتہار بھجوا دیے کہ جو شخص شراب پئے گا وہ گردن مارا جائے گا۔ اس حکم پر اس قدر لوگوں نے گھروں سے شراب نکال نکال کر بازاروں میں پہنچائی کہ شراب کی کیڑ ہو گئی۔ رند و می خواہ جو شراب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے کسی نہ کسی طرح وہ اُس کو بہم پہنچاتے۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اُس کو شراب پینے والوں کا زندان بنایا۔ اکثر اس زندان میں قیدی قیدی حیات سے چھوٹ جاتے۔ جب یہ قانون خوب منضبط ہو گیا تو بادشاہ نے امیروں کو تنہا شراب پینے کی اجازت دیدی۔ اب تیسرے مفیدہ کے انسداد کے واسطے اُس نے حکم دیدیا کہ بغیر حکم شاہی امیر اور دولت مند آپس میں ملاقات نہ کریں اور ایک دوسرے کے ہاں دعوت میں نہ جائیں۔ اور بغیر تحریری اجازت نامہ کے آپس میں ناطے رشتے نہ کر لیں۔ غرض یوں جو آشنا بیکانے تھے وہ نا آشنا و بیکانے بن گئے۔ اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان جاتا تو وزیر سید خاں کی خوشامد کی جاتی کہ وہ بادشاہ سے اُس کے گھر میں اُترنے کی اجازت حاصل کر اے۔ مفیدہ چہارم کے انسداد کے واسطے یہ تدبیر کی کہ جو گاؤں وقف یا انعام یا ملک کسی کی مٹتا اُن سب کو خالصہ ٹھیکر اتا خواہ وہ کسی مسلمان پاس ہو یا ہندو پاس۔ غرض مضبوطی اور سخت گیری سے ایسے لوگ کھانے پینے سے تنگ ہوئے کہ کبھی فتنہ و فساد کا نام بھی زبان پر نہ آیا۔

قوانین وضوابط علانی

جب ان بنیادوں کے انسداد سے اُس کو الفراغ ہوا تو اُس نے یہ چاہا کہ ایسے ضوابط و قوانین

گردن سے مارے گئے اور یہ ایک قدیمی خاندان نیست و نابود ہو گیا۔ اور اُس کے سارے گھروں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ بادشاہ نے قلعہ رنٹھنپور کو نیست و نابود کیا۔ میں ایک برس کے محاصرہ کے بعد فرج کیا۔ اُس نے بہت سا شکر جمع کیا تھا اور تھیلے اُن کو دیئے تھے کہ اس میں ریت بھریں۔ ایک درہ میں جس کو رن کہتے ہیں ان تھیلوں کو ڈال کر بڑا سرکوب بنایا اور اہل قلعہ کو ستایا۔ اور سب محتوین کو قتل کیا۔ اور راجہ کو مع رانی کے فدا کیا۔ کہتے ہیں کہ میر محمد باغی کہ جالور سے بھاگ کر یہاں آ گیا تھا زخمی پڑا تھا۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی۔ رحم آیا پوچھا کہ اگر تیرا معالجہ کیا جائے اور تو صحت پائے تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ میر محمد نے جواب دیا کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں اور راجہ ہمیر کے بیٹے کو بادشاہ بناؤں۔ اُس پر بادشاہ بڑا خفا ہوا۔ اور ہاتھی کے پیر کے نیچے گچھلوا یا۔ مگر اُس کی اس وفاداری اور ایمان داری کا خیال آیا تو اُس کی تجویز و تکہین ایک شان کے ساتھ کن اس قلعہ کو اپنے بھائی الغ خاں کے حوالہ کیا۔ اور آپ دلی میں چلا آیا۔ الغ خاں یہاں پانچ چھ مہینے بھران رہا۔ پھر بیمار ہو کر دلی کو آتا تھا کہ راہ میں سفر آخرت پیش آیا۔

اسباب بغاوت اور اُنکے اندر اکی تدبیریں

اب بادشاہ نے دلی میں مشیرانِ سلطنت کو بلا کر کہا کہ چار بغاوتیں پے در پے ہو چکی ہیں انہی تدبیریں تباؤ کہ پھر کوئی بغاوت اور سازش نہ ہو۔ مشیرانِ سلطنت نے چار اسباب بغاوت کے بتلائے۔ اول رعایا کے نیک و بد سے بادشاہ کو خبر نہیں ہوتی۔ دوم شراب خوار می علانیہ ہوتی ہے۔ شراب کے پینے سے خواہے زشت کو تحریک ہوتی ہے اور اُس سے مافی الضمیر کا اظہار بے اختیار ہوتا ہے اور اُس سے فتنے برپا ہوتے ہیں۔ سوم امیر اور اعیانِ سلطنت باہم رشتے رکھتے ہیں اور کرتے ہیں اور جب ایک پر کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے تو سب آپس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ چہارم زرو مال کی کثرت۔ قاعدہ ہے کہ جن وقت اراذل اور کمینوں کو دولت ملتی ہے خیالاتِ فاسد اُن کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سے فساد کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے ان سب اہل الزام کی باتوں کو پسند کیا اور ان اسباب کے برفع کرنے میں سعی ہو۔ اول خلعت کے نیک و بد حال دریافت کرنیکے واسطے جاسوس مقرر کئے۔ اب اس جاسوسی کو وہ فروغ ہوا

شروع کیا۔ اس محاصرہ نے طویل کھینچا۔ ہر روز قلعہ والوں کی آگ اور تبربر سانسے بادشاہی لشکر کو نقصان پہنچا۔ اہل اسلام نے بھی نعتِ دسیبہ بڑھا کر اہل قلعہ کو خوب تنگ کیا اور ایامِ محاصرہ میں سرداروں نے ملک کو خوب تلخت و تاراج کیا۔ اور سرکشوں کو موم کی طرح نرم کیا۔ غرض یہاں یہ سہوہ تھا کہ بادشاہ کے بھانجے امیر عمر اور منگو خاں کہ بدایوں اور ادھ میں حاکم تھے بادشاہ سے گڑبٹھے۔ بادشاہ نے ان کی بغاوت کو کچھ بڑا نہ جانا۔ دہلی کے ارد گرد کے امیروں کو لکھا کہ ان کا مذاکرہ کریں انہوں نے حسبِ احکام لشکر کشی کر کے بڑی کوشش سے دونوں بھائیوں کو مغلوب کر کے مقید کیا اور بادشاہ کے لشکر گاہ میں بھیج دیا جو معذرتوں کے ساتھ تھے۔ ان کو مار ڈالا سلطان نے قلعہ کے نیچے اوروں کی عبرت کے لئے اول ان کی آنکھیں نکلائیں اور پھر بڑے عقوبت سے ان کو مارا۔ یہ فساد ابھی بالکل مشابہ تھا کہ ایک اور جھگڑا کھڑا ہوا۔ ملک فخر الدین قدیمی کو توال کا غلام زادہ حاجی مولیٰ تھا اس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ قلعہ گیری میں مصروف ہے اور کو توال شہر بازید سے لوگ از حد ناراض ہیں اس کی مدد وہ نہ کرینگے۔ دہرہ کو ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور کو توال کے گھر پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک حکم بادشاہ کا آیا ہے اسے سن جاؤ۔ کو توال اسی وقت باہر آیا حاجی مولیٰ نے اپنے ہمراہیوں کو ہتیار کیا انہوں نے اس کو مار کر بکڑے بکڑے کر ڈالا اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کے حکم سے مارا ہے۔ نئی دہلی کے کو توال علاؤ الدین یا زیاں بھی آدی بھیجا کہ فرمان بادشاہ آیا ہے اسے آنکر دیکھ جاؤ وہ اس کے غدر سے واقف تھا اس نے نئے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ حاجی مولیٰ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ کونٹک لال میں اور شہر پر قبضہ کر لیا قیدیوں کو چھوڑ دیا اور خزانہ اور سلخ خاں تمام قیدیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ان قیدیوں کو ساتھ لیا اور علوی کو کہ سلطان شمس التمش کی اولاد میں سے تھا تخت پر بٹھایا اور زبردستی لوگوں سے بیعت کرائی۔ جب بادشاہ کو یہ پرچہ لگا تو اس نے اس کو ظاہر نہ کیا اور پہلے سے زیادہ قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا۔ ایک ہفتہ نہ گذر تھا کہ بدایوں اور ادھ سے ملک حمید الدین لشکر لیکر دہلی میں آیا اور لڑکر حاجی مولیٰ سے شہر لے لیا۔ اور اس کو قتل کیا۔ اور علوی کو بھی مار کر سر کاٹا اور تمام شہر میں پھرایا۔ اور یہ سب حال بادشاہ کو لکھ بھیجا سلطان نے اپنے بھائی الخ خاں کو یہاں باغیوں کی سیاست کے لئے بھیج دیا۔ امیر الامرا ملک فخر الدین کے پیارے بیٹے باوجود اس لڑائی بھڑائی سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔

جو بادشاہ کے گرد کھڑے تھے انہوں نے اپنی سپروں سے بادشاہ کو ڈھک لیا میلان شاہ (اکت خاں) کا ارادہ ہوا کہ گھوڑے سے اتر کر بادشاہ کا سر قلم کرے کہ اتنے میں پیادوں نے جو بادشاہ کے گرد تھے وہ بیلانچائی کر مائے بادشاہ مارا گیا۔ اکت خاں اکت خاں نے ان پیادوں کی بات کو سچ جانا اور خوشی خوشی بارگاہ سلطان میں آیا۔ اور بادشاہ کے مائے جانیکا قصہ مشہور کیا کہ میں نے اُسے مار ڈالا اور آپ خود اُسکا ہاتھیں بن بٹھا اور تخت پر جلیوس کیا۔ سارے لشکر میں اسکی سلطنت کی مبارک سلامت ہوگی۔ اب اس بیوقوف نے حرم سرا میں جاتا چاہا۔ وہاں ملک دینار مسلح بمقابلہ پیش آیا۔ اُسے کہا کہ جینک بادشاہ کا سر نہ دکھاؤ گے حرم سرا میں جانے نہ پائے گے۔ اب یہاں جب علاء الدین کو بوٹل آیا اُسے اپنے زخم باندھے۔ اور وہ یہ سوچا کہ اکت خاں کی یہ حرکت بغیر امر کی صلاح اور مشورہ کے نہ ہوگی۔ اسلئے لشکر میں ان تھوڑے آدمیوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ چچاس ساتھ آدمی جو ساتھ رہ گئے ہیں انھیں لیکر بہائی پاس جھان چلے۔ بادشاہ کا یہ ارادہ دیکھ کر ملک حمید الدین نے یہ سمجھا کہ آپ جھان نہ جاییں اور ابھی اپنے لشکر کی طرف چلے۔ اور دشمن کو فرصت نہ دیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس فرصت میں کام اپنا درست کرے جو وقت بادشاہ کا چتر سر پر لشکر دیکھے گانگے پاؤں دوڑا لینگا۔ اس بات کو بادشاہ نے مان لیا۔ تاج جو گل میں پڑا تھا اُسکو سر پر رکھ کر بہت آہستہ آہستہ سر اپردہ کی طرف چلا۔ جو وقت بادشاہ کے چتر سفید پر لشکر کی نظر پڑی اُسیدوق نے بادشاہ کی مجلس درجہم برہم ہوئی۔ اور بادشاہ کے قدموں میں سب دوڑے آئے۔ اب اکت خاں کو سوار بھاگنے کے چارہ نہ تھا۔ افغان پور کو بھاگا۔ بادشاہ تخت پر جلیوس فرمایا۔ بھتیجے کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ انہوں نے اُسکو قتل کیا اور سر کو سارے لشکر میں پھرایا۔ نیکہ برجائے بزرگان تو ان زونگراف مگر اسباب بزرگی نہ آبادہ کنی۔ بادشاہ نے اُسکے بہائی قلعہ خاں کو اور اسکے ہمراہیوں کو بھی قتل کیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہی کہ اس واقعہ کے بعد علاء الدین کبھی گھوڑے پر نہیں سوار ہوا۔

بھانجوں کی بغاوت اور بغاوتیں اور رخصتوں کا دوبارہ فسخ کرنا
 غرض جب یہ قصہ طے ہو چکا تو بادشاہ رخصتوں میں بہائی پاس نہ آیا۔ رخصتوں کے قلعہ کا محاصرہ دہا

قلعہ رتھنبور کا محاصرہ

۷۹۹ء میں ملک علاء الدین نے علاء الملک کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا کہ ہندوستان کے راجاؤں کے محکوم کرینچا ارادہ کیا اور اسکی بسم اللہ قلعہ رتھنبور سے کی۔ یہاں راجہ تھوراکا نواسہ ہمیر دیو راجہ تھا۔ اس ہم کے سرانجام دینے کیواسطے بادشاہ نے اپنے بہائی الماس بیگ الغماں اور وزیر نصرت خاں کو بھیجا اور لشکر گراں انکے ساتھ کیا۔ اول انہوں نے قلعہ جھبین کو فتح کر لیا۔ پھر قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا۔ ایک روز ملک نصرت حصار کے قریب گیا۔ پاشیب و گرگج کے بنائے میں کوشش کرتا تھا کہ حصار کے اندر سے ایک پتھر آنکر اسکے لگا اور اس سے ایسا بھرج ہوا کہ دو تین روز بعد انتقال کیا۔ بعد ازاں راجہ ہمیر دیو نے بڑی سپاہ سے محاصرین پر حملہ ایسی لاوری سے کیا کہ الغ خاں کو محاصرہ چھوڑ کر جھاین میں آنا پڑا۔ جب یہ خیر سلطان علاء الدین کو پہنچی تو وہ غصہ میں آنکر بڑا لشکر لیکر خود رتھنبور کو روانہ ہوا اور جب تلپت پنچا تو قیام کیا۔

علاء الدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرینکے لئے چچا کو قتل کرینچا

ارادہ اور اس کا استحکام

یہاں وہ ہر روز جنگ میں گھوڑے پر سوار ہو کر لشکار کو جاتا۔ اتفاق سے ایک دن رات ہو گئی لشکر گاہ میں نہ آسکا۔ وہیں شب باش ہوا۔ آفتاب کے غلوغ ہوئے بیشتر حکم و یا کہ لشکار قمر غہ ہو۔ او آپ چند ہر امیوں سمیت ایک تیلہ پر لشکار کی سیر کے لئے جا بیٹھا کہ قمر غہ تیار ہو کر لشکار کیسے۔ بادشاہ کا بھتیجا سلیمان تھا۔ اسکا خطاب اکت خاں تھا۔ وہ کہیں در تھا۔ اسکے دل میں یہ آیا کہ جس طرح بوڑھے چچا کو علاء الدین مار کر خود بادشاہ بن گیا۔ اسی طرح میں بھی آج چچا کا کام کر کے تاجدار بن جاؤں یہ سوچ سمجھ کر سونو مسلم مغل سوار اپنے قیدی نوکر ہمراہ لئے۔ اور بادشاہ پاس گیا۔ شیر شیر لیکر سلطان علاء الدین پر تیر برس۔ نے شروع کئے۔ جاڑے کا موسم تھا بادشاہ دگلا اور قبا پہنے ہوئے مونڈھے پر بیٹھا تھا۔ جو وقت یہ تیرا سپر بر سے شروع ہوئے اسنے مونڈھے کو سپر بنایا اور تیروں کو اسپر روکا۔ مگر کچھ تیر بادشاہ کے بازو پر گئے۔ ایک غلام فدادر ہندو مانکٹم موجود تھا۔ وہ بھی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور سائے تیروں کو اپنے بدن پر روکا۔ پیاسے

اس زمانہ کا قیاس سکندر کے زمانہ پر نہ کرنا چاہئے ہیں مگر وعذر و نقص عہد کمتر تھا۔ اس زمانہ کے آدمی جو عہد کرتے تھے اگر اسپر قرن گذر جاتے تو اس اپنے عہد سے بعد مکان یا طول نماں کے سبب سے تخلف نہیں کرتے، سکندر پاس ارسطاطالیس وزیر تھا۔ اس کی قوت فکر سے ممالک کا فتح کرنا آسان تھا اور اس کی تدبیر صائب کی برکت سے عوام و خواص مملکت کو باوجود اس قدر وسعت کے راضی و معتقد رکھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اگر بادشاہ کو بھی اپنے امر اور رعایا پر سکندر کا سا اعتماد ہو تو یہ غریمت عین صواب ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو نا صواب ہے۔ بادشاہ نے بتدال کے کہا کہ اگر میں ان مواعظ کو جو تو نے کہے پیش نظر رکھوں اور جہانگیری میں سخی نہ کروں اور ملک دہلی پر فطاعت کروں تو پھر یہ لشکر و خزانہ کس کام کا ہے اور میرا اصلی مقصد جو جہانگیر مشہور ہونے کا ہے وہ کیونکر حاصل ہو۔ علاء الملک نے جواب دیا کہ بادشاہ کو بافضل و دوہم اسی درپیش ہیں کہ وہ خزانہ ان کے خرچ میں خالی ہو جائے تو گنجائش ہے۔ اول دکن کی فتح مثل رخصبور۔ جالور۔ چندیری و طرف شرقی دریا و محیط تک و شمالی لغمان و کابل تک یہ دیار تہمدوں اور چورونکی پناہ گاہ ہے۔ اگر وہ متحرک ہو جائیں تو ہندوستان تمام فسادوں اور غللوں سے پاک ہو جائے۔ ہم دو مغلوں کا سردار ہونا جو ان کے آئینہ راہ میں حصار واقع ہیں جیسے ملتان۔ دیبال پور میں ان کا سب طرح سے مستحکم کرنا۔ ان کے گرد و خندق کھدوانا ان کے اندر دانہ چارہ غلہ کے ذخیرے جمع رکھنا۔ جہاں قلعوں کی ضرورت ہو وہاں نئے قلعے بنوانا (مخنیقوں) و عراہہ اور سب طرح کے اسلحہ بنا کر رکھنا۔ ان دونوں مہموں کو ختم کر کے حضور دار الملک دہلی میں خاطر جمع سے بیٹھے اور ہندوگان مخلص کو سپاہ آراستہ کر کے حوالہ فرمائے کہ وہ اطراف میں اقلیم دور دست کو فتح کر کے اپنے قبضے و تصرف میں لائیں یوں سارے عالم میں حضور کی جہانگیری کا شہر مشہور اور عالم گیری کا آواز منتشر کریں اور یہ بات اس وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ بادشاہ شربت و ام اور شکار کے استغراق نام سے دست بردار ہو۔ علاء الدین سکندر ثانی نے ان کلمات کو سن کر علاء الملک کی رلے صاحب حسن تدبیر کی تحسین و آفرین کی اور خلعت پیش بہا عنایت کیا۔ اور امر ابھی اسکی تقریر کو سن کر مسرور ہوئے۔ انہوں نے بھی بہت کچھ صلہ اسکو دیا۔ حضرت سلطان نظام الدین نے بھی اس کے حق میں دعا و خیر کی۔

سنجر الپ خاں وغازی ملک تغلق کہ قائم مقام خضر خاں کا ہوا تھا باقی رہے اور سب رخصت ہوئے تو علاء الملک نے عرض کیا کہ خداوند عالم دین شریعت و مذہب کا ذکر ہرگز آپ زبان پر نہ لائیں کہ یہ کام نبیوں کا ہے نہ بادشاہوں کا دین و شریعت وحی آسمانی سے تعلق رکھتی ہے نہ رائے و تدبیر بشری سے۔ آدم سے اس دم تک انبیاء و رسل سے دین و شریعت کا ظہور ہوا ہے۔ اور بادشاہوں نے جہانداری و جہانبانی کی ہے جب سے جہان پیدا ہے اور جب تک رہیگا بادشاہ بنوت نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر ماں بعض پیغمبروں نے بادشاہی کی ہے۔ بندہ درگاہ کی عرض ہے کہ آئندہ بنائے دین و شریعت و مذہب کا ذکر مجلس شہراب و غیر شہراب میں حضور زبان پر نہ لائیں ورنہ خاص و عام و خرد و بزرگ و نزدیک و دور کو اس ارادہ پر اطلاع ہوگی تو وہ سب متغیر ہو جائیں گے اور غل و غطیم پیدا ہوگا۔ ایک مسلمان آپ پاس نہ آئیگا۔ اس اندیشہ کو لوح خاطر سے بالکل محو کیجئے کہ وہ طاقت بشری سے دور چنگیز خاں اور اسکی اولاد نے برسوں بہت کوشش کی اور مسلمانوں کے خون کے ندی نالیے پیدا کئے کہ دین محمدی کو برطرف کرے اور اپنے دین کو کہ چند ہزار سال سے ترکستان میں رواج رکھتا تھا شائع کرے مگر وہ یہ نکر سکا۔ بلکہ اسکے بالعکس خود مغل مسلمان ہو گئے۔ اور کوئی مسلمان مغل نہوا۔ اور مغلوں نے ہی دین اسلام سے تقویت پاکر کافروں سے جہاد کیا ہے

یہ نزد من آنکس نکو خواہ تست کہ گوید فلاں خار در راہ تست

بادشاہ علاء الدین نے فکر و تامل کر کے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ صواب اور مطابق نفس الامر ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب میں آئندہ علیحدہ مذہب بنانے کا خیال نہ کروں گا۔ اب دوسری ہم کی نسبت فرمائیے کہ خطا ہے یا صواب ملک علاء الملک نے کہا کہ وہ صواب ہی پہلے بھی جہانداری سے اس قسم کا عزم کیا ہی جو حضور نے اپنی علمیت سے کیا اور تو بھی یہ کر سکتا ہے کہ اپنی قوت و جلالت اور لشکر و خزانہ کے زور سے اقلیم ربیع مسکوں پر اپنا تصرف کرنے میں دوسری ہم کا منکر نہیں۔ مگر یہ حضور خوب سمجھ سوچ ہیں کہ دہلی اور اقلیم دہلی کس جاں فشانی و زر ریزی اور خون ریزی سے حاصل ہوئی جب اسیں کسی شخص کو فرمانبرداری کے ربیع مسکوں کی تسخیر کو جائیے گا تو مراجعت کے وقت دہلی کو کسی باغی کے ہاتھ میں پائیے گا۔

رومی کی طرح عالم گیری اور اقلیم کشائی کرنے لگوں۔ شراب کے نشہ میں یہ لہن ترانیاں کہتا کہ ایک اقلیم فتح کر کے کسی دوست کو دیدوں گا اور خود دوسری اقلیم فتح کرنے چلا جاؤنگا۔ اور بدستی و جوانی و جہل بے تمیزی و بیخبری بے باکی سے کہا کہ ایک مذہب ایجاد کرتا ہوں کہ قیامت تک میرا نام باقی رہے گا۔ جب اُسکو دولاکھ مغلوں پر فتح ہوئی اور قلعہ خواجہ کوشکست ہوئی تو اُسکا عجیب و سخت و تکبر و غرور تنہا بڑھا کہ اپنے تئیں خطیب میں سکندر ثانی پڑھوایا اور سکھ اور طغرائیں اپنے لقب میں اسے لکھوایا اور مذہب جدید کی تدبیر میں اور راج مسکوں کی تسخیر میں رات دن فکر کرنے لگا۔ جی ان دونوں مہموں کے باب میں ارکان مجلس سے استفسار کرتا تو اسکی بدخونی و سخت گوئی کے سبب سے اُسکے خلاف گوئی جواب نہ دیتا گوئی سکوت اختیار کرتا گوئی خوش طبع باوجودیکہ اسکے خیالات کو باطل جانتا تھا مگر اس کی تصدیق و تحسین کرتا اور نظیر و تمثیل سے اس کے دماغ کو اور آسمان پر چڑھاتا۔ مسلمانان اور نیزرگان دین مثل سلطان نظام الدین ان فرخزاد باتوں کو سُکر آزر دہ خاطر ہوتے اور دعا کرتے تھے کہ خدا اس کو ان وسوسہ شیطانی سے نکال کر جاوہر تنقیم شریعت مصطفوی پر قائم و ثابت کرے۔ ملک علاء الدین علاء الملک کہ کو تو ال دہلی تھا اور ہر غرہ ماہ کو بادشاہ کے سلام کے لئے جاتا اور مجلس شراب میں داخل ہوتا۔ وجہ سبب عادت اپنے بادشاہ پاس گیا اور حریف مجلس شراب ہوا تو بادشاہ نے ان دو مہموں کے باب میں اس سے استفسار کیا۔ علاء الملک سچا آدمی تھا اور فی الجملہ علوم سے خبر بھی رکھتا تھا سو چاکر اب عمر آخر ہونے کو آئی ہے ان چند روزہ عاریت زندگی کے واسطے بادشاہ کی خوشامد کرنی اپنے دین کو بر باد کرنا ہے مجھ کو سچ کہنا چاہئے بادشاہ کے غضب سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اس آخر عمر میں شہادت پانا لطف خالی نہیں۔ ع

زردیم بر صفت رنداں پرچہ بادا باد

اُسے عرض کی کہ اگر مجلس کو شراب اختیار سے آپ خالی کیجئے تو اپنی عقل و دانش کے موافق عرض کروں اگر بادشاہ کے مقبول و پسند خاطر ہو تو رہے سعادت ورنہ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں بڑیا نہ پڑھتا ہوں۔ بادشاہ نے اسکی تمس کو منظور کیا اسی وقت صراحی و شیشہ و ساغر کو مجلس سے اٹھا دیا اور مجلس میں بادشاہ کے چار یا رالماس بیگ الخاں۔ ملک نصرت خاں۔ ملک

مگر اسے کچھ نہ سنا اور اپنی تیز اندازی میں لگا رہا۔ مغلوب دیکھا کہ وہ زندہ ہاتھ نہیں آئیگا تو چاروں طرف سے اس کو گھیر کر شہید کیا۔ اور بعد اسکے اور امر کو بھی اس کے قتل کیا۔ اسکی فوج کے ہاتھیوں کو زخمی کیا۔ اور سیلابیوں کو مار ڈالا۔ مگر خوف کے مائے انہوں نے اپنی یورش گاہ سے کوچ کیا اور دہلی سے تیس کوس پر جا کر دم لیا اور جلدی جلدی بنیں بنیں کوس کی کڑی منزل تک کر کے اپنی ولایت پہنچے۔ ظفر خاں کا خوف وہ اس کے دل میں بٹھا کہ جب کوئی دواب پانی نہ پیتا تو اس سے کہتے کہ کیا مجھے ظفر خاں دکھائی دیا۔ ظفر خاں کے مارے جانے کو علاء الدین اپنی ظفر پر ظفر سمجھا کہ اس رستم دوراں کا کھٹکا نکل گیا۔

سلطان علاء الدین کے یہودہ خیالات

ابتیسرے سال کے باقی حصہ میں سلطان علاء الدین نے سوار عیش و عشرت کے کچھ اور کام نہ کیا۔ دن عید رات شب برات منائی۔ دن کو جشن تہنات کو مجلس عیش و مہمانی سی مہمانی ملی خاطر خواہ صورت پذیر ہوئیں۔ ہر طرف فحشاء آئے۔ فحش و مظفر کے فرقے لائے۔ ہر سال میں دو تین بیٹے پیدا ہوئے۔ مصلح ملک حیدر ابراہم آئے۔ خزانے روز بروز معور ہوئے۔ جو اس وقتوں کے صندوق پر صندوق پیر ہوئے۔ شہر کی پانگاہ اور اطراف میں شتر ہزار گھوڑے اصطبلوں میں اور بہت سے ہاتھی قیل خانوں میں بندھے۔ دو تین ملک اس کے مطیع ہوئے۔ نہ کوئی مخالفت ملک باقی رہا اور نہ شریک ملک۔ ان کامیابیوں کے نشے نے اسے بدست کیا کہ ناممکن ہوئیں اور آرزوئیں و محال اندیشی کرنے لگا کہ جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کی تھیں۔ اور اپنی محبوس اپنے یاروں سے کہنے لگا کہ مجھے دو مہینے درپیش میں بتاؤ کہ وہ کیونکر سر انجام ہو سکتی ہیں۔

اول یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت شوکت سے شریعت پیدا کی جس کو چار یاروں کی اعانت سے استقامت اور دوام دیا اگر میں بھی اپنے چار یار الماس بیگ۔ انغ خاں۔ ملک شہر الدین ظفر خاں۔ ملک نصرت خاں۔ یخراچاں کی قوت و بہت سے کوئی دین و شریعت پیدا کر دوں تو قیامت تک میرا نام صفحہ روزگار پر باقی رہے گا۔ دوسری ہم یہ کہ خزانے و قیل و اسپ اندازی سے زیادہ میرے پاس ہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی اپنے ہیر معتمد کو دہلی سپرد کروں اور خود کسندہ

دہلی کی بادشاہی کرنی اور علاء الملک کی نصیحت کے موافق کوہان شتران کے پیچھے چھپنا اور اس مدد
کا دم دیکر مغلوں کو رفع کرنا اور ان کی جنگ کے اقرار کرنا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ ہماری اولاد اس
بیوقوفی پر ہنسا کرے گی۔ منغل ذوہنرا کو سچل کر دہلی کے قریب مجھ سے لڑنے آئیں اور
میں نامردی سے اونٹوں کے کوہانوں کے پیچھے چھپوں تو پھر میں کس کو منہ دکھاؤنگا اور
اپنے حرم میں کیسے جاؤں گا اور اہل مملکت مجھے کس شمار میں گنیں گے میری کس جلاوت شجاعت
کے سبب متبردا اور سرکش میری فرمانبرداری کریں گے۔ جب دشمن روبرو آئے تو اس کے روبرو جانا
چاہئے جو کچھ ہوتا ہو۔ میں تو میدان کیلی میں قلعہ خاں سے لڑنے جاؤنگا۔ اے علاء الملک
مجھے کوہالی شہر دیتا ہوں۔ گھر بار خزانہ تیرے سپرد کرتا ہوں جسکو فتح ہو اسکو تو گنجیاں حوالہ کرنا
اور اس کی فرمانبرداری کرنا۔

علاء الدین نے سیری سے کیلی کو کوچ کیا اور وہاں خیمے لگائے مغلوں کا لشکر بھی مقابل میں آیا
کسی زمانہ اور عہد میں ایسے دولشکر گراں ایک دوسرے کے مقابل نہیں ہوئے۔ خلقت کو انہیں
دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ دونوں لشکروں نے اپنی صفیں آراستہ کیں۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقابلہ کا
منظر تھا کہ ظفر خاں نے جو فوج یمینہ کا سردار تھا مغلوں پر تیار اور ہاتھیوں سے حملہ کیا۔ منغل اس کے حملہ کو
نہ اٹھا سکے اور شکست پاکر بھاگے لشکر اسلام ان کے تعاقب میں ہوا۔ ظفر خاں جو رستم ثانی تھا
اٹھارہ کوس تک مغلوں کے سر کاٹا ہوا ان کے تعاقب میں چلا گیا اور مغلوں کو پھرنے نہ دیا اور ان پر وہ
صد میں بچا پاکر وہ اپنی بیٹی ایسی بہو کے کہ منہ میں دہنی اور دم میں لگام لگانے لگے۔ الف خاں
فوج یمینہ کا سردار تھا اور ظفر خاں سے عداوت رکھتا تھا اس لئے آگے نہ بڑھا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا
مغلوں کا ایک سردار طرحی خاں ایک متن لئے لیکن میں بیٹھا ہوا تھا۔ منغل درختوں پر چڑھے ہوئے
تھے انہوں نے دیکھا کہ ظفر خاں کے پیچھے ایک سوار بھی مدد کے لئے نہیں آتا ہے اور وہ تہوڑے
آدمیوں کے مقابلہ کا تعاقب کر رہا ہے تو مغلوں کے لشکر نے ظفر خاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ او
اس کے گہوڑے کو بیکار کر دیا تو یہ بہاد صنفرو صفت شکن پیادہ پا ہوا اور ترکش سے تیر و ٹوک چلا تا تھا
اور ہر تیر سے ایک سوار کو گراتا تھا۔ قلعہ خواجہ نے اس پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس چلا آؤ میں
مجھے اپنے باپ پاس ایجاؤنگا وہ مجھے عزت و تہذیب دے گا کہ علاء الدین نے وہ کبھی نہج کو نہ دیا ہو گا

عرب مغلوں کے دلوں پر چھا گیا۔ اسکی دلاوری اور بے باکی پر علاء الدین کو بھی خستہ پدا ہوا اور جس اندیشہ کر کے لگا کبھی یہ چاہتا تھا کہ چند ہزار سوار دیکر اسکو سامانہ سے لکھنؤ تی پیچدے کہ وہاں رہے اور باقی اور خراج پہنچتا رہے یا اسکو اندھا کر کے یا زہر دیکر اس سے مطمئن ہو۔

مغلوں کا دوسرا حملہ

پہلے کے آخر میں مغلوں کے سردار قلع خان خواجہ یا قلع خان خواجہ پیر و اخاں نجیب من منغل یعنی دولاکھ سواروں سے ہندوستان کی تخریر کا ارادہ کیا اور اورانہ نہیں آکر تب سندھ سے عبور کیا اور قصبہات و قریات کو جو برسرِ راہ تھے ان کو اپنا ملک تصور کر کے غارت نہیں کیا یہ مسافت بعید طویل کر کے جہنم کے کنارہ پر آیا اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ مغلوں کے خوف سے نئی دہلی اور قصبہات اور نواح سے ایک خلعت شہر میں اسقدر آگئی کہ مساجد و کچہ و بازار و محلوں میں بیٹھے اور کھڑے رہنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ سبکے سب اس انبوہ کے ہونے سے تنگ آئے اور غلہ و اذوقہ کی راہیں سندھ و بھوئیں اور ساری چیزیں نہایت گراں ہو گئیں سب حیران تھے کہ کیا کریں۔ سلطان علاء الدین نے امر اولو کو طلب کر کے لشکر تیار کیا تو ملک علاء الملک نے بادشاہ سے عرض کی کہ پہلے بزرگ باشاہوں نے ان بڑی لڑائیوں سے احتراز و اجتناب کیا ہے جن میں یہ نہ معلوم ہو کہ فتح کس جانب میں ہو اور ایک ساعت میں کیا ظہور میں آئے اور انکی وصایا میں مرقوم ہے کہ لڑائی کا حال ترازو کے پلڑوں کا سا ہے کہ چند ذرہ وزن سے ایک پلڑا بھاری اور دوسرا ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہمسروں کی لڑائی میں یہ حال ہوتا ہے کہ ملک ایک انویں ہر جاتا ہے ایسی لڑائیوں سے بادشاہوں ہمیشہ اندیشہ کیا ہے۔ آپکو لڑائی میں جلدی نہیں کرنی چاہئے کہ وہاں شتری کا دم دمہ آگے رکھے اور چند روز تو وقت کیجئے اور دیکھئے کہ مغل کیا کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ہلکے چارہ سے ایسے تنگ آئیئے کہ دہلی کو چھوڑ کر چلے جائیں گے بہر حال کا تعاقب کیجئے گا۔ لشکر کی کمی ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔ مگر یہ لشکر ہمیشہ ہندوستان کی طرف ہی لڑا ہے اسے منخلو سے محاربہ نہیں کیا ہے۔ اور وہ انکی لڑائی کی دالو لگاتا تو کونہیں جانتا۔ سلطان نے اپنی خواہ علاء الملک کی یہ باتیں سن کر اور اولو کو امر کو جمع کر کے نیک صلاح کار علاء الملک کی یہ راہ بیان کی اور یہ تقریر کی کہ پیش مشہور ہے کہ اشترو زو دیدن و کوثر فتن را نہت نیاید۔ ایسی ہی

مارڈالا۔ ملک نصرت خاں نے جنگ کا تقاررہ بجایا۔ لشکر نے یہ گمان کیا کہ راجہ جالور یا کوئی اور غنیمت چڑھ آیا اسی وقت مستعد جنگ ہوا اور ملک نصرت نے ان مفردوں کو متفرق کر دیا۔ اطراف و جوانب میں وہ بہاگ گئے۔ جب لنگ خاں کے لشکر کے تعاقب کے سبب سے عاجز ہوئے تو سب ہمیر دلو راجہ تختنور اور حاکم اجمیر پاس چلے گئے۔ لنگ خاں اور نصرت خاں نے انکا تعاقب نہ کر کیا۔ غنائم و اموال و اذنیال کے ساتھ دہلی آئے۔ بادشاہ کے آگے یہ ساری غنائم پیش ہوئے۔ انہیں کنولاوی بھی عورتوں کے جہٹ میں پیش ہوئی۔ بادشاہ اسکی حسن صورت و سیرت و نزاکت شیریں و تکلم نکلیں پر فریفتہ ہوا۔ اسکو مسلمان کیا اور عقد نکاح میں لایا کا فور ہزار دینار بھی بادشاہ کا منظور نظر ہوا۔ زنا ر محبت اسکا گلے میں ڈالا۔ اور اسکے عشق میں عقل و خرد و دین و دانش سب کو رخصت کیا۔ بادشاہ نے ان کو گونگی عورتوں اور بچوں کو قید کیا جو جالور کے فتنے میں شریک تھے اور سلطان کے حکم سے نصرت خاں نے یہ کیا کہ جن آدمیوں نے اس کے بہائی کو مارا تھا انکی عورتوں کو بہنگیوں کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ شیر خوار بچوں کو انہیں کی ماہینوں کے سر پر سے مارے جائیں جس سے وہ پنبہ حملوت کی طرح پاش پاش ہو کر ہلاک ہو گئے اور پھر ان عورتوں کو بازاروں میں چاروں طرف سوا کر کے ہندوؤں کو بخش دیا۔ پہلے کبھی دہلی میں یہ رسم نہ تھی کہ کسی جرم کے سبب سے مجرم کی اولاد اور اتباع پر سیاست کی جائے۔ یہ ظلم و ستم کسی مذہب و ملت میں روا و جائز نہیں۔ یہ دیکھ دیکھ کے ساری دلی کا پتی تھی اور خدا خدا کرتی تھی۔

سیوستان کی فتح

جیسے اس سنہ میں گجرات کے واسطے لنگ خاں اور نصرت خاں نامزد ہوئے تھے ظفر خاں سیوستان کیلئے مامور ہوا تھا قلعہ سیوستان کو چلدی یا صلدی اور اسکے بہائی اور اوغلوں نے تسخیر کر لیا تھا۔ ظفر خاں بہت سا لشکر لیکر سیوستان گیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور بغیر اسکے کہ مخفی مارے یا سا باط و پاشیب و گڑج بنائے قلعہ کو فقط تیر و تیغ و نیزہ سے فتح کر لیا۔ باوجودیکہ چاروں طرف سے منسل ایسے تیرمار تے تھے کہ حصار کے قریب پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اور چلدی اور اسکے بہائی اوغلوں کو کہ بن کی تعداد ستر سو تھی طوق گردن میں ڈال کر دہلی میں مسجد یا اور انکی عورت و عیال و اطفال کو بھی روانہ کیا۔ اس فتح سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ظفر خاں دوسرا سکندر پیدا ہوا۔ اسکا

پہر والی کسی کو قلعوں میں قید کیا۔ ان ناحق شناسوں کا ہوال اور اسباب قریب ایک کروڑ روپے کے خزانہ میں داخل ہوا۔ اولاد جلالی سے جو امر اجمالی روگرداں نہ ہوئے تھے اور انہوں نے علاء الدین سے کچھ نہ لیا تھا وہ سلامت ہے۔ جب تک زندہ ہے مسندِ عزت پر متمکن ہے۔

گجرات کی فتح اور سپاہ کی بغاوت

تیسرے سنہ جلوس یعنی ۷۷۵ کے آغاز میں الخ خاں اور ملک نصرت اور ور در لشکر لیکر گجرات پر چڑھے انہوں نے کل گجرات اور ہروالے کو ناخستہ نارج کر کے فتح کر لیا۔ گجرات کا راجہ کرن ایہاگ رام دیو والی دیو گڈ پاس چلا گیا۔ اس راجہ کی حمایت چند روز بعد ولایت بکھانہ میں کہ گجرات سے متعلق ہے سرحد کن میں متوطن ہوا۔ اسکی رائیاں اور لڑکیاں اور عورتیں اور خزانہ و مال تھی اور اور سب اسبابِ امرا شاہی کے ساتھ آیا۔ ان سب رعوتوں میں سب سے زیادہ مغز کنولاوی (یا کولادی) تھی یہاں سومنات کا مندر سلطان محمود نے برباد کیا تھا اسیں سومنات کی جگہ ایک اور بت برہمنوں نے رکھ لیا تھا۔ اسکی پوجا کرتے تھے اسکو مسلمانوں نے اکھیر کر دہلی پہنچا دیا کہ پلے سیر خلافت ہو۔ پھر ملک نصرت کہنیا بت میں گیا۔ وہاں کے مال دار راجاؤں سے بہت کچھ جو اہرامِ نفائس اور مال لیا اور اور کافور ہزار دیناری کو اس کے مالک سے بزور لے لیا۔ یہی وہ غلام تھا کہ جبکہ بادشاہ علاء الدین نے نائب ملک مقرر کیا اور ملک نائب کا خطاب یا۔ غرض الخ خاں و نصرت خاں یہ سب غنائم لے کر اور گجرات کو دیوان دہلی کے سپرد کر کے دہلی کو روانہ ہوئے اور جب قلعہ جو اور باجالور کے قریب پہنچے تو خمس غنائم کی طلب میں لشکر کو بہت تنگ کیا اور خوب زد و کوب کر کے بری طرح تلاشی لی۔ جو سپاہی کہاتے اس پر اعتبار نہ کرتے اور اس سے زیادہ طلب کرتے۔ زرد وقرہ و جو اہر و نفائس غنیمت بالکل ان سے نہایت تعذیب تشدد سے مانگتے۔ آخر سپاہ ایسی بہ تنگ آگئی کہ اس کا انجام یہ ہوا کہ نو مسلم مغل سردار اور مورجو بہت سے تھے اور جبکا مقدم محمد شاہ تھا۔ انہوں نے اور آدمیوں کو کبھی کہ مواخذہ سے تنگ ہوئے تھے اپنے ساتھ متفق کر کے اور جمعیت بہم پہنچا کر ملک نصرت خاں سے کہانی ملک اغرا الدین پر چڑھ آئے اور اسے مار کر الخ خاں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسکی اہل نہ آئی تھی وہ دوسری طرف سے نکل کر زیادہ پانک نصرت خاں پاس گیا۔ باغیوں نے اسے بہانے کر اس گمان میں کہ وہ الخ خاں ہی

اہل ملتان اور لشکر ترک نے ترک کیا الغ خاں و ظفر خاں سے وہ جا ملے۔ دونوں بہائی مضطر ہو کر شیخ رکن الدین کی معرفت عہد و پیمان کر کے الغ خاں سے ملاقات کو گئے اُسے انکی بہت تعظیم کی اور اپنے سر پر وہ کے پاس اتارا۔ ملتان سے قحمانہ دہلی پہنچا۔ یہاں فتح کے خوب شادیاں نے۔ بچے کہ اب ہندوستان سلطان علاء الدین کا مطیع ہوا اور بندوں پر قحمانہ ملتان پڑ گیا اور اطراف میں وہ بھیجا گیا۔ سلطان جلال الدین کے بیٹوں اور امرا کو الغ خاں لیکر دہلی روانہ ہوا۔ اُنہارہا میں ملک امرت خاں کو تو ال دہلی سے چل کر الغ خاں سے ملا۔ اسے سلطان جلال الدین کے بیٹوں کی اور لغو خاں نبیرہ چنگیز خاں کی جو سلطان کا داماد تھا اور ملک احمد چپ کی آنکھوں میں میل کھجوا لی اور اسے سارا مال چھین لیا اور انکو بیوی بچوں سے جدا کر دیا۔ ان مظلوم شاہزادوں کو قلعہ ہانسی میں مقید کیا۔ اور ارکلی خاں کے دو بیٹوں کو شہید کیا۔ ملک احمد چپ اور سلطان کے اہل حرم کو اور ملک جہاں کو دہلی میں قید کیا۔

مغلوں کا حملہ

اسی سال میں دو اٹالی حاکم ماوراء النہر نے ممالک پنجاب ملتان و سندھ کی فتح کا ارادہ کیا اور لاکھ مغل ہندوستان کے لئے نامزد کئے وہ دریا سندھ سے پار اترے۔ تاخت و تاراج و خرابی میں کوئی دقیقہ مغلوں نے فرو گذاشت نہیں کیا۔ جب یہ خبر علاء الدین کو پہنچی تو اُسے الغ خاں اور ظفر خاں کو سپاہ بیکران کے ساتھ روانہ کیا۔ لاہور کی حدود میں جالندھر میں دونوں لشکر و نہیں سخت لڑائی ہوئی مغلوں کو شکست ہوئی۔ بارہ ہزار مغل مارے گئے۔ غرض ملتان کی فتح اور جلال الدین کی اولاد کو گرفتار کرنے سے سلطان علاء الدین کی سلطنت مستحکم ہو گئی تھی۔ مگر ان مغلوں کے شکست دینے سے اور زیادہ مستحکم ہو گئی اور امرا و ملوک حکام کے دلوں میں اسکی شوکت و حشمت جم گئی اسلئے جد ہراسکا لشکر گیا اور مظفر اُسکے ساتھ گئی۔

اس فتح کے بعد سلطان علاء الدین اپنے بہائی الغ خاں کی اتفاق رائے سے ان امرا و جلالی کے دفع کرنے میں مشغول ہوا کہ جنہوں نے دنیا کی طمع سے اولاد جلالی سے بیوفائی کی تھی اور دنیا اور آخرت دونوں کو پر باد کیا تھا ان سب کو گرفتار کیا اور ان کا خانناں برباد کیا۔ کسی کی آنکھوں میں سیلائی

چلا آتا ہے نہ بھنے چھوڑیگا نہ تجھے۔ ارکلی خاں ماں کو جواب لکھا کہ اب کار از دست رفتہ و لشکر بدشمن
پیوستہ خزانہ میں چھ مہینے کی تنخواہ دینے کو نہیں اب میرے آنے سے کیا نفع ہوگا۔

سرچشمہ شاید گرفتار نہیں چوپر شد نشاید گذشتن بہل

جب علاء الدین کو یہ خبر پہنچی کہ ماں کے بلانیسے ارکلی خاں نہیں آیا تو لشکر میں خوشی کے شادیانے
بجوائے۔ اور جلد مسافت طے کر کے جہنا پار کاٹھ کے پل سے اُترا اور میدان جوہ میں آیا سلطان

رکن الدین اپنی جمعیت کو لیکر شہر سے باہر آیا۔ اور علاء الدین کے لشکر کے مقابل میں پڑا۔ اور لڑنے
کا ارادہ کیا مگر اُدھی رات کو اسکا تمام لشکر میسر و غل چھا کر علاء الدین سے جا ملا۔ رکن الدین نے رات ہی کو

کچھ روپیہ خزانہ سے لیا اور ماں اور اہل حرم کو ساتھ لیکر ملتان کو روانہ ہوا۔ اس فسرار ہی کو اپنی
سلاہتی سمجھا۔ اسکے ساتھ ہی ملک چپڑ ملک احمد چپڑ ملک قطب الدین علوی دامیر جلال الدین

تلنگانی گئے سلطان علاء الدین نے سیری کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ پہر کل وضع و شریف اسکی خدمت
میں حاضر ہوئے اور تمام رسوم بادشاہی ادا ہوئیں اور ۹ شہ میں دہلی کے تخت پر وہ بیٹھا اور کوشک

لال کو اپنا پائے تخت بنایا اور تین روز جشن منایا۔ قید بندی ہوئی۔ کوچوں میں شراب کی سیلیں
لگ گئیں۔ غرض خوب چل پھل ہوئی سلطان کے لئے جب بیستیاں جمع ہوئیں۔ مستی جوانی۔ مستی

دولت۔ مستی گنجائے بے اندازہ۔ مستی حشم و خدم و پیل و اسب تو وہ بھی عیش میں ڈوب گیا
اُسنے خلق کو انعام دیکر ایسا فریفتہ کیا کہ سب اُس کی طرف مائل و راغب ہو گئے اور سلطان

جلال الدین کے قتل کو بھول گئے۔

سخاوت مس عیب اکیما ست سخاوت ہمہ ور دیار دواست

اپنے رفیقوں اور لشکر کو چھ مہینے کی تنخواہ انعام دی۔ دیکھو کیا تعجب کی بات ہے کُرنے دہلی کو لے گیا

جلال الدین کی اولاد اور اُسکے ہوا خواہوں کا حال

جن وقت سلطان علاء الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا اُسے سلطان جلال الدین کی اولاد کو ہتھیار
پیش نہا و بہت کیا۔ سال مذکور کی ۱۵ ذی الحجہ کو الف خاں و طغر خاں کے ساتھ چالیس ہزار سوار

ملتان روانہ کئے۔ انہوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ دو مہینے کے بعد ارکلی خاں رکن الدین کی قافلت کے

جبہ برن میں آیا تو نصرت غاں نے یہاں ایک میدان میں کھڑے ہو کر باؤ از بلند یہ کہا کہ اگر ملک بلی ہکو ہاتھ لگا تو جتنا زر ہم نے خلق پر برسیا ہے اتنا اول ہی سال میں خزانہ میں جمع کر لینگے اور اگر ملک ہم کو ہاتھ نہ لگا تو دیو گدہ سے جو مال ہم کو خون جگر کھانے سے ملا ہے بہتر ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑے بلکہ اور آدمیوں کو ہاتھ لگے۔ طغرغاں ایک اور لشکر کوئل کی راہ سے برابر لئے چلا آتا تھا۔ ان دونوں لشکروں کے مقابلہ کے لئے جو امرا جلالی بھیجے گئے تھے وہ علاء الدین سے برن میں آن کر مل گئے علاء الدین نے بیس بیس تیس تیس پچاس پچاس من سونا ان کو دیدیا اور جتنا لشکر ان کے ساتھ آیا تھا ان میں سے ہر ایک سپاہی کو تین سوٹنگہ دئے۔ غرض یوں خین خانہ جلالی تمام شکستہ ہو گیا جو امرا کہ اس طرح سلطان علاء الدین سے ملے وہ پکار پکار کر کہتے تھے کہ ہمیں جو لوگ بڑا کہتے ہیں اور نمک حرام بتلاتے ہیں کہ اپنے محذوم زادوں کو چھوڑ کر دشمن سے مل گئے وہ بے انصافیت یہ نہیں جانتے کہ ملک جلالی تو اس روز چاچکا تھا کہ سلطان جلال الدین کیلکٹھی سے سوار ہو کر گرہ کوروں دواں ہوا اور دیدہ و دانستہ اپنا سر اور اپنے نزدیکوں کا سر کٹوایا ہم سلطان علاء الدین سے نہ ملیں تو کیا کریں۔ غرض اس وقت زر اپنی بہار دکھاتا تھا طمع زر نے سلطان جلال الدین کا سر کٹوایا۔ علاء الدین سے کفران نعمت کرایا۔ امرا و ملک جلالی کو حرام خوار بنایا۔

خون ہمہ زر بریخت زر بجائے است کس نیست کہ از زر طلبد خوں ہمہ سلطان علاء الدین جب کڑھ سے چلا ہوا تو اسکے ایک ہاتھ میں زر تھا جس سے وہ لوگوں کو سرفراز کرتا دوسرے ہاتھ میں آہن تھا جس سے وہ سرانہ از کرتا تھا۔ جب ملکہ جہاں کو علاء الدین کے آن کی خبر ہوئی تو وہ مضطرب ہوئی اور ارکلیخان کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے خطا کی کہ تیرے ہوتے چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھایا۔ کوئی امرا و ملک میں سے اس کے ہاتھ نہیں ہوا۔ علاء الدین سے سب سے ہیں۔ بادشاہی ہاتھ سے جاتی ہی چلا آ۔ باپ کے تخت پر بیٹھ۔ چھوٹا بہائی تیری خدمت کر گیا تو بڑا بہائی ہے۔ بادشاہی کے لالچ ہے۔ میں تو عورت ناقص العقل ہوں۔ مجھ سے خطا ہوئی خطا زماں دیکھ ملک پدر گیر۔ اگر تو مجھ سے خفا ہو گیا ہے اس لئے وہی نہ آیا گا تو علاء الدین دڑ میں

خطاب آیا۔ اور اپنے دوستوں اور یاروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کر کے امیر کر دیا اور جو پہلے ہیر تھے انکو لوک بنا دیا۔ غرض اپنے قدیم متعلقین کو انکے مرتبے کے مناسب سر بلند کیا اور اپنے خانوں اور ملوک، امراء کو روپے دے کر وہ نے سوار نوکر رکھیں بے اندازہ دولت لٹانے کے لئے ہاتھ آگئی تھی۔ کیا تو اپنی مصلحت کے لئے کیا خلق کو فریب دینے کے واسطے کیا اپنے چچا کے قتل کے وہیہ مٹانے کے لئے اسے خواص و عوام پر انعام و اکرام کا دروازہ کھول دیا۔ دہلی انکی تیاری کی مگر برسات کی شدت کے سبب سے سفیریں ڈوبیں کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ سیل کا طلوع ہو تو دہلی کا عزم کرے۔ اسکو ارکلی خاں کا بڑا اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ناگاہ دہلی سے یہ خبر آئی کہ وہ دہلی نہیں آتا اسکے نہ آنے کو اپنی سلطنت کے قیام کا سبب سمجھا اور سلطان رکن الدین ابراہیم کو جانتا تھا کہ وہ دہلی کی سلطنت کو نہیں سنبھال سکے گا۔ خزانہ اس پاس نہیں ہے کہ بیا لشکر مرتب کر سکے گا۔ اسوقت کو غنیمت سمجھا۔ اور عین برسات میں دہلی کو روانہ ہوا۔ اور خانوں و ملوک امراء کو حکم دیدیا کہ وہ نئے سوہا بہرٹی کریں۔ کچھ انکی تنخواہ مقرر کرنے میں احتیاط نہ کریں اور روپیہ انکو بیدار لے دیں کچھ سال و ماہ کا حساب نہ کریں تاکہ ایک جمعیت کثیر فراہم ہو جائے۔

ہمہ کار و نیا بزرگستانہ
بزرگ خنہا، خطر بستانہ
اسے ایک چوٹا سا مخینق بنوایا اور ہر منزل پر چھوٹا تر پانچ من سو نیکیے ستائے ہیں رکھ کر
آرتا ایک خلقت ان ستاروں پر گر کر انکو چیتی۔ مثنوی۔

خزانہ زینت منزل بہ منزل
بہر منزل زینت تخت تادور
بزرگ کردہ کلیہ کار مشکل
فشانہ گنجہا بے منہ گنجور
چو با دہلی فتاد از فتح کارش
گرفت از مخینق زر حصارش

دو تین ہفتے کے اندر قصبوں اور شہروں میں شہرت ہو گئی کہ علاء الدین دہلی جاتا ہوا و خسلن پر سونے اور چاندی کا مینہ برساتا ہے۔ اور بے حساب سوار نوکر رکھتا ہے تو چاروں طرف سے ایک خلق لشکری اور غیر لشکری جمع ہوئی جب وہ بدلوں میں پہنچا تو اس پاس چہین ہزار سوار ساٹھ ہزار پیادے تھے۔

بزرگ میتواں لشکر آراستن
نہ لشکر تو اس کیہا خواستن

میرائے آفرینش سرسری نیست زمین و آسمان بے داور نمی نیست
 ورا ندیش اے حکیم از کار ایام کہ پادشاه عمل باشد سر انجام
 یہ حکایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب سلطان جلال الدین خلجی کڑھ کو آتا تھا تو علاء الدین نہایت
 عجز و نیاز کے ساتھ شیخ کرک مجذوب کے پاس گیا تھا انہوں نے سر اٹھا کے یہ شعر پڑھا ہے
 ہر کس کہ بکند با تو جنگ سرور کشتی تن در گنگ
 خواجہ صاحب ہیں کڑے میں مدفون ہیں۔ و حقیقت یہ شعر مجذوبانہ کر امت ہے۔ خون پگھلتے ہوئے
 سر سے سلطان جلال الدین کا سفید تاج اتار گیا اور ملک علاء الدین کے سر پر رکھا گیا۔ اُس نے
 سات برس کچھ مہینے سلطنت کی اور شتر برس کی عمر میں انتقال کیا۔

قدر خاں کا بادشاہ ہونا

سلطان جلال الدین کے شہید ہونے کی خبر جب ملک احمد چپ کو پہنچی تو جس لشکر کو خشکی میں کڑھ
 کو وہ لئے ہوئے جاتا تھا اٹھا دہلی میں لے آیا۔ برسات کے سبب اس لشکر کو سفر میں بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑی
 سلطان جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے اپنی ناقص العقل ہونیکے سبب سے جلد ہی کی کہ اپنے چھوٹے
 بیٹے قدر خاں کو رکن الدین ابراہیم کا خطاب لیکر تخت پر بٹھادیا اور بڑے بیٹے ارکلی خاں کے آنے کا
 انتظار نہیں کیا وہ ابوقت ملتان میں تھا۔ ملکہ جہاں نے یہ کام ارکان دولت کے بے مشورہ اور صلاح کے
 کیا کہ اس نوجوان بیٹے کو عنفوان شباب میں بادشاہ بنا دیا جو زمانہ سے خبر نہیں رکھتا تھا
 کیونکہ گڑھی سے دہلی میں آنکر امرا اور ملک کو اقطع دینے شروع کئے۔ خلف الصدق ارکلی خاں کو
 جو بادشاہی کے سزاوار تھا جب یہ خبر پہنچی تو وہ ماں اور بہائی سے آزرہ خاطر ہو گیا اور ملتان
 ہی میں رہا سلطان جلال الدین کے گہر میں ایہ حکمت مادر و پسر میں علاء الدین کے حق میں اچھا ہوا

ذکر بادشاہی سلطان علاء الدین خلجی الملقب بہ سکندر ثانی

۶۹۹ھ میں سلطان علاء الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اپنے بہائی الغ خاں کا اور ملک
 نصرتہ جلیسری کو نصرت خاں کا اور ملک شیخ الدین کو ظفر خاں کا اور اپنے سارے سچے کو الپ خاں کا

ایک ہی ہیں۔ اور میگا نے تیرے گرد و زر کی خاطر جمع ہوئے ہیں اگر زرنہ ہو تو ایک بھی تیرے پاس نہ
پھٹکے مگر مجھ میں اور تجھ میں وہ بیوند ہے کہ اگر ایک عالم ادھر سے اُدھر ہو تو وہ شکست نہ ہو۔ یہ کہہ کر
علاء الدین کا ہاتھ پکڑا اور کشتی خاص کی طرف اُسکو کہتی جا کہ جلال الدین نے سنگ دل قاتلوں
کی طرف اشارہ کیا۔ محمود و سالم کہ سامانہ کے اجلا فوں میں سے تھا اسنے ایک تلوار کا ہاتھ بادشاہ پر
مارا مگر یہ تلوار کاری نہ لگی کہ اُسنے دوسری تلوار ماری سلطان زخم کھا کر پانی کی طرف دوڑا اور
ووڑنے میں سلطان کی زبان سے نکلا کہ ا۔ بے علاء الدین بد بخت یہ تو نے کیا کیا۔ اختیار الدین
کا فرماتے پیچھے جا کر اس جلیل القدر سلطان کو زمین میں گرایا اور سر کو تن سے جدا کیا۔ سلطان
روزہ سے تھا اور کلمہ شہادت پڑھتا تھا۔ افطار کے وقت شہید ہوا۔ جو خواص خاص شاہی کہ
بادشاہ کے ہمراہ تھے کچھ کشتی میں تھے کچھ کشتی سے باہر وہ سب قتل ہوئے۔ یہ حادثہ ۱۷ شعبان ۶۸۷
مطابق ۹ جولائی ۱۲۹۵ء کو پیش آیا۔ اب اسکا سر نیزہ پر چڑھایا گیا۔ اور شہر کڑھ میں سارے لشکر
کو دکھایا گیا اور پھر ادوہ بھیجا گیا۔ ان نمک حراموں کی نمک حمرانی کا سر خاتم تاریخ فرشتہ اور تاریخ فیروز شاہی
میں بڑے مئے لیکر لکھا ہے کہ محمود بن سالم جسے اول تلوار ماری تھی حیدام میں مبتلا ہوا اور ایک سال میں اسکا
سہارا جسم محل گھسکر گر گیا۔ اختیار الدین جسے سر کاٹا تھا دیوانہ ہو گیا دم واپس چلا تا رہا کہ سلطان جلال الدین
تلوار کھینچے ہوئے مجھ پر چلا آتا ہے اور میرا سر کاٹتا ہے۔ غرض جو لوگ اس سنگدلی و کاری جیسے شرفی
کے کام میں شریک تھے وہ تین چار برس کے عرصے میں علاء الدین ہی کے عہد میں صفاً صفاً ہو گئے
اور کسی کا نام باقی نہیں رہا۔ ملک علاء الدین اگرچہ چند روز کامراں رہا لیکن آخر اس کے
پانوں میں بھی زمانہ نے تیشہ لگایا کہ اسکا خانان اُسی کے ہاتھ سے خراب ہوا۔ بہانی اور بیٹے
اُسی کے ہاتھ سے قید میں گئے۔ اور معتبر مقرب قتل ہوئے۔ اسی کے پروردوں اور برآوردوں
نے اسکے بیٹوں کو اندھا کرایا اور اُسی کے علاموں کے ہاتھ سے انکو گہاس کی طرح کٹوایا۔ اُسی
لڑکیوں کو بہندون کے حوالہ کیا۔ غرض سب بھولہ کے قتل نے تو سلطان جلال الدین کو اس بُری گت
سے قتل کرایا۔ سلطان جلال الدین کے قتل نے وہ آفت علاء الدین کے خانان پڑھائی کہ کسی
کافرو گہر کبھی نہیں آئی۔ ایشیائی مورخوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اس طرح واقعات کو بیان کر کے
عبرت دلائے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں۔ چ یہ ہے۔

وہ ان مسلح سواروں کو دیکھ کر گھبرا کر اپنے تین ہلاک کر گیا۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ سواروں کی کشتیاں اسی کنارہ پر رہیں۔ سلطان جلال الدین دو کشتیوں میں چند خواص اور ملازموں کے ساتھ لنگر لگا کے پار جانے کو چلا۔ الماس بیگ مکار نے غرض کی کہ ان ہمارے ہون کے ہتیار کھلوادیکے کہیں انکو دیکھ کر میرا بہائی نہ درجائے۔ اس نے خواص کے ہتیار بھی کھلوادئے۔ کب کب کشتیاں کنارہ پر پہنچیں بلوک و ہرا کی نظر علماء الدین کے لشکر گاہ پر پڑی دیکھا کہ سب ہتیاروں میں دو بے ہوئے ہیں جو سمجھنے والے تھے وہ سمجھ گئے کہ الماس بیگ ہم سب کو قتل کر نیچے لئے لے جاتا ہے۔ قرآن شریف کی سورتیں پڑھنے لگے۔ ملک خورم نے الماس بیگ سے کہا یہ کیا ہمارے ہتیار کھلوئے اور اپنے لشکر کے ہتیار بند ہوئے۔ الماس بیگ نے جانا کہ ملک خورم بات کو سمجھ گیا ہے اس نے عرض کیا کہ میرے بہائی اس لشکر کو سلطان استقبال کیلئے لایا ہے سلطان کو موت نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ وہ اس غدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا مگر کشتیوں کو واپس جانے کا حکم نہیں دیتا تھا اذاجاء القدس خجے۔ البصرا اس نے الماس بیگ سے کہا کہ میں روزہ دار اتنی دور سے آیا علماء الدین کو کیا ہوا کہ وہ کشتی میں بیٹھ کر میرے استقبال کو اتنے پاس بھی نہیں آیا الماس بیگ مکار نے عرض کی کہ میرے بہائی کی آرزو یہ ہے کہ تمام مال و دولت و مانتی نذر میں دیکر دست بوس ہو اور خداوند عالم اپنے بندہ پروردہ و عزیز کے گہر میں روزہ افطار فرمائیں کہ ہمارے اس شرف بزرگی کی شہرت سارے عالم میں ہو۔ الماس بیگ جو سلطان سے کہتا اسکو وہ یقین کرتا کشتی میں چل پڑ قرآن رکھے ہوئے ایسا نیچے پڑتا تھا گویا باپ اپنے بیٹے کے گہر بے ہر اس جاتا ہے اس کے ساتھی موت کو اپنے سامنے دیکھتے تھے اور سورۃ یاسین پڑھتے تھے غرض سلطان کشتی سے تن تنہا اترا علماء الدین آگے مہرل اپنے ہر ایک شرائط خاک بوس سجایا سلطان کے قریب آیا اور بانوں میں گرا۔ بادشاہ نے شفقت پر راہ ہے اس کے گال اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور اس کی داڑھی پکڑ کر ہلکے سے دو طانچے مارے اور کہا کہ اے علی ایام طفلی میں تو نے میری گود میں اتنا موتا ہے کہ اب تک اس کی بومیں سے کپڑوں سے نہیں گئی تو اوڑھ مجھ سے ڈرے کیا میں نے تجھے اس لئے پال کر جوان کیا اور دوجہ بدرجہ بڑھا کر اس علی درجہ پر پہنچایا کہ میں تجھے قتل کر دوں۔ میں تجھے ہمیشہ اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اس خوف تجھے کس لئے ہے میں اور تو۔

کہی تھی کہ اگر بادشاہ جریدہ آئے تو اسکا کام تمام کیا جائے سلطان کی لوح خاطر کر کے نقش
 سے سادہ تھی اس پر اس دغا دفریب کا جادو چل گیا۔ اُس نے الماس بیگ کے بیان کو سچ جانا اور نہ
 کسی سے پوچھا نہ گچھا اُس کو کہہ دیا کہ تو ابھی چلا جا۔ اور بہائی کو جلد جا کر سمجھا کہ وہ کہیں اپنی جان کو
 نہ کھو بیٹھے میں ہی جریدہ آتا ہوں اور اپنے فرزند اور نوزدیدہ کا دستگیر ہوتا ہوں الماس بیگ کشتی
 میں سوار ہو کر ہوا کی طرح پانی پر چلا اور آٹھ سات روز میں کرۂ میں بہائی پاس پہنچا از بادشاہ کے
 جریدہ آنکی خبر سنائی علاء الدین نے بادشاہی عنایت کا تقارہ بجا لیا اور کہا کہ اب میرا بہائی آگیا
 کچھ خوف و اندیشہ باقی نہیں رہا۔ علاء الدین کے دانشمند صلاح کاروں نے کہا کہ آپ لکھنوتی
 کے عزم کو ترک کریں سلطان جلال الدین مال دہلی کی طرح سے بڑھ اور اندھا بہو رہا ہے وہ برسات
 میں یہاں جریدہ آئیگا پر حضور کا جو جی چاہے اسکا حال کیجئے گا۔ الماس بیگ کو بھیج کر سلطان
 کسی نامح و نیک خواہ کی بات نہیں سمجھتا تھا طع مجسم بن گیا تھا۔ مال کی حرص میں چند خواہ اور
 ہزار سوار جہاز لیکر کیلو گڑھی سے سوار ہوا اور ڈھائی (دبائی) میں پہنچا۔ یہاں خود کشتی میں
 بیٹھا اور احمد چپ کو حکم ہوا کہ تنگی کی راہ سے کرۂ کو منزل بمنزل رہ پیمایا ہو۔ اور اس طرح تیرہویں رمضان
 کو وہ بحرہ میں بیٹھا ہوا کرۂ میں دریا کے وار پہنچا۔ علاء الدین اور علانیوں نے جب سنا کہ سلطان
 آتا ہے تو وہ دریا کے پار کرۂ مانک پور کے پیمین چلے گئے تھے اور وہیں لشکر اور مال دہلی لے
 گئے تھے۔ برسات کی شدت سے اس وقت گنگا بھی خوب چڑھی ہوئی تھی کہ دفعتاً سلطان جلال الدین
 کا چتر نمودار ہوا علاء الدین کا لشکر مستعد ہوا ہتیار لٹکائے ہاتھیوں اور گھوڑوں پر بگستوان کیلئے
 گئے۔ الماس بیگ کشتی میں سوار کر کے سلطان جلال الدین پاس علاء الدین نے بھیجا کہ راہ
 میں ایسی دغا دفریب کی باتیں کہے کہ سلطان جو ہزار سوار دھکوساتھ لایا ہوا ہو انکو آدھری چوڑے
 اور خود چند نفہ کے ساتھ لشکر علاء الدین میں چلا آئے۔ الماس بیگ جلدی سے کشتی میں سوار ہو کر
 سلطان کی خدمت میں آیا۔ اُس نے دیکھا کہ کئی کشتیاں جہاز سواروں سے بھری ہوئی بادشاہ
 کی برابر کئی ہیں تو اُس نے عرض کیا کہ میرا بہائی بہاگا جاتا تھا میں نے خداوند عالم کے کرم
 کے اقتدار پر روکا ہے۔ اگر میں نہ آتا تو خدا معلوم وہ کہاں چلا جاتا اور آوارہ ہو جاتا۔ اگر خداوند
 عالم آئے چکر نہ دیکھیں گے تو وہ اپنے تئیں ہلاک کر لیا۔ اور سارا مال ضائع جایگا اور اگر گرفت

دانشمند جانتے تھے کہ نہ علاء الدین آئینگانہ پیل و مال بھیجے گا اور کھنوتی لشکر سمیت چلا جائے گا مگر سلطان سے کسی کا مقدر نہ تھا کہ پوست کندہ یہ حال کہتا۔ اگر کوئی کہتا تو سلطان خفا ہوتا اور کہتا کہ تم تجھ کو اپنے بچے کے لئے شیر بناتے ہو غرض اس عرصہ نے بادشاہ کو بڑا فریبیدہ اور اس کو علاء الدین کے اخلاص پر یقین واثق ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ایک عہد نامہ لکھا جس میں کمال دلجوئی و شفقت کی باتیں لکھیں اور اپنے دو محرم کاروں کے ہاتھ کر کے روانہ کیا جب یہ محرم راز کرکھ میں پہنچے تو انہوں نے سب کو بادشاہ سے پراہوا دیکھا ہر چند انہوں نے تدبیریں کیں کہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کریں مگر علاء الدین نے ایسے موکل اپنے مقرر کر رکھے تھے کہ وہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع نہ کر سکیں اس اثنا میں الماس بیگ کہ علاء الدین کا بڑا بہائی اور بادشاہ کا داماد تھا اور میرا خوریگی تھا بادشاہ کے آگے روز روز زار نالے کرتا اور جب فرصت ہوتی تو اُس سے یہ عرض کرتا کہ میرے بہائی کے حال پر حضور کی نامہ پائی خلیق کی زبان زد ہو گئی ہے مجھے خوف ہے کہ جیاد شرم و ترس دہر اس کے مارے میرا بہائی اپنے تئیں نہ مار ڈالے وہ اس بات کو اپنا بڑا گناہ جانتا ہے کہ وہ دیو گدہ کو بے اجازت چلا گیا اور وہاں سے کوئی عرصہ ہی نہیں بھیجا انہیں دنوں میں الماس بیگ باس علاء الدین کا خط آیا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ میرا باپ میرا چچا میری جان و مال کا مالک ہے اس کی بخشش نے میری زندگی تلخ کر دی ہے اگر تجھ کو یقین ہو کہ بادشاہ نے واقعی میرے خون کا ارادہ کیا ہے تو مجھے مطلع کر کہ میں زہر ہمیشہ اپنے رومال میں بندھا رکھتا ہوں اسے کہا کہ مر جاؤں یا کسی طرح نکل جاؤں یا ڈوب جاؤں۔ الماس بیگ بھی دعا و فریب میں علاء الدین کا بڑا بہائی تھا اس دعا کے کام پر ہر طرح کے رنگ چڑھائے۔ علاء الدین نے بہائی کو خفیہ لکھ بھیجا تھا کہ یہ خط بادشاہ کو کسی ڈھب سے دکھانا اور ایسی تدبیر کرنا کہ وہ مال اور دولت کے لالچ میں آکر جریہ بغیر لشکر کڑھ چلا آئے۔ اگر یہ کام ہو جائیگا تو سارا کام نبھائیگا۔ اس نے یہ خط بادشاہ کے روبرو رکھا اور زار زار دیا اور یہ عرض کی کہ اگر حضور خود جریہ چل کر قتل اس سے کہ میرا بہائی اپنے تئیں ہلاک کرے یا کہ میں مال و پس لیکر چلا جائے اسے دیکھ لیں تو پہلے احساؤں پر ایک حسان اور حقوق سابق پر ایک در حق ثابت ہو گا یہاں مضدان کرکھ نے صلاح

پیل بسلا مشہو پہنچ گیا اور کسی اور دلایت کو نہیں چلا گیا اسکی عرضداشتوں سے معلوم ہو جائیگا کہ اس کی خاطر نہیں کیا صلاح و فساد ہو۔ اگر مخالفت معلوم ہوگی تو بادشاہ کا ایک صدہ اسکو کافی ہوگا جو حضور کے اٹھا دین اسکا اور اس کے لشکر کا کام تمام کر دیا جائیگا۔ اگر ملک علاء الدین سرتابی کرے گا تو اسکو باز مدد کر حضور کے سامنے لے آؤنگا ملک احمد چپ بہ بائین سکر دل میں جل نہیں گیا اور مضطرب اس نے ملک فخر الدین کو چپی سے کہا کہ کار بجان کار دبا ستخوان رسید اس معاملہ میں کیوں تو غضب ڈالتا ہے اگر ملک علاء الدین پیل و مال سمیت کرہ میں پہنچ کر گھاگرہ سے پار ہو کر ملک لکھنوتی کو چلا گیا تو تو اس کے پیچھے جائیگا یا میں؟ سلطان نے احمد چپ سے کہا کہ تو ہمیشہ علاء الدین کی طرف سے مجھے بدگمان کرتا رہتا ہے۔ میں نے اسے بالاپوسا ہو اس کے اوپر سیکر اتنے حقوق ہیں کہ میرے بیٹے مجھ سے پہر جائیں مگر وہ نہیں پہرے گا غرض خداوند عالم نے دہلی کو مرا جحت فرمائی احمد چپ فرس سے ہاتھ ملتا تھا اور یہ شعر بار بار پڑھتا تھا۔

جو تیرہ شود مرد را روزگار ہمہ آن کند کش نیاید بکار

ادھر بادشاہ گوالیار سے دہلی میں آیا کہ چند روز بعد کرہ سے علاء الدین کی عرضداشت پہنچی کہ اس قدر مال و دولت و دل غنیمت میں لایا ہوں سب حضور کی نذر ہیں مگر اس سبب اسے کہ ایک سال سے حضور کی حضوری سے غائب رہا ہوں کوئی عریضہ ہی نہیں بھیجا اس لئے میں خود خائف ہوں اور اس سفر میں جو میرے رفیق تھے وہ بھی اس خوف میں شریک ہیں معلوم نہیں کہ میری غنیمت میں میرے دشمنوں نے میری طرف سے کیا کیا باتیں لگائی ہیں جو میری میری اور ملک خواروں کی عفو تقصیر کا فرمان حضور اپنے خط مبارک سے لکھ کر بھیج دین تو میں اور میرے امیر خجیوں نے جانبازی کی ہے مال دین لیکر حضور کی خدمت میں سر کو پاؤں بنا کے حاضر ہوں ادھر وہ سلطان سے یہ فریب کی باتیں بناتا تھا ادھر لکھنوتی کے جانے کی تیاری اپنی کر رہا تھا۔ خضر خان کو اودھ میں بھیجا تھا کہ کشیان دریا گھاگرہ سے پار جانے کی لئے تیار کرے اور اپنے رتبہ صلاح کاروں سے کہہ دیا تھا کہ اگر سلطان کی خبر کرہ کی طرف آنے کی سنئے تو ہم سب مال و لشکر دزن و بچہ و لشکر گھاگرہ سے پار جا کر لکھنوتی جائیں گے اور اس کو تسخیر کر لینگے پھر کوئی دہلی سے دہان ہم تک نہیں پہنچے گا۔ اس بات کو سلطان جلال الدین کے ارکان

اگر خداوند عالم اُسکی مہم کو مہم نہیں جانتے اور اُسکی فرزند سی داماوی پرورش پر اعتماد کرتے ہیں اور
قدیمی بادشاہوں کے تجربوں کو پیچ جانتے ہیں اور بغیر نقد و پیل اے خود مباحث فرماتے ہیں اور
علاء الدین کو اور اُس کے لشکر کو جس پاس سرمایہ دولت دس بادشاہوں کی برابر ہے کڑھ جانے دیتے
ہیں تو اپنی دولت پر آپ لات مارتے ہیں اور ہمو گرو اب بلایں ڈالتے ہیں مجھے خوب معلوم ہے کہ برون
سے علاء الدین بلکہ جہان اور اپنی بیوی سے آزار رسیدہ ہے حضور سے کسی نے ملکہ جہان کے خوف
سے یہ بات نہیں کہی خاطر آزدہ ملازم دشمن کی برابر ہوتا ہے بغض میں نے جو صلاح ملکدین
عرض کیا فرمان بادشاہ راست۔ سلطان جلال الدین کے سر پر اہل کیل پرینی تھی۔

بے بکام دل دشمنان بود اس کہ لشن و سخن دوستان خیر اندیش
احمد چپ کی رائے سلطان کو ناگوار گذری اُس نے کہا کہ تو میرے کچھ کو میری نظر میں شیر ناپکے
دیکھتا ہے میں نے علاء الدین سے کیا برائی کی ہے کہ وہ میرے ساتھ برائی کر گیا اور مال و دل نہ بچا
یہ زاد صلاح اندیشوں کی طرف مخی طرب ہوا اور اُس سے مصالحت پوچھی ملک نخر الدین کو چپ خدا نافرست
اگر چہ جانتا تھا کہ ملک احمد چپ کی رائے صواب پر ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کو وہ پسند نہیں ہے
اُس نے کہا کہ اب تک علاء الدین کی عرضداشت نہیں آئی ہے کہ جس سے یہ تحقیق نہیں معلوم ہوا
کہ وہ مال اور پیل سمیت بازگشت کر رہا ہے کوئی اس کے لشکر کا ثقہ آدمی ہی ایسا نہیں آیا
کہ جس نے یہ بیان کیا ہو کہ اُس کے قول پر اعتماد کی ہو یوں ہی بازاری خریدین ہیں سچ ہی ہوتی
ہیں جوٹ بھی مثل مشہور ہے کہ پیش از آب دیدن موزہ نتوان کشید اگر ہم لشکر لے کر اُس
کی سہراہ ہوں گے تو علاء الدین کے دل میں اس سبب سے کہ بے فرمان اس ہم کے لئے
وہ کیا تھا خوف دہر اس پیدا ہو گا وہ واپس چلا جائے گا اور کہیں جنگوں و ہماؤں میں
چپ جائے گا تمام مال بونا تہ آ یا ہے وہ غارت ہو جائے گا اور خلق خود سر ہو کر متفرق ہو جا
گی اور ہم کو ضرورت ہو گی کہ اُس کے پیچھے دیو گدہ کی طفر چلیں۔ برسات کا موسم سر پر ہے
پہلے اس سے کہ کسی قوم سے مخالفت اور ترمذی ہرہ ہو اُسے لڑنیکا قصد کرنا کیس طرح جائز نہیں ہے
رمضان کا مہینہ ہر دلی میں غریبوں سے مصری کی ڈلیوں سے زیادہ پیٹے آئے ہوئے ہیں مصالحت یہی ہے کہ
حضور دلی تشریف فرما ہوں اور رمضان دین بھر کرین اگر یہ سچ ہو گا کہ کڑھ میں ملک علاء الدین نہ ل

این سنگ شکستہ زمان ہمارا دم زدست باشد کہ شکستہ درو آساید

شکر سلطانی میں افواہاں سنا گیا کہ ملک علاء الدین نے دیو گڑھ فتح کر لیا اور خزانہ اور باقی گھوڑے اس قدر اسکو ہاتھ لگے ہیں کہ کبھی کسی بادشاہ دہلی کو نصیب نہیں ہوئے اور اب بڑی شان سے کرہ میں آتا ہے۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ خوشی کے مارے بیولانہ سماتا تھا اُنکی فتح اور غنیمت کو اپنی نعمت اور دولت سمجھتا تھا جب یہ خبر متواتر آئی اور متحقق ہوئی تو سلطان جلال الدین نے خلوت میں اپنے معتمدین ملک احمد چپ اور ملک فخر الدین کو چک کو اور اور صاحب الرے ہرا کو جمع کر کے پوچھا کہ علاء الدین بہت دولت لیکر کرہ کو چلا آتا ہے اب میں کیا کروں میں ٹہیا رہوں یا اُسکے استقبال کے لئے جلون یا دہلی کو واپس چلا جاؤں سب سے پہلے ملک احمد چپ کہ درست رائے اور استقامت فہم میں مشہور تھا بولا کہ سیل و مال تو کمرشی اور فتنے کے سبب اکثر ہوتے ہیں وہ جس کسی کو ہاتھ آتے ہیں وہ ایسا رست و مغرور ہوتا ہے کہ دست از پائے خود نشاند کرہ کے سارے مفد و متفق جنہوں نے ملک چچو کو تباہ کیا تھا اُس پاس جمع ہیں حضور کے بغیر حکم کے اُس کو دیو گڑھ لے گئے۔ اور جانبازی کر کے انہوں نے یہ دولت حاصل کی ہے پرائے قدیمی بادشاہ کہہ گئے ہیں کہ مال و فتنہ لازم ملزوم ہیں خدا معلوم کہ اس دولت کے ہاتھ آنے سے علاء الدین کے دل میں کیا فتنہ پرداز سی آئی ہوگی میرے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ حضور جقدر جلد ممکن ہو چندیری میں جو اُسکی اثناء راہ میں ہے خیمے ڈیر سے ڈال دیجئے۔ اس میں بہت فائدہ ہیں جب سے لگا کر باد کا لشکر نزدیک ہے تو اسلئے کہ اُسکی فوج کو وہ دشت کی مصیبتیں اور آفتیں اُٹھائے چلی آتی ہے غنیمت کے مال سے لدی ہوئی ہے اپنے گھر جانے کے شایق ہوگی اور جنگ کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ سرعت سیر و توقف و دونوں ماتیوں اور بار برداری کی کثرت سے ممکن نہیں ناچار خواہ علاء الدین کا دل چاہے گا نہ جاہریگا جو کچھ لایا ہے حضور کے تخت کے رد و رکہ دے گا بادشاہ لغو و اور زروچاہر و مر و اریڈیل و ارب جو فتنہ انگیزی کے سبب ہوتے ہیں اُس سے بے لین اور باقی ساری غنیمت اُسکو اور اُسکے لشکر کو دیدین اور علاء الدین کو بہت سا لشکر دیکر خوش کنین خواہ پھر کو اپنے ساتھ دہلی لے چلے یا کرہ میں جانے کی اجازت دیدیجئے اور کرہ کے فتنہ انگیز جو اُس کے ساتھ ہیں اُنکو اپنے علاقوں پر بھیج دیجئے۔

ایک سات سو سال کا سفر اور پھر اس سفر کا بڑا حصہ بندھیا چل کے بہارون اور جنگلون میں جن سے کہ ہندوستان خاص اور دکن جدا ہوتا ہے پھر رستوں کی تنگی ذخیرہ کی کمی یا بی۔ بہار یونکی تیرافستانی مانوہ و خاندیس گوئداری کے بڑے بڑے راجاؤں کے ملک کا بہتر راہ ہوتا۔ پھر اس قدر کم سپاہ و کفن جیسے ملک سیح پر حملہ۔ وہاں یہ خدا سا دشمنان کہ شہر شکر سے خالی غلہ کے بڑے جن میں دشمن غلہ سمجھیں وہ ملک سے بہری نکلیں پھر وہاں سے یہ ملک و دولت ہاتھ لگی جو پہلے کسی بادشاہ دہلی کو نہ ملی ہو پھر ایک ہی سال میں غنیمت سمیت اپنے ملک کو صحیح سالم آنا۔ ان سب کاموں میں علاء الدین کی جوتائید غنیمی ہوئی وہ کسی انسان کو کمتر پسر ہوتی ہے اس مہم سے علاء الدین کی جو اندری اور مردانگی سب پر روشن ہو گئی۔ اس مہم میں اسکی نسبت یہ بات جو مشہور کر رکھی ہے کہ راہ میں آئے یہ مشہور کیا کہ میں چچا سے خفا ہو کر راجہ مندری کی نوکری کیوں سٹے جاتا ہوں اور جس سے مسلمانوں پر یہ انگریزی مورخ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان ایسے اپنے ایمان میں سست ہو گئے تھے کہ لڑائیوں کے لئے ایسے جو نئے ٹہانے بناتے تھے بالکل پایہ اعتبار سے ساقط ہو یہ واقعہ تاریخ فرختہ میں تقابلاً ناصری کے حوالہ سے لکھا ہے اور طبقات ناصری کو معاصر اس مہم کا بنایا ہے۔ مگر طبقات ناصری کی تادمہ ۶۸۵ھ تک ختم ہوتی ہے اور یہ مہم ۶۹۳ھ میں ہوئی جو علاء الدین کا معاصر کسی حساب مصنف طبقات نہیں ہو سکتا دوسری بات البتہ مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی ہی دفعہ دیکھنے میں آتی ہے کہ سودا گردن اور مہاجنوں کو تکلیفین پہونچائی گئیں کہ وہ اپنی دولت کا بٹہ بتائیں مسلمان اُسکو دھنیا حرکت سمجھتے ہیں اس مہم کے بیان میں ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ایک جگہ علاء الدین کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی جس سے وہ گر پڑا اور وہاں سے جھنکار کی بھی آواز آئی۔ اس جگہ کو کہو داتو وہاں سے بہت دولت نکلی۔

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاء الدین کا بادشاہ ہونا

۶۹۵ھ میں گوالیار کو سلطان لشکر سمیت شکار کھیلنے گیا یہاں کچھ دنوں توقف کیا اور ایک عمارت عالی شان میان بنائی اور یہ رباعی تصنیف کر کے اُسکے گنبد پر لکھوائی رباعی
 مارا کہ قدم بر سر گردون سایہ از تو دہ سنگ و گل چہ تہ راز فرید

سابق قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ اور شدت اور خنوت شروع کی صاحبزادوں اور بیویوں کی ایک بڑی
 کوشش کیا اور رام دیو کے عزیز و اقارب جو قید ہوئے تھے ان کے گلے میں طوق اور پاؤں میں پھیریں لگا کر
 قلعہ کے سامنے کھڑا کیا۔ رام دیو نے صلح و مشورہ کر کے گلبرگہ و تلنگانہ مالوہ و خاندین کے راجاؤں سے
 استعانت چاہی مگر اس اثنا میں معلوم ہوا کہ قلعہ میں ذخیرہ غلہ مطلق نہیں ہے گو میں اور بوسے قلعہ
 میں لے گئے تھے ان میں نمک بہرا ہوا ہے غلہ نہیں ہے چلیجیوں کے لشکر کی سطوت و صلابت ایسی تھی کہ
 دکن کا ایک آدمی بھی قلعہ میں نہیں داخل ہو سکتا غلہ کے پہنچنے کا ذکر تو کیا ہے۔ راجا جو حیران پریشان
 رہتا اور غلہ اور آذوقہ کے نہ ہونیکو چپا تا تھا۔ ملک علاء الدین سے رسل و رسائل شروع کی اور یہ عرض
 کیا کہ خداوند پر بظاہر دشمن ہے مگر مجھ دولت خواہ کو اس لڑائی میں کچھ دخل نہ تھا میرا لڑکا جمل و
 غزو جوانی میں آنکراپ سے لڑا ہے اس کے عوض میں آپ مجھے مواخذ و معائنہ فرمائیں اور ایلیچون
 مخفی یہ کہ یا کہ ذخیرہ قلعہ میں نہیں ہے اگر دو تین دن یہی حال رہا کہ ملک علاء الدین بیان سے نہ ہٹا
 تو تمام آدمی ہو کے مرجائیں گے اور قلعہ اور ملک کے ہاتھ آجائیں گے کوشش کر دو کہ یہ بات کھلے نہیں لیکن
 رام دیو کے خطر اس ملک علاء الدین سمجھ گیا کہ سرمایہ معاش قلعہ میں مفقود ہے صلح میں مضائقہ نہ تھا
 کہ یا کہ ایلیچون نے بعد بہت سی منت سماجت کے ان شرائط پر صلح کرائی کہ چھ سو من سونا اور ست سو من
 دوسن جو اہل قلعہ یا قوت الماس زعفر و ادراک ہزار من چاندی اور چار ہزار جامہ ابریشی اور اجناس
 جنگی تفصیل بھی شکل ہے اور قلعہ ہی اس کے یقین کرنے سے انکار کرتی ہے علاء الدین کے خزانہ میں
 داخل کئے جائیں اور ایلیچ پور سے توابع و مصافات خواہ علاء الدین اپنے متعلقین کے حوالہ کرے خواہ
 راجہ پاس۔ ہمنے دے وہ اس کے محل کو ہر سال کرہ بھیجتا رہے ملک علاء الدین سب قیدیوں کو
 چھوڑ دے اور لشکر جو دہلی سے دکن کے لئے متعین ہوا ہے اسے واپس کرے اور اس کے اور سلطان
 جلال الدین کے درمیان ایسا واسطہ بنو کہ ہمیشہ راجہ اور اس کے درمیان موافقت ہے علاء الدین نے
 ان سب غنائم کو بیکر قید و بند کر دیا دی اور چلیچوین دن محاصرہ سے منظر و منظور ہو کر کراہ گور و انہ ہوا
 اس کو خواہر و اموال و ہتھی گھوڑے لٹے ہاتھ لگے کہ اب تک کسی شان و دہلی کی وہ کسی نصیب نہ ہوئے
 تھے و شغیر کہ کیفیت عالم پر اطلاع رکھتے ہیں اور دلیں اور آخرین کی تاریخ پر مطلع ہیں وہ جانتے
 ہیں کہ چنان میں لطائف غیبی ہزاروں میں نمبر لائے علاء الدین کا یہ کام تھا کہ کراہ نامک پور سے باؤگڑ

معتبر دولت خود برہمن علما الدین پاس بھیجے اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تمہارا یہاں انامصلحت و
دورانیشی سے غالی تھا۔ شہر پر جو تم مسلط ہو گئے اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لشکر سے خالی تھا جو تم
چاہا اُس کا حال کیا۔ مگر اُس پر تم کو غور کرنا نہیں چاہیے۔ عنقریب یہاں کے اطراف کے بڑے
بڑے راجہ جو بہت سے ہیں وہ آئیں گے۔ اور تم میں سے ایک کو زندہ سلامت نہیں جانے دینگے اور
اگر زندہ بچ جائے تو راجہ مالوہ کہ جس پاس چالیس ہزار سوار اور پیادے ہیں اور راجہ خالیس
اور گوندوارہ کہ بہت سے سوار و پیادے رکھتے ہیں وہ تمہاری سدا رہا ہونگے اور قید حیات میں
کسی کو نہ چھوڑینگے۔ بہتر یہی ہے کہ پہلے اس سے کہ اطراف کے راجاؤں کو خبر ہو مہاجنوں اور
رعایا کو تمہارے قید میں لعل بہا لیکر چھوڑ دو۔ ملک علما الدین نے دور بینی اور احتیاط کے
سبب سے صلح قبول کر لی اور پچاس من سونا اور کئی من موتی اور اقمشہ نصیب لیکر اقرار کیا کہ
پندرہ سو روز قیدیوں کو چھوڑ دوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔ جب اُس کی خبر رام دیو کے
کے سپہ بزرگ کو ہوئی تو وہ لشکر لیکر اس وقت کہ ملک علما الدین کوچ کرنے کو تھا دیو گدھ سے
تین کوس پر آیا۔ رام دیو نے اپنے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ تقدیر و نصیب میں جو ہوتا تھا وہ ہوا۔ خدا کا
شکر ہے کہ بھوکوئی آسیب و نقصان نہیں پہنچا۔ رعایا پر اگر جفا ہوئی ہے تو اُس کی تلافی اچھی طرح
کر دیجائیگی۔ بہتر ہوگا کہ قتال و جدال نہ کرو یہ ترک (مسلمان) عجب لوگ ہیں ان سے تیز و آویز مصلحت
نہیں ہے۔ مگر بیٹے نے دیکھا کہ دشمن کے لشکر سے میرے پاس دو چاند لشکر ہے اور اس پاس کے راجہ
میری کمک کو آتے ہیں۔ کا زار پر اصرار کیا اور علما الدین کو پیغام دیا کہ اگر تم کو اپنی جان عزیز ہے
اور اس ملک سے سلامت نکلنا چاہتے ہو تو جو کچھ رعیت شہر سے لیا ہے واپس دو اور اپنے دیس کی
راہ لو۔ اس پر علما الدین کو بہت غصہ آیا۔ اور سپہ رام دیو کے ایلچیوں کا منہ کا لاکر کے تمام لشکر میں پھرایا
اور ملک نصرت کو ایک ہزار سوار و کٹر قلعہ کا محاصرہ پھر کیا اور آپ لشکر لیکر سپہ رام دیو سے لڑنا شروع
کیا۔ قریب تھا کہ میدان جنگ سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ جاتے مگر اس وقت ملک نصرت نے بے حکم کے
قلعہ کے محاصرہ کو چھوڑ دیا اور علما الدین کے لشکر کی طرف دوڑا کہ دیکھو کی نظر جو ملک نصرت
لشکر پر پڑی تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وہی موعود میں ہزار سپاہ اسلام ہے۔ اس دہکے سے اٹکے دل چھوٹے
اور میدان معرکہ سے اُسی گھڑی بھاگ گئے ملک علما الدین مظہر منصور ہو کر اُسی وقت پرستور

مگر اور بزرگ دانشمند و نیکو علاء الدین کی غیبت پر یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ ساس اور بیوی سحرانہ
درخیدہ ہو گیا۔ کسی بلاد دور دست کو چلا گیا ہی۔ کڑھ مانک پور اور بار کے درمیان جو جنگل میں اُس
اُن کو ٹھہرا دیا جو راجہ سرراہ اُس سے دوچار ہو کر اُسے کچھ نہ بولا۔ دو مہینے بعد ایلیچ پور میں پہنچا۔ وہاں سے
کھٹی لاجورہ میں آیا بطور یلغار کے دو دوتین تین دن کے سفر کو ایک دن طے کرتا ہوا دیوگیر میں پہنچا۔ راجہ
اسکا راجہ تھا مسلمان اسی کو ساسے دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ مارا شتر یعنی عمر بھٹوں کے
مانک کا راجہ تھا۔ اکثر راجپوت راجہ ہمت ہارے اور دھیمے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنا ناک و سحر کرنا
بڑی بات سمجھتے ہیں جب مسلمان ہندو راجاؤں پر اپنا ناک جا پڑتے تھے تو انکو جنگ و جدال کیلئے آمادہ
نہیں پاتے تھے راجہ رام دیو کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ علاء الدین یوں دفعہ دولت گدہ پر آن
چڑے گا۔ جب علاء الدین لاجورہ میں پہنچا ہی تو رام دیو کا لشکر اُسکے بیٹے کے ساتھ کہیں دُور گیا ہوا تھا۔
جب علاء الدین شہر کے قریب پہنچا تو رام دیو نے دوتین ہزار آدمی جمع کر کے اُس سے لڑنے کو بھیج دیا۔ دیو گدہ
سے دو کوس کے فاصلہ پر ملک علاء الدین کے لشکر کے قراو لوں سے وہ لڑے۔ مگر دیکھو نے کبھی
مسلمانوں کو دیکھا نہ تھا۔ اُنکی ضرب شمشیر اور تیر بنیدہ شگاف سے واقف نہ تھے اُن کے حملے کی تاب
نہ لاسکے۔ نوک دم دیو گدہ کو بھاگے۔ سپاہ اسلام کے تعاقب سے رام دیو سرسیمہ و خیران ہوا اور قلعہ دیو گدہ
میں کہ نہ جسکی خندق تھی نہ کوئی اور استحکام تھا جا کر پناہ گیر ہوا۔ دوتین ہزار گوہن نمک بھری ہوئی
تھیں اُن کو سحر کر کو کُن کی طرف سے لائے تھے۔ اسی روز خوف کے مارے قلعہ و شہر کے پاس
چھوڑ کر بھاگ گئے تھے راجہ کے متعلقین گونوں کو غلہ سے بھرا ہوا سمجھ کر قلعہ میں بے گئے۔ ملک
علاء الدین نے اکابر و تجار و رعیت کو گریز کی فرصت نہ دی۔ شہر دیو گدہ میں آگیا اور وہاں
کے مہاجروں اور برہمنوں اور بزرگوں کو پکڑ کر خوب لوٹا۔ چالیس زنجیر فیل اور رام دیو کے حصہ
طوینے کے ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ علاء الدین نے یہ بھی مشور کر رکھا تھا کہ فلاں راہ سے میں آؤں
مسلمانوں کا لشکر آیا ہے۔ اس شہر کو جو صد ہا برس سے بگائوں کے حملہ سے نا آشنا تھا خوب لوٹ کر
قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ رام دیو نے اس خبر کو کہ پیچھے مسلمانوں کا لشکر جہاں آتا ہی
ہے صحیح جانا اور سمجھا کہ مسلمانوں نے یہ حملہ سوچ سمجھ ہی کر کیا ہو گا ضرور اُن کی فوج پیچھے
ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس فوج کے آنے تک علاء الدین سے صلح کر لیجے اس لئے اپنے چند

زیادہ نوکر رکھے اور سلطان جلال الدین کو خبر نہ کرے اور دیوگرٹھ کی طرف لشکر فیکر چلے جب دہلی میں سلطان کو اپنے اوپر بہت مہربان اور باشفقت پایا اور دیکھا کہ اقطاع کرٹھ اور اقطاع اودھ کا مطالبہ بھی نہیں ہوا تو اس نے سلطان سے عرض کی کہ چندیری اور اسکے گرد و لائیں لشکر دہلی سے بالکل پیچہ و آسودہ ہیں اگر حکم ہو تو میں اپنے اقطاع کی فاضلات سے سوار اور پیادے نوکر رکھوں اور ان کو چندیری لیجاؤں اور وہاں کے راجاؤں سے غنائم بے اندازہ لاؤں اور غنائم اور اقطاع کی فاضلات ایک ہی دفعہ سلطان کے خزانہ عامرہ میں داخل کروں سلطان جلال الدین نے اپنی صفایا دل اور اپنے حسن ظن سے بالکل اس درخواست کی تہ کو نہ پایا کہ علاء الدین اپنی ساس ملکہ جہاں کے جفاؤں سے اور اپنی بیوی سے ایسا آزرده ہو کہ وہ کسی تسلیم دور دست میں جا کر رہنا چاہتا ہو اور یہاں پھر آنا نہیں چاہتا سلطان نے ان پیادوں اور سواروں کے بڑھانے کی اجازت اور دونوں اقطاع کے فاضلات ادا کرنے کے لئے مہلت دیدی اور غنائم کی طمع کے سبب اسکو کرٹھ جانے کی اجازت دیدی۔ ۱۲۹۳ء میں علاء الدین یوں اپنے مقاصد کو حاصل کر کے کرٹھ میں آیا۔

علاء الدین کی مہم - دکن پر

علاء الدین نے دیکھا کہ چچا بوڑھا ہے اپنے اختیار میں نہیں۔ ملکہ جہاں اسکی مختار ہے۔ جو وہ چاہتی ہے سو کرتی ہے۔ مجھے پر خاش کرتی ہے اور بیوی بھی اسکو ہمیشہ آزرده رکھتی ہے۔ سلطان کی شتمت و غلبت کے سبب میں بیوی کی شکایت کچھ نہیں کر سکتا۔ اور کسی اور سے بھی فضیحت رسوائی کے خوف یہ درد اپنا بیان نہیں کر سکتا۔ مثل مشہور ہے کہ اپنی ٹانگیں کھولے آپ ہی لاجوں مرے۔ اس نرخیس کے سبب کرٹھ میں آنکر تین چار ہزار سواروں اور دو ہزار پاکوں کو مال بہت کچھ دیا اور انکو مستعد کیا اور کرٹھ سے دیوگیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مگر یہ ارادہ زبان سے ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ ظاہر میں یہ کہہ کر کہ میں چندیری کو تاخت فہراج کرنے جاتا ہوں۔ کرٹھ میں اپنا نائب علاء الملک مقرر کیا سلطان جلال الدین کو اسکی خبر کچھ نہ تھی۔ وہ اسی تباہی خبریں سنکر سلطان اپنی تشفی کر لیتا تھا علاء الملک کی متواتر عرض و شتمیں اس پاس پہنچتی تھیں کہ علاء الدین متمدنوں کے سزا میں مصروف ہے آج کل میں حضور کو عرض و شتم بھیجے گا۔ علاء الدین کی طرف سے سلطان ایسا صاف تھا کہ کبھی اس پر بدگمان نہ ہوا۔

چلا آیا یہ مارے مغل کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ سلطان نے الغو کو اپنی دامادی سے مشرف کیا۔ الغو
کیساتھ جو مغل آئے تھے وہ اپنے جو رو بچوں کو دہلی میں لائے اور سلطان نے انکے موافق مقرر
اور کیلو گڑھی اور غیاث پور و اندر پٹ و تلوکہ میں انھوں نے اپنے گھر بنائے وہ خود نو مسلم اور
جن محلوں میں وہ آباد ہوئے انکے نام مغل پور سے مشہور ہوئے۔ سلطان نے ایک دو سال تک انکو
موافق دئے۔ بعض کو یہاں کی آب و ہوا اور حوالی شہر کی سکونت موافق نہیں ہوئی وہ اپنی ولایت
کو بیوی بچوں کو ساتھ لیکر چلے گئے اور بعض یہیں بس کر رہ گئے ان کو دیہات دے گئے۔ سو جب
انکے مقرر ہوئے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل گئے انے ناطے رشتے قراتیں کر لیں۔

علاء الدین کی مہات بھلیہ وغیرہ

اسی سال کے آخر میں سلطان مندویر میں گیا اور اُسکے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے
بہت سی غنائم کے ساتھ مراجعت کی اور دوسری دفعہ پھر جابن پر لشکر کشی کی اور اس دفعہ بھی
اُس کو تاخت و تاراج کر کے بازگشت کی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

بادشاہ میں ضعیفی اور پیری کا عیب پیدا ہو گیا تھا اسکی مکافات بھیجے و داماد علاء الدین
کی نوجوانی شجاعت و لیاقت کے ردی وہ بڑا ہونہار اور لائق تھا۔ سلطان خلجی کے سے اسکے خیالات
نہ تھے کہ جس سے سلطنت کا م نہ تمام پڑے رہیں۔ وہ اسوقت کڑھ میں بادشاہ کی طرف سے جاگروا
تھا۔ اُس نے سلطان جلال الدین سے جب وہ مندویر میں تھا فرمان طلب کیا کہ بھلیہ میں جا کر اُسکی
حدود کو تانت و تاراج کرے۔ جب یہ فرمان آگیا تو اُس نے کڑھ سے بھلیہ پر لشکر کشی کی۔ اُسکو بہت
غنیمت ہاتھ لگی اور بت روئیں کہ اس دریا کے ہندوؤں کا مبدو تھا اسکو چھکڑوں میں لدوا کر اور
طرح طرح کی بہت سی غنائم لیکر دہلی میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ بہت توبہ داروں کے درواز
پر ڈالا گیا کہ پے سپر خالق ہوا۔ سلطان جلال الدین نے ان غنائم کے لینے سے علاء الدین پر کہہ دیا
اور داماد اور پروردہ اسکا تھا بہت نوازش کی اور عرض ممالک مقرر کیا اور اقطاع کڑھ پر اقطاع اور دھلا
اضافہ کیا جب علاء الدین بھلیہ میں گیا تھا تو وہاں اُس نے یہ خبر سنی تھی کہ دیوگیر یا دیوگرہ دہلی
ہاتھیوں سے مال مال ہو اُس نے وہاں اُسکے جانیکی راہ پوچھی اور یہ ارادہ کیا کہ کڑھ میں جا کر سواریاں

قول و فعل پر چل کرتے ہیں جنہوں نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔ خداوند عالم سلطان محمود و سلطان بخرکی
 بسم رسوم و طور طریق پر کیوں نہیں چلتے۔ یہ بادشاہین مجری کے پناہ تھے۔ اُنکے غم و ملک گیری
 کی پیروی کیجئے۔ احمد چپ کی یہ بات سنکر سلطان ہنا اور کہا کہ ابھی تو نوجوان دولت کے مستم ہوا
 ہی اے لڑکے سلطان محمود و سلطان بخر کے سلاح دار و رکابدار ہم سے ضد ہا درجے بہتر تھے اور شرف
 رکھتے تھے۔ ہجوینہ بادشاہی چند روزہ عاریت شکل سے ملی ہے۔ تیرا دماغ چل گیا ہے کہ توجو کتا
 ہے کہ ان دین پروردیں پناہ جہاں بانوں اور جہنگیروں کی اقتدار کیں۔ کہاں یہ کہاں ہم
 چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہیں نے تجھ سے بارہا کہا ہے کہ مجھے اس بڑھاپے میں مناسب نہیں ہے
 کہ افعال فرعون کیوں کروں کہ لاکھوں مسلمانوں کے زن و فرزند کو بیوہ و یتیم بناؤں۔ احمد چپ یہ
 سنکر بادشاہ کے پاؤں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور کا ارشاد درست ہے۔

مغلوں کا حملہ

۱۲۹۲ء میں عبداللہ بنیہ ہلاکو خاں نے دس ہزار تین مغلوں کے ساتھ لیکر ہندوستان کا
 قصد کیا۔ تین میں دس ہزار سوار ہوتے ہیں سلطان جلال الدین نے بھی لشکر اسلام جمع کیا۔ بڑی
 شان و شوکت کیساتھ لشکر لیکر دارالملک سے باہر آیا۔ جب دہرا م پر پہنچے تو سامنے مغلوں کا لشکر نظر آیا
 یہاں لشکر اسلام و لشکر مغل کے درمیان صرف دریا حائل تھا۔ چند روز تک دونوں لشکروں کے قوا و
 میں لڑائیاں ہوتی رہیں جنہیں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ پھر مسلمانوں کے لشکر کے مقصد سے دریا کو
 عبور کیا اور مغلوں پر حملہ کیا۔ دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی
 اور بہت سے مغل مارے گئے اور ایک دو امیر ہزارہ یعنی جو ہر سوار کے سردار تھے اور دو
 امیر صدہ یعنی جو سو سوار کے سردار تھے گرفتار ہوئے۔ اُس کے بعد اہل صلاح کی ایک جماعت
 درمیان میں ٹپکر مقدمات صلح کو مرتب کیا۔ سلطان اور عبداللہ بنیہ ہلاکو خاں میں ملاقات ہوئی
 سلطان نے اُسکو مٹا بنایا اس نے سلطان کو باپ بنایا۔ لڑائی موقوف ہوئی طرفین نے تحفے تحائف
 بھیجے گئے۔ دونوں لشکروں میں آپس میں خرید و فروخت ہونے لگی مغلوں کے لشکر کو لیکر عبداللہ و
 چلا گیا اور الغوجاں بنیہ چنگیز خاں کہی امرا ہزارہ اور امرا صدہ مغل نے ساتھ سلطان پاس

سلطان کوچ کوچ اپنے داد الملک کو آیا۔ جب امراء ملکوں سے اپنے واپس چلے آئے میں اپنی دانائی کو ظاہر کیا تو احمد چپے عرض کی کہ جہانگیر کسی ہم کا غم کرتے ہیں تو جب تک وہ پوری نہ ہو کوئی اندیشہ اُس کا مانع نہیں ہوتا کہ وہ اُس کو ادھورا چھوڑیں۔ حضور خواص حصار کو بغیر فتح کئے چھوڑ آئے ہیں تو وہاں کے راجہ کو زیادہ سرکشی کا حوصلہ ہو گا اور اور ہو میں اُس کے دل میں پیدا ہوں گیں اور بادشاہ کی ملک گیری کا رعب لوگوں کے دلوں میں کم ہو گا۔ یہ سنکر سلطان نے جواب دیا کہ اے میرے احمد میں بھی جانتا ہوں کہ بادشاہ جہانگیر اس واسطے کہ اُن کا مقصد دلی برائے اور اُن کی ملک گیری کی شہرت ہو اور ملکوں میں اُن کا سکھ اور حکم جاری ہو۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے مرنیکا فراغ نہیں کرتے اقلیم اور دشت میں چلے جاتے ہیں اور ملک گیری کی دُہن میں آدمیوں کے ہلاک ہونیکا ذرا خیال نہیں کرتے اور اپنے غم ہم کے پورا کرنے میں آدمیوں پر خواہ کیسی ہی سختی پیش آئے اور ایک خلق اس میں اتر اور آوارہ ہو کچھ پروا نہیں کرتے اور مدتوں اپنی ہم کے پیچھے رہتے ہیں اور آدمیوں کی ہلاکت اُن کے غم کے مانع نہیں ہوتی۔ میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں اور روز تالیخ میں پڑھتا ہوں۔ تجھ کو میں اپنے فردن کی برابر جانتا ہوں اور تو اپنی رائے زنی اس طرح کرتا ہے کہ مجھے نادان جانتا ہی۔ مگر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ مسلمان اور خدا اور رسول کا فرمانا کچھ اور ہے اور فرعون اور جباری کچھ اور ہے میں پیغمبروں کے کہنے پر چلتا ہوں۔ تو مجھے فرعون کی راہ چلنے کیلئے بتا دے پیغمبروں کا ارشاد ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور نیک بد کام جو دنیا میں کئے ہیں خدا تعالیٰ کے سامنے اُن کا جواب دینا پڑیگا۔ اور جو جباروں و قماروں نے دنیا ناپائدار کی چند روزہ آبرو کیلئے کیا ہے اور اُس پر مغرور ہوئے ہیں وہ عذابِ فرخ میں گرفتار ہوں گے۔ ایسے بادشاہوں کے اقتدار سے اگر رعیت اور خلق میں اس ورعب پیدا کیا تو میں مسلمان سے ایسا جدا نکلاؤنگا جیسا کہ صابن سے تار میں مسلمان کی باتیں کرتا ہوں اور مسلمان ہی ڈھونڈتا ہوں تو بادشاہوں کے قول و فعل کے دلائل لاتا ہے اور اُن کے موافق مجھ میں عیب بتاتا ہی۔ تو ابھی لڑکا میرے بیٹے کی برابر ہی بادشاہی کی باتوں کو تو کیا جانتا ہے جو میں جانتا ہوں یہ سنکر احمد چپے عرض کی کہ ہر مائے ثومار اگر دگستخ بد اس دفعہ قلعہ رنجہنور کو بغیر فتح کئے چھوڑ چھوڑ آئے ہیں میرے نزدیک اُس سے بادشاہی کے رعب میں خلل پڑے گا اس سے میرا دل جلتا ہے اور میرے دل میں جوتا ہے وہ میں عرض کرتا ہوں۔ خداوند عالم میرے عواہدیکو ان بادشاہوں کے

اور امرانے حتی الوسع اس مصیبت رفع کرنے میں کوشش کی۔ اسی سال میں بادشاہ کا بڑا بیٹا اختیار الدین خاناناں بیمار ہو کر مر گیا۔ اس شاہزادہ کی پشیانی پر بادشاہی اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ کہتے ہیں کہ سید مولہ کے مرنے پر ایک ایسی کالی گھٹا اٹھی کہ دن کی رات ہو گئی۔ عوام الناس کا یہ یقین تھا کہ ایک درویش کے مارے جانے سے تھوڑے عرصہ میں یہ ساری شامیں آئیں اور منظم حقیقی نے اس کا خوب انتقام لیا۔ یہ سادہ لوحی کی باتیں ہیں کہ ان سب باتوں کو سید مولہ کے قتل کے منسوب کریں جو عادات انہی سے واقف ہیں وہ کب کسی خون ناحق کے ساتھ ایسی باتوں لازمی سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے سید مولہ یہ رباعی پڑھا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا۔

در مسلخ عشق جز نکوزانکشد
لا غصفتاں زشت خورانکشد
گر عاشق صادق ز کشتن مگریز
مردار بود ہر چہ اورانکشد

سلطان کی لشکر کشی رنخبو رپہ

سید مولہ کے قتل کے بعد ہی مالوہ میں بڑی بغاوت ہوئی ۶۹۱ھ میں سلطان جلال الدین رنخبو رپہ لشکر کشی کی۔ ان دنوں میں بڑا بیٹا مر چکا تھا اسلئے منجھلے بیٹے ارکلی خاں کو کیلو گڑھی میں اپنی جگہ اپنا نائب مقرر کیا اور خود مالوہ کو روانہ ہوا۔ جاتے ہی جہاں داجین کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے پنجائوں کو خراب کیا۔ اور بتوں کو توڑا و جلایا۔ اور جہاں اور مالوہ کو خوب تاخت تاراج کیا اور بہت ہی غنیمت حاصل کی۔ پھر لشکر کو آرام دیا۔ رنخبو رکا راجہ مع اپنی راتوں مقدموں اہل عیال کے قلعہ میں چلا گیا۔ سلطان نے چاہا کہ اس قلعہ کو فتح کرے منجھنق لگائے اور سا باط اور گر گج بنائے۔ اس حصار کی تسخیر کے سامان ہو رہی تھے کہ سلطان جہاں سے آیا اور حصار کو دیکھا اور بہت فکر کی اور پھر دوسرے روز جہاں چلا آیا۔ اور ارکان دولت و سران لشکر کو طلب کر کے فرمایا کہ اس حصار کے محاصرہ کر نیکیا ترادہ کیا اور ایک ور لشکر کے بلانیکا مگر جب میں نے اُس کو دیکھا اور فکر درست سوچا تو معلوم ہوا کہ یہ حصار جب تک ہاتھ میں نہیں آئیگا کہ کسی ہزار مسلمان کی جانب نہ جائیں اسلئے میں نے اس کی تسخیر کا ارادہ ترک کیا۔

بمردی کہ ملک ہراسر بزین ۶۰ نیرزد کہ خونے چکد بر دین

عاجز ہوا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بہار پور میں آگ روشن کی جائے کہ جس کے شعلے بہت اونچے اٹھیں اور لوگ و خانان و علماء و شایخ کو بلایا اور خود ایک کوشک خاص نصب کرا کے بیٹھا۔ تماشا یوں کا انہو ہو گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس دہکتی آگ میں سید صاحب منع اپنے رفقا کے کو در نکلیں اگر سچے ہوں گے تو آگ سے نہ جلیں گے اور جھوٹے ہونگے تو جل جھنک رہا خاک ہونگے یوں جھوٹ سچ معلوم ہو جائیگا جس وقت ان ملازموں نے کلمہ شہادت پڑھ کر آگ میں گرنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ کو رحم آیا۔ علماء حاضرین سے استفسار کیا ان دین داروں نے کہا کہ اسلام میں در ب جائز نہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے جھوٹ سچ بتلانا نہیں وہ سوکھی گیلی دونوں کو جلاتی ہے۔ جھوٹے سچے اسکے اندر دونوں برابر ہیں۔ اور جو شخص ان کی فتنہ پردازی بیان کرتا ہے وہ ایک شخص ہے۔ شرع میں ایک شخص کی گواہی ایسے جرم میں مسموع نہیں۔ اسپر بادشاہ نے در ب کو موقوف کیا۔ قاضی جلال کو تو بدلاؤں کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا اور خان زادوں اور ملک زادوں کو اور اطراف میں جلا وطن کیا اور کوٹوال برنجتن اور بیتا پانک کو سیارے کے لئے قتل کرایا اور اپنے کوشک میں آیا اور سید مولہ کو دست بستہ نیچے کھڑا کیا اور خود اُس نے مباحثہ شروع کیا۔ اس مجمع میں شیخ ابو بکر بسو حیدری بھی عیڑی درویشوں کی جماعت کو لئے ہوئے موجود تھا بادشاہ نے اُنکی طرف منہ کر کے کہا کہ اے درویشو تم دیکھو کہ اس شخص نے مجھ پر کیا ظلم کیا تم ہی انصاف کرو یہ سکر بھری ایک بے باک قلندر تھا اور بادشاہ کے اہل خانوں میں غرق تھا اسلئے اُس نے یہ اپنا حق ادا کیا کہ اُسٹر ایک سید مولہ کو زخمی کرنا شروع کیا جس سے اُسکو ایسی اذیت پہنچی کہ وہ چلا اٹھا کہ تم مجھے جلد ایک فدا مار ڈالو مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں بلکہ خوشی ہے مگر یاد رکھو کہ درویشوں کو آزار دینا شوم و نامبارک ہوتا ہے۔ غصہ یہ تم اسکی مکافات دیکھو گے۔ بادشاہ قتل کے صاف حکم دینے میں متردد تھا کہ اُسکے بیٹے ارکلی خاں فیلیان کو اشارہ کیا وہ پہل مست کو پہل کر سید پر لگیا اور اسکا کام تمام کیا۔ یہ سید مولہ کا خون گرا سلطان جلال الدین ہی اپنے اہل اقبال سے گرا۔ اسی سال میں غزنیہ میں دہلی میں ایسا ہل پڑا۔ آج ایک پتیل سیرنگا۔ مولک میں بڑی گرانی ہوئی۔ وہاں کے ہندو مع کینے کے میں میں تیس تیس کوس سے آتے اور بھوک کی سختی سے جناب میں ڈوب ڈوب کر مر جاتے بادشاہ

اسکے ملک الامر الملک فخر الدین کو تو اہل جکا بار بار ذکر کیا گیا ہے اس عہد میں مرگیا تھا۔ اور بارہ ہزار آدمی جو ہر روز ہزار قرآن کا ختم اُسکے ہاں پڑھا کرتے تھے۔ اور کئی ہزار سپاہی کہ اُسکے نوکر تھے سب بیکار اور پریشان حال ہو گئے تھے۔ اور اورامر بلبن جو پہلے لکھنوتی تھے اب روٹیوں کو محتاج تھے وہ سید مولہ کی خانقاہ میں پڑے رہتے تھے اور عیش و عشرت سے گزرا نیتے تھے۔ لوگ اس دربار کی کو بتر گاجانتے تھے مگر وہاں اور ہی گل کھلا کہ قاضی جلال الدین کا شانی جیسے بڑے قاضی تھے ایسی بڑے فتنہ انگیز تھے وہ سید مولہ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی خبر زبان سے کہ سحر ثانی تھی سید مولہ کے دل میں ایسی جگہ کی کہ وہ اُسکو اپنا سچا دوست اور خیر خواہ جاننے لگا۔ قاضی صاحب نے اتحاد خصوصیت کی نوبت یہاں تک پہنچائی کہ تین تین چار چار روز تک خانقاہ میں رہتے اور سید کو سلطنت ترغیب دیتے اور کہتے کہ قادر علی الاطلاق نے اس قدر قدرت جناب کو محض اسلئے کرامت کی ہے کہ ظالموں کے ہاتھ سے بادشاہی نکال کر خود اس عہدہ جلیل کے کفیل ہو اور شریعت رسول اللہ کی پیروی کر کے خلق کو عید و داد کے مہمیں امن و امان دو۔ اگر اسمیں آپ کا ہلی کرینگے تو کل قیامت کے دن خدا کو کیا منہ دکھائیگے۔ ہر بشر کو بشریت لازم ہے یہ سادہ سید اُن کے ذہن میں آگیا اور اپنی باؤ بی کی مقدمات کی تمہید کرنے لگا۔ ہر مرید کو پوشیدہ خطاب دیئے۔ کو تو اہل بر ختن و ہیتا پاک ک اُسکے شگفتہ ہوئے کہ روز جمعہ کو بوقت سواری سلطان جلال الدین کے پاس فدائیوں کی طرح پہنچا اُسکا حکام تمام کرینگے اور دس ہزار آدمیوں نے سید سے مخفی بیعت کی تھی کہ وہ اس وقت ظاہر ہوگی کہ سید کو بادشاہ بنائیگے اور سلطان ناصر الدین کی بیٹی سے اُسکا نوح پڑھوائیں گے۔ قاضی جلال کو اقطار ملتان ملے گی اور بلبنی خان زادوں اور ملک زادوں کو حسب حیثیت اُنکے جاگیریں اور جاہ و منصب ملیں گے۔ ایک شخص جو اس مشورہ میں شریک تھا وہ اتفاقاً ناراض ہو گیا اور اُس نے سلطان کے کانوں تک اس فتنہ انگیزی کا کل حال پہنچا دیا۔ سلطان بھیس بدل کر اُسے دیکھنے گیا تو جو حال سنا تھا اُس سے بھی زیادہ پایا تو سلطان نے سید مولہ اور اُسکی بادشاہی کے لئے جو ہمت تھے سب کو بلوایا اُنسے صورت حال کا ہر خدہ استفسار کیا سب نے بالاتفاق یک زبان ہو کر کانوں پر ہاتھ دھرے کہ ہم کو کچھ ایسی خبر نہیں اس زمانہ میں یہ رسم نہ تھی کہ منکر سے لات گھونسے اور لکڑی سے اقرار کر لیں گو خلق پر اور بادشاہ پر اُنکی سازش روشن ہو گئی لیکن ان کا انکار حد سے گذرا اور دعویٰ اثبات سے

کی ہوس ہوئی۔ اور حضرت شیخ سے رخصت لیکر دہلی کو روانہ ہوا۔ جب اُس نے دہلی آنیکا قصد کیا ہے تو ایک روز حضرت شیخ نے اُس سے کہا کہ اب تم دہلی جاتے ہو اور خلق کی آمد و رفت کا دروازہ وہاں کھولنا اور ہر طرف کے مسافروں کے لئے اپنا دسترخوان بچھانا چاہتے ہو۔ اس باب میں تم سے کچھ کہتا نہیں مگر اس میں اپنے لئے صلاح و صواب تم خود دیکھ لو مگر ایک نصیحت کرتا ہوں اُس کو یاد رکھو کہ وہاں امرا و ملوک سے احتیاط نہ کرنا اور اُنکی آمد و شد میں اپنی ہلاکت جانتا۔ ملوک! امر کے ساتھ فقر کا احتیاط کرنا جان کے خطرہ سے خالی نہوتا۔ سید مولہ دہلی میں آنکر متوطن ہوئے۔ عظیم الشان خانقاہ بنائی۔ فقر اور مسافر و مجاور جتنے خانقاہ میں آتے دونوں وقت سید مولہ کے دسترخوان پر پُر تکلف کھانا کھاتے۔ یہ کھانے کا تکلف اوروں کے ساتھ تھا وہ خود چانول کی روٹی کھاتا۔ ایک چادر اوڑھتا۔ کوئی لونڈی غلام و خدمتگار پاس نہ رکھتا۔ جامع مسجد میں جمعہ کو نماز پڑھنے نہ جاتا لیکن گھر میں تنہا نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ اگرچہ جماعت کی نماز کی شرائط کو جو بزرگان دین نے مقرر کیں سبب نہ لاتا لیکن عبادت میں ریاضت بہت کرتا۔ اور کسی ہوائے نفسانی کے پاس نہ جاتا۔ کسی آدمی سے کچھ نہ لیتا۔ نہ کوئی اور آمدنی کا صیغہ بظاہر رکھتا۔ مگر خرچ اس قدر رکھتا کہ آدمی حیرت زدہ ہو کر کہتے تھے کہ وہ کیا بنا تا ہی یا سنگ پاس رکھتا ہی۔ اُسکے دسترخوان پر وہ دو وقتہ مطح مطح کے کھانے چُپنے جاتے تھے۔ کہ بادشاہوں کو بھی میسر نہ ہوتے۔ ہزار ہندوستانی من میدہ اور پانچ سو من گوشت دو تین سو من شکر تری و سود و سو من نبات اور کئی من گھی اُسکے ہاں مطبخ میں پکتا اور خانقاہ میں خرچ ہو جاتا۔ اُسکا قاعدہ یہ تھا کہ وہ جب کسی شخص کو کوئی چیز عطا کرتا یا کوئی چیز مول لیتا تو وہ دونوں سے یہ کہتا کہ اُس پتھر یا اینٹ یا بور یہ کے نیچے جاؤ اور اتنا روپیہ اشرافی لیلو جب لینے والے اُس کو اٹھاتے تو اتنے ہی روپیے اشرافی جتنے وہ کتا وہاں پاتے اور یہ اُنکو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی کمال سے ڈھلے ہوئے تازہ بتازہ نوبہ نو آئے ہیں سلطان بلبن کے عہد میں ملک کا انتظام تھا اس میں تو ان کے دربار اور خرچ بسیار اس حد کو نہیں پہنچا جو سلطان کے قباد کے عہد میں ہوا۔ اس بادشاہ کا عہد میں الادہند تھا۔ سید مولہ خاطر خواہ خرچ کرنے لگا۔ اور اُسکے پاس آمد و شد ہونے لگی۔ پھر عہد جلالی آیا تو اور بھی امر کی آمد و رفت اس پاس زیادہ ہوئی سلطان جلال الدین کا بڑا بیٹا خانشاہ اُسکا معتقد ہوا اور وہ اخلاص پیدا کیا کہ سید نے اُس کو اپنا نئے مولا بیٹا بنایا۔ سولہ

اسکی ہنر شاہی پر اس سے زیادہ کیا دلیل ہو سکتی ہو کہ حضرت امیر خسرو کے شعرائے اولین و آخرین کے سر دفتر تھے اس عہد میں کہ وہ خود عرض مالک تھا۔ سلطان نے انکو اپنا ندیم مجلس بنا رکھا تھا۔ بارہ سو چھ جوائے باپ کی تنخواہ تھی وہ ان کو بھی دیتا تھا۔ اسے جامہ و انعام خاصہ عنایت کرتا تھا۔ جب بادشاہ ہو گیا تو امیر خسرو کو اپنا مقرب بنایا۔ صحف داری کا عہدہ دیا اور جو ملک کبار کا جامہ تھا وہ حمت کیا دوسرا صاحب کمال ملک سعد الدین منطقی تھا اسکو قلندری جامہ سے نکال کر امیر کبیر بنا دیا تھا۔ حسن خلق و صاف دلی کی بات تھی کہ وہ اپنی مجالس شراب میں اہل مجلس سے مصاحبانہ بے تکلف اختلاط کرتا اور نسبت مساوات مرعی رکھتا اور اسکی مجلس شراب کے حریف ملک تاج الدین کوچی و ملک فخر الدین کوچی و ملک اعز الدین غوری و ملک ذابیک فیض منقول ملک نصرت صباح و ملک احمد جنب و ملک کمال الدین ابوالمعانی و ملک نصیر الدین کہرامی و ملک سعد الدین منطقی تھے کہ انہیں سے ہر ایک لطیف طبع حسن اختلاط و شجاعت و مردانگی میں اپنے زمانہ میں عدیل فی نظر نہیں رکھتا تھا۔ تاج الدین عاقی و امیر خسرو و خواجہ حسن و جاجرمی و موند دیوانہ و امیر ارسلان کلامی و اختیار الدین باغ و تاج خطیب ملک نہا میں منظم تھے اور ہر ایک علم اشعار و تاریخ دانی میں ممتاز تھا۔ شاہ کی مجلس ہمیشہ غل سرایان جاں نوازش امیر خاں حمید راجہ و سابقان در با مثل سپہ سالار بہت خاں نظام خریطہ و مسطربان بے بدل مثل محمد خٹکی و فتوحات نصیر جان سے ہر روز راستہ ہوتی تھی حضرت امیر خسرو ہر روز مجلس میں تازہ غزلیں کہہ کر لاتے اور انعام سے بہرہ مند ہوتے۔ سلطان بے تکلف شطرنج و گنجد اہل مجلس سے کھیلتا تھا۔

سید مولہ کا قتل

اس بادشاہ کے عہد میں سید مولہ کے قتل کا ایک عجیب و غریب واقعہ جو وہ سلطان جلال الدین کے رحم و رافت کے بھی خلاف ہے۔ اس سے اہل الیشیا کا بھولاپن بھی ایسے زمانہ میں کہ مسلمان تو بہت باطلہ میں مبتلا نہیں ہوئے تھے ظاہر ہوتا ہو۔ سید مولہ ایک فقیہ جانا دیدہ و گرم و سرد روزگار چشیدہ جرجان سے مغرب کی طرف گیا اور اہل دل کی صحبت میں رہا اور انکا منظور نظر ہوا پھر جرجان میں آیا اور یہاں کچھ دنوں ٹھہر کر شیخ فیروز الدین شکر گنج کی زیارت کے لئے ہندوستان میں آیا اچودھن میں اسے ملاقات ہوئی کچھ دنوں انکی صحبت فیض یاب ہوا۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں اسکو دہلی کی سیر

کہ اپنی عمر میں کیا لڑائیوں میں کیا غارت گریوں جن میں نے تلوار چلائی ہے کوئی اس منہ بھر جیام نہ نہیں دیکھا ایک لاکھ چیل اسکا وظیفہ مقرر کیا اور ملک خورم کا وکیل درمقرر کیا۔ اس ماجرے کو سنکر اکابر و معارف دہلی نے سلطان کو وعادی اور یہ بخوف کی حکایت یادگار روزگار ہی جو تباہی میں لکھی جاتی ہے۔ ایک اور حکایت اسکی یہ تباہی کی یہ مشہور ہے کہ ایام بادشاہی میں اس کو یہ خیال آیا کہ میں نے مغلوں سے برسوں جہاد کیا ہے اگر جمعہ کو خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے گا تو مناسب و بر محل ہے۔ سلطان نے اپنی بیوی ملکہ جہاں سے کہا کہ جب قاضی و صدور شہر کسی کا زخیر کی تہنیت کی تقریب میں حرم میں آئیں تو اُن سے کہا کہ وہ مجھ سے درخواست کریں کہ خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ انھیں دنوں میں سلطان معز الدین کی دختر سے قدر خاں کا نکاح ہوا اسکی مبارکباد دینے کے لئے حرم سرا میں تمام قضات و صدور آئے۔ ملکہ جہاں نے یہ پیغام اُن پاس بھیجا کہ سلطان سے التماس کرو کہ اسکا نام خطبہ میں المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے۔ انھوں نے ملکہ جہاں کے پیغام کو پسند کیا اور کہا کہ بادشاہ مدتوں تک مغلوں سے لڑا ہے وہ سب طرح سے اس خطاب کا مستحق ہے۔ جب یہ سب بادشاہ کو مبارکباد دینے آئے تو سرمد علما قاضی فخر الدین نے عرض کیا کہ صدور قضات و جمیع علما کی سلطان سے یہ التماس ہے کہ اس سبب سے کفار بغل کے ساتھ سلطان نے بار بار جہاد کیا ہے آپکے نام نامی کے ساتھ المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب منبروں پر پڑھا جائے۔ سلطان اس درخواست کو سنکر رونے لگا اور بولا کہ اے قاضی فخر الدین یہ بات ملکہ جہاں نے اس سبب سے تم سے کسی نے کہ میں نے اسکو یہ پیغام دیا تھا۔ لیکن یہ پیغام دیکر میں یثیمان ہوا۔ اور اپنے دلیس چوچا کے مغلوں کے ساتھ میرا لڑنا محض خدا عزوجل کیلئے اور شہادت کی طمع کے واسطے اور اعلام دین اسلام کے بلند کرنے کیلئے نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ اس سے غرض یہ تھی کہ میری نام آوری اور بلند آوازگی ہو اور آقا غیاث الدین بلبن کی نظر میں میرا اعتبار زیادہ ہو۔ ہر چند سلطان کے اس دغدغہ کے دور کرنے کے لئے وجوہ و تاویلات علما نے بیان کیں مگر کسی وجہ کو اس نے قبول نہیں کیا۔

سلطان کی ہنر پروری و ہنر نشاہی

جلال الدین بڑا ہنر پرور و ہنر شناس بادشاہ تھا۔ طبیعت موزوں رکھا تھا۔ غولیں کستا تھا۔

ناراض ہوتا تو اپنے تند مزاج منجھلے بیٹے کا خوف دلاتا اپنے عہد ملک اور عصر بادشاہی میں کسی اپنی بر آوردہ سے نہ مصادرہ لیا نہ اُس اقطاع کو ضبط کیا نہ کبھی عہدہ سے معزول کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میں آج کسی کو جاگیر دوں کل اُس سے چھینوں اور کسی کو عہدہ پر مقرر کروں پھر اُسے معزول کروں اگر میں اپنے متعلقین کے ساتھ بدی کروں تو کوئی اور مجھ پر کیا اعتبار کرے گا۔ مگر ملوک و امراء کارداروں نے سلطان کے اس اخلاق کی قدر نہ کی اور اس کے حق نعمت کو نہ پہچانا اور اس کا شکریہ نہ ادا کیا بلکہ اُس کو برا کہتے رہے اُس کا معاوضہ یہ ملا کہ اُس کے بعد اُن کو سلطان علاء الدین سے پالا پڑا جو نہایت درشت مزاج تھا اور جس نے اُن میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑا۔

سلطان جلال الدین کے اخلاق کی حکایت یہ سب زیادہ مشہور ہے کہ جب ہشاہ بلبن کا میر جبار بچھا اور کیتھل اُس کے اقطاع میں تھی اور سامان میں نیابت کا کام کرتا تھا۔ مولانا سراج الدین سادجی مشہور شاعر تھا اور ایک گاؤں وجہ معاش سامان میں رکھتا تھا۔ جلال الدین نے جیسے اور وظیفہ داروں کے خراج لیتا تھا مولانا سے بھی خراج طلب کیا۔ مولانا نے ملول ہو کر ایک مثنوی سلطان کی تعریف میں لکھی اور اُس میں عامل کی شکایت کی۔ سلطان کثرت مشاغل کے سبب سے بظاہر اس مثنوی پر متوجہ نہ ہوا۔ اور کارکنوں کو اُسے ایذا دینے سے منع نہیں کیا۔ پھر مولانا نے جلال الدین کی ہیجو میں ایک مثنوی کہی اور اُس کا نام ظلمی نامہ رکھا۔ اور وہ اُس پاس ہیجو مولانا نے اس خوف سے کہ وہ کہیں اسے انتقام نہ لے سامان کا رہنا چھوڑا اور دوسری جگہ توطن اختیار کیا۔ اور انھیں دنوں میں کیتھل کے منڈاہروں کے دہات جلال الدین لوٹتا تھا کہ ایک منڈاہر نے سامنے آکر اُس کے منہ پر تلوار ماری جس کے زخم کا نشان اُس کے چہرہ پر آخر عمر تک باقی رہا۔ جلال الدین بادشاہ ہو گیا اور ایک سال اُس پر گذر گیا تو مولانا سراج الدین سادجی اور منڈاہر کیتھل اپنے تمام داد و دستہ کے معاملے چکا کر اپنی جانب سے ہاتھ دھو کر اپنے تئیں قتل کرانے کے لئے گلے میں رسیاں ڈالے ہوئے دربار میں آئے سلطان کو اس کی خبر ہوئی دونوں کو اپنے سامنے بلایا۔ اول مولانا سراج الدین کو کھڑے ہو کر گلے لگایا اور جامہ انعام دیا اور اپنے ندیوں میں داخل کیا اور وہی گاؤں اس کو بوجہ انعام دیا اور اُس پر ایک گاؤں اور اضافہ کیا اور منڈاہر محرم کو طلب کیا اور جامہ اسپ عنایت کیا اور حاضرین مجلس سے کہا

ہو کہ ہم کیا کہتے ہیں اور ذرا خوف نہیں کرتے ہو جو کچھ مجھے کہتے ہو اگر کسی اور بادشاہ کو کہتے تو اس نے
 اب تک ہمتا رہتا اور بھٹا سا اڑا دیا ہوتا۔ میں مسلمان ہوں جبر و قہر میرے مزاج میں نہیں ہے کہ کسی کو مارا
 مگر میں نامردوں سے بھی نہیں ڈرتا ہوں کہ تم شکار کو مار سکتے نہیں۔ تم سے سوا لونڈی اور زندی
 و رات دن شراب پینے اور شاہ بازی اور جوا کھیلنے اور بے سود کام کرنے اور بکنے کے کچھ اور نہیں
 ہو سکتا۔ ہمتا رہیہ دل اور زہرہ کہاں ہے کہ میرے ساتھ تلوار لیکر کھڑے ہو اگر میں تلوار ہاتھ میں
 لوں تو دو سو آدمیوں کے سر اڑا دوں اور میدان جنگ میں تمہا کھڑا کر دوں تم خالی باتیں بناتے
 ہو کہ تلوار سے ہم سلطان کا یہ حال کریں۔ تم سب ہتیار باندھ کر میرے سامنے کھڑے ہو تو دیکھو کہ
 میں ہمتا کیا حال کرتا ہوں اور تم میرا کیا حال کرتے ہو۔ تم بادشاہی جانتے ہو اور مجھے کہتے ہو کہ بادشاہی
 کڑی نہیں جانتا۔ اگر بادشاہی کشتن و کشتن و برانداختن کا نام ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی اور نہ
 میں اسکو کبھی کروں گا۔ میں ہر روز ایک پارہ قرآن کا پڑھتا ہوں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہوں
 میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ زبان سے کہتا ہوں بھلا میں اپنے پیغمبر کی شریعت کے خلاف
 کوئی نامعلوم کام کر سکتا ہوں۔ میرے پیغمبر کی شریعت میں سوائے ان آدمیوں کا مارنا جائز نہیں
 قاتل کا۔ مرتد کا۔ اور اس کا جو جو روکے ہوئے دوسرے کی جو رو سے زنا کرے میں جانتا ہوں کہ
 کہ تم مجھ سے نہیں ڈرتے اور میری نسبت پریشان کلمات کہنے سے باز نہیں آتے مگر میرے منجھلے
 بیٹے ارکلی خاں سے تو ڈرو اگر وہ سن لیا کہ تم مجھ کو ایسی باتیں کہتے ہو تو وہ تم کو میتا نہ چھوڑے گا
 گو میں ہزار منع کروں مگر وہ تمہیں سوطح سے مزادے گا۔ میرا حال یہ ہے۔

زخلق ارچہ آزار بینم بے
 نخواہم کہ آزرده گردد کے

سلطان جلال الدین کی اور خلاق کی باتیں اور حکایتیں

سلطان جلال الدین میں مکارم اخلاق کی عادت نہایت پسندینہ تھی۔ اپنے ملوک اور اہل
 کارداروں اور بزرگواروں کو کبھی برا نہ کہتا اور نہ انکے ساتھ بدی کرتا۔ وہ کیسے ہی جرم کرتے
 نہ ان کو کبھی بلو اتانہ قید میں ڈالتا نہ زنجیروں میں بھناتا۔ وہ ان پر گرم ہوا چلنے کا روادار نہ تھا
 ماں باپ کی طرح ان پر مہربانی کرتا عزیز و فرزندوں کی طرح پالتا۔ اگر اپنے اہل و انصار و منقرہ ہوں

یہ قرار دیا کہ سلطان اگرچہ شجاع و صف شکن ہو مگر فی الحال بوڑھا ہو گیا ہے۔ سوار بن نہ سکی اور شرع کرنے اور
 سینے کے اور شطرنج اور چوہر کھیلنے کے کوئی اور کام نہیں ہوتا مناسب یوں ہے کہ سب متفق ہو کر سلطان
 کا کام تمام کریں۔ ملک تاج الدین کو چچی سب میں زیادہ بزرگ تھا اُس نے اپنے گھر میں مجلس کی اور
 امر کو اُس میں مہمان بلایا جب یہ مہمان شراب پی پی کر بدست ہوئے تو ملک تاج کو کہنے لگے کہ بادشاہی
 کے لائق تو ہے سلطان نہیں ہے۔ بعض مستوں نے کہا کہ خلجی بادشاہی کے لائق نہیں ہیں اور اگر کوئی
 ہے تو احمد چپ ہے نہ سلطان جلال الدین اور اسی طرح کی لغو اور بہودہ باتیں کیں اور کل امرانے جو
 مجلس میں حاضر تھے ملک تاج الدین کی بادشاہی پر سعیت کی۔ ایک نے کہا کہ میں ابھی سلطان کو اپنے غم
 شکار سے شکار کرتا ہوں دوسرے نے تلوار ہاتھ میں لیکر کہا کہ میں ابھی سلطان کا سر تلوار سے کھیرے کی
 طرح دو ٹکڑے کرتا ہوں۔ غرض اُس روز مجلس میں بہودہ گوئی اپنی حد سے گذر گئی۔ اس مجلس میں سے
 ایک شخص اٹھ کر بے تامل سلطان کی خدمت میں پہونچا اور صورت حال کو بالتفصیل سلطان سے عرض
 کیا اگرچہ سلطان اب بھی اس دشنام دہی اور ہرزہ گوئی سے رنجیدہ ہوا۔ مگر اہل مجلس کے ارادہ سے
 وہ لال پیلا ہوا اور اسی وقت سب اہل مجلس کو پکڑوا لیا اور کہا کہ یہ امیر زادے سامنے آئے تو میان
 اپنی تلوار نکال کر اُنکے سامنے ڈال دی اور کہا آؤ دیکھو کہ تم میں کونسا ایسا جو اندر ہے جو مجھ کو قتل
 کرتا ہے میں نہتا بیٹھا ہوں۔ بادشاہ کا چہرہ غصے میں لال تھا یہ امیر کا فرغمت اُسکے سر جھکاؤ کھڑے
 تھے۔ منہ سے بات نہیں نکلتی تھی جب بادشاہ کا غصہ فرو ہوا تو ملک نصرت صباح دوات دار کہ بتایا
 ظریف تھا اور اسی نے بادشاہ کو سب سے زیادہ گالیاں دی تھیں۔ سلطان کو جواب دیا کہ خداوند عالم
 جانتے ہیں کہ بدست مستی میں جھک مارا ہی کرتے ہیں۔ اگر ہم حضور کو مار لیں تو ایسا بادشاہ کہاں سے
 لائینگے جو ہماری پرورش اس طرح کرے جیسے کہ باپ بیٹے کی پرورش کرتا ہے اور اگر ہم بدستوں اور
 باوہ گویوں کو مستی کے جرم میں حضور قتل کر ڈالیں تو ایسے خلص ملک اور ملک اندے حضور کو پھر کہاں سے
 میسر ہوں۔ اس جواب پر بادشاہ کا غصہ دُور ہو گیا اور وہ مسکرائے لگا اور ملک نصرت کو ایک پیالہ
 شراب کھ دیا۔ اور ان اور بدگو بداندیش کا قصور معاف کر کے سب کو اپنے اقطاع پر جانے کا حکم دیا
 کہ وہاں ایک سال تک رہیں اور شہر میں نہ آئیں۔ سلطان جلال الدین ان بدگو بداندیشوں کو کہا
 کہ تانتا کہ جب تم مجلس شراب میں ہوتے ہو تو جو کچھ زبان پر آتا ہے بکتے ہو اور نشہ میں یہ نہیں جانتے

انتظامِ ملکی میں خلل و بغاوتیں

کہا کا قول ہے کہ بادشاہی کے دو رکن ہیں ایک مہر و سرِ اقمر جب ان میں سے ایک میں خلل پڑتا ہے تو سلطنت زوال آتا ہے۔ بیت

تخل و دلش است امانہ چندان شکیبائی خوش است امانہ چندان

جب سلطان نے قمر سے کہ لازمہ بادشاہی ہے بالکل ہاتھ کھینچ لیا اور علم اور سب آزاری کی صفت کو کمال پر پہنچا یا تو اس کم آزادی کی خبر چاروں طرف پھیلی۔ سارے ملک میں چوروں اور زنیوں نے سر اٹھایا اور فتنہ و فساد چاچا جب اُسکے سامنے رہزن اور چور پکڑے آتے تو اُن سے قول و قسم لیکر چھوڑ دیتا ایک دفعہ شہر میں ایک شخص نے نہر اٹھک گرفتار کئے سلطان نے اُن میں سے ایک کو بھی مارنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ کشتیوں میں سوار کر کے لکھنؤ میں چھوڑ دو اور کہہ دو کہ وہ ہمارے ملک میں پھرنے آئیں۔ ایسی رحمدلیوں سے کہ بادشاہ ایک چنیوٹی کے آزار دینے کا روادار نہ تھا جہانداری کا کام کیسے چل سکتا تھا۔ ملک و وزرائے اکابر و معتد سلطان کی کفرانِ نعمت کر کے کہتے تھے کہ سلطان بادشاہی کے لائق نہیں۔ اس میں سطوت و قہر شاہی نہیں ہے اُسکی ساری عمر ملکی اور رحمت میں گزری ہے مغلوں سے جہاد کرنا خوب جانتا ہے اور انکی صف شکنی میں شجاعت دکھاتا ہے مگر ملک رانی اور جہان بینی نہیں جانتا۔ عاقل و انا یہ کہتے تھے کہ سلطان میں وہ دو صفیتیں نہیں ہیں جنکے بغیر سلطنت نہیں ہو سکتی اول صفت خج فاخرہ اور عطار و اف۔ دوم قہر و سطوت میاست۔ انعام بادشاہانہ دینے وہ نہیں جانتا تھا کارخانوں کے خرچ سے تنگ ہوتا اور ہاتھیوں کے دانہ چارہ دینے کے لئے کہتا تھا کہ یہ ہاتھی کس کام کے ہیں۔ وہ مرد کیا ہے جو ہاتھیوں کی قوت کے بھر پور لڑائی کرے سیاست کا حال یہ تھا کہ وہ ٹھگوں تک تو سزا نہ دیتا تھا۔ جو ناحق شناس درندہ ابو باش تھے وہ کجا و محافل میں سلطان پر زبان طعن دراز کرتے تھے اور مجلسِ شراب میں سلطان کے مارنے کی مشورت کرتے اور جو کچھ زبان پر آتا بادشاہ کو سنا تے۔ جب سلطان کے کان میں یہ خبریں نہجیں تو وہ کہتا کہ کتنی کی حالت میں آدمی ایسا بہت جھک مارا کرتے ہیں اور بہودہ بجا کرتے ہیں وہ مواخذہ کے لائق نہیں ہوتے لیکر بادشاہ کے حکم کے سبب اب اس حد پر نوبت پہنچی کہ مقربانِ سلطانی نے اپنی کافر و نعمتی سے

نے اس جواب دیا کہ تو نے کیا کیا کی سیاست بتاتا ہے۔ میں نے کہیں مجھ سے زیادہ
 ان کو دیکھا ہے مگر میں کیا کروں میں مسلمانوں میں بوڑھا ہوا ہوں۔ مجھے کسی مسلمان کے خون
 ویت نہیں ہے میں شہری عمر میں ایک مسلمان کا خون نہیں کیا۔ اب ستر برس سے زیادہ
 عمر ہوئے آئی گیوں کسی مسلمان کے خون میں اپنے ہاتھ کو سان کر اپنی گردن پر عذاب لوں اور حکام
 شہریت سے سزا پائی کروں۔ قیامت کے دن خدا کو جواب دینا ہے۔ اگر سچ دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار
 ہوتے اور وہ ہم کو مارنے تو مسلمانوں کا خون اُگی گردن پر ہوتا وہ اس عذاب کے سببے دوزخ
 میں پڑتے۔ میں نے جو انکی اس بغاوت پر جان لینے کا قصد نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان
 ہیں میرے اس احسان کے ممنون ہونگے۔ اور خدا اور خالق خدا سے شکر اے پھر ملک لینے کا قصد نہیں
 کیا۔ اے احمد چپ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال اور سوچ یہ کل کی بات ہو کہ میں اور میرا بھائی شہاب الدین
 بانی بلبلن کے چاکر تھے اُنکے احسان اور حق ہماری گردن پر بہت ہیں یہ کیا انصاف ہو کہ میں اُنکا
 لک بھائی لوں اور اُنکے اعوان اور انصار و امرا اور عزیز و اقارب کو بھی سیاست کروں تو تو ابھی تو جوان
 ہوئے کیا دیکھا ہے تیرے باپ نے مجھ سے قربت قرینہ بنتا تھا دیکھا تھا کہ جن ملک اور امرا کی گردن
 میں سے میں نے دو شاخے اُتر کر اپنا تمنا بنایا ہے سلطان بلبلن کے عہد میں ایسے باجاہ و حشم تھے
 انوں بھائیوں کو آرزو رہتی تھی کہ امیر علی جامدار ہمارے سلام کے جواب میں علیک کہو بعض
 ہمارے دوست تھے جنکے ہاں ہم تمنا ہوتے تھے اور وہ ہمارے ہاں اور خدا تعالیٰ نے ہم کو اس
 بلند مرتبہ پر پہنچایا اور گونبد و زنجیر میں پھنسا یا تو کیا میں سابق کی صحبتوں اور مجلسوں کو یاد کروں
 اور ان پر جبر و قہر کروں۔ مجھ سے تو یہ کبھی بے شرمی و منافذ اترسی ہوگی نہیں کہ جبر و قہر کروں میرے
 بیٹوں میں سے اور تم برادر زادو نہیں سے کسی کو آرزو بادشاہی اور تمنا قہاری و جباری لی ہو تو
 میں بادشاہی کو ترک کرتا ہوں وہ قبول کرے اور ناحق خوزیزی کرے میں منلوں سے شیر خاں کی طرح
 جو کہ نعتان جاتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں نہ آسکیں۔ مجھے بادشاہی چھوڑنا آسان ہو
 مگر کہ غضب اُممائی کی طاقت نہیں اسی طرح کی اور صوبہ اور درویشانہ باتیں کہیں۔ چھپ
 ملک چکا جھگڑا فیصل ہو چکا تو سلطان بداول سے نئی دلی میں آئے اور علدار امیریں حلیجی کو
 دار الحکومت میرے حوالے کر دیا۔ بہت سارے بادانی ولایت میں مصروف ہوئے۔

معارف کو اونٹوں سے اُتاروا اور گردن سے شاخیں نکالوا اور ہاتھ کھولوا اور جو ان اسیر و غنیمت سلطان بلبن کے عہد میں مغز تھے ان کو قیدیوں میں سے نکال کر جدا کر دو اور ان کو خالی خیمے میں لے جاؤ۔
حاکم بادشاہ کے طست داروں اور جام داروں نے ان کا منہ ہاتھ دُہلایا۔ نفیس کپڑے پہنائے۔
عطر لگائے۔ بارگاہ خاص میں لائے۔ مجلس شراب آراستہ ہوئی۔ چند قیدی ملوک کو سلطان نے اس مجلس میں طلب کیا اور ان کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوا۔ سلطان جتنی باتیں لطف و کرم کی ان سے زیادہ کرتا اتنے ہی وہ شرم و خجالت کے مارے سرنگوں ہوتے جاتے۔

بدی را بدی سهل باشد جزا اگر مردی حسن الی من اسما

سلطان نے ان کی تسلی اور تسکین کے لئے کہا کہ تم نے نمک حرامی نہیں کی میں مہتمم بادشاہ تھا میں کیوں کہوں کہ تم نے میرے ساتھ نمک حرامی کی بلکہ تم نے اپنے ولی نعمت کی دولت خواہی کی ہو کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے خاندان کے لئے سلطنت حاصل کرنے کے واسطے تلوار چلائی۔ مگر خدا کی مرضی یوں تھی کہ اس خاندان سے سلطنت زائل ہو جائے اور مجھے اُس بڑھاپے میں ملجا اور مہتماری کو شش برباد جائے ملک چھو جب اُس پاس آیا تو اُسکو مجھ میں بھٹاکے ملتان بھیج دیا۔ اور کچھ بھیجا کہ وہ ایک عمدہ مکان میں رہے اور اُسکے عیش و طرب و راحت کا سامان ہمیشہ مہیا رہے۔ ان واجب القتل قیدی امیروں پر سلطان کا یہ نوازش و شفقت کرنا امر اربعی کو خوش نہ آیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ سلطان کو بادشاہی کرنی نہیں آتی اور جن باغیوں کی گردن اڑانی چاہیے تھی ان پر یہ عطا اور اُس عنایت پر یہ ضیافت کا اضافہ کہ لاحول و لا قوت۔ اگر دشمنوں کو ہم پر فتح نصیب ہوتی تو وہ ہم خلیجیوں کا نام تک باقی نہ رکھتے۔ ملک احمد چپ کہ سلطان کا قریب کا رشتہ دار اور بڑا صاحب آ اور نائب امیر حاجب تھا اُس روز سلطان سے کہنے لگا کہ اگر آپ کو جہانداہی چاہیے تو جہانداہی کی رسوم کا اتباع چاہیے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو آپ کو اپنے ملکی ہی پر کہ جس میں سالہا گزے ہیں قناعت کرنی چاہیے اپنے ان واجب القتل اسیروں پر یہ مہربانی کی۔ ملک چھو کو جس نے اپنے تئیں سلطان بنایا اور خطبہ پڑھوایا اور سکے چلا یا اس طرح ملتان بھیجا۔ اب آپ کی کونسی سیاست باقی رہی کہ جس کے خوف اور آدمیوں کو سرکشی اور فتنہ پردازی کا حوصلہ نہ بڑھ کر کیسے ہو سکتا ہے کہ اور سرکشی نہ کریں۔

سلطان غیاث الدین کو آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ باغیوں کی کیسی بااست کرتا تھا۔ سلطان جلال الدین

اُس کے آسے کی سبکدوشی میں اُسکے طوفان ہو گئے انکے نزدیک سلطنت کا مستحق یہی بلبن کا سرگاجستہ
ملک چھو کشیاں تھا۔ اُسکے آگے خلیجوں کا کوئی استحقاق سلطنت نہ تھا۔ کسی وقت میں کوئی خلیج
عادہ جلال الدین غاصب سلطنت جانتے تھے۔ سلطان جلال الدین بھی اپنے معتد
لشکر کے ساتھ ملک چھو کی طرف روانہ ہوا جب وہ بد اوں کی حدود میں آیا تو اپنے منجھلے بیٹے
ارکلی خاں کو جو بلبلان اور صفدر تھا آگے بھیجا اور اپنے بڑے بیٹے خانناں کو اپنا نائب دہلی
مقرر کر کے روانہ کیا۔ ارکلی خاں کا لشکر سلطان جلال الدین کے لشکر سے دس بارہ کوس آگے
جاتا تھا۔ سلطان جلال الدین نے بد اوں میں اب گلاب نگر سے عبور کیا اور اس طرف سے
ملک چھو کا بھی لشکر بڑھا۔ اس لشکر میں ہندوستان کے پاک پادشاہت بہت جمع ہو گئے تھے اور انہیں
سے بعض مشہور اور نامور راوتوں نے ملک چھو کے آگے پان کا بیڑا اٹھا کے دعویٰ کیا تھا کہ اس کو
سلطان جلال الدین کے تاج پر مارینگے۔ مگر جب لشکر مقابل ہوئے اور سلطان کا لشکر اس لشکر پر
تیر اندازی کرتا تھا۔ تو یہ سست مزاج مچھلی اور بھات کے کھانیولے شور و شغب کرتے تھے اور لشکر
سلطانی کے شیر و شیر افگن تلواریں سوت کر حملہ کرتے تھے اور ان کا گلا کاٹتے تھے۔ آخر کو ملک چھو
کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ اور انکی جمعیت پریشان ہوئی اور ملک چھو بھاگ کر موضع موسیٰ
میں چھپا۔ چند روز بعد یہاں کے مقدم نے اُسے گرفتار کر کے سلطان جلال الدین پاس بھیجا۔
ارکلی خاں نے ملک چھو اور اُسکے امرا کو جو فساد کے خمیر مایہ تھے پکڑ کر سلطان پاس بھیج دیا۔ سلطان بھی
یہاں آگیا تھا۔ تاریخ فیروز شاہی میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو جو سلطان کے بڑے مقرب تھے
انہوں نے تاریخ کے مصنف سے یہ حال اپنا دیکھا ہوا بیان کیا ہے کہ سلطان جلال الدین کا دربار عام
تھا ایک سو نڈہ پردہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور سلطان کے سامنے میں کھڑا تھا کہ اُسکے سامنے یہ باغی ہو گیا اور امرا
بلبنی آئے جنہیں ملک امیر علی خاصہ جامہ دار و ملک الفچی سپر ملک طغی و ملک ناجور و ملک ابجن اور اور امرا
بزرگ تھے انکی حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ گردنوں میں دو شاخے پڑے ہوئے۔ ہاتھ پس پشت بند
ہوئے میلے کچیاں کہہ رہے تھے سائے گرد و خاک میں لپٹے ہوئے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے سلطان
ان قیدیوں کے یہ حالتیں دیکھ کر انکے دل میں تڑپاں کی درخواست لگی تھی۔ سلطان کی نظر جب ان پر
پڑی تو رمال سے انہیں کوڑھک کر بلند آواز سے بکارا کہ یہ کیا قیامت ہے اسی وقت ان امرا کو

میں راحت و چین سے گزری اور باقی زندگی بھی اسی طرح گزر جاتی۔ اب چار روز کی زندگی کے لئے یہ سلطنت کا جنجال اور جھگڑا جو میں نے اپنی گردن پر لیا ہر دیکھنے کیا انجام ہوتا ہے اور میری اولاد پر کیا گذرتی ہے۔ سلطان بلبن جسکی شان و شوکت و عظمت بڑی تھی اُسکی یہ حال ہوا کہ اُسکی اولاد میراثِ سلطنت سے اسکے اصحابِ مارت و ثروت محروم ہوئی۔ ہم تو اسکے نوکر چاکر ہیں اس سے بدتر حال ہماری اولاد کا ہوگا جب سلطان نے آبدیدہ ہو کر یہ تقریر کی تو اس محل میں جو عاقل تجربہ کار تھے وہ روتے تھے اور نو دولت مدد مع نوجوان میاں کھڑے ہستے تھے اور آپس پر کہتے تھے کہ اس بڑھے کی عقل جاتی رہی ہے۔ تھر و سطوت و دعویٰ انا و لا غیر کی کو سلطنت کہتے ہیں یہ اسپس مطلق نہیں ہے۔ اُس نے اول ہی بادشاہی کاموں کے بوجھ سے کنہ را ڈال دیا ہے۔ آخر کار یہ سلطنت اُس سے چھین جائیگی۔ کہہ ہ اپنی سیاست و سطوت سے خون کی ندی بہا سکے گا کہ جس سے سلطنت کو بقا ہوتی ہے لیکن جو بزرگ عاقل تھے انھوں نے سلطان کی زبان سے یہ انصاف کئے گئے اور محافظتِ آداب دیکھے تو اسکے نیک خواہ اور مخلص ہو گئے اور وہ تحسین و آفریں کر اُٹ گئے سلطان جلال الدین اُسی دن پرانی دہلی سے نئی دہلی میں آیا اور ایک اپنی بیٹی کا بیاہ اپنے بھتیجے علاء الدین سے اور دوسری بیٹی کا نکاح دوسرے بھتیجے الماس بیگ لغ خاں سے بہت دھوم دھام اور جشن شادمانہ کے ساتھ کیا۔ علاء الدین کی بیوی حُسنِ جمال و کمال رکھتی تھی۔

ملک چھو کی بغاوت

سلطان جلال الدین کا اول سنہ جلوس کیلو گڑھی کی دار السلطنت بنانے اور اپنے اعوان و نصیر و ملوک کے اقطاع اور حشم دینے میں صرف ہوا۔ اب دوسرے سال جلوس کا حال یہ ہے کہ ملک چھو جو سخاں بلبن کا سگا بھتیجا تھا اور سلطان نے اُسکو کرہ مانک پورا اقطاع میں دیا تھا اُس نے چتر شاہی سر پر رکھا اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور سلطان مغیث الدین اپنا لقب رکھا۔ امیر علی جامد مولیٰ زادہ سلطان بلبن جو اقطاع اور دھورکھتا تھا اُسکا یار و مددگار ہوا اور امراء بلبنی بھی جو اس نواح میں جاگیر دار اور زمیندار تھے اور ہند و راج اسکے ساتھ مل گئے اور بہت پیادہ و سوار اس پاس جمع ہو گئے اور وہ اس لاؤ لکڑ کھینچ دہلی کی طرف اپنے چچا کے ملک لینے کے لئے روانہ ہوا۔ اور اُسکو یہ زعم تھا کہ شہر کی خلق اسکے ساتھ ہوگی۔ بہت دلی کے اور اُسکے نواح کے رہنے والے جو نادان بلبنی کے پرورش یافتہ تھے

شہ کے لیا اور دولت خانہ پڑا اور دو رکعت شکرانہ کی ادائیگی اور سلطانین ماضیہ کے تخت پر جلوس کیا اور اس کو اپنے نزدیک بلا کر باوازل بند ارشاد فرمایا کہ میں اپنے خدا کا شکر کرنے والوں سے اداکروں اس نے آج میرا پاؤں اس تخت پر رکھا یا ہے کہ جس کے سامنے مینی برسوں مرجھایا ہے جو دوست میرے برابر کے یا مجھ سے برتر تھے ان کو میرے سامنے دست بستہ سر فریب پر وہ دولت خانہ سے سوار ہو کر کوٹشک اول میں کہ سلطان بلبن کا محل خاص تھا آیا یہاں لہیری دستور کے موافق گھوڑے سے اترنا احمد خدیو چپ نائب بارک نے کہ عاید میں سے تھا اور مجھ دماغ رکھتا تھا۔ عرض کی کہ۔ ایوان شاہی حضور کا ہے یہاں گھوڑے سے اترنا کیا ضرور ہے۔ سلطان نے کہا کہ اے احمد اگر کوٹشک میرے باپ دادا کا بنوایا ہوتا تو میرے ایک سے ہوتا یہ تو سلطان بلبن میرے ولی نعمت نے اپنے عہد خانی میں بنوایا تھا۔ یہ اسکے روز تہوں کی ملک ہی میں نے تغلبے تصرف کیا ہی۔ پھر احمد خدیو نے عرض کی کہ مصالح ملکی میں مناسب نہیں ہے کہ بادشاہ ان گذشتہ کی ملک کے موروثی اور غیر موروثی ہونیکا ذکر کیا جائے۔ اسپر بادشاہ نے فرمایا کہ تو جو کسنا وہ میں بھی جانتا ہوں کیا تو یہ چاہتا ہے کہ چند روز کی مصلحت کے لئے میں تو اس نام کے دائرہ سے خارج ہوں اور نفس الامر کے خلاف کلام یا کام کروں۔

کہ عقل باشرع فتوے دہد کہ اہل خرد دین بہ دنیا دہد

تو خوب جانتا ہے کہ برے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ نہیں ہو کہ سخت و کبر بادشاہی مجھے ورثے میں ملتی۔ مجھے اس وقت۔ وہم ہوا ہے کہ اس کوٹشک میں جہیں میں نے بہت سی خدمتیں کی ہیں بلبن تخت پر بیٹھا ہوا میں اسکے دربار میں جاتا ہوں۔ میرے دل میں اسکی ہیبت اور شہمت اثر کر رہی ہیں۔ غرض وہ اس کوٹشک میں پایادہ گیا۔ اور جن مقامات پر کہ وہ سلطان بلبن کی تعظیم خدمت کرتا اور اسکے سامنے کھڑا رہتا وہاں نہیں بیٹھا۔ بلوک خانہ میں آیا اور اسکے صف پر بیٹھا پہلے اس سے کہ وہ کسی سے بات کرے رومال منہ پر ڈال کر زار زار روپا اور بلوک سے کہنے لگا کہ بادشاہی ایک خلی غائش ورد ہو کہ کی چیز۔ کہ بہ سے خوب منتفیہ و نگارین ہو لیکن اندر سے اسکا حال بالکل زار و زار ہے ایمر کچن و ایمر سرچکانہ سے کہ اب کسی کے انھوں نے نہایت میری رائے قصہ کیا اور مجھے جان کے خوف سے اس بادشاہی اختیار کرے پر مجبور کیا اور نہیں کہ اس اور یہ بادشاہی کہاں۔ ساری عمر خانی و ملکی

تیار کر اے۔ اس حصار کی تعریف میں حضرت امیر خسرو نے یہ شعر لکھا ہے کہ ۵
شہاد شہر تو کردی حصار سے کہ رفت از کنگر اوتا قمر سنگ

اور اُسے اپنے امرا کو حکم دیدیا کہ وہ یہاں اپنی مکانات بنائیں۔ گوانکواپنا پرانا مکان چھوڑنا اور یہاں
نیا بنوانا ناگوار خاطر تھا۔ مگر حکم سلطانی سے مجبور تھے۔ ضرورت تھا کہ جہاں بادشاہ کا مکان ہو وہیں اُسکے
ہمسایہ میں اُنکا مسکن ہو۔ یہاں بادشاہ نے بازار بھی تیار کرایا اور بازار یوں کو شہر سے بازایا اور سب
عالیشان بنائی بغرض اس بادشاہ کی توجہ سے پرانی دلی اُجڑ کر نئی دلی آباد ہو گئی۔ اور ایسی بارون
ہو گئی کہ پرانی کی اصل اُسکے آگے کچھ نہ رہی۔ اس بادشاہ نے تاج شاہی سر پر رکھتے ہی تاج کا رنگ
بدلا سُرخ سے سفید کیا۔ اپنے قہر و غضب کو مہر و حکم سے بدل دیا۔ اور وہ رحم دلی اختیار کی کہ پانوں
کے تلے کی چینیوٹی کے آزار کار و ادارہ نہ تھا وہ یہ سمجھتا تھا ۶

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر بل ز صد شکر ظفر انگیز تر

دربار عام میں جو اُسے کیلگوگرہی میں کیا تھا اُس میں اُمرا کا بر دمہلی حاضر ہوئے تھے۔ اور حیرت
اور تعجب سے کہتے تھے کہ یہ خدا کی قدرت ہے کہ ترکوں کی نسل سے سلطنت خلیوں میں منتقل ہو۔
جب سلطان جلال الدین کے مکارم اخلاق و عدل و احسان و دینداری اہل شہر پر روشن ہوئی تو
شہر کی لوگوں کے دلوں سے دُور ہوا۔ جو امیر اسپر تیرا بھیجتے تھے وہ طوعاً و کرہاً قطاعات و ولایات کی
امید میں بادشاہ کے مخلص بن گئے سلطان نے اپنے بڑے بیٹے کو اختیار الدین خان خانان کا اور منجھلے بیٹے
کو ارکلی خاں کا اور چھوٹے بیٹے کو قدر خاں کا خطاب دیا اور ہر ایک کا جلوس مقرر کیا۔ اپنے بھائی کو
یغرش خاں کا خطاب دیا اور عرض مالک کا عہدہ تفویض کیا۔ علاء الدین کو امیر توڈک مقرر کیا۔
اور الماس بیگ کو الٰہ بیگ کا خطاب اور خورگی کا عہدہ دیا۔ یہ دونوں اُسکے سگے بھتیجے تھے۔ بہت سے
اور امرا کو خطاب اور اقطاع عنایت کئے اور خواجہ خلیفہ کو جو سب سے زیادہ بزرگ تھے وزیر مقرر کیا بغرض
سلطان کے وہ اعوان اور اہل مہار ہوئے جو بڑے بڑے تجربہ کار بتدریج مراتب بزرگ پر پہنچے تھے
اور معتبر و مشہور نیک نام تھے۔ اُسے اول سال میں عہدہ داروں کا ایسا انتظام کیا کہ خواص
اور عوام کو سب طرح کا آرام حاصل ہوا۔

جب سب طرح سے اطمینان حاصل ہوا تو ایک دن بڑے ترک سے اپنے اراکین سلطنت کو لیکر

ابن یافت ذکر گارہ بیٹو تھے جن میں ایک کا نام خلج تھا اس کی اولاد کو خلجی کہتے ہیں۔ یہ قول صحیح اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب تاریخ غزنویہ میں بہت جگہ یہ ذکر ہوتا ہے کہ امیر ناصر الدین سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے امراء میں سے قوم خلج کے بھی امیر تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا ہمہ چنگیز خاں کے عہد پر مقدم تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ قلعہ قوم خلج سے ہوا اور جلال الدین فیروز شاہ دہلوی و سلطان محمود دالوے اس کی اولاد میں سے ہوا۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ خلجی ایک تاتاری قوم ہے جس کا ایک گروہ دریارسچون کے خنج کے پاس دسویں صدی میں بسا تھا اور انھیں دنوں میں اس کا ایک گروہ سیستان اور ہندوستان کے درمیان یعنی افغانستان میں مدت سے آباد تھا اور دسویں صدی تک وہ ترکی زبان بولتے تھے۔ مگر افغانوں کے ساتھ وہ ایسے مل چکرے کہ وہ بھی افغان شمار ہونے لگے۔

ذکر سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی

شاہ میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی کو شک کیلوا گدھی میں تخت شاہی پر بیٹھا حضرت امیر خسرو نے جو منہاج الفتن میں شعر لکھے ہیں اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ میں تخت پر بیٹھا۔ اشعار

جمادی دومیں راسو میں روز سوم ساعت ترادر عالم افروز

بچہ چاشت بافیوزی فال زہرت شش و ہشتاد و نہ سال

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ کیتباد کے شیر خوار بچے شمس الدین کو جلال الدین پاس اُسکے بیٹوں نے پہنچا دیا تھا۔ اس کوئی لکھتا ہے کہ جلال الدین نے کچھ دنوں اس کی نیابت میں کام کیا اور پھر اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا کوئی اس پر تنقید کرتا ہے کہ اس شیر خوار بچے کا خون گردن پر لیا۔ اور آپ بوڑھا ستر برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ دلی میں بڑے بڑے قیدی خاندان کے امراء ہر قوم کے سردار موجود تھے۔ وہ اس کی برس ترکوں کی سلطنت دیکھ چکے تھے۔ اُن کی نظر میں خلجی بے قدر تھے۔ اس بوڑھے خلجی کو تخت شاہی پر بیٹھانہ دیکھ سکتے تھے دل ہی دل میں جلتے تھے اور اُس کی اطاعت کو ننگ قرار جانتے تھے۔ اس سبب سے بادشاہ بھی اُن کی طرف سے اطمینان نہیں رکھتا تھا۔ دلی میں رہنے کو خطرہ سے خالی نہ جانتا تھا کیلوا گدھی میں اُن عمارتوں کو کہ کیتباد کے زمانہ میں ادھوری پڑی ہوئی تھیں پورا بنوایا اور جمنائے کنارہ پر ایک باغ لگوایا اور گچ اور سنگ کا ایک حصار استوار اور اُس کے ساتھ اور عہدہ عیہ مکانات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جلد دوم

باب اول

خاندان خلیجی

۱۲۹۰-۱۳۲۰ عیسوی

۶۹۹-۷۲۰ ہجری

تاریخ فرشتہ میں خلیجیوں کی اصل کا حال بحوالہ نظام الدین احمد بخشی یہ لکھا ہے کہ چنگیز خان کا داماد قاج خاں تھا اور وہ اپنی بیوی سے کہ چنگیز خاں کی بیٹی تھی ملال رکھتا تھا اور چنگیز خاں سے ملوایا دراز ملائمت کے کچھ علاج نہ تھا اسلئے وہ ہمیشہ اپنے مفکر کہ تلاش میں رہتا تھا۔ جب چنگیز خاں نے دریاء سند کو عبور کر کے سلطان جلال الدین خوارزمی کو مغلوب کیا اور مہمات ایران اور توران سے اُس کو غمت ملی اور اُسے اپنی وطن کو مراجعت کی توقاچ کو چنگیز خاں سے جدا ہونے کی فرصت ملی۔ اور وہ اپنے ایل الوس کو اجیم تہیں نہ ارفا خاندان تھے سمراد لیکو کہستان غور و جرجان کے درمیان آن بسا۔ جب چنگیز خان مر گیا تو اسکی اولاد نے قاج کی کہ پر انیس کی کہ کہاں گیا۔ اس نے ہمیں توطن اختیار کیا اور اُسکی نسل میں بڑھتی گئی جب سلاطین فوراً انکے تابعین نے ہندوستان کو تسخیر کیا تو غلامی تھوڑے تھوڑے قرب و حوا سے سب سے ہندوستان میں آئے تھے۔ اور سلاطین و امرا کی ملازمت اختیار کر کے صاحب اقتدار ہوئے گئے۔ بادشاہ جلال الدین خلجی ملوایا اور ہندوستان کو دھیمی مندروی دو غول تلوار کے پستیل۔ قل کی تحریف کے خلیج بنا اور کثرت استعمال سے الف و ط و زنج رو گیا۔ اور صاحب تاریخ بلو قیان لکھتا ہے کہ ترک

سلطنت محمد شاہ بن قمر بدخشاں بن ناصر خاں ۳۲۲ - ۳۲۸ تک

سلطنت سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ - سیدوں کی سلطنت -

سلطنت بہلول لودھی ۳۳۰ - ۳۵۲

سلطان بہلول کی تخت نشینی اور اس کے ابتدائی حال - حمید خان کا قید ہونا اور بہلول لودھی کا بخیر وقت و خطر بادشاہ ہونا - سلطان بہلول کا خیال پور میں لشکر جمع کرنا اور پہلی کوشش شہر کی محاصرہ کرنا - سلطان بہلول کا دورہ انتظام کے لئے سلطان بہلول کی لڑائی ساہیو شہر کی - ملک لی تقسیم - اوڈے پور کے رانا سے دہمد خان جہتی سے سلطان بہلول کی لڑائی - دہمد خان کا قید ہونا - سلطان بہلول کے خصائل -

سلطنت سلطان سکندر لودھی ۳۵۲ سے ۳۷۹ تک

سلطان بہلول کی تخت نشینی - سلطان سکندر کا دورہ - محلات گوالیار و بیانہ - جمپور اور پیٹ کی طرف کی لڑائیاں - امراء فغانی کی بخشش سلطان سکندر سے - حاکم دہلی کو سلطان سکندر کا نذر دینا - گوالیار و بیانہ و دہول پور اور مندریل کے معاملات - شہر آگرہ کی بنا - آگرہ میں زلزلہ - چنبیل کے کنارہ کے واقعات - آونٹ گڈھ کی فسخ - لکھنؤ کا سفر - تائب - نروڑ کی مہم - ہٹ کانٹ - لکھنؤ چندیری - ناگور - سیوس پور کے واقعات - وفات سلطان سکندر - حکایات وفات - سلطان سکندر کے خصائص و عادات و انتظامات اور اہل رحالات - سلطان سکندر کے عہد میں ہندوؤں کا فارسی پڑھنا اور سنسکرت - بے کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرنا -

سلطان ابراہیم لودھی ۳۷۵ - ۳۹۴ - سلطان ابراہیم کی تخت نشینی - مہم گوالیار - سلطان جلال الدین کا ماراجانا - اور سلطان ابراہیم اور سکندر امرا میں بگاڑ اور اس کے نتائج - مہم گوالیار - بادشاہ اور امرا کی لڑائی - رانا کا سپاہی - ابراہیم کی لڑائی - باورس کی بناوت - دہمد خان لودھی حاکم پنجاب کے بناوت - سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارتانی اور پیداوار کی افراط فقط -

ارادہ سے۔ کٹور اور سیاہ پوشوں پر جہاد۔ مرزا شاہرخ کا خراسان پہنچنا اور نہر
ماہی گیر کا بنانا۔ اب سند سے حضرت صاحبقران کا عبور کرنا۔ شہاب الدین مبارک شاہ
تیمی کی متابعت اور بعد ازاں اُس کی مخالفت۔ تلبا کی بربادی۔ نصرت لکھنوی پر حملہ
آوری شاہزادہ پیر محمد کا ملتان سے آنا۔ فتح شہر ہند و قلعہ بھٹینرے سرستی فتح آباد
واہرونی کی طرف سفر۔ جٹوں سے لڑائی۔ فتح دہلی کی تیاری۔ مجلس مشاورت دربار
حملہ دہلی۔ قیدیوں کا قتل ہونا۔ صاحبقران کا سلطان محمود سے لڑنا اور فتح پانا۔ سلطان
محمود و ملو حناں کا بھاگنا اُن کے پیچھے سپاہ کا جانا دہلی کا فتح ہونا۔ دہلی کی تباہی
امیر تیمور کا ہندوستان میں اور جگہ عزاکِ نیت سے جانا اور دہلی سے ہنضت کرنا۔
قلعہ میرٹھ کی فتح۔ دریا گنگ پر ہندوؤں سے لڑائیاں۔ ایک دن میں امیر تیمور کی
تین فتح۔ درہ کوپلہ (ہردوار) میں ہندیوں کا غارت کرنا اور پتھر کی گائے۔ ممالک
ہندوستان سے صاحبقران کا غم مراجعت۔ کوہ سواک کی تاخت و تاراج۔ کوہ سوا
سے آگے کے جنگلوں میں لڑائیاں۔ نواحی جموں میں لڑائیاں۔ لاہور اور شیخہ کوکر
(گھگر) کا ذکر۔

سلطان محمود ۲۹۳-۲۹۷ء تک

امیر تیمور کی مراجعت کے بعد ہندوستان کا حال۔ دولت خان لودھی۔

باب سوم سیدوں و لودھیوں کی سلطنت ۲۹۷-۳۰۵ء تک

سید خضر خان کی سلطنت۔

سید خضر خاں کی سلطنت ۲۹۷-۳۰۴ء تک

سلطنت معز الدین ابو الفتح مبارک شاہ۔ گھگروں کی لڑائی۔ کٹھیر اور اٹا وہ کی
مہمات۔ جسر تیشیما اور داسے بھیم۔ گوالیار اور مہوات کی مہم و بیانہ کی مہمات۔
جسر ت گھگر کا فساد۔ فولاد غلام کا فساد۔ امیر کابل سے لڑائی۔ جسر ت شیشا گھگر۔
بادشاہ کی وفات اور اُس کے خصال۔

طاس گھڑیاں ہ ایجاد۔ مسات سنگی سے فیروز شاہ کا باز رہنا۔ بادشاہ کا ہتھام
 غلاموں کے جمع کرنے میں۔ فیروز شاہ کے واسطے خلیفہ کا خلعت آنا۔ فیروز شاہ کا دربار
 میں بیٹھنا۔ آراء و ملوک کی بہجت و مسرت۔ آرزائی اشیا و فراخ سالی و ملک کی آمدنی
 سپاہ کے حالات۔ پسر عمار الملک کا بادشاہ سے سپاہ کے باب میں عرض کرنا اور شاہ سے
 جواب پا کر رنج پانا۔ منار ہار سنگین کا دہلی میں لانا۔ بادشاہ کے شکار کا حال۔ رقاد
 عام کے حالات۔ بادشاہ کا بیکار آدمیوں کا باکر کرنا۔ کارخانجات فیروز شاہی کے اسباب
 کی شرح۔ بادشاہی سکے۔ دیوان خیرات و شفا خانہ کا بیان۔ بادشاہ کے جشن اور
 جلسے۔ آئیں زیارتیں خواب کی تعبیریں۔ بادشاہ کا ناشی اور خلق کی زنا مطبوع
 ہاتھوں کا دور کرنا۔ ایک برہمن کا جلانا اور برہمنوں سے جزیہ لینا۔ حلیہ سلطان
 فیروز شاہ۔ بادشاہ نے جو عجائبات جمع کئے تھے۔ بادشاہ کے زمانہ کی تصنیفات۔
 خلاصہ تاریخ فیروز شاہی۔ ذکر بادشاہی غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح شاہ بن
 سلطان فیروز شاہ بارہک۔

غیاث الدین تغلق شاہ ثانی و ابوبکر بن ظفر خاں و ناصر الدین

محمد شاہ و سکندر شاہ و ناصر الدین محمود شاہ ۲۳۴-۲۴۵ تک

غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح شاہ بن سلطان فیروز شاہ بارہک۔ ذکر سلطنت
 ابوبکر شاہ بن ظفر خاں بن فیروز شاہ بارہک۔ ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین محمد شاہ
 سلطان فیروز شاہ بارہک۔ ذکر سلطنت سلطان سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ
 سلطان ناصر الدین محمود شاہ پسر خرد محمد شاہ ناصر الدین۔ خضر خان و سارنگ خاں
 کی رانی۔ آقا اقبال خان کا اقبال چکنا۔

امپریور کا خلیفہ ہندستان پر ۲۴۵ سے ۲۹۳ تک

امپریور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باب میں۔ امپریور کی ارواگی ہندوستان کو

سلطان فیروز شاہ کا سفر ٹھٹھہ سے دہلی کو۔ سلطان فیروز سے قوام الملک خان جہاں مقبول کا ملنا۔ خواجہ جہان کا سلطان سے ملنا۔ خواجہ جہان کے باب میں سلطان کی گفتگو امر کے ساتھ۔ ہاتسی میں سلطان فیروز شاہ کا آنا۔ سلطان فیروز شاہ کا دہلی میں آنا۔ فیروز شاہ کی نوازش دہلی کے آدمیوں پر اور بقایا کی معافی۔ سلطان فیروز شاہ کا قاعدہ جدید معافیٰ جس کو قانون نان بھی کہتے ہیں۔ بادشاہ کی رعیت پروری خسرو ملک اور فیروز شاہ کا عذر۔ سلطان فیروز کا نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں سلاطین ماضیہ کا نام دخل کرنا اور سکوں کا حکم دینا۔ بنگالہ کی پہلی مہم۔ بادشاہ کی مراجعت دہلی کی طرف۔ شہر حصا فیروزہ کا بنانا اور نہر کا جاری کرنا۔ استقامت الملاک یعنی بادشاہ کا محصول زمین مقرر کرنا۔ ہاتسی میں بادشاہ کی ملاقات شیخ نور الدین سے جہنا کے کنارہ پر فیروز آباد کا آباد کرنا۔ ظفر شاہ کا سنار گاؤں سے آنا اور فیروز شاہ کی پناہ مانگنا۔ لکھنوی کی طرف بادشاہ کا دوبارہ روانہ ہونا۔ شہر جوینور کی بنا کا حال۔ سلطان سکندر شاہ سے بادشاہ کی جنگ۔ فیروز و سکندر شاہ کی مصالحت۔ سلطان کا روانہ ہونا اور جوینور سے جاج نگر جانا۔ ہاتھی کا شکار اور جاج نگر کی اطاعت۔ بادشاہ کی مراجعت جاج نگر سے دشوار گزار راہوں سے۔ سلطان فیروز کے عہد میں رعایا کی خوش حالی و فلاح الہالی۔ قلعہ نگر کوٹ کی فتح۔ ٹھٹھہ کی مہم کا صلاح و مشورہ۔ ٹھٹھہ کی سمت فیروز شاہ کی روانگی اور وہاں پہنچنا۔ اہل ٹھٹھہ اور سلطان کی لڑائی۔ سلطان فیروز شاہ کا گجرات جانا۔ بادشاہ کے لشکر کا کوچنی رن (کچھ کارن) کو کوچنی رن میں خلع کا زاری کرنا اور بادشاہ کا تاسف کرنا۔ فیروز شاہ کا گجرات میں آنا۔ سلطان فیروز شاہ پاس خان جہان کا اسباب جنگ کا بھیجنا۔ سلطان کا گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہونا۔ اچھے موسم میں ٹھٹھہ کے اندر سلطان کا آنا۔ ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریا سندھ سے پار جانا اور سندھیوں سے لڑنا۔ ملک کے لئے عماد الملک کا دہلی جانا۔ اہل ٹھٹھہ سے صلح ہونا۔ بانہیہ کا فیروز شاہ پاس آنا۔ فیروز شاہ کی مراجعت دہلی میں۔ حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے و معاملات۔ بادشاہ کی ضعیفی کی باتیں۔ بادشاہ کی وفات

ہندوستان میں بادشاہ کی بادشاہت۔ قنوج کا برباد کرنا۔ سہاگل
 کار و منڈل پر بغاوت۔ بٹا ہوا افغان کی بغاوت۔ بادشاہ کا نام اور سامانہ کے
 متبرکوں کا نذر دینا۔ گھکرون کی بغاوت۔ خلیفہ مصر کا خلعت۔ کرناٹک کی بغاوت
 بادشاہ کا سرگودھاری میں رہنا۔ بغاوتیں۔ دہلی میں بادشاہ کا رہنا اور اُس کے
 اشغال۔ گجرات کا دھاروا مالوہ جہاں انہوں نے گجرات اور دکن
 کی بناوٹیں۔ محمد تغلق کے عہد میں سلطنت کی وسعت، سلطنت۔ ابن بطوطہ نے جو
 ہندوستان میں اپنے آنے کا اور ہندوستان کا حال لکھا ہے۔ ابن بطوطہ کا ہندوستان
 میں آنے پر پہلے دھاک کا بیان۔ دہلی کے اوصاف۔ دہلی کی فصیل اور اُس کے
 دروازے۔ دہلی کی جامع مسجد۔ دو حوضوں کا بیان۔ مزارات کا ذکر۔ اوصاف
 سلطان محمد تغلق۔ ذکر بادشاہ کے ابواب مشور و آرایش گاہ کی ترتیب کا۔ جلوس عام
 میں آبیوں کی نشست برخاست کی ترتیب۔ غربائے مسافریں اور اصحاب ہدیہ کا
 داخل ہونا۔ عمال کے ہدیوں کا سلطان تک پہنچنا۔ عیدین میں بادشاہ کا سوڈر ہونا۔
 جلوس عید میں سربراہ عظم و منجرہ غلطی۔ بادشاہ کا سفر سے آنا۔ طعام خاص کی ترتیب کا ذکر
 قدم عام کی ترتیب کا ذکر۔ بادشاہ کی فیاضی کی حکایات۔ سلطان کی تواضع اور
 انصاف کی حکایات۔ اقامت صلوٰۃ و احکام شریعت میں سلطان کا اشتہار۔ بادشاہ
 کے ناگاہ قتل کرنے اور کینہ و انتقام کے افعال۔ سلطان کا قتل کرنا اپنے بھائی کو ساتھ
 تین سو آدمی کا قتل ایک ساعت میں۔ ابن بطوطہ نے جو اپنا حال دہلی آتیکا لکھا ہے اور
 مختصر بیان۔ خاقان چین کا تحفہ تحائف کا بھیجنا اور ابن بطوطہ کا روانہ ہونا۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق ۱۶۱-۳۴۲ھ تک

فیروز شاہ کی ولادت۔ فیروز شاہ کا قوانین و آئین سلطنت میں تعلیم پانا۔ سلطان فیروز شاہ کی
 تخت نشینی۔ فیروز شاہ کی لڑائی مغلوں اور سرکشوں سے۔ سلطان محمود شاہ کے تخت نشین کرنے
 میں خواجہ جہان احمد ایاز کا غلطی کرنا۔ خواجہ جہان کا سنا کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ ہو گیا۔

شہاب الدین عمر - سلطان قطب الدین مبارک شاہ غلی - قطب الدین کے برے بھلے کام - گجرات اور دیوگڑھ کی ہم - دولت آباد اور دہلی کے درمیان سڑک - قلعہ گوالیار کا حال - دہلی میں سلطان قطب الدین کا مراجعت کرنا و خویش اتار ب کا قتل کرنا اور بیودہ حرکت علیبار خسرو خاں کا جانا - ملوک علانی کو دہلی بھیجا - بادشاہ کا اُن کے ساتھ بدسلوکی کرنا - خسرو خاں کے اختیارات اور ہندوؤں کا بادشاہ کے دربار میں بھرتی ہونا - سلطان مبارک کا قتل ہونا اور علاء الدین کے خاندان کا بالکل بٹ جانا -

خسرو خاں کی سلطنت ۸۹-۹۵

ملک فخر الدین جو ناخاں کا (جو آخر کو سلطان محمد تغلق ہوا) خسرو خاں کے پاس سے بھاگنا اور اپنے باپ غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پاس دیوال پور جانا اور پھر وہاں سے دہلی میں فتح پاکر اور خسرو خاں کو قتل کر کے غازی ملک کا بادشاہ ہونا -

باب دوم شاہان تغلق کا بیان

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ - ہم تلنگانہ - دوبارہ ہم تلنگانہ کے لئے الغ خاں کا ورنگل جانا - سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی ہم بنگالہ - دفات تغلق شاہ - قلعہ تغلق آباد -

سلطان المجاہد ابو الفتح محمد شاہ تغلق کی سلطنت ۱۰۸-۱۶۰

سلطان محمد تغلق شاہ کی عادات - مغلوں کے حملے روکنے کی عجیب تدبیر - بادشاہ کی عمدہ تدبیریں - بادشاہ کے نامعقول منصوبوں اور تدبیروں کا بیان - اول نامعقول تدبیر - دوم نامعقول تدبیر - سوم نامعقول تدبیر - چارم نامعقول تدبیر - پنجم نامعقول تدبیر - دہلی کی بربادی کا بیان جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے - بنات و بیس - ستم - مالوہ کی بغاوت ۷۳۳ھ - قلعہ کندمانہ - ملتان کی بغاوت ۷۳۴ھ - جبل قسچیاں (بہالیہ) میں جو پیش سلطان پر آفت آئی - (علیبار) کی بغاوت اور وزیر کے بھانجے کا قتل - بادشاہ کا

فہرست مضامین جلد دوم

باب اول خاندان خلجی

ذوالسلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی - ملک چھجور کی بغاوت - انتظام ملکی میں خلل و بگاڑ
 سلطان جلال الدین کی اخلاق کی باتیں اور حکمتیں - سلطان کی مہر پروری و ہنر شناسی
 سید مورخ قتل - سلطان کی لشکر کشی رتنپور پر - مغلوں کا حملہ - علاء الدین کی مہمات
 بحالیہ وغیرہ - علاء الدین کی مہم دکن پر -

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاء الدین کا بادشاہ ہونا

قدر خواں کا بادشاہ ہونا - ذکر بادشاہی سلطان علاء الدین خلجی المقلب بہ سکندر ثانی -
 جلال الدین کی اولاد اور اُس کے ہوا خواہوں کا حال - مغلوں کا حملہ - گجرات کی فتح اور
 سپاہ کی بغاوت - سیوستان کی فتح - مغلوں کا دوسرا حملہ - سلطان علاء الدین کے
 بیوروہ خیانات - قلعہ رنٹھنپور کا محاصرہ - علاء الدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرنے کے
 لئے چپا کو قتل کرنے کا ارادہ اور اُس کا استحکام - بھانجوں کی بغاوت اور بنادین
 اور رنٹھنپور کا دوبارہ فتح کرنا - اسباب بغاوت اور اُن کے انداد کی تدبیریں - قوانین
 و ضوابط الدل - بادشاہ اور قاضی منیث الدین کی گفتگو - مغلوں کی مہمات اور اسے
 انداد کے واسطے قوانین اور ضوابط و قواعد کا مقرر ہونا - مغلوں سے لڑائیاں - چتور گڈھ
 کی فتح - دکن کی مہمات - خضر خان و دیول دیہی (دیول دی) کی عاشق و معشوقہ -
 جانا و سبوانہ کی فتنہ - مہم تلنگانہ - کرناٹک - اور طیار سے راس کا مکر و ہونہ
 نو مسلم قتل - دیو گڈھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان - ملک کا دور کی حکمتیں -
 گجرات کی بغاوت اور چتور گڈھ کے نکل جانے کا حال - سلطان علاء الدین کی وفات -
 سلطان علاء الدین کی عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی عجیب و غریب باتیں اور انتظام
 ملکی - کے ضوابط و آئین -

ذکر شہاب الدین عمر و قطب الدین مبارک -

جلد دوم

اس جلد کے تین باب ہیں۔ باب اولیٰ میں سلاطین خلیجہ کا بیان ہے۔ باب دوم میں سلاطین خاندان تغلق کا ذکر ہے۔ باب سوم میں سیدوں اور لودھیوں کے بادشاہوں کا حال ہے۔ باب اول میں تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی سے۔ اور باب دوم میں سلطان فیروز شاہ تغلق کا بیان تاریخ فیروز شاہی سراج عقیف سے جو مخصوص اسی بادشاہ کے عہد سے ہے اور باب سوم میں تاریخ مبارک شاہی بکھی بن احمد سے جو مخصوص سیدوں کے عہد سے ہے زیادہ مضامین لکھے گئے ہیں باقی تواریخ مفصلہ ذیل سے مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔

- (۱) تاریخ وضۃ الصفا (۲) حبیب السیر (۳) تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی (۴) سفر نامہ ابن بطوطہ
 (۵) تاریخ سلاطین افغان مسند احمد یادگار (۶) مخزن افغانی (۷) تاریخ خانبھائی دہی مصنفہ نعمت اللہ
 (۸) تاریخ داؤدی مصنفہ عبد اللہ (۹) انگریزی تواریخ ہند۔

جلد سوم (۱) بابر نامہ (۲) شکر نامہ ہمایوں (۳) رزم نامہ شیر شاہی (۴) فتح قیمت
جلد چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات
(۴) تاریخ مالواری (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونا پور (۸) تاریخ
تاریخ سرائیکی۔ مضمون کن (۹) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجا پور (۱۰) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ
سندھ (۱۱) تاریخ سلاطین غازی آباد (۱۲) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بید (۱۳) ضخیمہ تاریخ و کتب
دیگر دیکھیں کہ تاریخ (۱۴) تاریخ و کتب کارپوری قیمت چار

اقبال نامہ لکھی ہے جس میں شاہ الکر کا حال تمام و مکمل
 کا زمانہ بیان کیا ہے جس میں شاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت ۱۰
 نظیر نامہ شاہجہاں جس میں شاہ جہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہے قیمت ۱۰
 پادشاہ نامہ لکھی ہے شاہ جہانگیر کا حال از اول تا آخر لکھا ہے قیمت ۱۰
 مال سلطنت تہذیب عالمگیر کے عجیب سے نزدیک بادشاہ جہاوردشاہ کے زمانہ سے لے کر
 کی سلطنت کی ابتدا سے لے کر بالکل انکا حال لکھا ہے جس میں ان کے سب احوال کی سلفیت
 کا بیان ہے اور ان کے احوال اور ان کے احوال کی صفات و صفات کی صفات
 کا بیان ہے قیمت ۱۰ روپیہ چار آنہ میں لکھی ہے قیمت ۱۰
 اقبال نامہ لکھی ہے جس میں شاہ الکر کا حال تمام و مکمل
 کا زمانہ بیان کیا ہے جس میں شاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت ۱۰
 نظیر نامہ شاہجہاں جس میں شاہ جہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہے قیمت ۱۰
 پادشاہ نامہ لکھی ہے شاہ جہانگیر کا حال از اول تا آخر لکھا ہے قیمت ۱۰
 مال سلطنت تہذیب عالمگیر کے عجیب سے نزدیک بادشاہ جہاوردشاہ کے زمانہ سے لے کر
 کی سلطنت کی ابتدا سے لے کر بالکل انکا حال لکھا ہے جس میں ان کے سب احوال کی سلفیت
 کا بیان ہے اور ان کے احوال اور ان کے احوال کی صفات و صفات کی صفات
 کا بیان ہے قیمت ۱۰ روپیہ چار آنہ میں لکھی ہے قیمت ۱۰

یتاح ہندوستان

LIBRARY

MAY 8 1968

UNIVERSITY OF TORONTO

سلطنت اسلامیہ کا بیان

DS

452

233

1915

V. 2

جلد دوم

جس میں مضامین تفصیل ذیل ہیں:

- | | |
|---------------------------|---------------------------|
| (۱) سلاطین غلجیہ کی تاریخ | (۳) سلاطین خاندان لودھی |
| (۲) سلاطین تغلق کی تاریخ | اور سلاطین سیدوں کی تاریخ |

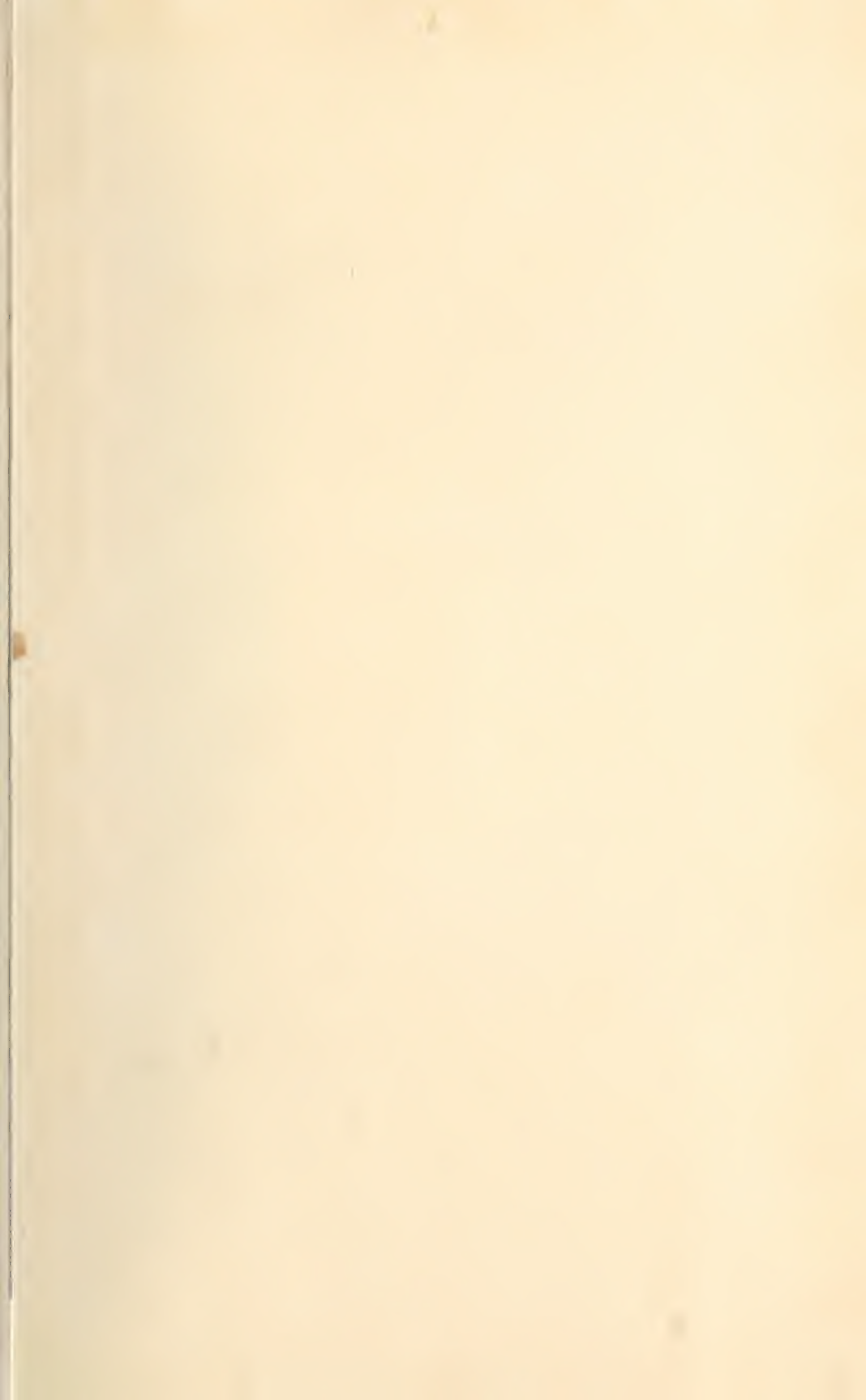
مصنفہ

خان بہادر شمس المولوی محمد ذکاء اللہ صاحب ہلوی مرحوم

بہتمام محمد متقی خاں شرانی

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ۱۹۱۶ء

قیمت فی جلد عین بارہ سو ایکہ اچلہ



DS Zakā'ullāh, Muḥammad
452 Tārīkh-i Hindustān
Z33 [Tab. 3]
1915
v.2

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

